

جَآءَ الْحَقّ برومابيوں كے بے جا اعتراضات كامل ومسكت جواب

و جدادد الحق الحق الخق الخق

ى رَدِّ الْوَهَّابِيَّةِ وَ تَائِيْدِ جَآءَ الْحَقُ

تصنیف عبر مصطفیٰ علامِ رضا مولا نا محمد محبت علی قا در ی

از خدام فخرالسادات سيّد الصلحاء پيرطريقت رهبرشريعت سيّد اعجاز على شاه گيلانى زيب جاده آستانه عاليه جره شاه تيم ضلع ادکاژه

مكتبه قا در بيسكندر بيرون الاحناف يخ بخش رود الاجور

بِسْمِ اللهِ الرَّحُمانِ الرَّحِيْمِ اَلصَّلُوهُ وَالسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (جمله حقق بِق مصنف محفوظ)

نام کتاب –		نصرةُ الحق في ردّ الومابيه وتائيد جاء الحق
		(اؤل دوم)
موضوع –		كتاب جاءالحق براعتراضات كالحقيقي جائزه
تصنیف -		حضرت علامه مولانا محمر محبت على قادري مدخله
صفحات جلداوّل -		376
صفحات جلد دوم -		640
کپوزنگ –	Property of the Control of the Contr	ورڈزمیکر
طالع –		وسيم پرنتنگ پرلين' بندرودٔ لا مور
تاریخ اشاعت -		رجب اسهماه/ جون 2010ء
تعداد -		600
ناشر -		مكتبه قادريه سكندريه
بديه جلداة ل		250روپي
بديي جلدودم		350روپي

ملنے کا پتا

مكتبه قادريه سكندريه

حزب الاحناف تنج بخش روڈ لا ہور دربار مارکیٹ **اور داتا گنج بخش روڈ کے تمام مکتبو**ل پر دستیاب ہے

ترتيب

19	انتياب
r•	(تصانف)
rı	تقريظ تعيد
rr	تقريظ سعيد
۳۳	لَقُ إِنَّا سَعِيدُ
ra	تقريط سعيد
ry	تقريظ سعيد
۲۸	نثان منزل
	سرايا محبت تعارف مصنف
	ابتدائيه
	يېلى فريب كارى
	دوسری فریب کاری
	مقدمه
	ور واجب بين احاديث مباركه
M	وبابي اعتراض
W	وتر واجب بين حضورصلي الله عليه وسلم كاارشاد:
ra	
۲۸	
۳۹	
۵٠	اس پرغیر مقلد کا پہلا اعتراض

١	مرسل حديث كاعلم
۵۳ <u></u>	
۵۳	
۵۵	حدیث میں سنت فجر کی تا کید
۵۲ ۲۵	وتر ہر مسلمان پر واجب ہیں
۵۸	ال پرغیرمقلد کااعتراض:
	وتر ملن رکورس مول
۵۹	پہلا اعتراض پہلا اعتراض غیرمقلد کا دومرااور تیسرااعتراض
۲۰	غیرمقلد کا دومرااور تیسرااعتراض
чr	غيرمقلد كاالزام
Yr	الزام كاجواب
٦٣	حضور تین وتر کے آخر میں سلام پھیرتے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
٦٣	حضرت انس تین در پڑھتے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
, AL	وتر تین ہیں ابن مسعود کا ارشاد
۲۵	حضرت عائشه فرماتی ہیں:حضور تین رکعت وتر پڑھتے تھے غیرمقلد کا چوتھا اعتراض
۲۷	ير مندرن پوتف مران
۲۸	اعتر اض
Y9	غيرمقلد كا دوسرااعتراض
۷۱	غير مُقلد كا اس پر پہلا اعتراض
	دېانی صاحب کا دوسرااعتراض
	وتر فرض مغرب کی طرح تین رکعت ہیں۔۔۔۔۔۔

<u> </u>	ور کی تیسری رکعت میں دعاء قنوت کا ثبوت
44	اول:
ZZ	
	سوئم ابن مسعود اور رسول الله کے اصحاب وتر میں قبل از رکوع
44	النبيرا هر كا عد كا
۷۸	چارم:
۷۸	پہور ا نماز میں سات جگہوں کے سواہاتھ نداٹھاؤ
∠9	ال برغير مقلد كايبلا اعتراض
۸۱	غير مقلد كا دوسرااعتراض
	غيرمقلد كاتيسرااعتراض
۸۳	تین وزیرمسلمانوں کا اجماع ہے
۸۵	رات کے ور اور مغرب دن کے ور
۸۲	ال پرغیر مقلد کا اعتراض
	حدیث مرفوع حکمی کابیان
۸۹	
۹۴	
90	
92	تين ركعت وتر پرعقلی دلائل
9.4	
9/	<u>اعتراض نمبرا:</u>
J•1	غیرمقلد کا مذکوره عبارت پر پہلا اور دوسرااعتراض:
1++	امام احمد نے تین رکعت وترکی افضلیت یراجتماً عنقل کیا۔۔۔۔۔

1+0	غيرمقلد كاتيسرااعتراض
I+0	تین وتروں پر امام طحاوی کی عقلی دلیل
110	
IIY	اس پرغیر مقلد کا پہلا اعتراض:
IIZ	نام نهاد دین الحق ص ۴۲۵
IIA	غيرمقلدصاحب كا دومرااعتراض:
	و ما بی کا احناف پر غلط الزاً م اور اس کا جواب
IIA	غيرمقلد كاتيسرااعتراض:
119	و ما بی کی مفتی صاحب پر الزام تراثی کا جواب
119	وترکی معنوی شخقیق
ITI	وتر الله کی صفت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
Iri	وہابی کفر کی زد سے نہیں ہے سکتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ITT	الله وتر ہے وتر کو پہند فر ما تا ہے
	غیرمقلد کااس پر پہلا اور دوسرااعتراض:
IFA	
179	غيرمقلد كاتبيرااعتراض:
IT9	انبیاء علیم السلام کے اجتہاد کا انکار وہانی کی جہالت ہے
(p+	انبیاء علیهم السلام کے اجتہاد کا ثبوت
IPP	الله نے قاضوں سے تین عہد لئے
IFA	وہابی نے امام زہری کے قول کواحناف کے ذمہ لگا دیا ۔۔۔۔۔۔
۱۳۰	
100	' حضرت ابن مسعود رکوع سے قبل ہاتھ اٹھاتے اور قنوت پڑھتے نے

IM	وعا قنوت رمضان وغیررمضان میں رکوع ہے قبل واجب ہے
irt -	ريبلي فصل)
IPT -	ر میں قنوت کے ننخ کا ثبوت
	مار برسی جس بات کا برے وہابیوں نے اقر ارکیا نام نہاد دین الحق کامصنف اس کا انکار
ורץ -	كرنا ہے
164	غیر مقلدوں کا قنوت نازلہ کے بارے ضعیف حدیث پڑمل
10+ -	غير مقلد كالتيسرااعتراض:
	وبابي صاحب كاس پر پهلااعتراض:
101 -	دروغ گوجا فظهٔ بین رکھتا
100-	جب رادی کاعمل مروی عنہ کے موافق ہوتو اسے تقویت دیتا ہے
100	حضور صلى الله عليه وسلم اور خلفاء راشدين تقوت نازلدند برصن كا ثبوت
	امام احدرضا خال فاضل بریلوی رحمة الله علیه کے قنوت نازلد کے
	عدم جواز پر دلائل
101	اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۵ تا 2:
109	رسول الله نے صرف ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی
124	و بالى توحيد كى ايك جھلك
124	وہا بیوں کے نزدیک اللہ اپنی مثل پیدا کرسکتا ہے
1214-	- تنوت نازلہ کے عدم جواز برعقلی ولائل
124	غیرمقلدوں کی طرف ہے تنوت نازلہ کے متعلق اعتراضات اور ان کے جواب ا
۱۸۰	وہانی کا جواب سے فرار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
	حفورورون كي آخرى ركعت مين ركوع تي بميشة قنوت برهي تن المسادة
	مارااعلان:

۸۲		پیلی قصل
ΙΛΛ	وسلم تشهد میں بایاں پاؤں زمین پر بچھاتے تھے	E CONTRACTOR OF THE PARTY OF TH
۱۸۸	پاؤں زمین پر بچھا کراس پر بیٹھنا سنت ہے۔۔۔۔۔۔	تشهد میں بایاں
191	ہیں کہ عقیدہ کا اطلاق کس پر ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔	وہانی کو بیٹلم بھی خ
197	شهد کا فرقنشهد کا فرقنشهد کا فرقنشهد کا فرقنشهد کا فرق	مردوعورت کے
	کے فرق میں حضرت ابن عباس کا ارشاد	
	ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بایاں زمین پر بچھائے	تشهد مسنون بیه .
Y••		ابن عمر كاارشاد -
r	میں وہانی کی نا کام کوشش۔۔۔۔۔۔۔	حدیث سے مراد
	ں تعارض ہوعمل قول پر ہوگا	جب قول و فعل مير
r.a	بددیانتی نہیں بلکہ وہانی کی بے عقلی ہے ۔۔۔۔۔۔۔	
r+ Y	ىرىقة نماز	حضور مَنَّالِيُنِيَّاتِهُمُ كَا طَ
r+9	کاری	غيرمقلد كى فريب
	ب کے خلاف روایت کر دے وہ زیرِ عمّاب آجا تا ہے۔	
Y19	نناف کے موقف پراحادیث کی صحت	تشہدے متعلق ا
rrr	پر غیر مقلد کا مطالبه ہم پورا کر دیتے ہیں	مردوزن کے تشہد
YYY	رمقلدول کے اعتراضوں کے جواب	تشهد ہے متعلق غیر
	کی روایت کو دلیل مانتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔	
	ىيە بېلا و دوسرااعتراض:	
) روایت کُودلیل بناتے ہیں	
	ع حدیث پرعمل:	
	ع مسئله میں ضعیف روایت پرعمل:	

rrr	غير مقلد صاحب كاتيسرااعتراض:
rro	علامهابن التركماني في امام يبهق كا تعاقب كيا
ے اسم	جواب:غیرمقلدجس روایت کوتورک پر دلیل بناتے ہیں وہ ان کےخلاف _
rrr	
rrr	امام مجہد کا کسی روایت کو قبول کرناصحت کی دلیل ہے
tur	اہل علم کے عمل سے حدیث کو تقویت ملتی ہے
rry	دوسندول کے ملنے سے روایت کوتقویت:
TPZ	پلی صل میں ربعت تراوح کا ثبوت:
TCA	مصور في الله عليه وتم رمضان بين بين تر أون يرط هته تنفي
10+	ایک ہی راوی کی روایت و ہایوں کے لئے دلیل مفتی صاحب کے لئے جرم:
101	تلقی بالقبول سے حدیث کاضعف دور ہوجاتا ہے:
101	مدیث کی تائید سے ضعیف کاضعف دور ہوجا تا ہے وہابیوں کا اقرار
raa	بيس تراوي كى حديث اور حديث عائشه صديقه ميس كوئي تعارض نهيس
	غير مقلد كي خيانت:
	میں ترادیج کا میچ حدیث سے ثبوت:
ry•	حفرت عاکشر کی روایت تبجد کے بارے ہے نہ کہ تراوت کے بارے
PYI	<mark>خلافت فاروفی میں ہیں</mark> تراو ^ر کے بڑھی جاتی تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔
۲ 4۳	غیرمقلدنے خلاف مذہب عبارت کو خیانتاً جھوڑ دیا
+4r	مرسل حدیث کا حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
r40	ہیں تراوت کے کا راوی بالا تفاق ثقہ ہے :
۲ ΥΛ	<mark>میں تراوت</mark> کر روایت کی سند صحیح ہے :
r4A	یں تراوت کی روایت کی صحت پرعلامہ نو وی کی گواہی:

YY9	بیس تراوی کی صحت پرعلامه عراقی کی گوانی:
M	وہانی کی خیانت جھوٹ:
121	غیرمقلد نے ثقہ راوی کومجہول کہہ دیا:
rzr	و بانی صاحبان تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں:
عت پڑھنے کا حکم دیا۔۔۔۔ ۲۷۳	حضرت عمرنے اپنے دورخلافت میں بیس تراوح کیا جما
rzr	بیں تراوت کریمام صحابی کا اجماع ہے:
TZA	غیرمقلد جھوٹ سے ذرانہیں شر ماتا:
Y4A	بیں تراوی کی صحت پر غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی:
	حضرت علی نے اپنی خلافت میں بیس تراوی کا حکم دیا:
	جس مدیث کوامت قبول کرلے درجہ تواتر کو پینچ جاتی
	خلفائے راشدین کے دور میں بالاتفاق صحابہیں تراو
rar	غيرمقلد كي فقل عبارات ميں خيانت
۲۹۴	شرقاً غربالوگوں کاعمل ہیں تراویج پر ہے:
مِن نہیں ۔۔۔۔۔ک۲۹۷	بعض اکابرغیر مقلدوں کا نظریہ ہے کہ تعداد تراوی مع
r94	پرانے وہابیوں کا نظر بیداور نئے وہانی کا اور
rg	بین تر اوت کر یعقلی دلائل
r99	بیں رکعت تراوح پراجماع ہے
r*A	بین تراویج مراجهاع پر دلائل
انتے ہیں:	مجد دالو بإبيانواب صديق حسن بيس تراويج پراجماع ما
*• r	اجاع كي قسمين:
ر مقلدوں کے بھی خلاف ہے۔ ۹ م	حضرت عائشہ کی روایت آٹھ تراویج کے تعین میں غیر
	امام بيهيق نے آٹھ اور بيس تراوي ميں فيصله كر ديا:

rro	وہانی نے الٹی عقل کا مظاہرہ کیا:
٣٢٧	وہانی ذہب کا حال کی حدیث پرعمل کی سے انکار:
mr9	وہالی کا ایک اعتراض سے جان چھڑوانے برحیلہ:
mm/r	المحمر راوی کسی امام کا مذہب نہیں:
۳۳۵	مدیث عائش تبجد کے بارے میں ہے تر اور کے متعلق نہیں:
mm4	اس پر دلائل که تبجد و تراوی دوالگ الگ نمازین بین:
تے تھے اس	غیرمقلدوں کے شخ الکل نذ برحسین وہلوی بھی تر اور کے کے بعد تہجد پڑھا کر۔
	وبابيول كومفتي صاحب كاچينج :
mm	سواداعظم کی اتباع کرو_(الحدیث):
ت ہوکہ	غیرمقلد صحاح ستہ ہے کوئی ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں ثابہ:
TIME	حضورصلی الله علیه وسلم آٹھ تر او تکے پڑھتے تھے:
نے کا تھا	وہائی کی عاجزی کہ ہمارا آٹھ تر اور کم پرحضور صلی اللہ علیہ وسلم کاعمل پیش کر_
	مگرید حفرت عمرے ثابت کرتا ہے
٣٣٧	عمر فاروق کے دور میں بیس تر اوت کے ثبوت کی روایت کی صحت:
۳۳۸	ایک غیرمقلد کا دورخلفاء راشدین میں ہیں مراوت کی پڑھنے کی صحت کا اقرار:
mrg	سواداعظم کی مراد میں غیر مقلد کے حیلے:
ror	حدیث سواداعظم پرغیرمقلد کے اعتراضوں کے جواب:
ror	سواداعظم سے مرادمسلمانوں کی بڑی جماعت ہے:
ra9	ن <mark>ام نهاد الم</mark> حديثون كا حال:
ل:+۳	حتم قرآن کے وقت پامخصوص راتوں میں مسجدوں میں روشیٰ کے جواز پر دلاکا پشزیمیں پر
r*y*	رون منجد کا تبوت
myr	مسجد میں روشنی کا ثواب:

وں کے اعتراض	ختم قر آن کے وقت یامخصوص راتوں میں مساجد میں روشنی پر وہا پیو
۳۲۳	
۳۹۸	دوسری فصل اس مسله پراعتراضات و جوابات
۳۲۸	ماجد میں روشی کے جواز پر تائید کے دلائل
m49	ماجد کی آبادی کے اسباب
٣ ١٩	شبینه پڑھنا ثواب ہے:
۳49	غیرمقلد کا جواب سے فرار:
rz+	شبینہ کے جواز واستحباب پر دلائل:
rzr	حضرت تمیم داری ایک رکعت میں پورا قر آن ختم کرتے:
rzr	ابن زبیررضی الله عنهمانے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا:
rzr	حضرت عثمان نے قیام میں پورا قرآن پڑھا:
m2m	حضرت اسودرمضان کی ہررات میں قرآن ختم کرتے تھے:
m2m	شبینه عبادت ہےاس پر عقلی دلائل:
rzr	
۳۷۲	شبينه پراعتراض و جوابات
٣٧٥	اعتراض نمبر۲:
٣٧٥	اب جا الحق سے تیر ہواں باب:
۳۸۲	بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا
rar	بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پراحناف کے دلائل:
٣٨٧	بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے میں ابن عباس کاعمل
۳۸۸	وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت:
٣٨٩	سنت فجر پڑھنے میں ہمارا موقف:
mg1	

m9r	غير مقلد كا بلا محقيق اعتراض:
۳۹۵	غیر مقلد کی ہیرا پھیری:
۲۰۰۰	متکلم فیدراوی کی روایت عندالمحد ثین مقبول ہے:
۲۰۰۱	محدثین کامسلمهاصول:
r.y	حضرت ابن عمر رضی الله عنهماسے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کا ثبوت:
M+9	وبالی نے جس راوی کوضعف کہا محدثین اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں:
	حواله نمبرا:
	حواله نمبرس:
	صحابست فجر بونت جماعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے تھے:
	ال پرغیرمقلد کا اعتراض:
	وہانی کی اساء الرجال سے جہالت:
	وہانی کا فضول واویلیہ:
	طحاوی کی سند:
۳۲۳	ابن ابی شیبه کی سند:
	ال پرغیرمقلد کا اعتراض:
rra	
	ال پرغیرمقلد کا اعتراض:
MYA	
۳۲۹	
	^{ال} پرغیرمقلد کا اعتراض:
	تعید بن ابی عروبہ کا متابع موجود ہے:
	پیرمفلد نے راوی کا نام اپنے ہا <i>س گو</i> ر و ا
	میرمقلد پہلے اپنے گھر کی خبر لیے:
, , ,	• .

٣٣٧	سنت فجر کے بارے حضرت موی اشعری کامل:
	ال پرغیر مقلد کا اعتراض:
	خلاصه کلام:
	ابل اصول محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق
· ·	مرنوع حکمی اور موقوف:
	ارشادات صحابه كامقام محدثين كي نظر مين
۳۳ <u>۷</u>	the state of the s
٣٣٩	غیرمقلد کے دعویٰ کا رد:
	قیاس دوسروں کے لئے حرام وہابیوں کے لئے جائز:
	غیرمقلدوں کے قول وفعل میں شرمناک تضاد:
	غير مقلد كا ادهار بم چكا ديتے ہيں:
MAI	وہابوں کے شیخ الکل فی الکل کی خیانت:
MAL	شوکانی کی گواہی شیخ الکل صاحب کے خلاف
	بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر تابعین ومحدثین کاعمل
٣٢	غيرمقلد کامن گھڑت ترجمہ
	غيرمقلد كااندهاين
	سنت کی دومیثیتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
٣٧٥	سنت فجر کی تا کید
rar	و بانی کا دعوی اور دلیل اور
mm	ُ فوت نماز وں میں ترتیب لازم ہے:
MA	غير مقلد كي بدحواسي:
r4+	غير مقلد كابركار بهانه
r9+	حدیث مرسل میں فقہاء کے مؤقف:

M91	
	نانیاً: وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت:
M97	بوت جهاعت سنت فجر ادا کرنے کے متعلق امام طحاوی کا موقف:
M9A	خلافت فاروقی میں صحابی آخر مسجد میں سنت فجر پڑھ کر جماعت سے ملتے:-
٣٩٩	بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پراہن عمر رضی الله عنهما کاعمل:
۵۰۰	ثالثًا: غير مقلد كالمجموث بے نقاب
۵۰۱	بونت جماعت سنت فجركي ادائيگي مين آئمه ومحدثين كاند بب:
۵۰۴	مفتى صاحب كي اصولي بات
۵۰۴	
۵۰۵	غیر مقلدول کی دلیل مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف بھی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔
۵۰۵	و ہانی دعویٰ احادیث صحیحہ کے خلاف:
۵۱۰	چودھواں باب اس مئلہ پر کہ نمازیں جمع کرنامنع ہے شروع ہوتا ہے
۵۱۰	نمازیں جمع کرنامنع ہے:
۵۱۰	قرآن ہے دلیل:
۵۱۱	غيرمقلد كاس پر پہلا اعتراض
OIT	جمع بین الصلو تین کے عدم جواز پرغیر مقلد کے اعتر اضوں کے جواب:
air	مجع بین الصلو تین کے عدم جواز پر تفاسیر سے حوالے:
۵۱۳	الم
۵۱۷	وہابی کے الزام کا جواب:
۵۲۰	ممازین مسی کرنے والوں پر وغیر:
	منفر میں فقر نماز اللہ کا عطیہ ہے:
	سمان مزول خاص سے حکم خاص نہیں ہوتا:
	مفتی صاحب نے تفییر بالرائے نہیں کی: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۵۲۹	فآوی رضویه پرغیرمقلد کے ایک اعتراض کا جواب:
۵۴+	غيرمقلد كا دوسرااعتراض:
ہے وہابیوں کے گھر کی گوائی: ۵۴۱	حدیث میں دونمازیں جمع کرنے سے مراد جمع صوری ہے
۵۳۲	مىافت سفرميں غير مقلدوں كااختلاف:
۵۳۲	غیرمقلد گرمیں ہی نمازیں جمع کرکے پڑھ لیتے ہیں: -
۵۳۲	وہابی فٹ بال کھیلنے کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں:
و پڑھنا جا کڑ ہے: کام	صرف جج کے دن عرفات ومزدلفہ میں نمازیں جمع کر کے
۵۳۹	بلا عذر نمازیں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے:
۵۳۹	حضرت عمرنے دونمازیں جمع کرنے ہے منع فرمایا:
۵۵٠	تین کبیره گناه:
۵۵۱	اس پرغیرمقلد کا پہلا ودوسرااعتراض:
۵۵r	نمازمقررہ وقت میں فرض ہے:
oor	وہا:بوں کے خلاف احادیث سے دلائل:
۵۵۲	نمازِ دتر رب کا انعام ہے:
۵۵۲	فرض وواجب میں فرق:
۵۵۷	تین چیزوں میں تاخیر نہ کروارشاد نبوی:
۵۵۹	امام ترندی کی طرف خود ساخته عبارت منسوب:
۵۲۱ ۱۲۵	اوقات نماز کا بیان:
۵۲۳	احناف کاعمل احادیث کے مطابق ہے:
۵۲۳	فجر روشنی میں پڑھنا بڑا اجرہے:
۵۲۸	
۵۷٠:	وہابی کامفتی صاحب کے عقلی دلاکل کے جواب سے فرار

جمع نمازوں کے
ال مسئلہ پر پہا
و مانی کی غلط بیا
جع صوری کی ص
غيرمقلد كا دوسر
امام نافع کی روا
حضرت انس رط
احادیث میں مو
لطيفه اول:
غيرمقلد كااندها
وہانی کی اعلیصر
وبابيول كااعتراط
مفتی صاحب کے
غايه مغيّا مين ايك
غیر مقلد کے خود مثال اول:
مثال دوم:
اعتراض نمبر۳: -
اعتراض نمبرس: ـ الجواب:
اعتراص مبرمه: -
الجواب:
موقف احناف کے

YIZ	وليل نمبرا:
YIA	د کیل نمبر۲
YIA	د لیل نمبرس:
719	دليل نمبرهم:
	معذور کی نماز کا حکم:
Yr	دليل نمبر ۵:
YF+	نص قطعی کا ابطال خبر واحد سے جائز نہیں:
Yr+	جب دلیل میں احمال آئے تو استدلال باطل ہوجا تا ہے:
YP•	, كيل نمبريا:
4r•	احمال کی مثالیں:
YEP	دونمازین ایک وفت مین نه کروحضرت عمر کا فرمان:
Yrr	جع حقیقی کے قائلین کے موقف کاضعف:
Yrr	جع بین الصلوتین کے جواز کے قائلین کا اختلاف:
نة تبره: ١٢٤	جمع بین الصلوتین میں اختلاف اور اس کے عدم جواز پرایک محققا
	مذہب احناف قرآن واحادیث کے مطابق ہے:
	خاتمه کتاب مذا

انتساب

سندالمحد ثین ججة الفقهاء شخ المشاکخ نمونه سلف فخر الخلف وارث الانبیاء
فی العلم علی نبینا و علیهم الصلوة والسلام استاذ الاسا تذه نائب قاسم البركات
مفتی اعظم پاکستان ابوالبركات سیر احمد شاه قادری اشر فی رضوی و شاه الحدیث والنفیر مفتی اعظم حضرت علامه مولا نا ابوالعلاء
شخ الحدیث والنفیر مفتی اعظم حضرت علامه مولا نا ابوالعلاء
محمد عبد الله قادری انثر فی رضوی و شاله و کیمی و موحانی نے ذره نوازی کی که بنده ناچیز
جن کے علمی و روحانی نے ذره نوازی کی که بنده ناچیز
تخریر و تدریس کے قابل ہوا۔

الله تبارک و تعالی ان کی قبر انور پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے علمی وروحانی فیوض کومزید فرمائے امین!

يارب العالمين بجاه رسولك الكريم 0

فقير محمر محبت على قادرى 16 ذوالجة المباركه <u>143</u>0

تصانيف

طاکفہ غیر مقدہ وہابیہ نجدیہ کے رسالہ نام نہاد مجلۃ الدعوہ کے ردو ابطال میں تین کتابیں کھیں۔الکو کبۃ الشھابیہ فی ردّ مجلۃ الدعوہ للوھابیہ الدیحانین فی مسئلۃ القرأۃ خلف الامام وترك رفع الیدین الدلال القاطعہ فی رد مجلۃ الدعوہ للوھابیہاور دو خیم جلدوں پر مشتل نفرت الحق فی رد مجلۃ الدعوہ للوھابیہ الدو وضیم جلدوں پر مشتل نفرت الحق فی رد وہابیہ وتائیہ جاء الحق غیر مقلد وہابیوں کی خودساختہ و دل سوز كتاب نام نهاد دین الحق فی تقید جاء الحق کے رد میں کھی اس كاردابھی 2009ء) جاری ہے۔فضائل ذكر میں ترغیب الاذكار) المعروف فضائل ذكر ۔) امام محمد غزالی الله علیہ کی كتاب كا ترجمہ (دقائق الاخبار اردو ترجمہ قرۃ الابصار) الشیخ عثمان بن عمر الکہف الله علیہ کی كتاب كا ترجمہ رحمہ رفید السالکین ۔ جماعت کے بعد ذكر بالجمر شرعاً شرجمہ (دكایات الصالحین اردو ترجمہ مفید السالکین ۔ جماعت کے بعد ذكر بالجمر شرعاً مستحب ہے)

مکتبہ اعلیٰ حضرت کے اصرار پر فناوی الحدیثیہ کا ترجمہ کیا جس کا نصف مسودہ ان سے کم ہوگیا۔اس نصف کا دوبارہ ترجمہ جاری ہے۔(2009)

نائب محدث اعظم مُنطق مُنطق ونباض المسنّت حضرت علامه الحاج ابو داؤد محمرصاق دامت بركاتهم القدسيه خطيب زينت المساجد گوجرا نواليه

محقق المسنّت مولا ناعلامه محبت على قادرى كى تاليف "نفرة الحق فى ردالو بابيه وتائيد جاء الحق" كو طائرانه نظر سے ديكھنے كا اتفاق ہوا۔ الحمد لله! شهرة آفاق كتاب" جاء الحق" كى مدلل طور پرتائيد فرمائى ہے اور غير مقلدين كے اعتراض وشبهات كامحققانه رد فرمايا۔ مولى تعالى بوسيله مصطفیٰ صلى الله عليه وآله وسلم" نفرة الحق" كو بھى" جاء الحق" كى طرح مافع ومقبول بنائے۔مولا نا محبت على صاحب كى محنت كو قبول فرمائے اور ان كى عمر وصحت اور علم وعلم وملم على مين بركت فرمائے وران كى عمر وصحت اور علم وعلم وعلم وعلى ميں بركت فرمائے۔آمين ثم آمين۔

ابو داؤر مجر صا د ق امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان گوجرا نوالہ 15 رمضان المبارک 1426ھ

یادرہے کہ فقیر مصنف بغرض زیارت اور تقریظ لکھانے 9 تمبر بمطابق 17 رمضان المبارک 1430ء کوزینت المساجد گوجرانوالہ پہنچا۔ جہاں پر حفزت خطیب اور آپ کا آستانہ عالیہ ہے تو اس وقت انیسویں روزے کے لئے تر اور کا پڑھائی جارہی تھیں فقیر نے بھی نماز ادا کی بعدازیں مدیر رسالہ رضائے مصطفی مولانا حفیظ احمد نیازی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا حضور نائب محدث کچھ دنوں سے شخت علیل ہیں مجد میں نہیں آ سکتے کہا کہ آپ صاحبزادہ مولانا محمد داؤد سے رابطہ کریں صاحبزادہ صاحب مسجد میں نہیں آ سکتے کہا کہ آپ صاحبزادہ مولانا محمد داؤد سے رابطہ کریں صاحبزادہ صاحب مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے بعداز فراغت آپ خوشد کی احسن اخلاق سے ملے تو میں نے حاضری کی غرض بیان کی تو آپ نے مخدان مخصد تو ایک محمد دوم جو کہ کنوز ہو چکا ہے۔ آپ نے دست سلام و دست بوی عرض کی حضور یہ نفر احت برکامتہ کی فیوض کے پاس لے گئے میں نے بعداز اقدس میں لیا بہت مرور ہوئے اور فقیر احتر کو دعاؤں سے نوازا تو فرمایا کہ ہمیں آپ کی تھانیف پر پورااعتاد ہے لہذا نفر سے احق حصد دوم جو کہ کنوز ہو چکا ہے۔ آپ نے دست تھانیف پر پورااعتاد ہے لہذا نفر سے احق حصد دول پر تقریظ کواس پر بھی لکھ لو۔

جگر گوشه مناظر اعظم عن مناظر العصر فخر المسنّت حضرت علامه مولانا محمد عبدالتواب صديقى خطيب اعظم الحجره لا مور بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم اما بعد

حفرت مولانا محت علی قادری دامت فیوضوهم کی تحریر کرده کتاب نفرت الحق کا جزوی مطالعه کیا حضرت مولانا نے بڑی کاوش ومحنت سے وہابیوں کی جاء الحق پر تنقید کا شافی جواب تحریر فرمایا ہے۔

عقلى ونقلى جوابات كا ماخذ قرآن كريم اور حديث رسول اكرم صلى الله عليه وآله وسلم

کو بنایا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان جوابات سے حضرت مولانا مفتی احمہ یارتعیی اللہ علیہ بھی عالم برزخ میں مسرور ہوئے ہوں گے اور مولانا محبت علی قادری کو دعا ئیں دی ہوں گی۔ نیز وہ لوگ جنہوں نے جاء لحق کتاب کو تقید کا نشانہ بنایا تھا ان کا غرور خاک میں مل گیا ہوگا۔
اگر تو ان کے دل میں ذرا سا خلوص بھی ہوا تو وہ آئندہ الی حرکت کرنے سے گریز کریں گے اور اگر قرآن کریم کے مطابق فی قلوبھہ ذیخ ان کے دل اس فرمان باری تعالیٰ کے مصدات ہوں گے تو سوائے حسد کی آگ میں جل جانے کے اور پچھ نہ کر سکیں گے۔ اہلسنت و جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب کو چاہے کہ علماء اہلسنت کی الیم کتاب کو چاہے کہ علماء اہلسنت کی الیم کتاب کو جائے گئیں۔
آخر میں میری اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کتاب ہذا کو اجرعظیم سے نوازے اور عوام اہلسنت کو اس سے مستفید ہونے کی تو فیق عطا فرمائے۔ اجرعظیم سے نوازے اور عوام اہلسنت کو اس سے مستفید ہونے کی تو فیق عطا فرمائے۔ آئین۔ بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمر عبدالتواب صديقي سجاده نشين مناظر اعظم حضرت مولانا محمر عمر رحمة الله عليه ودود مول نمبر 4 دربار ماركيث لا مور

03-12-2009

محقق اسلام ومناظر اسلام نازش ابلسنّت حضرت علامه دُّ اکثر محمد اشرف آصف جلالی مهتم دارالعلوم جلالیه مظهر السلام داروغه والا (لا مور)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلى و نسلم على رسوله الكريم

آل کرے کہ در نظے نہاں است زمین و آسان او ہماں است

ان لوگوں کی مثال اس کیڑے جیسی ہے جو پھر میں پوشیدہ ہے سمجھتا ہے یہی زمین ہے اور یہیں آسان ایسے ہی پھر کے ایک مکین نے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خال نعیمی عین اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا تعیمی عین کی کتاب جاء الحق کے بارے میں کچھ زہرا گلا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا محمد محبت علی قادری صاحب کو جزا دے جنہوں نے جاء الحق کے بارے میں اپنے سیال

قلم سے سوغات تیار کی اور سازشی عناصر کی سازشوں کے پردے چاک کردیئے۔
اس سے قبل بھی مولانا کی کامیاب کاوش سے اقتھے اثر ات مرتب ہوئے ہیں۔
میں نے ان کے اس مجموعہ کے چند مقامات ملاحظہ کیے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ
تعالیٰ ان کے الم کومزید سرعتیں عطافر مائے۔ آمین

علامه ولا كشر محد اشرف آصف جلالي مهتم دارالعلوم جلاليه مظهرالسلام داردغه والا (لا بور)

محقق ومدقق اورمناظر اسلام حضرت علامه صاحبز اده پروفیسرمفتی محمد انوار حنفی مهتنم دارالعلوم حنفيه رضوبه كوث رادهاكشن

نحمده و نصلي ونسلم على رسوله الكريم اما بعد

الله تعالى نے اسلام كى حفاظت فرمانے كے لئے رجال بيدا فرمائے تاكہ بارش كى <u>طرح نازل ہونے والے فتنوں سے نبرد آزما ہوا جائے۔ سر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم</u> كے ظاہرى زمانداقدس سے لے كربے شارايے كروه پيدا ہوئے جنہوں نے اسلام كى اصلى حالت بگاڑنے کے لئے بوری کوششیں کیں لیکن ان کی سرکوبی کیلئے ایسے ایسے مردان خدا

میران عمل میں کودے کہ انہوں نے ان فتوں اور ان باطل قو توں کو کچل کرر کھ دیا۔

اليے ياك طينت اور اہل حق مردان خدا ميں حضرت علامہ قبلہ مفتى محبت على قادرى کی شخصیت ہے جو بیک وقت ایک عظیم محدث ایک عظیم مفسر ایک اعلیٰ پایہ کے علم جرح و تعدیل کے امام وقت ہیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہائی نجدی حضرات کے علماء نے عليم الامت مفتى احمد يار خان تعيى عليه الرحمه كى كتاب جاء الحق جس في والبول نجدیوں کے ہاں صف ماتم کچھا رکھی تھی کے جواب سے عاجز ہو گئے تھے تو انہوں نے الك جعلى جواب تياركيا تاكه اپني و ماني و ماني و ماني كيا جاسك اس كام كے لئے انہوں نے وہائی مولوی داؤد ارشد کومنتخب کیا جس نے جھوٹ پر جھوٹ بول کر صفحے سیاہ کئے بلکہ ا بنا نامه اعمال سیاه کیالیکن قبله مفتی محبت علی قادری نے اس کی کتاب کا جواب لکھ کراس کے تمام ا کاذیت (جھوٹوں) کوطشت از بام کر کے اہلسنّت و جماعت کے لئے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو کے علمی میدان میں نا قابل فراموش ہے۔

الله تعالی مفتی صاحب کی اس کتاب کومقبول عام فرمائے اور ان کی اس عظیم دینی اورعلمی خدمت کو قبول فر ما کراس کو ذخیره آخرت فر مائے۔

محقق اورمناظر اسلام خطيب ذيثان حضرت علامه محمد غلام مصطفى نورى بسم الله الرحمين الرحيم

حامد او مصلیاً

محقق العصر محافظ مسلک المسنّت سرمایی المسنّت محدث اعظم استاذ العلماء فخر العلماء وخر العلماء وخرت علامه مولا نامفتی محرمیت علی قادری طول الله عمر حفظه الله کی تصنیف لطیف نصرت الحق جو که اسم باسمی ہے کی مختلف مواضع سے زیارت کا شرف حاصل ہوا ماشاء الله حضرت صاحب نے احقاقِ حق ابطال الباطل کا حق ادا کر دیا ہے۔ تصنیف عالیہ کو مشخکم مضبوط حوالہ جات میں سے خوب مزید فرما دیا ہے کی پہلو کو تشد نہیں چھوڑا۔ فریق مخالف کے اعترضاات جو کہ فقط ان کی ذہنی المجھوں کا متیجہ بیں کا خوب رد فرمایا اور تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے اور ثابت کر دیا کہ حضرت مضر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار خال لغیمی علیہ الرحمہ کی کتاب مبار کہ جاء الحق ، جو کہ حق پر مبنی ہے اور باعث رشد و ہدایت ہے الله تعالی حضرت کی خیر و برکات سے تمام المسنّت کو مستفیض ہونے کی تو فیق عطا فرمائے اور آپ کی کتاب کو قبولیت عامہ و خاصہ عطا فرمائے آمین۔ بہداہ نبی الاحمین الکریم اور آپ کی کتاب کو قبولیت عامہ و خاصہ عطا فرمائے آمین۔ بہداہ نبی الاحمین الکریم الور آپ کی کتاب کو قبولیت عامہ و خاصہ عطا فرمائے آمین۔ بہداہ نبی الاحمین الکریم سیّدنا و مو لانا محمد و آلہ و اصحابہ و بار ک و سلم۔

حراه الفقير احقر العباد غلام مصطفیٰ نوری قادری 28/10/2009

محقق اہلسنّت حضرت علامہ الحاج محمد عبد الستار خطیب اعظم دفتوہ ضلع قصور

بسم الله الرحين الرحيم

نحمدة و نصلى ونسلم على رسوله الكريم

حضرت علامه الحاج محمر محبت على قادرى صاحب مدظله العالى نے قبل ازيں حضرت مولانا الحاج حكيم الامت مفسر قرآن مفتى احمد يارخان تعبى رَحَيْنَة كَى كتاب متطاب جاء الحق كے دوسرے حصه پر ايك غير مقلد وہائي مولوى محمد ارشد كے كئے گئے اعتراضات كے جواب ميں نفرة الحق في ردالوہا بيه وتائيد جاء الحق كے جھا بواب بمع مقدمه كے شائع مرح كى سعادت حاصل كى ہے جس كى وجہ سے مشائخ عظام وعلاء كرام اور معزز عوام المسنّت والجماعت كشرالله شرفا و شرافتا عزا وعظمتا سے دارتحسين حاصل كر جي بين۔

آپ کی بی تصنیف مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

حضرت قادری اب آٹھ ابواب کا جواب اور شاکع کر رہے ہیں ان ابواب کو چند مقامات سے دیکھا تو مولا نا موصوف کے دلائل قویہ وصریحہ سے ظاہر رہا ہے کہ غیر مقلد وہائی مولوی کے بیجاہ شاطرانہ غیر عالمانہ اعتراضات کی ان دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت عطافر مائے۔

اور باقی اعتراضات کے جوابات لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی الله علیه وسلم۔ نشان منزل بم الدار حن الرحيم مصنف كالمخضر تذكره

ازقلم - استاذ العلماء سرمایه اہلسنّت حضرت علامہ محد منشاء تابش قصوری مدرسہ جامعہ نظامیں رضویہ ومرید کے کے قلم سے

سرايا محبت؟

فی زمانہ دنیائے اسکام میں جامعہ نظامیہ رضوبیہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور اپنی بے پایاخد مات دینیہ کے باعث قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔عرصہ زائداز نصف صدی درس و تدریس تعلیم اور تعلم' تحریر و تحقیق میں پہیم مصروف ہے۔ یہاں پر قابل ترین اور مخلص مدرسین کی محنت رنگ لائی اور ہر شعبہ کومعراج کمال تک پہنچایا۔

حضرت مولانا علامہ مفتی محمہ عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کے شانہ روز مساعی جیلہ
کی برکات کا تمرہ ہے کہ ان کے وصال کے بعد بھی یہ جامعہ روز بروز ترقی پرگامزن ہے۔
یہاں پر ایک سے ایک بڑھ کر استاذہ جلوہ افروز ہوئے جن میں حضرت مولانا
علامہ محمہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں میرے رفقاء میں
ان کا اسم گرامی میرے قلب حزین پرنقش ہے۔ زندگی کے تمیں چینیتیں سال ان کی
رفاقت میں گزرے وہ ایسے کہ ایک عرصہ تک علائے کرام ہمیں حقیقی بھائی تصور کرتے
رہے مشتر کہ طور پر ہم مکتبہ قادریہ قائم کیا پھر مکمل طور پر حضرت قبلہ مفتی علیہ الرحمۃ کے
مشورہ سے ان کی نذر کر دیا۔ جسے اب ان کی فرزندان ارجمند چلا رہے ہیں۔

حضرت شرف قادری علیہ الرحمۃ کے کمرہ میں ایک دن میں نے ایک سادہ سے مولوی کو دیکھا جو وضع قطع میں دیہاتی معلوم ہوتا تھا۔مولانا شرف نے مخضر سا تعارف کرایا اور رسی طور پر میں نے بھی علیک سلیک کی مگر اس کی عاجزی اکساری تواضع کا اثر خاصی دریتک برقر ار رہا ، بھی بھی جامعہ یا کسی مکتبہ میں ملاقات ہو جاتی لیکن زیادہ تر سلام ودعا پر ہی رہتا۔

وقت گررتا رہا موصوف آتے جاتے رہے اور راقم بھی روایتی رسی رواداری انھا نے کی کوشش کرتا رہا حتی کہ ایک دن مولانا اپنی ضخم ترین تصنیف لطیف لے کر تشریف لائے اور فرمایا یہ چند کتابیں لایا ہوں انہیں آگے پھیلانے میں میرا تعاول کریں یہ کتاب تھی ''فھرۃ الحق فی رو الواہابیہ وتا ئید جاء الحق' جلداوّل راقم نے کتابیں وصول کیں اور جہاں ممکن ہوا خدمت سر انجام دی چونکہ میرا بھی قلم سے واسطہ ہے اور بھولے کسے ع

قلم زبان من است ومنم زبان قلم

حفرت علامه مولانا الحاج محد محبت علی صاحب قادری مدظلہ جوسرایا محبت ہیں نے اپنی زندگی کو مسلک حق اہلسنّت و جماعت کی آبیاری کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ 25 سال تک بیا پنے خاندان کے ساتھ زمینداری کرتے رہے ہیں پھر مقدر نے یاوری کی اور علوم دینیہ کی طرف متوجہ ہوئے جب راقم نے ان سے حالات زندگی کی تفصیل معلوم کی تو فرمانے گئے۔

میں 1950ء میں میاں محم علی کے گھر پیدا ہوا میں کھرل خاندان سے تعلق رکھتا ہوں میرے گاؤں کا نام گڑھی گہنا جوسیّد والا سے قریب ضلع نکانہ میں ہے۔ مجھے حضرت پیرطریقت نازش سادات سیّداعجازعلی شاہ زیب سجادہ حجرہ شاہ مقیم ضلع

اوکاڑہ سے بیعت کا شرف نصیب ہے اس خاندان عظمت نشان سے ہمارے آباؤ واجداد بھی منسلک ہیں۔الممدللہ! میرا خاندان پشہا پشت سے سی صحیح العقیدہ چلا آ رہا ہے۔

مولانا محبت علی قادری مدخلہ بڑے محبت سے فرما رہے تھے کہ میں چھبیں برس کی عمر تک ناظرہ قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکا تھا۔ آخر بخت بیدار ہوا اور دین کی رغبت قرآن مجید کی محبت تھینج لائی اور مجھے میرے گاؤں کے امام مسجد جناب محمد بوٹا صاحب

نے قرآن کریم ناظرہ پڑھا دیا۔ اور گاؤں سے دو کلو میٹر کے فاصلہ پر چک نمبر 15/67 میں حضرت علامہ مولانا الحاج محرصین صاحب رضوی امام وخطیب سے فقیر نے درس نظامی کا آغاز کیا۔ اور میراعشق مجھے ان کے گاؤں نماز فجر سے پہلے ہی پہنچا دیتا۔ علم سے میری محبت کو استاد گرامی نے جب ملاحظہ فرمایا تو وہ بھی بڑے ذوق سے پڑھاتے رہے یہاں تک کہ استاذ محرّم بامر مجبوری گاؤں سے دوسرے مقام پر تشریف لے گئے تو میں نے پرندہ شریف حضرت پیرسید منور علی شاہ علیہ الرحمة کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔ ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ مجھے اکیلے کوظہر کے بعد سے عصر ومغرب شروع کیا۔ ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ مجھے اکیلے کوظہر کے بعد سے عصر ومغرب تک پڑھاتے عمر رسیدہ ہونے کے باعث خاصے کمزور اور علیل رہتے تھے۔ میں نے از خود ان سے اجازت حاصل کی اور دا تا کی گری لا ہور سے اکتماب علم کی ٹھائی۔

حضرت مولانا محمر محبّ علی قادری مدخلہ اپنے احوال سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے لاہور کے ان مدارس سے علوم وفز ککو حاصل کیا۔

- ٥ مركزي دارالعلوم حزب الاحناف سمَّخ بخش رودُ لا مور
 - دارالعلوم حنفیغوثیه شیراکوٹ لا ہور
 - ٥ دارالعلوم رسوليه شيرازيه بلال گنج لا مور

ا ر دوره حدیث شریف کا

دارالعلوم جامعه حنفية فصورس حاصل موار

اساتذه كرام:

سند المحد ثين ابوالعلاء محمة عبد الله قادرى اشر في رضوى وثيالية محدث قصورى استاذ الاساتذه الحافظ القارى محمة عبد الرشيد قادرى سيالوى جامعه حفيه غوشه شيرا كوث لا مهور ججة المحد ثين محم على نقشهندى وتعالية شخ جامعه رسوليه شيرازيه بلال شنج لا مهور استاذ العلماء مولانا محمد منيرازيه بلال تنج لا مهور علامه محمد يارسيالوى سعيد احمد قادرى ويسنة استاذ العلماء مولانا محمد منيف خال چشتى لا مهور علامه محمد يارسيالوى لا مهور عمده الصلحاء مولانا غلام يليين ويسنية قصور ممونه سلف علامه منير احمد يوسنى مدخله العالى لا مور علامه سيد عباس على ويسنية كامنه لا مهور مولانا دلدار احمد وقارسيالوى كراجي _

عمرہ حرین شریفین کی حاضری کا شرف جولا کی 2007 ء میں حاصل ہوا۔

ساسي تعلق

قائد ملت اسلامیه امام شاہ احمد نورانی صدیقی مُشاہد کی زیر قیادت اہلسنت و جماعت کی سیاسی و فرہبی جماعت جمعیت علائے پاکتان سے بحثیت خادم تعلق رہا۔

دارالعلوم كى بنياد كاسب

جوال سال اکلوتے بیٹے محمد ارشد کی اچا نک موت کے بعد گھر رہنے کا فیصلہ کیا تو د بی مشغولیت برقر ارر کھنے کوآبائی گاؤں میں ذاتی اراضی پر دارالعلوم قادر بیرضویہ ومجد فیضان مصطفیٰ کا سنگ بنیاد علاء وعوام اہلسنّت کے اجتماع میں بدست مبارک سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی ناظم حزب الاحناف لا ہور کے رکھا۔

تصانيف:

1-نفرت الحق في ردالو مابيه وتائيد جاء الحق دوجلدول ميس

2- الكوكبة الشهابية في ردمجلة الدعوه للومابير

3- الدلاكل القاطعه في ردّ مجلة الدعوه للوبابير-

<mark>4-الريحانين في مسّله القراة خلف الامام وترك رفع اليدين -</mark>

<mark>5-ترغیب</mark> الاذ کار' فضائل ذکر

6-قرة الابصارار دوترجمه دقائق الاخبار

7-مفيدالسالكين اردوتر جمه حكايات الصالحين _

8- جماعت کے بعد ذکر بالجمر شرعاً متحب ہے۔

9-ترجمه فتاوی الحدیثیهٔ (زبرطبع)

تصانف:

حفرت مولانا علامه محمر محبت على صاحب قادرى مدظله كى زيب نظر كتاب نصرة الحق

حصہ دوم بھی پہلی جلد کی طرح دلائل و براہین سے مرصع اور تحقیق وحقانیت کا مرقع ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ دین علمیٰ قلمیٰ تدریس تبلیغی خدمات کو بارآ ورفر مائے اور آپ کی عمر کو برکات وثمرات کا سرچشمہ بنائے۔ آمین ثم آمین- بجاہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وفظ

محمد منشاء تا بش قصوری کیم ذوالحبرالبار که 1430 ه

ابتدائيه

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّى وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكُرِيْمُ الْآمِيْن وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ آجْمَعِيْنَ آمَّا بَعْدُ! واضح رہے کہ فرقہ و ہابیہ نجد بیر مقلدہ و غیر مقلدہ سے اہل سنت و جماعت کا <mark>اصل نزاع واختلاف عقائد ونظریات میں ہے۔اس فرقہ کی دونوں شاخوں وہاہیہ غیر</mark> <mark>مقلدہ اور وہاہیہ مقلدہ دیوبندیہ کی کثیر کتب میں محبوبان خداوند کریم کی شان اقدس</mark> میں بے حدوثار دل سوز گتا خانہ عبارات موجود ہیں جن سے بیلوگ رجوع کرنے اور تائب ہونے کے بجائے انہیں صحیح وحق ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان عبارات کے قائلین و لکھنے والوں ہے بیزار اور برا جاننے کے بجائے انہیں اپنا امام و پی<u>شواءاور حق پر</u>ست مانتے ہیں۔ ظاہراً تو بیلوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں، نماز بھی رمضان شریف کے روزے بھی رکھتے ہیں اور جج وز کو ۃ کے بھی قائل و فاعل ہیں مگر حقیقت م<mark>يں جس عظيم الشان و عالى المقام رسول صلى الله تعالى عليه وسلم كاكلمه يڑھتے اور صدقه</mark> کھاتے ہیں انہی کی نقص شان اور تو ہین کرتے ہیں اسی لئے امام اہل سنت مجدودین و ملت اعلیٰ حضرت الشاہ احدرضا خاں قادری بریلوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ فر ماتے ہیں:

۔ اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی خبر ہو ہے۔ نجد یو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا ان کو دعویٰ امت ہے گر جس محبوب خداصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہونے کا دعویٰ ہے ان کی شان وعظمت انہیں نہیں بھاتی۔ قرآن میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان وعظمت میں آیات بینات دیکھیں تو خودساختہ تفییر و تاویل سے ان کا مفہوم بدل دیتے ہیں۔ احادیث مبارکہ دیکھیں تو ضعیف وموضوع کہہ دیتے ہیں اگر کوئی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی شان ظم ونٹر و کلام میں بیان کر سے یا آپ کے فضائل ومنا قب میں کتاب لکھے تو اس کے دشمن ہوجاتے ہیں مجبوبین رب یا آپ کے فضائل ومنا قب میں کتاب لکھے تو اس کے دشمن ہوجاتے ہیں مجبوبین رب العالمین کی بارگاہ اقدس میں نذر و نیاز اور میلا دو گیار ہویں کو شرک و بدعت اور ان امور ہائے خیر کے قائلین و فاعلین اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی کہتے ہیں اور اہل اللہ کو بے اختیار کہتے ہیں۔

یہاں تک کہرسول اللہ سلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بھی محض بے اختیار کہتے ہیں ان کی کتاب تقویۃ الایمان دیکھیں اور مزارات انبیاء علیم السلام واولیاء کرام پر حاضری کوشرک و بدعت جانے ہیں حتی کہروضۂ خیرالآنا م سلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حاضری کوشرک و بدعت و جماعت کشر ہم اللہ کو ان کے ان برے عقائد ونظریات سے اصل نزاع و اختلاف ہے اور اسی سبب اس فرقہ ضالہ سے نفرت و دوری ہے اور اسی سبب اس فرقہ ضالہ سے نفرت و دوری ہے اور اسی سبب اس فرقہ ضالہ سے نفرت و دوری ہے اور اللہ سبحانہ تعالی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے حصول کا ذرایعہ ہے۔

پہلی فریب کاری

عرض کرتا جاؤں کہ اس مکار فرقہ کی مکاریوں فریب کاریوں سے ایک بڑی فریب کاریوں سے ایک بڑی فریب کاری یہ کہ یہ لوگ اپنے بدعقا کد ونظریات اور برے کرتو توں کی پردہ پوشی کے لئے بہت شور کرتے ہیں کہ بریلوی ایک نیا فرقہ ہے ان کے عقا کد و معمولات نئے اور قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ حالانکہ بریلوی ایک نسبت تشریفی و امتیازی ہے کیونکہ دیو بندی بھی لیبل لگانے کو اپنے کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں' تو یہ نسبت سعیدہ حقیقی و سے اہل سنت و جماعت کا ان سے امتیاز کر دیتی ہے۔

یہ لوگ اپنے آپ کوسی حنی سب کچھ کہتے ہیں لیکن خود کو بریلوی کہنے سے بھا گتے ہیں ورنہ مسلک بریلوی عقائد و معمولات کے اعتبار سے بفضلہ تعالی سیج حنی سن ہیں ان کے عقائد و معمولات وہی ہیں جو قرآن وسنت و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ثابت اور سلفا خلفا قرن بعد قرن اہل السنة و الجماعة جن پر چلے آرہے ہیں۔ یہ بات فقیر پوری ذمہ داری و وثوق سے کہتا ہے۔

دوسری فریب کاری

خالصة فرقہ وہا ہیے غیر مقلدہ کی ہیہ ہے کہ وہ اہل النۃ و الجماعة کو فقہی فروی مسائل میں الجھانا چاہے ہیں بھی قر اُت خلف الا مام کا مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں تو بھی منع البیدین کا بھی محل رفع البیدین میں الجھتے ہیں اور بھی ہاتھ باندھنے کے محل و کیفیت میں بھی آٹھ تراوی کا شور مچاتے اور بھی ایک وتر کا دعویٰ کرتے ہیں، وغیر ذلک، اصل مقصد ان کا اپنے برے عقائد ونظریات سے اور گتا خانہ عبارات سے لوگوں کی توجہ ہٹانا اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ شاید اصل نزاع واختلاف ان مسائل میں ہی ہے تاکہ عام لوگ کہیں مولوی حضرات ان جھوٹی چھوٹی باتوں میں آپس میں الجھے رہے ہیں۔

مگر بفضلہ سجانہ تعالیٰ علائے حق اہل سنت و جماعت ہمیشہ ہر میدان میں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ان کی مکاریوں عیاریوں سے عامة الناس کوآگاہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

الغرض! ماضی قریب میں بھی ایک مولوی داؤد ارشد نامی غیر مقلد وہابی نے "دین الحق فی تقید جاء الحق" کے نام سے ایک کتاب کھی جو المکتبة الاثریہ شاہ کوٹ نے شاکع کی۔ اس کے مصنف نے شرم وحیاء کو بالا طاق رکھ کر بدتہذیبی و بداخلاقی و بدز بانی کا خوب مظاہرہ کیا اور جگہ جگہ دعویٰ کیا کہ احناف اہل سنت کے معمولات کی بنیاد محض ضعیف وموضوع روایات پر ہے۔ فقیر نے اس کے ردوابطال میں "نفرت بنیاد محض ضعیف وموضوع روایات پر ہے۔ فقیر نے اس کے ردوابطال میں "نفرت

الحق فی ردالوہابیہ و تائید جاء الحق" کے نام سے حصہ اول لکھ کر شائع کیا جس میں غیر مقلد کی ندکورہ بالا کتاب کے پچھ بابوں کا رد ہے اس پر علائے اہل سنت زاد اللہ تعالی فیوضہم و برکاہم نے حوصلہ افزائی فرمائی اور بندہ حقیر کی کارکردگی کوسراہا اور ان میں سے بعض نے مطالبہ کیا کہ اس کا باقی رد بھی آپ کے قلم سے آنا چاہئے فقیر نے قلیل سے بعض نے مطالبہ کیا کہ اس کا باقی رد بھی آپ کے قلم سے آنا چاہئے فقیر نے قلیل اسباب و ذرائع کے باوجود کوشش جاری رکھی۔ اب بفضلہ تعالی نفرت الحق حصہ دوم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ساتھ ہی بیاعتراف نہ کرنا احسان فرموثی جانتا ہوں کہ بعض علماء اہل سنت نے محض اللہ تعالی اور دس و مسلک کی مضا اور دین و مسلک کی ہدردی کی بناء پراس سلسلہ میں فقیر سے تعاون فرماتے ہیں حوالہ جات کی ضرورت ہو تو اپنی لائبر پریوں کے درواز ہے کھول دیتے ہیں اور مشورہ کی حاجت ہوتو اپنے مفید مشوروں سے نواز تے ہیں۔ اللہ تعالی ان حضرات کے علم وعمل میں اور اضافہ کر سے اور ان کے فیوض و برکات کو مزید فرمائے۔ اور دین و دنیا میں کامیابی وعزت عطا فرمائے اور بندہ ناچیز کو علمائے حق اہل سنت و جماعت کا تا بعد ارر کھے۔ ہمین ثم ہمین فرمائے اور بندہ ناچیز کو علمائے حق اہل سنت و جماعت کا تا بعد ارر کھے۔ ہمین ثم ہمین بیاہ وصوبہ و بارک وسلم۔

فقیر محمد محبت علی قادری غفرالله تعالی لهٔ دوالدیه رجب المرجب ۱۳۲۸ بمطابق جولائی ۲۰۰۷ء

مقدمه

نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّى وَ نُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهَ اَجْمَعِيْنَ . اَمَّا بَعُدُا

نفرت الحق حصداول كى طرح اس مين بھى بيطريقد جارى ہے كہ يہلے ہم حكيم الامت مفتی احمد یار خال تعیمی رحمته الله تعالی علیه کی جاء الحق سے کچھ عبارت پیش كرتے ہیں پھر داؤد ارشد غير مقلد كى نام نہاد دين الحق سے اس سے متعلقہ اعتراضات لکھتے ہیں بعد میں ان کا جواب دیتے ہیں تا کہ حقائق قار کین حضرات کے سامنے آ جائیں چونکہ غیر مقلد صاحب نے اصل بحث کے علاوہ علائے اہل سنت پر طعن وطنز کے طور پر اور مسلک حق اہل سنت پر بے جا تنقید کے طور پر کچھ مسائل چھیڑ رکھے ہیں۔ البذا ہمیں بھی ان کے ردو جواب کے لئے ایسے بیان میں جانا پرتا ہے جس كا جاء الحق حصد دوم سے تعلق نہيں۔ يہى وجداس كے طول كا سبب ہے۔ چونك غیرمقلدوہایی کی بداخلاتی و بدتہذیبی و بدزبانی کی ہے جاہے تو پیتھا کہ ہم اینٹ کا جواب پھر سے دیے مگر پھر بھی ہم نے جواب دینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ ہمیں بھی بعض مقام پر کچھ سخت جملے لانے پر مجبور کر دیتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پیہ اس کے جواب کا تقاضا بھی ہے کیونکہ جو ہمارے بزرگوں اور علماء کو برا کہداس سے نرمی نا مناسب ہے وہا بیوں کا یہ برانا طریقہ ہے کہ جب کوئی آیت قرآنی ان کے مذہب نا مہذب سے ظکرائے تو من گھڑت تفسیر ہے اس کے معانی بدل دیتے ہیں اور جب کوئی حدیث اپنی ندہب کے خلاف نظر آئے تو ضعیف و موضوع کہہ کر اس کے مشکر ہوتے ہیں۔ یہی طریقہ نام نہا دوین الحق کے مصنف نے بھی اپنایا جس کا جواب فقیر نے بحد اللہ شافی و وافی انداز میں دیا ہے۔ غیر مقلد نے اکثر مقامات پر حصول مقصد کے لئے عبارات کو تو ڈ مروڑ کر پیش کیا ہے تا کہ عامۃ الناس مغالطہ میں آئیں فقیر نے اس کے ان عزائم کو ناکام کرنے کو یا تو پوری عبارتیں لکھ دیں یا ان خیانتوں کی نشاندہی کردی ہے تا کہ قارئین پر حقیقت کھل جائے۔

واضح رہے کہ رجال الحدیث میں ایسے بہت کم رواۃ ہیں جو بالا تفاق ثقہ ہوں۔ محدثین کا ان کی جرح میں کچھ کلام نہ ہو ور نہ زیادہ نہیں تو ا کا دکا محدث راوی کوضعیف و مجروح کہد ہی دیتا ہے۔ دریں صورت دیکھنا ہے کہ ضعف کا حکم لگانے والا عند الفقهاء ومحدثین اس مقام ومرتبه پر فائز ہے کہ ایبا تھم لگا سکے نہیں تو اس کی بات کا اعتبار نہیں، اگر ہے تو پھر دیکھنا ہے کہ جرح مفسر ہے یا غیرمفسر یعنی وجہ ضعف بیان کرتا ہے یانہیں بیان کرتا ہے تو جرح معتبر ہے ورنہ غیر معتبر وغیر مسموع ہے مگر غیر مقلدوں کےخلاف روایت کے راوی کو جب کوئی ضعیف کہہ دے اگر چہ کہنے والا اس کا اہل نہ ہواور جرح بھی غیرمفسر ہوتو بیہ حضرات اسے بہانہ بنا کر روایت کوضعیف بلکہ موضوع تک کہہ دیتے ہیں۔ان کے اس عمل نے دین میں بگاڑ اور امت میں فساد پیدا کیا، ہم نے بفضلہ تعالیٰ ان کے ایسے کرتو توں کا توڑ و جواب احسن طریقہ سے دیا ہے۔ نیز جس راوی کے ثقہ وغیر ثقہ ہونے میں اہل علم کو اختلاف ہو بعض اسے ثقہ کہتے ہوں اور بعض ضعیف تو ایسا راوی متکلم فیہ کہلاتا ہے اس وصف کا راوی جب خلاف مذہب روایت کرے تو وہائی اے دلیل نہیں ماننا مگر ہم نے محدثین کا اصول ایک سے زائد بار بیان کیا ہے کہ اس کی روایت درجہ حسن سے نہیں گرتی اور حسن درجہ کی روایت فضائل واحکام سب میں قابل قبول ہے مگر جب اس کا ثقه متابع موجود ہوتو اس سے قوت یا کر درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہارے یہ جوابات دفع وقتی اور جو نئے نئے شکوک وشبہات طا کفہ وہابیہ کی جانب ہے وارد کئے جاتے ہیں ان کے ازالہ کے لئے ہیں ورنہ ہم مقلد ہیں۔ ہماری دلیل قول امام اعظم ابوحنیفه حضرت نعمان بن ثابت رضی الله عنه ب اور ان کا ماخذ استدلال قرآن وسنت ہے نیز ہمارے امام جلیل القدر تابعی ہیں ان کے دور میں راویوں میں ضعف بہت کم تھا ایضاً جب آپ نے احادیث مبارکہ سے استدلال کیا اس وقت ان کی اسناد مختصر تھی للہذا ان میں ضعف کا احتمال بہت کم تھا۔ ایصناً ہمارے امام کاکسی روایت کو قبول کرنا اس سے استدلال کرنا اس کی صحبت کی دلیل ہے۔الیشا اگر جارے کسی مسئلہ پر بالفرض کوئی ضعیف روایت آ بھی جائے تو ہمیں مفرنہیں كيونكه جارے ہرمسكلہ يربهت احاديث بيں جن سےمل كرضعيف كاضعف جاتار ہتا ہے۔ نیز بالفرض ہماراکسی مسلم میں ضعیف روایت برعمل ہوبھی جائے تو بفضلہ تعالی ہمیں اس پر اجر ملے گا کیونکہ ہم نے اس پرنفس پرتی کے لئے عمل نہیں کیا بلکہ طلب رضائے مولا تعالیٰ میں امام اعظم مجتند اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید میں کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے امام قرآن وسنت کو سیجے ہیں جب کہ مجتهد کو خطا کی صورت میں بھی اجرملتا ہے تو ہمیں بھی ملے گا مگر فرقہ غیر مقلدہ وہابیشتر بے مہار بے المے بے پیرے ہیں خود مجہد بنتے ہیں یا اپنے ہم عقیدہ ہم مذہبوں کی تقلید کرتے بیں جب کہ آئمہ اربعہ کی تقلید کوشرک اور ان کے مقلدین کومشرک کہتے ہیں اور اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔اللہ تعالی ایسوں سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔آمین ثم آمين بحرمت رسوله الكريم الامين _

فقیر محرحت علی قادری غفرالله تعالی لهٔ رجب المرجب ۱۳۲۸ بمطابق ۱اگست ۲۰۰۷

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى مِنَّتِهِ وَ احْسَانِهِ وَ تَوْفِيْقِهِ

اس سے قبل چھ بابول پر بحث پوری ہو چی اب جاء الحق حصد دوم سے ساتویں باب پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں بھی بفضلہ تعالیٰ حکیم الامت مفتی احمد یار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے دلائل کی تائید اور غیر مقلدوں کے رد میں دلائل پیش کئے جائیں گے۔مفتی صاحب اس باب کے شروع میں فرماتے ہیں۔ ور واجب ہیں اور تین رکعت ہیں۔ ور کے لغوی معنی ہیں۔ طاق عدد یعنی جس کے برابر دو جھے نہ ہو سکیں جیسے تین پانچ سات وغیرہ اس کا مقابل ہے۔شفع یعنی جفت عدد جو دو برابر حصول پر تقسیم ہو جائے۔اصطلاح شریعت میں ور اس طاق نماز کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد نہ خواہ تبجد میں یا عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

ہمارا مذہب میہ ہے کہ ور واجب ہے کہ اس کا چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔
اس کی قضاء لازم اور ور کی تین رکعتیں ہیں لیکن غیر مقلد وہا بی کہتے ہیں کہ ور واجب
نہیں سنت غیر مؤکدہ لیمنی نفل ہے اور ور ایک رکعت ہے۔ مذہب حنفی حق ہے اور
وہا بیوں کا قول باطل محض ہم کو یہاں اصل بحث تو ور تین رکعتوں پر کرنا ہے۔ اس
سے پہلے خمنی طور پر ور کے وجوب پر چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

وتر واجب بين احاديث مباركه

صدیث نمبر اتا ۳ ابوداور، نمائی، ابن ماجه نے حضرت ابوابوب سے روایت کی۔قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ تَوْتُ عَقُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حضور نے فرمایا کہ ہرمسلمان پروتر لازم ہیں۔حدیث نمبر جزار نے حضرت عبداللہ

ابن عباس سے روایت کی قبال قبال رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . اَلْوِتُرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حضور صلى الله عليه وَسلم نے فرمايا كه برمسلمان بروتر واجب بيں -

و ما بي اعتراض

وہابی صاحب کا مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وجوب ور پر پہلی حدیث پر اعتراض لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب نے پورے الفاظ حدیث درج نہیں کئے جبکہ پوری حدیث یہ ہے۔ اللّهِ وَسُورُ حَقُّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ مَنُ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِحَمْسٍ فَلْیَهُ عَلْ وَ مَنُ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِحَمْسٍ فَلْیَهُ عَلْ وَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِر بِواحِدٍ فَلْیَهُ عَلْ وَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِر بِواحِدٍ فَلْیَهُ عَلْ وَ مَنْ اَحَبُ اَنْ یُوْتِر بِواحِدٍ فَلْیَهُ عَلْ وَ مَنْ اَحَبُ اَنْ یُوْتِر بِواحِدٍ فَلْیَهُ عَلْ، قار مین کرام غور فرمائے کہ حدیث دو حصول پر مشمل تھی لیکن مفتی صاحب فیلی فی ماحب نے اپنے مطلب کا حصرتو درج کردیا گرا گلاحصہ جو ان کے خلاف تھا نقل ہی نہیں کیا کیونکہ اس میں ایک اور پانچ ور کی دلیل موجود تھی جو مفتی صاحب کے مذہب کی خلاف ہے۔ (نام نہا دوین الحق ص کام)

الجواب اوّلاً: مفتی صاحب رحمته الله علیه نے اختصاراً مضمون کے مطابق صدیث کا حصه بیان کر دیا اور جومضمون کے متعلق نہ تھا اسے چھوڑ دیا اور اختصاراً کا طریقہ صحابہ کرام سے ثابت اور محدثین میں بھی جاری ہے۔ بعض اوقات باب ومسئلہ سے متعلقہ حدیث کا حصه بیان فرما دیتے ہیں۔ باقی کواس جگه بیان نہیں فرماتے للہذا اسے خیانت کہنا سینہ زوری ہے۔

ثانياً عديث كاجس قدر حقد مفتى صاحب نے بيان كيا وہ نافذ الحكم ہے باقی منسون ہے۔ چنا نچه اس حديث پر حاشيه ابن ماجه ميں امام طحاوى كا قول لكھا ہے كه قسال المطحودي كو لا ألا جُمّاع عَلى حَلافِ هذَا لَكَانَ جَائِزُ أَنْ يُتَقَالَ مَنْ أَوْتَ وَ فَهُ وَ مُحَيَّرٌ فِي وِ تُرِهِ كَمَا جَاءَ فِي هذَا الْحَبْرِ لِكِنَّ دُلَّ الْاجْمَاعُ عَلَى نَسْمِ هَاذَا الْحَبْرِ لِكِنَّ دُلَّ الْاجْمَاعُ عَلَى نَسْمِ هَاذَا اللَّهِ اللَّهُ عَلَى عَلَى اللَّهُ اللْمُعْلَمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

کہ کہا جائے جووز پڑھے وہ اختیار پر ہے جیسا کہ اس خبر میں آیالیکن اجماع اس کے ننخ پر دلالت کرتا ہے۔

ثالثاً: اگر بقول وہابی صاحب اس میں تین وتر کے علاوہ ایک اور پانچ رکعتوں کی دلیل ملتی ہے تین اور کی دلیل ملتی ہے تو پھر وہابی صاحبان ایک وتر کو کس لئے اختیار کرتے ہیں تین اور پانچ کیوں نہیں پڑھتے؟

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: حدیث اینے معنی ومفہوم میں بالکل واضح ہے کہ ور واجب نہیں کیونکہ فرائض میں کسی مسلمان کی عقیدت و محبت سے نہ کی ہوتی ہے نہ ہی زیادتی جبکہ مذکورہ حدیث میں ایک مسلمان کے دلی لگاؤ کی وجہ سے اجازت موجود ہے کہ چاہے تو پانچ یا تین یا ایک وتر ہی پڑھے۔ یہ الفاظ اس بات کا قرینہ ہیں کہ وتر واجب نہیں کیونکہ اگر فرض ہوتے تو یہ اجازت نہ ہوتی۔

ثالثاً: رہاحق کے لفظ سے وجوب کا دعویٰ کرنا تو سیمض خوش فہی ہے اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔

> حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ: عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ حَقُّ اَنْ یَغْنسل فِی کُلِّ سَبْعَة اَیَّام یَوْمًا

(بخاری ج اص۱۲۳)

لیعنی ہرمسلمان پر جمعہ کاعنسل حق ہے۔ ان الفاظ کا مفادتو یہ ہے کہ عنسل جمعہ کو فرض تسلیم کیا جائے حالانکہ بیر حنفی عنسل جمعہ کو واجب نہیں سنت غیر موکدہ کہتے ہیں۔ اور اس کامعنی ثابت ولازم کرتے ہیں۔ (مرقاۃ جسم ۱۳۵۹)(نام نہاددین الحق ص ۱۳۵۷)

الجواب اوّلاً: (اس جگہ حق جمعنی داجب ہے) ابوداؤد شریف کی حدیث ہے واضح ہے کہ یہال حق جمعنی واجب ہے ملاحظہ ہو

(عَنْ عَبْدِ اللهِ بُنِ بُرَيْدَةَ عَنْ آبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْ عَلَيْهِ وَاللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوِتُرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرُ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتُرُ

حَقُّ فَمَنُ لَّمُ يُوْتِرُ فَكَيْسَ مِنَّا الْوِتُرُ حَقَّ فَمَنُ لَّمُ يُوْتِرُ فَكَيْسَ مِنَّا وَ حَقٌ فَمَنُ لَّمُ يُوْتِرُ فَكَيْسَ مِنَّا وَحَرْتَ عَبِيلِ عَرَايَتَ كَرَتَ بَيْلِ عَرَايَتَ كَرَتَ بَيْلِ كَمِيلِ فَي رَايِتَ كَرِي مِنْ الله عليه وسلم كوسنا آپ نے (تین بار) فرمایا كه مین نے رسول الله علیه وسلم كوسنا آپ نے (تین بار) فرمایا كه ورز حق (واجب) بین جس نے ان كونه پڑھاوہ ہم سے نہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ حدیث میں فکیس مِناً بطور وعید آیا ہے اور وعید فرض و واجب کے ترک پر آتی ہے نہ کہ مستحب چھوڑنے پر کیونکہ مستحب کو بجالانا ثواب ہے لین ترک شرعاً گناہ نہیں مگر غیر مقلد صاحبان اس سے غافل ہیں۔قرآن سے حق معنی واجب کا ثبوت اب قرآن مجید کو دیکھیں کہ لفظ حق وجوب کے لئے آیا ہے یا نہیں۔ سورۃ البقرہ یار دوم میں پہلفظ تین جگہ یوں آیا ہے: حَـقَا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ آپیہ نمر ١٨٠ حَقاً عَلَى المُحْسِنِينَ آيت نمبر ٢٣٧ حَقاً عَلَى المُتَّقِينَ آيت نمبر ٢٨١ اس كمتعلق تراجم وتفاسير ملاحظه مول حقياً عَلَى الْمُحْسِينِينَ واجب بخوش معامله لوگول پر-اشرف علی تھانوی صاحب، حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ لازم ہوا اوپر بر ہیز گاروں کے شاہ رفیع الدین صاحب لازم ہے پر ہیز گاروں پر محود الحن دیو بندی، حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ بِحِلِے لوگوں پر واجب ہے۔ تفییر ثنائی۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب غیرمقلد حقاً عَلَى المُحسِنِينَ بھلائى كرنے والوں پر بدلازم ہے۔ تفسیراحسن البيان، حافظ صلاح الدين يوسف صاحب غير مقلد حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ وَصْفٌ لِقَوْلِهِ مَتاعًا أَوْمَصْدَرٌ لِفِعْلِ مَحْذُوْفٍ آَى حَقَّ ذِلِكَ حَقّاً حَقَقَتْ عَلَيْهِ المقصاعُ وَأَحْمَقَقَتُ أَيْ مَوْجَبَتُ . وصف ہے الله تعالى كارشاد مناعاً كايافعل محذوف کا مصدر ہے لیتی واجب ہوا یہ واجب ہونا لازم ہوئی اس پر قضاء اور لازم موئى يعنى واجب موئى يتفسير فتح البيان نواب صديق بن حسن صاحب غير مقلد _ حَقّاً عَلَى الْمُتَقِينَ واجب ہے پر ہیز گاروں پر کنز الا بمان مترجم امام اہل سنت الشاہ احمہ رضا خال قادری بریلوی رحمته الله علیه، لغات ملاحظه هو حَدِقَ الْاَمْسُ لِعِنی امر واجب

ہوا۔ مِنْ باب رَقِ مخار الصحاح، حَقاً عَلَى الْمُتَّونِيْنَ حَقاً منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے مطلب یہ ہے کہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے۔ انوار البیان فِسنی حسل لغات المقر آن حَقاً عَلَى الْمُتَّونِيْنَ (البقر، آیت نبر ۱۸۰) کے بھی یہی معنی ہیں لینی متقین کے ذمہ یہی نہیں کہ وہ اس قانون (وصیت) پر خود عمل پیرا ہوں بلکہ ان پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ لغات القرآن، حَقَّ حَقاً حَقَّاً الامر۔ ثابت ہونا واجب ہونا۔ المنجد، مذکورہ لغات کے حوالوں سے معلوم ہوا کہ حق کے معنی ثابت، لازم، واجب سب موقع محل کے مطابق مناسب ہیں۔ ور واجب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاو:

ور واجب ہیں صور کی المدعدیہ و م 6 ارساد. جاء کتی سے حدیث نمبر م برار نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . اَلْوِتُرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسلّم . الله عَلَى كُلِّ مُسلّم . مُسْلِم .

وتر واجب بين حضور كاارشاد

حضور نے فرمایا کہ ہرمسلمان پر وتر واجب ہیں۔ اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض۔راوی اس حدیث کے ابن عباس رضی اللہ عنہمانہیں بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ (نسب الرایہ ۲۳ م۱۲)

الجواب: یہ خلطی سہواً ہوئی ہے۔عمداً نہیں، عام ازیں کہ کاتب سے ہے یا مضف رحمتہ اللہ علیہ سے بہر حال غلطی کا ہونا بڑی بات نہیں اور وہابی صاحب کو بہانہ بنا کر حدیث سے راہ فرار اختیار کرنا درست نہیں۔ راوی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا ہوں یا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں بی جلیل القدر وعظیم الثان صحابی ہیں۔ ہوں یا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں بی جلیل القدر وعظیم الثان صحابی ہیں۔ ہارے گئے دونوں میں ہے کسی کی بھی روایت ہوسر و آنکھوں پر ہے مگر غیر مقلد صاحب نے آگے چل کر اس سے بھی کیڑے نکالے ہیں اور ہم نہ مانے کی رہ لگائی ہے۔ غیر مقلد کا فیکورہ حدیث پر دوسرا اعتراض۔ اس کی سند میں جابر جعفی ہے جو کہ

کذاب ہے۔ حافظ ابن مجر رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ فیٹ مجے بیر والہ جعفی وَ هُوَ صَعِیْفٌ وَ قَدْ ذَکَرَ الْبزَازُ إِنَّهُ تَفَرَّدَ بِهِ (درایہ نَاص ۱۹۰) اس کی سند میں جابر جعفی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ امام بزار نے کہا ہے کہ وہ اس کے روایت کرنے میں منفر د ہے۔ الجواب: ہم بفضلہ تعالی وہائی صاحب کو وتر کا وجوب ماننے سے بھا گئے نہیں دیں گاریہ حدیث اسے قبول نہیں کہ اس میں راوی اسے پندنہیں تو ہم دیں گاریہ حدیث اسے قبول نہیں کہ اس میں راوی اسے پندنہیں تو ہم دیں گ

وجوب وترقيح حديث سے ثابت

ور کا وجوب سی احادیث سے نابت کر دیتے ہیں۔ اول عطاء بن بیار عن ابی سعید قال وسلم مَنْ نَامَ عَنْ وِتُوهِ اَوْنَسِیهُ سعید قَالَ وَسول الله صَلَّى الله علیه وسلم مَنْ نَامَ عَنْ وِتُوهِ اَوْنَسِیهُ فَلْیُصَلِّهِ اِذَا اَصْبَحَ اَوْذَکَرَهُ (هاذَا حَدِیْتُ صَحِیْحٌ عَلَی شَرْطِ شَیْخَیْنِ وَلَمُ مَنْ لَیْصَلِّهِ اِذَا اَصْبَحَ اَوْدَکَرَهُ (هاذَا حَدِیْتُ صَحِیْحٌ عَلی شَرْطِ شَیْخیْنِ وَلَمُ مَنَ خُرُجَاهُ (المعدرک ناس ۲۰۲۳) عطاء بن بیار نے ابوسعیدرضی الله عند سے روایت کی کہاں نے کہارسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جو بغیر پڑھے ور سوجائے یا آئیس محول جائے تو صح کے بعد پڑھ لے یا جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔ بی حدیث شیخین کی شرط پر شیحے ہے اور انہوں نے اسے روایت نہ کیا۔

دوم: عَنْ ابعی ایوب انصاری قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهٔ عَلَیْ اللهٔ عَلَیْ اللهٔ عَلَیْ اللهٔ عَلَیْ اللهٔ عَلَیْ اللهٔ وَسَلَّمَ اللّهِ وَسَلَّمَ اللّهِ وَسَلَّمَ اللّهِ وَسَلَّمَ اللّهِ وَمَنْ شَاءَ فَلْیُوتِر بِوَاحِدَةٍ (هلذَا حَدِیْتُ صَبُحِیْتُ فَلُیُوتِر بِوَاحِدَةٍ (هلذَا حَدِیْتُ صَبُحِیْتُ الْالسَّنَادِ عَلَی شَرُ طِ الشَّیْخِیْنِ وَلَمْ یَخُورُ جَاهُ . (المعدرک جاس۳۲) معرت ابوایوب انصاری رضی الله عنه نے بیان کیا که رسول الله صلی الله علیموسلم نے فرمایا ورحق بین توجو چاہے پانچویں رکعت کو ور کرے اور جو چاہے ایک رکعت کو ور کرے اور جو چاہے ایک رکعت کو ور کرے (بعنی دوکے بعد تیری رکعت کو)

ال کے حاشیہ پرعلامہ ذہبی لکھتے ہیں:

هذا الحديث وحديث ان الوتر حق يدل على وجوب الوتر فان القضاء لا يكون الاللواجب و الفرض

یہ حدیث صحیح ہے اور وہ حدیث بھی کہ بے شک وتر حق ہیں۔ یہ وتر کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ پس بے شک قضاء نہیں ہوتی مگر واجب وفرض کی۔

واضح رہے کہ مذکورہ دونوں حدیثوں میں علامہ ذہبی نے حاشیہ متدرک میں صاحب متدرک کی صحت بیان کرنے کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کی موافقت میں ان سے وجوب ثابت کیا ہے۔حضرت ابوابوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق التعلیق المغنی علی دارقطنی ج۲س ۲۹ پرہے:

قُولُـهُ عَنُ آبِى آيُوبَ آنصارِى . رَوَاتُـهُ كُلُّهُمْ ثِقاتٌ . قَالَ الْحَافِظُ: حَدِيْتُ آبِى آيُّوبَ آخُرَجَهُ آبُوْ دَاؤُ دَ وَالنِّسَائِيُّ وَابُنُ مَاجَةَ وَإِبْنُ حَبَانَ وَالدَّارُقُطُنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَلَهُ ٱلْفَاظُ . وَصَحَّحُ ابُوْ حَاتِمٍ وَالذَّه فِلِيُّ وَالدَّارِ قُطْنِيُّ فِي الْعِلَلِ وَ الْبَيْهِقِيُّ وَغَيْرُ وَاجِدٍ وَفَقَهُ . وَهُوَ الصَّوَابُ

لعنی ابوابوب انصاری رضی الله عنه کی حدیث کے تمام راوی ثقه ہیں۔ حافظ نے کہا کہ حضرت ابوابوب کی حدیث کو ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور الفاظ اس کے ہیں اور اسے ابوحاتم و ذہلی اور دارقطنی نے العلل میں اور پیہتی نے صحیح کہا اور ایک سے زیادہ نے اس کی موافقت کی اور وہ حدیث صحیح ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نے اس قدر محدثین سے دو حدیثوں کی صحت ثابت کر دی ہے جن میں ور کا وجوب ثابت ہے مگر وہا بیوں کی ضد کا ہمارے پاس علاج نہیں۔

جاءالحق سے حدیث نمبر 5 و 6 ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوداؤد حاكم نے حضرت بريدہ رضى الله عند سے روايت كى - انہوں نے فرمايا قال سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوِتُرُ حَقَّ فَمَنُ لَّمْ يُوتِرُ فَلَيْسَ مِنَّا .

میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ وتر لازم ضروری ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض، اول روایت میں حق کا لفظ ہے واجب نہیں اور پیضروری نہیں کہ حق کا لفظ واجب اور فرض پر ہی بولا جائے۔ تفصیل گزر چکی اور پیضروری نہیں کہ حق کا لفظ واجب اور فرض پر ہی بولا جائے۔ تفصیل گزر چکی

الجواب اوّلاً: وہابی صاحب کو بیشعور نہیں کہ مذکورہ بالا حدیث میں محض لفظ حق وجوب پر دلالت نہیں کر رہا بلکہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے تارک کو وعید شدید سنائی کہ جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اور وعید واجب وفرض کے ترک پریامنع کے ارتکاب پر آتی ہے۔مستحب کا کرنا ثواب نہ کرنا قابل گرفت و گناہ نہیں۔

ٹانیاً: ہم نے دوحدیثیں میچ اوپر دے دیں ہیں جن کے بارے علامہ ذہبی نے کہاہے کہان سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: اس کی سند میں عبید الله بن عبدالله عتکی ہے۔
ابوداؤدج اص ۲۰۱ و حاکم ج اص ۳۰۷ و بیہتی ج ۲ص ۲۰ می جو کہ منتکلم فیہ ہے۔ امام
عقبلی فرماتے ہیں کہ اس کی روایات میں اس کا کوئی متابع موجود نہیں۔الضعفاء الکبیر،
معمل اسما امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقافت سے مقلوب روایت بیان کرنے میں
منفرد ہے۔ (مجرجین ج ۲ ص ۲۲)

امام بیہق فرماتے ہیں اس کی روایت سے احتجاج نہ کیا جائے۔ امام نسائی اسے صعیف قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اسے منکر الحدیث فرماتے ہیں۔ (تہذیب نامی 24 دیزان جسس ۱۱) حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھٹے طبقہ میں

سے غلطیاں کرنے والا راوی ہے (تقریب ص۱۹۹) اور انہوں نے مقدمہ تقریب میں صراحت کی ہے کہ بیہ وہ طبقہ ہے جوقلیل الحدیث ہے اور اس جگہ پر بیہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جب راوی قلت روایت کے باوجود غلطیاں کرے تو وہ ضعیف ہوتا ہے جسیا کہ خود حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے۔ (تہذیب ص۱۳۲۶۔۱)

الجواب اوّلاً: تہذیب التہذیب کے حوالہ سے غیر مقلد نے جو کھام عبید اللہ بن عبداللہ کی جرح میں کھا ہے سب جھوٹ ہے۔ تہذیب التہذیب میں ان کے نام و والدیت میں اختلاف فرکور ہے اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ وغیرہ کا ان کی تعدیل میں بیار شاد فرکور ہے۔ نعمہ صحیح حدیثہ اس کی حدیث صحیح ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں ہاں ان کی حدیث کو امام احمد بن حنبل وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ اب قارئین دیکھیں ان وہا بیوں پر کیسے اعتاد ہو جو فرہبی حمایت میں پاس سے باتیں جوڑیں۔

غير مقلد كى عبارت مين هيرا چيمري

ثانیاً: غیر مقلد نے میزان الاعتدال کے حوالہ میں ہیر پھیر کیا ہے۔ اپنے مطلب کی باتیں بیان کر دیں اورخلاف مقصد کو چھوڑ دیا حالانکہ ای جگہ عبید اللہ بن عبداللہ کے بارے ابن معین کا ارشاد ہے وہ تقہ ہیں نیز غیر مقلد نے جوامام بخاری کا حوالہ دیا ہے کہ اس نے عبید اللہ کو منکر الحدیث کہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہے کہ فائحد آبو حاتم یُنڈکر علی البخاری لِذِکرِ ہ اَبا الْمُنیئِ فِی الصَّعَفَاءِ وَ قَالَ هُوَ صَالِحُ الْمُحَدِیْثِ ابو حاتم نے امام بخاری پر تعجب کیا ابومنیب یعنی عبید اللہ کو ضعفاء میں شار کرنے پر اور کہا کہ اس کی حدیث درست قابل ججت ہے اس بیان کے شخفاء میں شار کرنے پر اور کہا کہ اس کی حدیث درست قابل ججت ہے اس بیان کے آخر میں ہے کہ قال ابن عدی نے فرمایا کہ آخر میں ہے کہ قال ابن عدی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ۔ (میزان الاعتدال جسم) میر نے نزدیک اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ۔ (میزان الاعتدال جسم) اا

بھی کرجاتا ہے۔

رابعاً: علامہ نیموی زیر بحث روایت کو بیان کے بعد لکھتے ہیں۔ اِسْنادُهٔ حَسَنٌ آثار السنن ص ١٦٥ یعنی اس حدیث کی اسادھن ہے

مدیث حسن احکام میں جحت ہے

اى كے ماشيہ پر ہے۔ وَقُوْلُهُ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ

فَإِنْ قُلْتَ فِيهِ عُبَيْدُ اللَّهِ بَنُ عَبُدِ اللَّهِ آبُو الْمُنِيْبِ الْعَتَكِى تَكَلَّمَ فِيهِ البِّساَئِيُّ وَ إِبْنُ حَباَن وَ الْعقيلِيُّ وَ قَالَ الْبخارِيُّ عِنْدَهُ مَنا كِيْرُ قُلْتُ و ثِقَهُ إِبْنُ مُعِينِ إِمامُ هَا لَهُ الشَّانِ وَ قَالَ إِبْنُ عدى عِنْدِى لا بَأْسَ بِهِ وَٱنْكُرَ ابُوْ حَاتهُ عَلَى البخارى لِذِكْرِهِ إِيَّاهُ فِي الضَّعَفاءِ وَقَالَ هُوَ صاَلِحُ الْحَدِيْثِ وَ الْحَدِيْتُ إِخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَلَمْ يُكَرِّرُ لَفُظَهُ وَ قَالَ هَذَا حَدِيْتٌ صَحِيْحٌ وَ آبُو الْمُنِيْبِ ثِقَةٌ وَ رَوَاهُ آبُوْ ذَانُودَ وَ سَكَّتَ عَنْهُ وَ هَذَا يَدُلُّه عَلَى صَلاَحِيَّتِهِ لِلإِحْتِجَاجِ عِنْدَهُ وَلَهُ شاَهِدٌ ضَعِيْفٌ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَ أَحْمَدَ فَلا يُنَزِّلُ حَدِيْثُهُ مِنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ وَقَالَ عَيْنِيُّ فِي عُمَّدَةِ الْقَارِي هِلْذَا حَدِيْتُ صَحِيْحٌ وَالْحَقُّ مَا قُلْنَاهُ آنِفاً وَإِلَيْهِ ذَهَبَ اِبُنُ الهِسمَام فِي فتح القدير . اس كا قول كهاس كي اسنادحسن ب-علامه نيموي فرماتے ہیں کہ اگر تو کھے اس میں عبید اللہ بن عبداللہ ابومنیب عتکی ہے اور اس میں نسائی وابن حبان اور عقیلی نے کلام کیا ہے اور بخاری نے اسے منا کیر میں شار کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن معین اس قدر ذیثان امام نے استقل کہا ہے اور ابن عدی نے کہا میرے نز دیک اس میں کوئی ضعف نہیں اور ابوحاتم نے امام بخاری پر تعجب کیا ہے۔اس کے (ابومنیب کو) ضعفاء میں شامل کرنے پراور کہا کہ اس کی حدیث قابل مجت ہے اور اس کی حدیث حاکم نے متدرک میں نقل کی اور اس میں لفظ کا تکرار نہ <mark>کیا اور</mark> کہا کہ بیرحدیث صحیح ہے اور ابومنیب ثقہ ہے اور ابودا ؤد نے اسے نقل کے بعد

کوئی اعز اض نہ کیا اور اس کے قابل جمت ہونے کی صلاحیت پردلیل ہے۔ اس کے نزدیک اور اس کے لئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت شاہد بھی ہے امام احمد کے نزدیک تو بیاسے درجہ حسن سے نہیں گرا تا۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں کہا بیحدیث سے جے اور حق وہ ہے جے میں نے ابھی بیان کیا اور اس کی طرف ابن ہمام کیے ہیں۔ فتح القدیر میں بفضلہ تعالی اس بیان سے واضح ہوا کہ امام عبید اللہ بن عبداللہ کی حدیث (احکام میں) قابل استدلال ہے۔ مفتی احمدیار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ حدیث نمبر کے تحت لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن احمد نے عبدالرحمٰن ابن رافع تنوفی سے روایت کی کہ حضرت معاذ بن جبل جب شام نشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ شام کے لوگ و تر میں سستی کرتے ہیں تو آپ نے حضرت امیر معاویہ سے اس کی شکایت کی کہ شامی لوگ و تر کیوں نہیں پر ہے۔

فَقَالَ مَعَاوِيَةُ أَوَاجِبٌ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ سَبِعْتُ رَسُوْلَ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَا دَنَى رَبِّى عَزّوجَلَّ الصَّلُوةَ هِي صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَا دَنَى رَبِّى عَزّوجَلَّ الصَّلُوةَ هِي وَالْوِتُرُ فِيْمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى ظُلُوعِ الْفَجْدِ - قوامير معاويه رضى الله عنه نے پوچھا کہ کیا مسلمانوں پروتر واجب ہیں؟ معاذ بن جبل رضى الله عنه نے فرمایا کہ ہاں میں نے حضور صلی الله علیه وسلم کوفر ماتے سنا ہے کہ مجھ رب نے ایک نماز دی ہے جو وتر ہے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔

اس برغير مقلد كايبلا اعتراض

عبدالرحمٰن بن رافع کا کسی صحابی سے ساع ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن مجر رحمتہ اللّٰه علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن مٰدگور کَمْ یُدُدِ کُ قِصَّهٔ (درایہ، جاس۱۸۹) یعنی عبدالرحمٰن نے اس قصہ کے زمانہ کونہیں پایا۔ گویا کہ درمیان میں کوئی مجھول الحال راوی ہے۔ الجواب: ہم نے قبل ازیں وجوب وتر پر دوضیح حدیثیں پیش کر دی ہیں آپ

واقع ہی اہلحدیث ہیں تو ان کوہی مان لیں۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۸ تر مذی نے حضرت زید بن اسلم سے مرسلاً روایت کی۔ قال رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتُرهِ فَلْیُصَلِّ اِذَا کَیْ وَسَرِ مِ مُنْ فَامَ عَنْ وِتُرهِ فَلْیُصَلِّ اِذَا اَصْحَبَ جَوْدِ تَحِوْدُ کُر سوجائے وہ صبح کے وقت اس کی قضا پڑھ لے۔ اس پر وہا بی صاحب نے چاراعتراض کے ہیں پہلے دو ملاحظہ ہوں جب مفتی صاحب کو اقر ارہے کہ یہ مرسل ہے اور مرسل جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف کی ایک قتم ہے۔ قضا وتر پر حسن درجہ روایات موجود تھیں پھر معلوم نہیں کہ مفتی صاحب نے اس ضعیف روایت کوتر جمج کیوں دی ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۲۰۰

مرسل حديث كاحكم

الجواب اوّلاً: جمہور محدثین کرام مطلقاً مرسل کوضعیف نہیں کہتے بلکہ جب تابعی کی عادت ہو کہ وہ ثقہ ہے ہی مرسل بیان کرتا ہوتو دریں صورت جمہور محدثین کا مذہب توقف ہے۔ضعف یاصحت کا حکم نہیں لگاتے جب کہ کثیر فقہا و محدثین کے نزدیک ایسی روایت مقبول ہے ملاحظہ ہو۔

فَإِن عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِيِّ إِنَّهُ لَا يُرسِلُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَلَهَبَ مَمْهُوْرُ الْمُحَرِّثِيْنَ إِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقاءِ الْإِحْتِمَالِ. وَهُوَ اَحَدُ قُولَ اَحْمَدَ وَ الْمُحْدِينِ وَالْكُوفِينِينَ يُقْبَلُ مُطْلَقاً. وَقُالُ الشَّافِعِينَ يُقْبَلُ مُطْلَقاً. وَقَالُ الشَّافِعِينَ يُقْبَلُ الْمِلِكِينِينَ وَالْكُوفِينِينَ يُقْبَلُ مُطْلَقاً. وَقَالُ الشَّافِعِينَ يُقْبَلُ إِنِ اعْضَدَ بَمَجِيئِهِ مِنْ وَجُهِ آخَريُباينُ وَقَالُ الشَّافِعِينَ يُقْبَلُ إِنِ اعْضَدَ بَمَجِيئِهِ مِنْ وَجُهِ آخَريُباينُ الطَّرِينَ اللَّمُ لِيَتَرُجَّحَ الْإِحْتِمَالُ كُونُ الْمُحْدِينَ اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللللللِّهُ اللللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللللِل

اگر تابعی کی عادت معلوم ہوئی کہ وہ ثقہ ہے ہی مرسل روایت کرتا ہے تو اس میں جمہور محدثین رحمتہ اللہ علیهم کا مذہب توقف ہے۔ احمال باقی ہونے کی وجہ سے اور امام احمد کے دو قولوں سے بھی ایک قول یہی ہے

اور ان کا دوسرا قول مالکیہ اور کوئی حضرات کے ساتھ ہے کہ (مرسل)
مطلقاً قبول کی جائے گی اور امام شافعی نے کہا اس وقت قبول کی جائے گی
جبکہ اس کو قوت دے کہ وہ روایت کسی اور وجہ ہے آ جائے جو پہلے طریق
سے جدا ہو عام ازیں کہ یہ مسند ہویا مرسل تا کہ اس احتمال کو ترجیح دی
جائے کہ محذوف راوی در حقیقت ثقہ ہے۔

الثاه عبدالحق محدث دہلوی رحمته الله عليه مقدمه مشكوة ميں فرماتے ہيں:
وَحُكُمُ الْمُرْسَلِ التَّوَقُّفُ عِنْدَ جَمْهُ وَرِ الْعُلَمَاءِ لِإَنَّهُ لَا يُدُدِى إِنَّ
السَّاقِطَ ثِقَةٌ اَوْلَا لِآنَ التَّابِعِيُّ يَرُویُ عَنِ التَّابِعِيِّ وَفِي التَّابِعِيِّ وَفِي التَّابِعِيِّ وَعَيْدُ ثِقَاتٍ وَعِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَ مَالِكِ اَلْمُرْسَلُ مَقْبُولُ شَقَاتٌ وَعَيْدُ ثِقَاتٍ وَعِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَ مَالِكِ اَلْمُرْسَلُ مَقْبُولُ مُطْلَقًا وَهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا اَرُسَلَهُ لِكَمَالِ الْوَثُوقِ وَ الْإِعْتِمَادِ لِآنَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ يَكُنُ عَنْدَهُ وَسَلَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ

اور حکم مرسل کا توقف ہے جمہور علماء کے نزدیک اس لئے کہ ساقط راوی ثقہ یا غیر ثقہ ہونا معلوم نہیں۔

اوراس لئے کہ بھی تابعی تابعی ہے روایت کرتا ہے اور تابعین میں شات اور غیر ثقات ہیں اور امام ابوضیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما کے ہاں مرسل مطلقاً مقبول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس نے کمال وثوق و اعتاد کی بنا پر روایت کیا ہے کیونکہ اگر اس کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ مرسل روایت نہ کرتا اور یہ نہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کا فد ہب مرسل پرضعف و صحت کا حکم دینے سے تو قف ہے اور دوجلیل القدر وعظیم الثان امام اس کے مطلق قبول کے قائل ہیں مگر افسوں ہے وہائی صاحبان بے دھڑک ضعیف کیے دیتے ہیں اور دین میں اجارہ داری کرتے ہیں۔

ثالثاً اگرآپ کواقرارہے کہ قضاور پراحادیث حسن موجود ہیں تو پھراس کی ادا کو واجب کیوں نہیں مانتے کیا تمہارے نزدیک اللہ تعالی بندوں سے اس چیز کا مطالبہ کرتا ہے جو اس نے ان پر واجب ہی نہیں کی پھر اللہ تعالی کی طرف زیادتی مطالبہ کرتا ہے جو اس نے ان پر واجب ہی نہیں کی پھر اللہ تعالی کی طرف زیادتی منسوب کرتے ہوجس سے وہ پاک ہے۔

غیر مقلد کا تیسرااعتراض، اس میں وجوب کا ذکر نہیں ہے اگر بریلوی حضرات قضا ہے وجوب ثابت کرتے ہیں تو وہ محض دعویٰ ہے جو دلیل کا مختاج ہے۔ الجواب: قضا ہے وجوب ادا ثابت کرنا دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ مع الدلیل ہے

الجواب فضائے وجوب اوا گابت کرنا دفوی بلا دیں ہیں بلکدی الدیں ہے کے بعد مطالبہ ہوتا کے واجب ہوتی ہے جس کی ادا واجب ہوقرض دینے کے بعد مطالبہ ہوتا ہے پہلے نہیں مگر غیر مقلداس قدر بے عقل ہے کہ قضا کو واجب مانتا ہے ادا کوئییں۔

غير مقلد كا چوتھا اعتراض

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَى الْفَجُو فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلَعُ الشَّمْسُ (رَدَى مَ تَحْدَى الْمُعَدِينَ الْمُعَدِينَ الْمُعَدِينَ الْمُعَدِينَ الْمُعَالِينِ الْمُعَالِينِ الْمُعَالِين

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا جس نے فجر كى (دو عدد سنت) ركعت نه پڑھى ہوں ده سورج طلوع ہونے كے بعد پڑھے۔

سے روایت اگر چہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں قادہ ہے جو کہ مدلس ہے اور روایت عن عن عن سے ہے لیکن فریق ٹانی اس سے شبح کی سنتوں کی قضا بعد طلوع سورج پہ استدلال کرتا ہے۔ چند سطر کے بعد لکھتا ہے۔ الغرض اسی روایت سے حفی سورج طلوع ہونے کے بعد ضبح کی قضا سنتوں کے پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں جبکہ ابن میں قضا کا حکم ہے۔ سوال سے پیدا ہوتا ہے کہ اگر حکم سے وجوب کا استدلال درست ہیں قضا کا حکم ہے۔ سوال سے پیدا ہوتا ہے کہ اگر حکم سے وجوب کا استدلال درست ہیں۔ نام نہاد وین الحق ص ہے تو حفی صبح کی سنتوں کے وجوب کے قائل کیوں نہیں ہیں۔ نام نہاد وین الحق ص

احناف کے نزدیک سنت فجر قضا کا تھم

الجواب اوّلاً: وہابی صاحب سے التماس ہے کہ پہلے آپ اینے گھر کی بات
کریں جب آپ کو اقرار ہے کہ وتر کی قضا کا وجوب احادیث حسن سے ثابت ہے تو
ہم کہتے ہیں الی کوئی عبادت دکھاؤ جومتحب ہو گر اس کی قضا واجب ہو پھر آپ یہ
بھی کہہ رہے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت جس میں سنت فجر طلوع سورج کے بعد پڑھنے
کا حکم ہے۔ضعیف ہے اور رادی اس کا مدلس ہے اورضعیف روایت احکام میں قابل
استدلال نہیں تو پھر آپ ضعیف روایت کے حکم کو احادیث حسن کے حکم پر کیونکر قیاس
کرتے ہیں یہ ہے تمہاری بے عقلی دوسروں کے سیحے قیاس کو بھی بدعت و ناجائز کہتے ہو
اور اپنے غلط قیاس کو بھی دلیل ظاہر کرتے ہو۔

ثانیاً: رہا بیسوال کہ احناف کے نز دیک سنت فجر کی شرعی حیثیت اور ان کی قضا کا حکم کیا ہے تو ملاحظہ ہو۔ ہدا بیر میں ہے:

وَ إِذَا فَاتَدُهُ رَكُعَتا الْفَجْرِ لاَ يَقْفِيهِمَا قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ لِآنَّهُ يَبْقَى نَفُلاً مُطُلَقاً وَهُوَ مَكُرُوهٌ بَعْدَ الْصُبْحِ وَلاَ بَعْدَ اِرْتِفَاعِهاَ عِنْدَ ابِي نَفُلاً مُطْلَقاً وَهُوَ مَكُرُوهٌ بَعْدَ الْصُبْحِ وَلاَ بَعْدَ اِرْتِفَاعِهاَ عِنْدَ ابِي نَفُلِيهُمَا ابِي حَنِينُ فَةَ وَ آبِي يُوسُفَ وَ قَالَ مُحَمَّدُ اَحَبُّ إِلَى آنَ يَقُفِيهُمَا اللَّي وَقُتِ الزَوَال

اور جب کسی کی دو رکعت سنت فجر فوت ہو جائیں تو انہیں طلوع سورج
سے پہلے قضانہ کرے کیونکہ اب وہ مطلق نفل ہو چکے ہیں اور صبح کے بعد
نفل مکروہ ہیں اور سورج نکلنے فی بعد (مکروہ) نہیں۔ امام الوحنیفہ و
ابو پوسف رضی اللہ عنما کے نزدیک اور امام محمد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے
نزدیک زیادہ اچھا ہے ہے کہ ان کو زوال کے وقت تک قضا پڑھے۔
الجو ھرة النيرة میں ہے:

ثُمَّ إِذَا فَأَتَتُ سُنَّةُ الْفَجْرِ عَلَى الْإِنْفِرَادِ لَا تُقْضَى عِنْدَهُمَا وَقَالَ

مُحَمَّدٌ آحَبُ إِلَى آنُ تُقْضَى إِذَا إِرْتَفَعَتِ الشَّمْسُ اِلَى قَبْلِ قِياَمِ الظَّهِيْرَةِ وَ إِمَّا عِنْدَهُمَا فَلَا تُقْضَى إِلَا إِذَا فَاتَتُ مَعَ الْفَرْضَ تَبْعاً لِلظَّهِيْرَةِ وَ إِمَّا عِنْدَهُمَا فَلَا تُقْضَى إِلَا إِذَا فَاتَتُ مَعَ الْفَرْضَ تَبْعاً لِلْفَرْضِ سَوَاءٌ قَضَا الْفَرْضَ لِجَمَاعَةٍ أَوْ وَحْدَهُ اِلَى الزَّوَالِ وَفِيْمَا لِلْفَرْضَ وَحْدَهُ وَيْمَا لَلْفَرْضَ وَحُدَهُ وَيْهِ قِيْلَ يَقْضَى الْفَرْضَ وَحُدَهُ وَقِيْلَ لَيُقْضَى الْفَرْضَ وَحُدَهُ وَقِيْلَ لَمُقْضَى السُّنَّةُ مَعَهُ

پھر جب اکیلی سنت فجر فوت ہو جائیں تو امام ابوصنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک قضانہ بڑھی جائیں اور امام محمد نے کہا کہ میرے نزدیک ان کا قضائے ٹوھنا پہندیدہ ہے۔ سورج بلند ہونے سے زوال تک امام صاحب اور ابویوسف فرماتے ہیں کہ جب فجر کی سنیں فرضوں کے ساتھ فوت ہوں تو فرضوں کے تابع قضا کی جائیں دو پہر کے زوال تک عام ازیں کہ جماعت کے ساتھ قضا پڑھے یا تنہا اور اس کے بعد قضا کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا صرف فرض قضا کرے اور بعض نے کہا ضرف فرض قضا کرے اور بعض نے کہا صرف فرض قضا کرے اور بعض نے کہا صرف فرض قضا کہ ساتھ سنیں بھی قضا پڑھے۔

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ احناف سنت فجر کی قضا واجب نہیں کہتے بلکہ امام ابو میسف رضی اللہ تعالی عنہما تو اکیلی سنتوں کی قضام ستحب بھی نہیں کہتے فرضوں کی اتباع میں مستحب کہتے ہیں وہ بھی زوال تک اور امام محر مطلق زوال تک مستحب کہتے ہیں قضا واجب نہیں کہتے وہائی صاحب تو اسے اپنے مذہب پر دلیل تب منائے جب کہ ہم وجوب کے قائل ہوں یہ تو مذکورہ تفصیل پر سنت فجر کی قضا کے بائے جب کہ ہم وجوب کے قائل ہوں یہ تو مذکورہ تفصیل پر سنت فجر کی قضا کے استحباب کے بھی قائل اس لئے ہیں کہ ان کے پڑھنے پر تاکید اس قدر وارد ہے جس نے ان کو واجب سے قریب کر دیا ہے۔

حدیث میں سنت فجر کی تا کید

چنانچ طحادی وابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی قیالَ قیالَ

رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تَدْعُواْ رَكَعَتَى الْفَجْرِ إِنْ طَرَ دَ ثُكُمُ الْبَحَيْلُ رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا سنت فجرنه چھوڑوا گرچهتم پردتمن كالشكر ٹوٹ پڑے۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۹ تا ۱۴ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجه، احمد، ابن حبان، حاکم نے اپنی متدرک میں حضرت ابوا یوب انصاری سے روایت کی اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط شیخین پر ہے۔

وتر ہرمسلمان پر واجب ہیں

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّهِ تَقُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسُلِمٍ حضور نے فرمایا کہ وتر لازم ہے۔ واجب ہے ہرمسلمان پر۔ان حادیث کُلِّ مُسُلِمٍ حضور نے فرمایا کہ وتر لازم ہے۔ واجب ہے ہرمسلمان پر۔ان حادیث سے دوبا تیں ثابت ہوئیں۔ایک یہ کہ وتر نقل نہیں بلکہ واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ وتر کی قضا واجب ہے اور ظاہر ہے کہ قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے نقل کی قضا نہیں۔ وجوب وتر کی بہت احادیث ہیں ہم نے صرف ۱۲ روایتیں پیش کیں۔

ال برغير مقلد كا اعتراض:

آخر میں مفتی صاحب نے کررحضرت ابوابوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے اور حدیث نمبر ۹ تا ۱۳ کاعنوان قائم کرتے ہوئے الفاظ کھے ہیں۔ اَلُوِ تُرُ حَقَّ وَاجِبٌ عَلَیٰ کُلِّ مُسُلِمٍ لیعنیٰ ورّ لازم و واجب ہیں ہر مسلمان پر اور حوالہ دیا ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ مند امام احمد، ابن حبان اور مشدرک حاکم وغیرہ کتب حدیث کا حالانکہ ان الفاظ سے یہ روایت مذکورہ کتب میں قطعاً نہیں ہے البتہ سنن دار دافطنی میں موجود ہے جنہیں روایت کرنے کے بعد امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ قسون کہ واجب کی الفاظ محفوظ لا آغلم تابع ابن حبان عَلَیْهِ اَحَدٌ، سنن دار قطنی ج کے کافاظ محفوظ نہیں اور میں نہیں جانا کہ انہیں روایت قطنی ج کے محلا کے انہیں روایت

کرنے میں ابن حبان کا کوئی متابع بھی موجود ہے۔ نام نہاددین حق ص ۲۲۱۔

الجواب اوّلاً: غیر مقلد صاحب خود اپنی پیش کردہ داقطنی کی عبارت نہیں سمجھ کا تو جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہد دیا کہ مفتی صاحب کے حوالہ میں ندکورہ کتب میں حدیث کے بیالفاظ نہیں پائے جاتے حالانکہ داقطنی کی فدکورہ عبارت میں ہے۔

الا آغ کہ م تابع اس حبان عکیہ احکہ میں نہیں جانتا کہ ابن حبان کا اس پرکوئی متابع ہوا ہواگر ابن حبان میں واجب کے الفاظ کا انکار کرتے بیہ نہ فرماتے کہ میں ان کا متابع نہیں جانتا نیز علامہ دارقطنی نے الفاظ کا انکار کرتے بیہ نہ فرماتے کہ میں ان کا متابع نہیں جانتا نیز علامہ دارقطنی نے الفاظ کا انکار کہا ہے کہ میں نہیں جانتا سرے سے متابع کے امکان کا انکار نہیں کا

فانياً: اگر وہابی صاحب کومفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ میں دی گئی کتب میں مذکورہ حدیث نہیں ملی تو اس کی بخبری ہے یہ ہم بفضلہ تعالی ثابت کرتے ہیں کہ ان کتب حدیث میں مذکورہ الفاظ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ کی زیر بحث حدیث موجود ہے۔ الدرایہ جزءاول ص ۱۹۰ پڑے:

ال کے ماشیہ پرے کہ

رَوَاهُ ايَهِ صَا اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَ الطَّحَاوِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالطَّيالِسِيُّ وَالدَّارِمِيُّ الْبَيهِقِيُّ الْبَيهِقِيُّ

نیز اسے روایت کیا دارقطنی اور طحاوی اور حاکم اور طیالی اور داری اور بیہق

واضح ہو کہ سنن میں سنن ابوداؤ دسنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہیں زیر بحث روایت میں ان کا اور ابن حبان اور امام احمد اور حاکم کی متندرک کا حوالہ مفتی احمہ یار خان تعیمی رحمته الله علیہ نے دیا تھا تو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ الله علیہ نے تصدیق فر ما دی کہ ان کتب میں حضرت ابوالوب کی حدیث موجود ہے مگر وہانی اپنی کم علمی کی بنا پرا نکار کررہا ہے۔اب قارئین کرام فیصلہ کریں کہ وہابی صاحب کا بیکتنا بڑا جھوٹ اور فراڈ ہے کہ مفتی صاحب نے جن حدیث کی کتب کا حوالہ دیا ہے (دار قطنی کے سوا ان میں حدیث موجودنہیں) حالانکہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ان کتب میں بیر حدیث موجود ہے اور صاحب حاشیہ کی تحقیق کے مطابق حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی بیرحدیث موجود ہے۔ دارقطنی ،طحاوی، طیالی ، دارمی ادر بیہتی، ہم نے تو بفضلہ تعالی حضرت غوث الاعظم پیر گیارہویں والے کی برکت سے گیارہ کتب حدیث سے زیر بحث حدیث کو ثابت کر دیا اب بھی وہابی نہ مانے تو اس کی اپنی سوچ ہے۔مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ وجوب وتر پر دلائل کے بعد لکھتے ہیں۔ ان احادیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ وتر نفل نہیں بلکہ واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ ور کی قضا واجب سے ظاہر ہے کہ قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے۔نفل کی قضانہیں وجوب وتر کی بہت احادیث ہیں ہم نے صرف ۱۴ روایتیں پیش كين اس كے بعد فرماتے ہيں۔

وتر تین رکعت ہیں

حدیث نمبراتا ہم نسائی شریف، طحاوی، طبرانی نے صغیر میں، حاکم نے متدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حاکم نے فرمایا کہ بید حدیث صحیح ہے۔ مسلم و بخاری کی شرط پر

قَالَتُ كَان رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلْتٍ لاَ

يُسَلِّمُ اِلَّا فِي آخِرِهِنَّ،

فرماتی ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ نہ سلام پھیرتے تھے مار آخر میں اس پر غیر مقلد کا۔

يهلا اعتراض

اولاً روایت مذکورہ کی سندیوں ہے قادہ عن زرارۃ بن اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشہرضی اللہ عنہما اور قادہ سے ان کے پانچ شاگردوں نے روایت کیا ہے۔معمر، ہشام، سعید بن ابی عروبہ، ہمام، شعبہ اور ان سب کی روایتوں میں نو اور سات وتروں کا ذکر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ويصلى تسع ركعات لا يجلس فيها الا فى الثامنة فيذكر الله ويعمره ويدعوه ثم ينهض و لا يسلم فيصلى التاسعة ثم يقعد فيذكر الله و يحمده و يدعوه ثم يسلم تسليما

الجواب اوّلاً: جب غیرمقلدصاحب کو اقرار ہے کہ مذکورہ حدیث جس میں نو اور سات وتر کا ثبوت ہے۔متعدد اساد و میان کے ساتھ کثیر کتب حدیث میں موجود ہے اور غیر مقلد کو اس کی صحت پر بھی کوئی اعتر اض نہیں تو پھر غیر مقلدوں کے پاس اس پرعمل نہ کرنے پر کیا جواز ہے۔ وتر ایک رکعت پڑھ کر جان کیوں چھوڑاتے ہیں' نو یا سات کیوں نہیں پڑھتے ۔ کیا ہے اہل کتاب کا طریقہ نہیں کہ اپنے نفسوں کی اتباع میں بعض دین کو مان لیا اور بعض کو پس پشت ڈال دیا۔

فانیاً: اس جگہ غیر مقلد صاحب پوری شدو مدسے تین رکعت کی مخالفت کر رہا ہے گر جب مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اس اعتر اض سے جان چھڑانی تھی جو آپ نے فرمایا کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس میں رمضان وغیر رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے تم غیر مقلد کہتے ہو کہ اس میں آٹھ رکعت تر اور کے تھی تو اس طرح تین رکعت وتر ثابت ہوتے ہیں جو تمہار کے خلاف ہے۔ اس جواب میں غیر مقلد لکھتا ہے۔ ہم تین عدد رکعت وتر کے ہرگز مگر نہیں ہیں۔ نام نہاد دین الحق ۱۸۵، یہ کسی دور نگی جال اور تضاد بیانی ہے ایک جگہ تیں رکعت وتر کے مئر نہیں۔

غيرمقلد كادوسرااور تيسرااعتراض

قادہ کے پانچ شاگردوں میں سے ایک سعید بن ابی عروبہ بھی ہیں اور ان سے بھی روایت کرنے میں ہیں اور ان سے بھی روایت کرنے میں پانچ ہی شاگرد ہیں۔ کی بن سعد، ابن عدی، عبدۃ ، محمد بن بشیر اور ابان بن یزید، پہلے چاروں شاگردوں نے نو اور سات و تروں کا ذکر کیا ہے جبکہ ابان بن یزید نے تین و تروں کا ذکر کیا ہے۔ (اسن الکبری للیسٹی جس ۲۵) اور اسکی روایت شاذ ہے۔ جبیسا کہ امام بیہ قی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔ (ایشا جس ۳۳) ابان بن یزید کی روایت کے اصل الفاظ سے ہیں کہ:

یں و تو بثلات لا یقعد الا فی انجو ِهِنَّ لینی رسول کریم صلی الله علیه وآلہ وسلم تین و تر پڑھتے تھے اور نہ بیٹھتے تھے (التحیات) مگر آخر میں، یہی الفاظ علامہ ذہبی نے متدرک حاکم کی تلخیص میں، حافظ ابن حجر اور وکیل حفیت علامہ نیموی نے امام حاکم ی طرف منسوب کئے ہیں اور علامہ بیہ قی نے اپنے شخ حاکم سے نقل کئے ہیں۔
(دیکھتے تلخیص ذہبی ج اص ۳۰۴ و فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۵ وتلخیص الحبیر ص ۵۱ ج و
اسنن ص ۲۰۱ والسنن الکبری للیب قلی ج ۳ ص ۲۸ لیکن علاء احناف کی دیدہ دلیری
ملاحظہ کریں کہ جب ان کی طرف سے متدرک حاکم شائع کی گئی تو لا یعقد کو لا
یسلم بنادیا (تفصیل کیلئے دیکھیں العلیق المغنی ج ۲ ص نمبر ۲۷)
سلم بنادیا (تفصیل کیلئے دیکھیں العلیق المغنی ج ۲ ص نمبر ۲۷)

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

معروف حنفي مولوى فيض احد لكهت بين:

لكن البيهقى قد صوح فى المعرفة بان حديث عَآئِشَة من طريق ابان بلفظ لا يقعد كما سياتى فالصواب فى هذه الراوية يقعد دون لا يسلم (عاشِآ الرائن ٢٠١٥)

لیکن امام بیہق نے اپنی کتاب معرفة اسنن میں وضاحت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی الله عنها کی روایت ابان کے طریق میں لایقعد کے الفاظ ہی ہیں۔ پس صحح الفاظ اس روایت میں لایقعد ہی ہیں نہ کہ لایسلم (انتھی)

خلاصہ کلام یہ کہ ابان بن بزید کی روایت شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور ضعیف میں بھی لا یقعد کے الفاظ ہیں جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین وتر پڑھتے تو درمیان میں تشہد نہ بیٹھا کرتے جس کا دوسر لفظوں میں میں مسلب ہے کہ روایت ضعیف ہونے کے علاوہ احناف کی دلیل تو کیا الثا ان کے خلاف ہے کونکہ حفی وتروں کے درمیان تشہد بیٹھتے ہیں۔

الجواب: اس کے چند جواب ہیں اول جواب الزامی ہے وہ یہ کہ اگر آپ کے بقول ابان بن یزید کی روایت جس میں تین وتر کا ثبوت ہے شاذ وضعیف ہے اور اس کے مقابلہ میں قادہ ہے وہ روایت جس میں سات اور نو وتر کا ذکر ہے صحیح ہے تو دوسری طرف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ ہوتی تھی اسے آپ غیر مضان میں گیارہ رکعت ہوتی تھی اسے آپ غیر مقلد آٹھ تراوح ہوتی تھی اور کہتے ہیں کہ آٹھ رکعت تراوح ہوتی تھی اور تین وتر جب سات ونو وتر کی حدیث تھی مانتے ہوتو نو وتر نکالئے کے بعد چار بتاؤ کے بعد باتی دور کعت وتر نکالئے کے بعد چار بتاؤ کس بھل کرو گے اور کس کوچھوڑ و گے؟ یہی ہے تمہارا مذہب جس میں تضاد ہی تضاد سے۔

غيرمقلد كاالزام

ثانیاً:غیرمقلدصاحب کا بیالزام که احناف نے متدرک کی روایت کے الفاظ کا یَقَعُدُ کولا یُسَلِّمُ سے بدل دیا۔

الزام كاجواب

فقير كہتا ہے كہ علامہ ابن جرعسقلانى رحمتہ اللہ عليه نے الدرايه فى تخ ت الهدايہ ميں حضرت عائشہ رضى اللہ عنها كى زير بحث حديث كو چارطر ح كے الفاظ سے روايت كيا ہے بلاحظہ ہو حديث عائشہ إنَّ السَّبِ قَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِورُ كِيا ہِ بِهُ لاَيَهُ عِلَيْهِ وَسَلَّمَ عَانَ يُوْتِورُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَين وَرَيِرُ حِيَّ بِهَ لاَيهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَين وَرَيرُ حِيَّ بِعَلاَتٍ بِعَنِي الله عليه وسم بين ور پڑھے تھے بين ان ك ورميان ميں سلام نہ پھرتے (آخر ميں پھيرتے) كان رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُولُونُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُولُونُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَن وَرَّ بِعُصَالُمُ اللهُ فِي آخِوهِنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمِولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَلَيْهُ فَاللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَي الْمِولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَي الْمُولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَي الْمُولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَي الْمُولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَي الْمُولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَي مَعْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُولُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَي وَي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَي اللهُ عَلَيْهِ وَي اللهُ عَلَيْهِ وَي اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ وَي وَي اعْرَاضُ نَهُ مِنْ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ وَلَا اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ وَلَى اعْرَاضُ نَهِ اللهُ اللهُ عَلَيْهُ مِنْ اعْرَاضُ نَهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ وَلَا اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ اعْرَاضُ نَهُ اعْرَاضُ اللهُ اللهُ عَلَيْهُ وَلَا اللهُ عَلَيْهُ وَلَا عَرَاضُ نَهِ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهُ اعْرَاضُ نَهُ اللهُ اعْرَاضُ نَه اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الله

ہیں۔اب وہابی صاحب بتا ئیں کہ علامہ ابن حجرنے شافعی ہونے کے باوجود احناف کی طرف داری کی ہے یا ہود احناف کی طرف داری کی ہے یا نہیں کیا انہیں الفاظ کے درج ہونے کاعلم نہیں تھا جبکہ غیر مقلد بھی جگہ جگہ ان کو حافظ ابن حجر کہتا ہے۔

ثالثاً: لا يسلم كالفاظ برشوابدموجود بين لل عظه بو

حضورتین وتر کے آخر میں سلام پھیرتے تھے

مسور بن مخزمہ نے بیان کیا کہ ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کورات وفن کیا تو عمر رضی اللہ عنہ کورات وفن کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے پس آپ وتر پڑھنے کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف بنالی تو آپ نے ہمارے ساتھ تین رکعت وتر پڑھے تو سلام نہ پھیرا مگر ان کے آخر میں اسے طحاوی نے روایت کیا اور اسناداس کی سیحے ہے۔ اس کے ص کے 10 پر ہے۔

حضرت انس تین وتر پڑھتے تھے

وَعَنْ شَابِتٍ قَالَ صَلَّى بِى أَنَسٌ رَضِى اللَّهُ عَنْهُ الُوِتُو آنَا عَنْ يَسِينِهِ وَوَلَدُهُ خَلُفَنَا ثَلَكَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ إِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعِلِّمَنِي رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيْحٌ طَنَتُ اللَّهُ عَنْهُ اللَّهُ عَنْهُ فَ حَرْت السَّ رضى الله عنه في وتر حضرت الس رضى الله عنه في وتر يره هائ وائي طرف ها اور ان كا بينا مارے چي الله عنه في في الله عنه في الله عنه في الله في اله في الله في الله

روایت کیا اور اسناداس کی صحیح ہے۔ اس کے ص ۱۵۸ پر ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ ٱثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ٱلْوِتْرَ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا يُسَلِّمُ إلَّا فِي الْخِرِهِنَّ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيْحٌ

اوراس سے ہے کہ حَفرت عمر بن عبدالُعزیز رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر کو مدینہ میں فقہاء کرام کے قول سے ثابت کیا ان سب نے فرمایا کہ سلام ان کے آخر میں پھیرے۔اس بیان کے بعد ہم وہائی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر تین رکعت میں پھیرے۔اس بیان کے بعد ہم وہائی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر تین رکعت وتر پر سلام پھیرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ نہ ہوتا تو پھر امیر المؤمنین حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما اور فقہاء مدینہ طیبہ تین رکعت وتر پر سلام کیوں بھیرتے۔

رابعاً: اس کے علاوہ بھی ہم بفضلہ تعالیٰ تین رکعت وتر پر احادیث صححہ پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وترتين بين ابن مسعود كاارشاد:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بُنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ وِتُوُ اللَّيْلِ كَوِتُو النَّهَارِ صَلُوةَ الْسَهَارِ صَلُوةَ الْمَعُوبِ ثَلْتُهُ وِجَالُ الْمَعْرِبِ ثَلْتُ وَوَاهُ الطِّبُ وَانِي فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ، (جُحَ الروائد علام ٢٣٢)

عبداللدا بن مسعود رضی الله عند سے ہے کہ فرمایا رات کے ور دن کے ور من کے ور نماز مغرب کی طرح تین رکعت ہیں لینی جیسے مغرب کے فرض طاق ہیں اسی طرح رات کے ور بھی طاق ہیں۔ اسے طبرانی نے اپنی طبرانی کیسر میں روایت کیا اور روای اس کے سیح کے راوی ہیں لینی سب ثقہ ہیں۔ میں روایت کیا اور روای اس کے سیح کے راوی ہیں لینی سب ثقہ ہیں۔ عَبَنْ عَبْدِ اللهِ الْوِتُو شَكَاتٌ كَوِتُرُ اللّٰهِ الْوَتُو شَكَاتُ اللّٰهِ الْوِتُو شَكَاتُ كَوِتُرُ اللّٰهِ الْرِقْ اللّٰهِ الْوِتُو شَكَاتُ كَو تُرُ

عبدالرحمٰن بن برید سے ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا وتر تین رکعت

دن کے وتر مغرب کی طرح ہیں۔امام بیہی نے فرمایا بیہ عدیث صحیح ہے۔

یادر ہے کہ وتر کی تشبیہ فرض مغرب سے ہر طرح سے نہیں مراد بیہ ہے کہ وتر بھی فرض مغرب کی طرح تین و طاق ہیں اور جن روایتوں میں ہے کہ وتر کوفرض مغرب کے مشابہ نہ کروان سے مراد کامل و پوری طرح مشابہ کرنا ہے کہ وتر کوفرض مغرب کی طرح فرض نہ جانو کیونکہ بیہ واجب ہیں اور فرض مغرب کی کیفیت پر نہ پڑھو کیونکہ وتر کی سب رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ اور سورت ملانا اور آخری رکعت میں قر اُت کے بعد قنوت پڑھنا ہے۔ اور فرض مغرب کی آخری رکعت میں فاتحہ سورت ملانا ور آجری رکعت میں فاتحہ سے سورت ملانا

حفرت عائشه فرماتی ہیں حضور تین رکعت وتر پڑھتے تھے

عَنْ عَآئِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِشَلْثٍ يَقْرَءُ فِى الرَّكْعَةِ الْاوُلْى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى وَفِى النَّانِيَةِ قُلْ يَسَايُّهَا الْكَفِرُونَ فِى الثَّالِثَةِ قُلُ هُوَ اللَّهُ اَحَدٌ وَّ قُلُ اعْمُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُودُ بِرَبِّ النَّاسِ هلذَا حَدِيثٌ صَحِيعٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يَخُرُجَاهُ (المعدرك بَاسُ٣٥٥)

ام المؤمنين عائشرض الله عنها سے ہے كہ بے شك رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تين ركعت و تر برا حق تھے۔ پہلى ركعت ميں سَبِّ السَّمَ الله وَبِّلَى الله على اور دوسرى ميں قُلُ يَا يَّهُا الْكُلْفِرُونَ اور تيسرى ميں قُلُ مَا يُعَلِّمُ الْكُلْفِرُونَ اور تيسرى ميں قُلُ هُو الله اَحَدُ اور بهى قُلُ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور بھى قُلُ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور بھى قُلُ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ برا حق اور به حديث شيخين كى شرط برصح ہے۔

انہوں نے اسے روایت نہ کیا بفضلہ تعالی ان احادیث صححہ سے تین رکعت وتر کا دجوب آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہوا۔

غير مقلد كا چوتھا اعتراض:

مفتی صاحب نے مذکورہ روایت ابان بن یزیدکوسنن نسائی شرح معانی الآثار للطحاوی اور طبرانی صغیر کی طرف بھی منسوب کیا ہے حالانکہ ان کتب میں بدروایت قطعاً نہیں۔مفتی صاحب نے رسائل سے کتاب مرتب کرکے کھی پر کھی ماری ہے۔ نام نہاددین الحق ص ۲۳۸

لیعنی وترکی جوتفیر زرارہ نے سعد سے کی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیش نظریہ ہے کہ وتر تین رکعت ہے اور سلام نہ پھیرا جائے مگر ان کے آخر میں بخقیق بید روایت سعد کی حضرت عائشہ سے سیح وارد ہوئی ہے۔
اب غیر مقلدوں کو تین رکعت وتر تسلیم کر لینے چاہئیں خود حدیث کے راوی حضرت زرارہ معنی بیان کررہے ہیں کہ سلام تین رکعت پوری ہونے پر پھیرے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ہے۔ سنن نسائی شریف میں جزءاول ص ۲۲۹ پر حضرت ابی بن کعب کی روایت میں بھی بیالفاظ آئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ کا یُسَلِّمُ اللَّا فِی آخِرِهِنَّ سلام نہ کے مگر ان کے آخر میں ، جاءالحق سے حدیث نمبر ۵ تا ۲ دارقطنی اور بیہی نے حضرت عبراللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِتُرُ اللَّيْلِ كَوِتْرِ النَّيْلِ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلُوةَ الْمَغْرِبِ

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات کے وتر تین رکعت ہیں جیسے دن کے وتر نماز مغرب،اس پر غیر مقلد کا اعتراض۔

اعتراض:

س کی سند میں بیجیٰ بن زکر یا راوی ہے (داتھنی ج ۲ ص ۲۸ دیجی ج ۳ ص ۳۱) جو کہ معروف کذاب کہا ہے۔ معروف کذاب ہے اسے امام ابن جوزی اور ابن عدی نے گذاب کہا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

> ولاریب فی وضع الحدیث (مران جس ۲۷۸) یعنی اس کے وضاع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

یمی وجہ ہے کہ امام دارقطنی اور امام بیمیق نے اسے روایت کرنے کے بعد اس کی تضعیف کی ہے۔ (دارتطنی ۲۸ ج۲ دبیعتی جسم ۲۱ مہاددین الحق ص ۲۳۸)

الجواب اوّلاً: ہم نے بفضلہ تعالی ابن مسعود رضی الله عنه کی ندکورہ حدیث کی مجمع الزوائداور بیہق کے حوالہ سے صحت بیان کر دی ہے۔

ثانیاً: غیر مقلد نے حضرت ابن مسعود کی مذکورہ حدیث کے راوی کو کذاب ابت کرنے میں مکاری سے کام لیا ہے کہ ایک اور شخص بجی بن ذکریا کو راوی ظاہر کرکے میزان الاعتدال کے حوالہ سے کذاب ثابت کر دیا۔ بجی بن زکریا بن ابی الحواجب: حالانکہ اصل راوی مندرجہ ذیل ہیں۔

قال الدارقطنى ضعيف، قلت يحتملُ ان يكون الذى قبله (بران الاعتمال جلائي الحواجب دارقطنى نے كہا كه بيضعيف بيل علامه ابن مجر فرماتے ہيں كه اس ميں احتمال ہے كه دارقطنى نے اس سے پہلے داوى كوضعيف كہا ہو۔ اس سے معلوم ہوا كه دارقطنى كے ضعيف كہنے ميں بھى احتمال سے آيا كه يہى داوى كون عيف كہا ہو۔ اس سے معلوم ہوا كه دارقطنى كے ضعيف كہنے ميں بھى احتمال سے آيا كه يہى داوى مراد ہيں يا اس سے پہلا نيز اگر واقعت ہى فدكورہ داوى كذاب ہوتا تو حافظ ابن مجراحمال ذكركرنے كے بجائے تصديق كرتے كه داوى كذاب ہے مكر دہائى صاحب نے خوف خدا سے بے نیاز ہوكر محض اپنے فدم كى تقريب كى كى تقريب كى كى تقريب كى

حدیث کے راوی پر چسیاں کر دیا۔

نوٹ صحیح صورتحال معلوم کرنے کیلئے ہمارے ذکر کردہ میزان الاعتدال کے حوالہ کو دیکھیں اور بیہ قی ج ساص اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت امام بیہ ق کا تبصرہ دیکھیں اور ساتھ غیر مقلد کی طرف سے میزان الاعتدال کا حوالہ دیکھیں۔حقیقت سامنے آ جائے گی۔

ثالثاً. زیر بحث حدیث کی تائید خود عبدالله ابن مسعود رضی الله عنه کی موقوف حدیث کرتی ہے جس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔سند ومتن حدیث بیہ ہے:

قَالَ مُحَمَّدُ حَدَّثَنَا آبُوْمَعَاوَيَةَ الْمَكُفُوْفِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنُ مَّالِكِ بُنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بُنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ الْوِتْرُ ثَلَكٌ كَصَلُوةَ الْمَغْرِبِ .

(مؤطا امام محمد باب السلام في الورز)

حضرت عبدالله ابن مسعود رضی الله عنه نے فرمایا وتر تین رکعت ہے نماز مغرب کی طرح۔ اس جگه ہی ابن عباس رضی الله عنهما سے مروی ہے الله وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔

جاء الحق سے حدیث نُمبر کے طحاوی شریف نے حضرت ابن عباس رضی الله عنها سے روایت کی ۔ إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِشَلاَتَ رَکُعَاتٍ ۔ بے روایت کی ۔ إِنَّ اللهُ علیه وسلم ور پڑھتے تھے تین رکعتیں اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض۔

اعتراض

اس کی سند میں یجیٰ بن الجذ ارکوفی ہے۔

طحاوی ج اص ۱۹۸ جو کہ غالی شیعہ تھا (تہذیب ج۱۱ص۱۹۲) اور شیعہ کی روایت مفتی صاحب کے نز دیک سخت ضعیف ہوتی ہے۔ الجواب اوّلاً: غیرمقلدصاحب نے تہذیب التہذیب سے یکیٰ بن جذار کا شیعہ ہونا تو نقل کر لیا مگرینقل نہ کیا کہ متعدد محدثین کرام نے اسے ثقہ وصدوق شیعہ ہونا تو نقل کر لیا مگر یہ بابوزراعہ امام نسائی ابن سعد اور العجلی ہیں۔
(سیا) کہا جن میں امام ابوعاتم ، ابوزراعہ امام نسائی ابن سعد اور العجلی ہیں۔

(تهذيب المتهذيب ج ااص ١٩١ اورميزان الاعتدال ج٢ص ١٨)-

ثانیاً: غیر مقلدصاحب نے بیہ کہہ کر جان چھڑائی کہ مفتی صاحب کے نزدیک شیعہ کی روایت مردود شیعہ کی روایت مردود سیعہ کی روایت مردود ہے یا مقبول حالانکہ دلیل وہائی فد جب کے خلاف ہے۔ اسے اپنا موقف بیان کرنا چاہئے تھا اس سے بچھدار بچھ جائے گا کہ دال میں پچھکالاضرور ہے وہ بیہ کہ جب غیر مقلدوں پر مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ تمہاری پیش کردہ روایت غیر مقلدوں پر مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ تمہاری پیش کردہ روایت میں دو راوی رافضی (شیعہ) ہیں تو اس اعتراض سے جان چھڑانے کو وہائی صاحب نے متقدین کی اصطلاح کا سہارالیا چنانچے کھتے ہیں اگر بالفرض بیشلیم کرلیا جائے کہ امام عبید اللہ العری اور امام شعیب بن دینار شیعہ سے جو یقیناً غلط ہے تو بھی کوئی وجہ حدیث کوضعیف تھہرانے کی نہیں ہے کیونکہ متفدین حضرات محدثین کرام کے نزدیک اور متاخرین کی اصطلاح میں لفظ شیعہ میں فرق ہے اور اس کی حدفاصل ۱۹۸۰ ہے۔ ام نہاد دین الحق ص ۱۳۸۱

غيرمقلد كادوسرااعتراض

اس کی سند میں دوسرا راوی حبیب بن ثابت ہے جو کہ گوفی نفسہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں اور ان کی تدلیس کی صراحت حافظ ابن حجر امام ابن خزیمہ اور امام دار قطنی مدلس ہیں اور ان کی تدلیس کی صراحت حافظ ابن حجر امام ابن خزیمہ اور امام دار قطنی نے کی ہے۔ (تقریب من ۱۹۵ مطبقات میں ۱۹۵ کی صراحت کے بغیر عن سے مروی ہے لہذا اصول حدیث کی روسے بیر روایت بہت ضعیف ہے بلکہ مفتی صاحب تو مدلس راوی کی روایت کو سرے ہے موضوعات میں شار کرتے ہیں۔ مالجواب اولاً: ثقہ ہے جب بی غیر مقلد صاحب کو اقر ارہے کہ حبیب بن ابی

ثابت جمہور فقہاء و محدثین کے نز دیک ثقہ ہے نیز جب راوی کی عادت ہو کہ و ثقات سے ہی تدلیس کرتا ہوتو روایت مقبول ہے۔الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللّٰه علیہ مقدمہ مشکلوۃ میں فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ الْجَمْهُورُ اِلَى قَبُولِ تَدْلِيْسٍ مَّنْ عُرِفَ اِنَّهُ لَا يَدَلِّسُ اِلَّا عَنْ الضَّعَفَاءِ عَنْ ثِعَانَ يُدَلِّسُ عَنِ الضَّعَفَاءِ وَغَيْرُهُمُ

اور جہور مدلس کی روایت کو قبول کی طرف گئے ہیں اس سے جو جانا گیا کہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہے جس طرح سفیان بن عیبنداور اس کے رد کی طرف گئے ہیں جو تدلیس ضعفاء وغیرہم سے کرے۔

ثانیاً: معنعن روایت کا راوی ہمعصر سے کرے تو مسلم کی شرط پر روایت مقبول ہے گر امام بخالای کے ہاں ملاقات معتبر ہے (مقدم مشلوۃ) اب غیر مقلد کو وضاحت کرنی چاہئے تھی کہ حبیب بن ابی ثابت جن سے عن عن کرتا ہے وہ سب کے غیر معاصرین بیں تا کہ امام بخاری کی شرط پر ہی اس کی دلیل ہوسکتی ہے۔

ثالثاً مفتی صاحب رحمته الله علیه نے جس مدلس کو موضوع یا پرلے درجے کی تدلیس کہا ہے وہ بیصورت ہے کہ دراوی کہتا ہے مسمعت فلانا حالانکہ اہل تحقیق کے نزد یک اس کی اس سے ملاقات ہی ٹابت نہیں مطلق تدلیس کومفتی صاحب نے ایسا نہیں کہا۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۸ نسائی شریف نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر اللہ عنہ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تفا۔ آپ رات کو بیدار ہوئے اور وضو فر مایا۔ مسواک کی اور یہ آیہ کریمہ تلاوت فرماتے تھے۔ اِنَّ فِی حَلْقِ السَّموٰ بِ ۔ اللہ پھر دور کعتیں نفل پڑھیں۔ پھر آپ دوبارہ سوگئے یہاں تک کہ میں نے حضور کے فراٹے سنے پھر اٹھے اور مسواک کی پھر دوبارہ سوگئے یہاں تک کہ میں نے حضور کے فراٹے سنے پھر اٹھے اور مسواک کی پھر

دور کعتیں پڑھیں پھراٹھے اور وضومع مسواک کیا اور دور کعتیں پڑھیں اور تین رکعت وزیر ھے۔

غیر مقلد کااس پر پہلا اعتراض

بلا شبہ بیردوایت سنن نسائی جلداص ۲۰۱ میں موجود ہے لیکن امام بخاری نے صحیح بخاری ج اص ۱۳۵ میں اسے روایت کیا ہے مگر اس میں وتروں کی تعداد نہیں ہے اور یہ مفتی صاحب کا اصول ہے کہ روایت کے جو الفاظ بخاری میں نہیں وہ ضعف ہیں چنانچے فرماتے ہیں کہ بخاری نے ابوحمید ساعدی کی بیردوایت لی ہے مگر اس میں وہاں رفع الیدین کا ذکر ترنہیں اگر ان کی (ابوحمید ساعدی) روایت میں رفع الیدین کا ذکر ہوتا تو امام بخاری ہرگز نہ چھوڑتے (جاء الی ج س ۱۲) اس طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر اس روایت میں تین وتروں کا ذکر ہوتا تو امام بخاری ہرگز نہ چھوڑتے نام نہا ددین الحق ص

الجواب اولاً: امام بخاری کا روایت میں عدد وتر کے الفاظ کو بیان نہ کرنا وہائی صاحب کیلئے تب فرار کا بہانہ ہوتا جب کہ امام نسائی اور امام بخاری کی ایک ہی روایت ہو یہاں تو نسائی کی روایت الگ ہے اور بخاری کی الگ ان کی سند، متن اور واقعہ مختلف ہیں۔ بخاری کی سند ومتن یوں ہے:

حَدَّثَنَا عَبُدُ اللهِ بَنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مَّخْزَمَةَ بَنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرِيْبٍ أَنَّ إِبْنَ عَبَّاسٍ آخُبَرَهُ إِنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ هِي خَالَتُهُ فَلَ حُرْفُ اللهِ صَلَّى فَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهُ وَسَلَّمَ وَاهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ الله عَلَيْهُ وَسَلَّمَ وَاهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى اِنتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ فَرِيبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِه ثُمَّ قَرَءَ عَشَرَ اليَاتِ مِنْ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله مَنْ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله مِنْ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الله عَلَيْهِ وَسَلَمَ الله مَنْ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله مَنْ الله عَلَيْهِ وَسَلَى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله الله الله المَالمَةُ عَلَيْهُ وَسَلَّمَ الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله الله الله الله المَالمُ الله المَالمَةُ المَالمَةُ الله الله المُعْلَقَةُ المَالمَةُ المَالمُ الله المُعْلَقِيْ الله المُعْلَقِيْمُ الله المُعْلَمُ الله الله الله المُعْلَقِيةِ الله الله الله الله المَالمَةُ المَالِمُ الله الله الله المُعْلَقِيةُ المُنْ اللّهُ الله المَالمُ المَالمُ المُعْلَقَةُ المُعْلَقِيقَ الله المُعْلَقِيقُولُ الله الله المُعْلَقِيقُ المُعْلَقِيقُ المُعْلَقِيقُ المُعْلَقِيقُولُ المُعْلَقِيقُولُ المُعْلَقُ المُعْلَقِيقُ المُعْلِقُ المُعْلَقُ المُعْلَقُولُ المُعْلَقِيقُ المُعْلَقُ المُعْلَقِ المُعْلَقِيقُ المُعْلَقُولُ المُعْلَقُ المُعْلَقُ المُعْلَقُولُ

وَ قُمْتُ اللَى جَنْبِهِ فَوَصَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِى وَاَخَذَ بِالْذُنِى يَنَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِى وَاَخَذَ بِالْذُنِى يَنَهُ اللّهُ اللّهُ مَّ رَكُعَتَيْنِ ثُمَّ رَكُعَتَيْنِ ثُمَّ رَكُعَتَيْنِ ثُمَّ رَكُعَتَيْنِ ثُمَّ اوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَى جَآءَهُ الْمُوذِينُ ثُمَّ رَكُعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصَّبْحَ . (بخارى السُمُوذِن فَقَامَ فَصَلَّى رَكُعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصَّبْحَ . (بخارى 51 مُاسَكَ)

حفزت کریب سے ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے اسے بیان کیا کہ وہ حضرت میمونہ کے گھر رات کو تھا اور وہ ان کی خالہ تھی تو میں تکیہ کے عرض کی طرف سویا اور رسول الله صلی الله علیه وسلم اور آب کے اہل اس کے طول کی طرف تو رسول اللہ آدھی رات یا اس کے قریب تک سوئے پھر آئکھیں ملتے ہوئے بیدار ہوئے پھرسورہ آل عمران سے دس آیتوں کی تلاوت فرمائی پھر معلقہ مشک کے پاس تشریف لے گئے تو خوب طریقہ سے وضوفر مایا پھر نماز کو کھڑے ہوئے تو میں نے بھی آپ کی طرح کیا اور آپ کے بہلو میں کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور میرا کان پکڑ کر مروڑ ا پھر دودور کعتیں کر کے چودہ رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے پھر محو خواب ہوئے یہاں تک کدموذن خدمت اقدس میں حاضر ہوا (بیدار کیا) تو آپ نے دو رکعت سنت فجر ادا کیں پھر (مسجد کو) تشریف لے گئے اور نماز صبح (فرض) ادا کئے۔نسائی کی سندومتن اس طرح ہے۔

اخبرنا احمد بن سليمان قال حدثنا حسين عن زائدة عن حصين عن زائدة عن حصين عن حبيب بن ابى ثابت عن محمد بن على بن عبدالله بن عباس عن ابيه عن جده قال كنت عند النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّهَ فقام فوضا و استاك وهو يقراء هذه الاية حتى

فرغ منها إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَايْتٍ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَايْتٍ لِّالُولِي الْاَلْبَابِ ثُمَّ صلى ركعتين ثم عاد فنام حتى سمعت نفخة ثم قام فتوضا و استاك ثم صلى ركعتين ثم نام ثم قام فتوضا واستاك وصلى ركعتين و اوتر بِثَلْثٍ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات میں صفور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رات کو بیدار موئے اور وضوفر مایا مسواک کی اور بیآ یت کریمہ تلاوت فرماتے تھے اِنَّ فِی خَدِی السّمواتِ الْح پھر دور کعتیں نفل پڑھیں پھر آپ دوبارہ سو گئے یہاں تک کہ میں نے حضور کے خرائے سے پھر اٹھے اور مسواک کی اور دور کعتیں پڑھیں اور تین رکعت وتر پڑھے۔ ان دونوں روایتوں کی اساد ومتن کو قارئین بغور دیکھنے سے جان لیس کہ روایتیں مختلف ہیں اساد ومتن کو قارئین بغور دیکھنے سے جان لیس کہ روایتیں مختلف ہیں واقعہ بھی مختلف ہے۔ ایک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے ہاں تھا اور دوسری میں حضرت میمونہ کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہائی صاحب کا اعتراض غلط ہے کہ امام میمونہ کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہائی صاحب کا اعتراض غلط ہے کہ امام میمونہ کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہائی صاحب کا اعتراض غلط ہے کہ امام میمونہ کا ذکر نہیں۔

ٹانیاً: بیشلیم کرنے پر کہ نسائی و بخاری کی ایک ہی روایت ہے تو سوال ہہ ہے۔ کہ ان دونوں روایتوں کے متن میں کثیر اختلاف ہے تو وہا بی جی کو اور کسی لفظ پر کیوں نساعتراض ہوا محض بنڈلٹِ پر اعتراض ہوا کیا بیے خلاف مذہب ہے اس لئے؟

تالیاً امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بِفَلْتٍ کے الفاظ کو بیان نہ کرنا بھی لازم نہیں کر سے الفاظ موضوع یا مندرجہ ہیں کیونکہ امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ بھی بلند پایا محد سے اللہ بیان کی سنن النسائی شریف صحاح ستہ میں شامل ہے۔

رابعاً:غیرمقلدوں کے مذہب میں تضاد ہے بھی تین وتر کا انکار کرتے ہو آتے ہیں اور بھی اقرار کرتے چنانچہام المؤمنین عائشہرضی اللہ عنہا کی اس حدیر سے تین وتر مانتے ہیں۔

عَنُ آبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمِٰنِ آنَّهُ ٱخْبَرَهُ آنَّهُ سَالَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتُ صَلُوةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنِ يُدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشُرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي اَرْبَعًا ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتُ عَآئِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ٱتَّنَامُ قَبُلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَـ آئِشَةُ إِنَّ عَيْـ نَـ يَّ تَنَامَان وَلَا يَنَامُ قَلْبِي يبخارى ج ا باب قيام النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالليل في رمضان وغيره-حفرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے اس نے حفرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یو چھا کہ رسول یاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی تھی تو حضرت عا ئشہر ضی الله عنہانے فرمایا کہ رسول صلی الله عليه وسلم رمضان اور غير رمضان ميں گيارہ ركعات سے زائد نہيں پڑھتے تھے آپ چار رکعت نماز پڑھتے لیس تو اس کاحسن اور طول نہ یوچھ پھر جار رکعت نماز پڑھتے لیں تو اس کا حسن اور طول نہ یو چھ پھرتین رکعت نماز پڑھتے ۔حفرت عاکشہ رضی اللہ عنہانے کہا کہ میں نے رسول یا ک صلی الله علیه وسلم سے عرض کی کہ یا رسول الله صلی الله علیه وسلم کیا آپ وز پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں تو آپ نے فر مایا اے عاکشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ یا درہے کہ تراوح کے باب میں جب غیر مقلد نے مذکورہ حدیث کے تحت مفتی * (.....

صاحب رحمت الله عليه نے اعتراض كيا كه به حديث تمهارے خلاف ہے كيونكه اس سے بين ركعت وتر ثابت ہيں جب كه تم غير مقلداس كے منكر ہواس سے جان چھڑا نے كو وہا بى صاحب لكھتا ہے۔ ہم تين عدد ركعت وتر كے ہرگز منكر نہيں۔ نام نهاد دين الحق صلاحات كيونكه يہاں وہا بى صاحبان تين ركعت وتر نه مانيں تو مصيبت به آتى ہے كه هم ركعت تر اور خاب نہيں ہوتى به ان نام نهاد اہل حديثوں كے مذہبى تضادكى ايك مثال ہے ورندان كے مذہب ميں اليكى بہت مثاليں ملتى ہيں۔

و پابی صاحب کا دوسرا اعتراض

اس نفترشدید کے باوجود مفتی صاحب مزعومہ تین رکعت وتر لیعنی دوسری رکعت پر التحیات بیٹھنا اور تیسری میں قر اُت کے بعد رفع الیدین کرکے ہاتھ باندھ کر دعا قنوت کا مانگنا بالکل ثابت نہیں ہے لہذا مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنے موقف کی تائید میں کوئی صحیح حدیث پیش کرتے مگر انہوں نے صرف وتر کے عدد کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ دیگر باتوں کو نظر انداز کر دینا ہی مناسب جانا ہے۔ نام نہاد دین الحق ص

الجواب اوّلاً: جب مفتی صاحب رحمته الله علیه کی پیش کردہ حدیث میں تین ور ثابت ہیں اور دوسری رکعت کے بعد تشہد اور دعائے قنوت اور تیسری رکعت کی قراء ت کے بعد مع الکیر ہاتھ اٹھا کر باندھنا اور دعائے قنوت پڑھنا کسی چیز کی نفی زیر بحث حدیث میں نہیں آئی تو غیر مقلدوں کو چاہئے کہ مان جا کیں گریہ بجائے مانے کے چور مجائے شور کا کام کر رہے ہیں۔

تانیاً وہابی صاحب خواہ مخواہ اندھوں کی طرح اعتراضات کر رہا ہے اسے یہ تو دیکھنا چاہئے کہ یہاں تو مفتی صاحب کا موقف ہے تین وتر کا ثبوت تو جن مسائل کا اس مضمون سے تعلق نہیں ان کا یہاں مطالبہ سینہ زوری واندھا پن ہے۔

تالیاً غیر مقلد جس جاء الحق پر اعتراضات کر رہا ہے اگر اسے ہی پوری طرح

د کھے لیتا تو جاہلانہ اعتراض کی نوبت نہ آتی کیونکہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آگے اس مضمون کے تحت کہ وتر میں دعاء قنوت ہمیشہ پڑھو وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنے کومع الدلائل ثابت کیا ہے۔اب ہم بھی بفضلہ تعالی وہابی کا مطالبہ پہیں یورا کر دیتے ہیں۔

ورز فرض مغرب کی طرح تین رکعت ہیں

عَنْ عَبُدِ اللّهِ بُنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ وِتُرُ اللَّيْلِ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلُوةَ اللّهَارِ صَلُوةَ الْهَبُ رَانِي فَي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الْهَرِ فَلَا الْمُعْرِبِ ثَلْتُ الْمُدَارُدِ الْمُؤْمِدُ الْمُؤْمِنُ اللّهُ الْمُؤْمِدُ الْمُؤْمِنُ اللّهُ الْمُؤْمِدُ الْمُؤْمِدُ الْمُؤْمِدُ اللّهُ الْمُؤْمِدُ اللّهُ الْمُؤْمِدُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ الل

عبداللدابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے ہے گہ فر مایا رات کے ور دن کے ور من کماز مغرب کی طرح تین رکعت ہیں لیعنی جیسے مغرب کے فرض طاق ہیں اسی طرح رات کے ور بھی طاق ہیں اسے طبرانی نے اپنی طبرانی کمیر میں روایت کیا اور راوی اس کے میچ کے راوی ہیں ۔ یعنی سب ثقہ ہیں۔ دوم: مُحَدَمَدٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ ابْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ لَیْتٍ عَنْ عَطَآءِ بُن یَسَادِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسِ الْوِتُرُ کَصَلُوٰةَ الْمَغُوبِ .

(موطا امام محمد باب السلام في الور)

حضرت ابن عباس رضی الله عنهما سے مروی ہے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ ان دونوں احادیث سے واضح ہوا کہ وتر اسی طرح ادا ہوں گے جس طرح مغرب میں دور کعت بحس طرح مغرب میں دور کعت کے بعد قعدہ اور تشہد ہے تو وتر میں بھی اسی طرح دور کعت کے بعد قعدہ اور تشہد واجب ہیں۔

وركى تيسري ركعت مين دعاء قنوت كا ثبوت

اول:

وَعَنْ آبِي بُنِ كَعُبِ آنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقُنْتُ قَبْلَ الرَّكُوْع (ابن ماجه باب ما جاء في القنوت قبل الركوع و بعده نسائي باب كيف الوتر بثلاث)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ واللہ واللہ

دوتم:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَعْنُ عَبْدِ قَالَ كَانَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَقْنُتُ قَبْلَ يَقْنُتُ قَبْلَ الْوِتْرَ فَاِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّحْعَةِ (طَاوى)بالقوت في الفجروغيره)

عبدالرحمٰن ابن مسعود اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے بغیر کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

سوئم ابن مسعود اور رسول الله کے اصحاب وتر میں قبل از رکوع

دعا قنوت براضته تق

حَلَّاتُكَ يَزِيْدُ بُنُ هَارُونَ ثَنَا هِشَامُ عَنُ عَلْقَمَةَ أَنَّ إِبْنَ مَسْعُوْدٍ وَ وَأَصْحَابُ النَّبِي كَانُوْا يَقُنُتُونَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ . وَأَصْحَابُ النَّبِي كَانُوْا يَقُنُتُونَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ .

(مصنف ابن ابي شبيه باب القنوت قبل الركوع او بعده)

حفزت علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(اسنادہ سیج)اس کی سند سیج ہے۔

چهارم:

عن ابراهيم أن أبن مسعود كان يقنت السنة كلها في الوتر قبل الركوع (رواه مُد بن الحن في كتاب الآثار في باب القوت في السلوة)

حضرت ابراہیم (نخعی) سے مروی ہے بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (واسنادہ مرسل جید) پیے حدیث مرسل ہے اور اس کی سند جید ہے۔ دعاء قنوت کے لئے مع النگبیر ہاتھ اٹھانے کا ثبوت

نماز میں سات جگہوں کے سوا ہاتھ نہ اٹھاؤ

عَنْ اِبُسَرَاهِیْسَمَ النَّخُعِیِّ قَالَ لَا تَرُفَعُ اِلَّایْدِی اِلَّا فِی سَبُعِ مَوَاطِنَ فِی اِفْتِتَاحِ الصَّلُوةِ وَفِی التَّکُییُرِ لِلْقَنُوْتِ فِی الْوِتْرِ وَفِی الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اِسُتِلاَمِ الْحَجُرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرُوةَ وَ بِجَمْعِ وَعِرُفَاتِ رَعِنْدَ الْمَقَامَیْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتیُن

(طحاوى باب وضع اليدين عندرؤية البيت)

حضرت ابراہیم نخق سے مروی ہے کہ سات مقام پر ہاتھ اٹھائے جا ئیں۔
تکبیر تحریمہ کے وقت، وتر میں قنوت کی تکبیر کے وقت، عیدین کی تکبیرات
زوائدہ میں، حجر اسود کے اسلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، مز دلفہ اور
عرفات میں، منیٰ میں کنگریاں مارنے کے وقت، جاء الحق سے حدیث
نمبر 9 تا ۱۳۱

تر مذی، نسانگی، داری، ابن ماجه، ابن الی شیبہ نے حضرت عبداللّد ابن عباس رضی اللّٰه عنہما سے روایت کی ۔ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُرَاءُ فِي الُوِتُرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَىٰ وَقُلْ يَنَايُّهَا الْكَفِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدُ فِيُ - كُعَتِه

فرمات بيس كه نبى كريم صلى الشعليه وسلم وتريس بسبب اسم ربيك السم ربيك الأعلى اورقل هو الله برها كرت شف الأعلى الدير ها كرت شف الكارك الكاركات الكار

اس پرغیرمقلد کا پہلا اعتراض

سوال: یہ ہے کہ آیا ان روایات میں ایک رکعت کی نفی ہے ذکر تو کیانفس مسکلہ سے اس کا سرے ہے کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ وتر میں رسول اللہ علیہ وسلم کی قرائت کا طریقہ بتلایا ہے جس پر المحمد للہ المحدیث عمل پیرا ہیں جبکہ حفی اس سنت کے منکر ہیں اوران کے نزدیک کسی سورة کی تخصیص جائز نہیں ہے کیونکہ (فَاقُدُو اُ مَا تَکَسُّرَ الایة) کے خلاف ہے (فُرِ القدیرہ ۲۹۳ تا) لہذا مفتی صاحب نے ان روایات کو دلیل بناتے ہوئے سوچ و بچار سے کا منہیں لیا یا پھر صرف تعداد کولیا ہے۔ بقیہ باتوں کونظر انداز کر دیا ہے۔ اَفَدُ وُ مِنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ تَکُفُرُونَ بِبَعْضِ نام نہاد دین الحق صفی نمبر 438، 438

الجواب اوّلاً: بی ہاں مذکورہ حدیث میں ایک رکعت وتر کی نفی تو ہوئی ہے گر علم غیر مقلد کو نظر نہیں آئی وہ یوں کہ حدیث میں واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں تین سورت تو وتر تین رکعت ثابت ہوئے اور ایک رکعت وتر کی خود بخو دنفی ہوئی اگر کوئی کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المرایک رکعت فرض پڑھتے تھے تو کوئی عقل کا اندھا ہی کہے گا کہ اس سے دو فرض کی نفی نہیں ہوتی لہذا میں دو ہی پڑھوں گا۔

ثانيًا: كوئى عقلمندتوية بات نبيس كه كاكه فدكوره حديث كااس مسله يكوئي

تعلق نہیں کیونکہ عنوان سے واضح ہے کہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس جگہ تین رکعت وتر پر دلائل دے رہے ہیں اور زیر بحث حدیث میں اس کا واضح ثبوت ہے۔

ثالثاً وہابی صاحب کا کہنا کہ بلکہ اس (حدیث) میں رسول الله صلی الله علیہ وہلم کا وتر میں قراءت کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پرالحمد لله اہلحدیث عمل پیرا ہیں جبکہ حق اس سنت کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک کسی سورۃ کی تخصیص جائز نہیں ہے کیونکہ فاقدء وا ما تیسد الآیہ کیخلاف ہے۔

الجواب اوّلاً: غیرمقلدوں کے حدیث پرعمل پیرا ہونے کا نمونہ ای جگہ دکھ لیں تو معلوم ہو جائے کہ وہائی کاعمل پیرا ہونے کا دعویٰ خارج از حقیقت ہے کیوئل زیر بحث حدیث اور اس کے علاوہ احادیث میں تین رکعت وتر معین ہیں مگر وہاؤ صاحب انہیں احادیث سے سورتوں کے تعین کوصرف مان ہی نہیں رہا بلکہ ان پرعمل پیرا ہونے کا دعویٰ بھی کر رہا ہے جبکہ تین رکعت وتر کا انکار کرتا ہے بیرا نکار حدیث انہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیاً خود وہابی احناف کو اس سنت سے منکر ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ حدیث میں مذکورہ سورتوں کی تخصیص نہیں مانتے تخصیص نہ ماننے کی وجہ بھی بتا دی کہ الا کے نزدیک اس آیہ مبارکہ (فَاقُرُواْ مَا تَیسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) کے پیش نظر شخصیص جائم نہیں۔ اب قار نمین خود دکھے لیں کہ وہابی جی کے نزدیک احناف اس لئے منکر سنت ہیں کہ وہ قرآن پر زیادتی نہیں کرتے کیونکہ شخصیص ماننے سے آیہ مبارکہ پر زیادتی ہیں کہ وہ قرآن پر زیادتی نہیں کرتے کیونکہ شخصیص ماننے سے آیہ مبارکہ پر زیادتی

ثالثاً ندکورہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک بیان ہے کہ آپ ان سورتوں کو تین رکعت وتر میں پڑھتے تھے امر نہیں کہتم ان سورتوں کو پڑھو۔ جب بیہ صورت ہے تو آپ کے فعل پرعمل بھی مستحب ہوتا ہے بھی غیر مؤکدہ بھی مؤکدہ لیٹی جیسا قرینہ پایا جائے یہاں قرینہ ہے کہ ان سورتوں کا پڑھنا مستحب کہا جائے تا کہ ندکورہ آیت پرزیادتی نہ ہوتو یہی بفضلہ تعالی ہم احناف کہتے ہیں پھر ہم منکر سنت کیسے ہوئے۔

رابعاً اگران سورتوں کی شخصیص کرلیں گے جن کے بارے آیا کہ رسول اللہ معلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ان سورتوں کو فلاں فلاں نماز میں پڑھتے تھے تو باقی قرآن کا چھوڑ نالازم آئے گا حالانکہ حق سے ہے کہ تمام قرآن پڑھا جائے نیز کہیں فعل کفار سے مشابہ نہ ہوجس کا ذکراس آیت میں ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ ينرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْ اهلذَا الْقُرْانَ مَهُجُورًا

(سورة الفرقان آيت نبر٣٠ پاره نبر١٩)

اور رسول نے عرض کی اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل کھیرالیا۔

غيرمقلد كادوسرااعتراض

ان روایات میں ہے کسی میں بیصراحت ہے کہ درمیان میں تشہد پڑھا جائے اور قبل از وقت رکوع قر اُت کے بعد رفع یدین کرکے ہاتھ باندھ کر قنوت مانگی جائے وغیرہ ذلک الغرض بیہ روایات احناف کے مفید مطلب نہیں جتنی دیر مذکورہ چیزیں ثابت نہ ہوں۔

الجواب اعتراض میں مذکورہ چیزوں کوہم اوپر ثابت کرآئے ہیں لہذاغیر مقلد کااعتراض احادیث سے جہالت کا نتیجہ ہے۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۸ ترفدی شریف، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجه، امام احمد بن منبل نے حضرت عبدالعزیز ابن جرتج، عبدالرحل بن ابزی سے روایت کی، قال سَئَلْنَا عَآئِشَةَ بِاَتِّ شَیْءٍ کَانَ یُوْتِوُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْ اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتُ کَانَ یَقُوتُهُ فِی الْاُولٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتُ كَانَ یَقُومُهُ فِی الْاُولٰی بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْلَاعْدِ وَفِی التَّالِیَةِ بِقُلُ هُو الْاَعْدِ وَفِی التَّالِیَةِ بِقُلُ هُوَ

اللهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ،

فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم و تر میں کیا پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سَبِّے اللّٰہ رَبِّكَ الْاَعْدلٰی اور دوسری میں قُدلُ یَ اَلْاَعْدلٰی اور دوسری میں قُدلُ مَا اللّٰهُ اَحَدٌ اور فلق و ناس اس مرفوع حدیث میں تین رکعت و ترکا واضح ثبوت ہے کہ سوا آئکھ و دل کے اندھے کے ہرایک جان جاتا ہے مگر وہائی کی ہٹ دھری دیکھو کہ کہتا ہے اس سے ایک رکعت و ترکی نفی نہیں ہوتی اور تین رکعت و ترکے ثبوت سے اسے کوئی تعلق نہیں ۔ ایک رکعت و ترکی نفی نہیں ہوتی اور تین رکعت و ترکے ثبوت سے اسے کوئی تعلق نہیں ۔ عاملہ قال آن رَسُولَ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلّٰمَ یَقُرَءُ فِی الْوِتُو بِسَبِّنِے اللّٰہ مَا لَٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلّٰمَ یَقُرَءُ فِی الْوِتُو بِسَبِّنِے اللّٰہ وَ فِی النَّانِیَة بِقُلْ یَا اَنْہُ اللّٰہ وَ فِی النَّانِیَة بِقُلْ یَا اَنْہُ اللّٰہ وَ مَا النَّانِیَة بِقُلْ یَا اَنْہُ اللّٰہ وَ فِی النَّانِیَة بِقُلْ یَا اَنْہُ اللّٰہ وَ فِی النَّانِیَة بِقُلْ یَا اَنْہُ اللّٰہ وَ فِی النَّانِیَة بِقُلْ یَا اَنْہُ اللّٰہ وَ مَالَٰہ اللّٰہ اللّٰہ وَ مَالِلَٰہ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ فِی النَّانِیَة بِقُلْ یَا اللّٰہ اللّٰہ وَ فِی النَّائِیَة بِقُلْ یَا اللّٰہ اللّٰہ وَ مَالَٰہ اللّٰہ وَ اللّٰہ اللّٰہ وَ اللّٰہ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ اللّٰہ وَ اللّٰہ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ اللّٰہ وَ الْوَالَٰمِ وَ اللّٰہ وَا اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ اللّٰہ وَ ا

اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَىٰ وَ فِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَاكَيُّهَا الْكَفِرُونَ وَ فِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ يَاكَيُّهَا الْكَفِرُونَ وَ فِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ اَحَدٌ وَ لَا يُسَلِّمُ اللَّا فِي آخِرِهِنَّ

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سَبِّے اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ السَّلَهُ اَحَدُ بِرُها کرتے تھے اور سلام نہ پھیرتے تھے مگران تینوں رکعتوں کے آخر میں۔

ال سے واضح ہے کہ تین وتر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر دیے تھے،اس پر کوئی رکعت زیادہ نہ کرتے تھے۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۰ ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ اَجْمَعُ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْوِتْرِ ثَلْثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ الْ فَالَ آخِرِهِنَّ اس برسارے مسلمان متفق ہیں کہ وتر تین رکعتیں ہیں نہ سلام پھیرے مگر ان

ے آخر میں اس پرغیرمقلد کا پہلا اور دوسرا اعتراض: پیرحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ اثر ہے -

ثانیاً یہ قول امام حسن بھری کا ہے۔حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ۔ بسیا کہ مفتی صاحب لکھ کر باور کرانا چاہتے ہیں۔نام نہاد دین الحق ۴۳۹ الجواب اوّلاً: یہ تو مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فر مایا ہی نہیں کہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

ثانياً: رضی الله عنه دعائيہ جملہ ہے اسے علاء امت صحابہ کے علاوہ بعد کے اکابر بزرگان کے ناموں کے ساتھ بھی لکھتے آئے ہیں اس کے جواز کی دلیل یہ آیہ مبارکہ

والسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمُ لِإِحْسَانِ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمُ وَرَضُوْا عَنْهُ

اورسب میں پہلے اگلے مہاجر اور انصار اور وہ جنہوں نے اتباع کی ان کی عملائی پر اللہ ان سے راضی ، اس میں اللہ تعالیٰ نے معلائی پر اللہ سے راضی ، اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام اور قیامت تک بھلائی پر ان کی اتباع کرنے والوں کورضی اللہ عنہم میں شامل کیا ہے۔وَلَوْ کَرةَ الْمُنَافِقُوْنَ ،

غيرمقلد كاتيسرااعتراض

اس کی سند میں عمرو بن عبید بن باب ہے۔مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص۲۹۳ اور بیمعروف کذاب ہے۔علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ

قَىالَ إِبْنُ مُعِيْنِ لاَ يُكُتَنُ حَدِيثُهُ وَقَالَ نِسَائِقٌ مَتُرُولُ الْحَدِيْثِ وَقَىالَ آيُّوْبُ وَ يُونَسُ يُكُتَبُ وَقَالَ حُمَيْدُ كَانَ يَكُذِبُ عَلَى الْحَسَنِ وَقَالَ إِبْنُ حَبَّانَ كَانَ يَشْتِمُ صَحَابَةَ وَيَكْذِبُ الْحَدِيْثَ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِيٌ ضَعِيْفٌ (يران ٣٥٣٥٥) کہاامام ابن معین نے اس کی حدیث کھی ہی نہ جائے۔امام نسائی اے متروک الحدیث بتاتے ہیں امام یونس اور امام ایوب نے اس کی تکذیب کی ہے۔امام حمید فرماتے ہیں کہ حسن بھری کی طرف جھوٹ منسوب کرتا تقا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ خبیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا تھا اور جھوٹی روایات وضع کرتا تھا۔ امام دار قطنی کا کہنا ہے ضعیف

حافظ ابن حجرنے تہذیب التہذیب میں اس کامفصل حال درج کیا ہے اور اس کے خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ

دَاشِيَةٌ الِّي الْبِدُعَةِ إِنَّهُمَهُ جَمَاعَةٌ (تقريب مِن ٩٥)

لینی بدعتی تھا اور ایک جماعت نے اسے کذاب کہا ہے۔ نام نہاد دین الحق م

الجواب اوّلاً: فقہا عظام نے حضرت امام حسن بھری رضی اللہ عنہ کے مذکور ارشاد کو بطور جحت پیش کیا ہے اگر بقول وہابی موضوع ومن گھڑت ہوتا تو فقہاء رضی الله عنهم اسے دلیل نہ جانتے چنانچہ علامہ کاسانی بدائع الصنائع جزء اول میں فرماتے

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ آجُمَعُ الْمُسْلِمُونَ عَلَى آنَّ الْوِتْرَ ثَلْكَ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الْحِرِهِنَّ .

تین وتر پرمسلمانوں کا اجماع ہے

حفزت حسن ہے ہے کہ فرمایا اس پرمسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ بے شک وتر تین رکعت ہے اور سلام نہ پھیرا جائے گر ان کے آخر میں، یہی صاحب ہدایہ نے جزءاول پرنقل فرمایا ہے اور تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جزواوّل پر بھی منقول فانیاً: آٹھ رکعت تراوت کی تعین میں غیر مقلدوں کی بنیادی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ علیہ وسلم رمضان علی مدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم رمضان میں رات کو گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ گیارہ رکعتوں میں بنین رکعت و ترمتعین نہیں مانیں گے تو آٹھ تر اوت کا تعین کیے کریں گے مگر افسوس کہ وہابی صاحبان ان حقائق کو پس پشت ڈال کرآٹھ تر اوت کمتعین کرتے ہیں تین وترکی تعین کا انکار کرتے ہیں۔ در حقیقت، یہ حدیث سے انکار ہے مگر پھر بھی آپ المحدیث ہیں۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۱ ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے حضرت ابوخالد سے روایت کی۔

قَالَ سَئَلُتُ إِبَا الْعَالِيَةَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلِمُنَا اَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ مَلَّا مَنْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلُوةَ الْمَغُرِبِ هَلَا وَتُرُ اللَّيْلِ وَ هَلَا وِتُرُ النَّهَارِ .

میں نے آبوالعالیہ سے ور کے متعلق بوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم سب صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہی جانتے ہیں کہ ور نماز مغرب کی طرح

بي -

رات کے ور اور مغرب دن کے ور

یداکیس حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ وترکی تین رکعتوں پر بہت زیادہ حدیثیں موجود ہیں اگر تفصیل ملاحظہ کرنا ہوتو طحاوی شریف اور صحیح البہاری ملاحظہ فرمائے۔ ان احادیث سے پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاعمل شریف تین رکعت وتر پر تھا۔ تمام صحابہ کا یہ ہی عمل رہا اور اس تین رکعت پر سارے مسلمان منفق ہیں۔ حنفی کہتے ہیں کہ تینوں رکعتیں ایک سلام سے پڑھے مگر نفس امارہ پر چونکہ نماز مرال ہے اس لئے ہوائے نفس والوں نے صرف ایک رکعت وتر پڑھ کرسور سنے کی عادت ڈالی۔

ناظرین نے ان مذکورہ احادیث میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وترکی پہلی رکعت میں فلاں اور تیسری میں فلاں سورت پڑھتے تھے۔ دوسری میں فلاں اور تیسری میں فلاں سورت پڑھتے تھے۔ وہابی حضرات بتائیں کہ اگر وتر ایک رکعت ہے تو یہ سورتیں کیے پڑھی جائیں گی۔

ال پرغیرمقلد کا اعتراض

یہ روایت بہرحال موقوف ہے اور ایک رکعت پر صحیح صریح مرفوع احادیث موجود ہیں اور یہ فریقین کے مسلمات میں سے ہے کہ جب موقوف اور مرفوع کا تعارض ہوتو مرفوع کولیا جائے گا اور موقوف کوترک کر دیا جائے گا۔

علامدابن جام حنفی فرماتے ہیں:

ان قول الصحابي حجة فيجب تقليدة عندنا اذا لم ينفه شيء آخر من السنة (التريم ٢٠٣٠)

لیعنی صحابی کا قول حجت اوراس کی تقلید واجب ہے۔ ہمارے ہاں جب وہ سنت کے معارض نہ ہوا۔

اس اصول کا اقرار مولوی ابو یوسف محمد شریف بریلوی شاگرد خاص مولوی احمه رضا خال نے بھی فقہ الفقیہ ص ۲۵۶ میں کیا ہے۔معروف مولوی غلام رسول سعیدی شخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ (کراچی) وشارح صحیح مسلم لکھتا ہے۔

یادرہے کہ جب کوئی مسکد حدیث سے ثابت ہواوراس کے معارض اور مخالف کتاب وسنت کی کوئی قطعی دلیل نہ ہوتو اس صورت میں اس حدیث پڑمل کرنا ہی صحح دین ہے اور کوئی آ دمی اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالم دین کیوں نہ ہولیکن جب وہ حدیث صرح کے خلاف کوئی بات محض اپنی رائے سے بلا دلیل کہتا ہے توضیح اور صرح حدیث کے مقابلہ میں اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا ہی ہدایت اور راہ استقامت ہے بعد کا کوئی آ دمی علم وفضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو صحابہ سے نہیں استقامت ہے بعد کا کوئی آ دمی علم وفضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو صحابہ سے نہیں

بروصكنا-

اور جب اصول یہ ہے کہ جب قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہوتو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے ذکر بالجمر ص ۱۰۵طبع فرید بک شال لا ہور ۱۳۹۷ھ

امید ہے کہ علاء بریلوی اس جواب سے مطمئن ہوجائیں گے۔

الجواب اوّلاً: غیر مقلد کا کہنا کہ بیر روایت بہر حال موقوف ہے۔ اصول سے جہالت ہے کیونکہ عند الاصولین جب صحابی کے قول میں اسرائیلیات ورائے کو دخل نہ ہوتو وہ حدیث مرفوع حکمی ہے چنانچہ الثاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مقدمہ مشکو قیر کھتے ہیں:

وَّامَّا حُكُمًا فَكَاخْبَارِ الصَّحَابِيِّ الَّذِي لَمْ يُخْبِرُ عَنْ كُتَبِ الْمُتَقَدَّمَةِ مَالا مَجَالُ فِيهِ لِلاِجْتِهَادِ

ایمی حدیث مرفوع حکمی جبیها که صحابی کی وه روایت جس میں کتب سابقه سے خرنه دی مواور نه اجتها دکو دخل مو۔

مديث مرفوع حكمي كابيان

شخ الاسلام علامه ابن حجر عسقلاني لكصة بين:

وَمِشَالُ الْسَمَرُفُوعِ مِنَ الْقَوْلِ مُحَكِّمًا لَا تَصْوِيُحًا مَّا يَقُولُ الصَّحَابِيُّ الَّذِی لَمْ يَا خُدْ عَنِ الْاِسُرَائِیُلیَاتِ مَالا مَجَالٌ السَّحَاجِةِ الَّهِ فَيْهِ وَلا لَمْ تَعَلَّقُ بِبَیَانِ لُغْةٍ اَوْ شَرْحٍ غَرِیْبٍ کَلَاخْبَادِ للْاِجْتِهَا فِیْهِ وَلا لَمْ تَعَلَّقُ بِبَیَانِ لُغْةٍ اَوْ شَرْحٍ غَرِیْبٍ کَلَاخْبَادِ اللَّانُبِیَاءِ عَلَیْهِمُ عَنِ اللَّمُ وَ الْمَصَوْدِ الْمَصَاضِیةِ مِنْ بَدَءِ الْحَلْقِ وَاخْبَادِ الْلاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلامُ اَوْلاَتِیَة کَلْمَلاَحِمِ وَالْفِتَنِ وَاحْوَالِ یَوْمَ الْقِیلَمَةِ وَکَذَا السَّلامُ اَوْلاَتِیَة کَلْمَلُومِ وَالْفِتَنِ وَاحْوَالِ یَوْمَ الْقِیلَمَةِ وَکَذَا اللَّهُ مُنْ الْمَرْفُومِ لِلاَثَ الْحَبَادُةُ بِذَلِكَ مَسَلًا مَعْ مَلُ اللَّهُ مُنْ عُرِلاً لَا تَعْبَادُهُ بِذَلِكَ مَسَلَّمُ الْمَرْفُومُ عَلِلاً الْمَرْفُومُ عَلِلاَ الْحَبَارَةُ بِذَلِكَ

يَ قُتَ ضِى مُخْسِرًا لَّـهُ وَمَالاً مَجَالٌ لِلاِجْتِهَادِ فِيْهِ يَقُتَضِى مُوَقِّفًا لِلهِ عَلَيْهِ وَلَا مَكَالُ لِلاِجْتِهَادِ فِيْهِ يَقُتَضِى مُوَقِّفًا لِللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِلْفَائِلِ بِهِ وَلاَ مَوَقِّفٌ لِلُصَّحَابِيِّ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ لَ نعبة الكفوس ١٣٣٥

یعن صحابی کے قول سے بلا تصریح مرفوع حکمی کی مثال جو کہ صحابی بیان کرے جس نے اسرائیلی روایات سے نہ لیا ہواور نہ اس میں اجتہاد کو دفل ہواور نہ اس کا بیان لغت سے تعلق ہو یا شرح غریب سے جیسا کہ صحابی کا امور ماضی کی ابتداء خلق سے خبر دینا اور انبیاء علیم السلام سے خبر یں بیان کرنا اور آنے والے زمانوں کی جیسے جنگوں اور فتنوں اور خبریں بیان کرنا اور آنے والے زمانوں کی جیسے جنگوں اور فتنوں اور احوال قیامت کی خبریں دینا ایسے ہی ان کاموں کی خبر دینا جن کے کرنے پر ثواب مخصوص حاصل ہو یا عذاب مخصوص کی اطلاع ہو۔ اس کا مقضی ہے اور اس کی خبر جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہووہ قائل کو اس پر آگاہ مقضی ہے اور اس کی خبر جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہووہ قائل کو اس پر آگاہ کرنے والا سوا کرنے والے کی مقضی ہے اور صحابی کو ان باتوں پر آگاہ کرنے والا سوا نہیں اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کے اور کوئی نہیں (لہذا مرفوع حکمی ہوئی)۔

اب اس بیان کے بعد زیر بحث روایت کے بیدالفاظ کہ ہم صحابہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم و ترکونماز مغرب کی طرح جانتے تھے۔ قابل غور ہے کہ صحابہ نبی صلی الله علیہ وسلم کے بتائے بغیر اپنی رائے سے تو و ترکونماز مغرب کی طرح نہیں جانتے تھے لہذا بیدوایت حدیث مرفوع صلی ہوئی مگر وہائی صاحب کی جہالت پر افسوس کہ اس کا سرے سے نبی صلی الله علیہ وسلم سے تعلق ہی توڑ رہا ہے۔

ثانیاً: غیر مقلد کا کہنا کہ جب مرفوع اور موقوف کا تعارض ہوتو مرفوع کو لیا جائے گا اور موقوف کو ترک کر دیا جائے گا۔

الجواب اولاً: ہم نے بفضلہ تعالی زیر بحث روایت کا ازروئے اصول مرفوع علی ہونا ثابت کردیا ہے۔

تين وتر پراهاديث كي صحت كابيان

فانیاً: مئله تین رکعت وتر کے ثبوت پر ہم نے بفضلہ تعالی کچھ احادیث مرفوعہ صریحہ کی صحت بیان کردی ہے مزید صحت پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

راوّل) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبّاسِ آنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّا وَهُو يَقُولُ (إِنَّ فِي خَلْقِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّا وَهُو يَقُولُ (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّسَمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَا لِ لَايَاتٍ لِأُولِي السَّسَمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَا لِايَاتٍ لِأُولِي السَّسَمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهُورَةَ ثُمَّ السُّورَةَ ثُمَّ الْمَولِي اللَّيْلِ وَالنَّهُودَ وَالسُّجُودَة ثُمَّ الْصَرَف فَنَامَ وَلَوْكُوعَ وَالسُّجُودَة ثُمَّ الْصَرَف فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ الْمُورَة لُكَ مَلَّاتٍ مِتَّى رَكَعَاتٍ فِى كُلِّ ذَلِكَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ الْوَلِي اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ الوالله الله المن عباس عنه الاعلاء والسن جزء ۵ ابواب الوتر

حضرت ابن عباس رضی الله عنها سے مروی کہ وہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ صلی الله علیہ وسلم بیدار ہوئے پس مسواک کیا اور وضوفر مایا پھر ان آیات کوان فیسی خسلتی السّسَمَوَاتِ وَالْاَرْضِ آخر سورت تک پڑھا پھر کھڑے ہوئے تو دو رکعت نماز کو پڑھا ان میں قیام اور رکوع اور سجدہ لمبا کیا پھر سلام پھیرا تو سو گئے، یہاں تک کہ خرائے لینے لگے۔ایہا بی آپ نے چھر کھت پڑھنے میں تین بار کیا ہر دو رکعت کے لئے مسواک فرماتے وضو کرتے اور فدکورہ آیات پڑھتے پھر تین رکعت و تر پڑھے (الحدیث) اسے مسلم نے بطریق علی بن عبدالله بن

عباس روایت کیا۔ اس پر تعلیق میں ہے:

قُلْتُ لَمْ يَنْفُودُ حَبِيْبُ بُنُ آبِى ثَابِتِ بَلُ تَابَعَهُ يُوْنَسُ بُنُ آبِي اِسْحَاقَ فَرَوَاهُ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عُرُوةَ عَنْ عَلِيّ بْنِ عَبْدِ اللّهِ بْنِ عَبَّاسِ عَنْ آبِيْهِ مِثْلَهُ عِنْدَ الطَّحَاوِيّ بِسَنَدٍ صَحِيْح،

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو حبیب بن ابی ثابت نے مُنفر دیان نہیں کیا بلکہ اس کے متابع ہوئے یونس بن ابی اسحاق تو اس نے اسے منہال بن عروہ سے روایت کیا اور اس نے علی بن عبداللہ بن عباس سے روایت کیا علی نے اپنے باپ عبداللہ سے امام طحاوی کی روایت میں اور اس کی سند صحیح ہے۔

 سوم عَنْ عَلِيٍّ رَضِى اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِفَلْتٍ

حضرت على رضى الله عنه فرمات بي كه بي شك رسول الله صلى الله عليه وسلم تين وتر پر هت تقد (الفق الرباني جريه ص ٢٩٥)

چہارم: اس کی شرح بلوغ الامانی میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ سَنَدُهُ . حَدَّثَنَا عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي آبِي ثَنَا اللهِ عَدْ أَبِي اللهِ عَدْ أَبِي اللهِ عَدْ أَبِي اللهِ عَدْ أَبِي اللهِ عَلْ أَبَى اللهَ الْحَارِثِ السُودُ بُنُ عَامِدٍ اخْبَرَنَا اللهُ عَنْهُ (الحديث تخريج مذ) وَزَادَ يَقُرَهُ عَنْ عَلْيِ سَعْمِ سُورَةٍ مِنَ المُفَصَّلِ يَقُرَهُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِشَلْتٍ سُورٍ فِي اللهُ اَحَدٌ، وَ سَنَدُهُ جَيّدٌ

یعن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی سند جید ہے۔ شف

بِجِم عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْتَرَ بِثَلْثٍ (اللَّهُ البانى جنهم ٢٩٥)

ابن عباس رضی الله عنهما راوی کہ بے شک رسول الله صلی الله علیه وسلم تین رکعت وتر پڑھتے ۔

اس کی شرح میں ہے:

آئ بشُلاَثِ رَكْعَاتٍ وَقَولُهُ بِسَبِّحِ اسُمَ رَبِّكَ الْاعْلَى مُتَعَلَّقُ بِمَحْدُنُوفِ تَقُدِيرُهُ يَقُرَءُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ (الخ) وَ يَقُرَءُ فِي النَّالِيَةِ قُلُ هُوَ اللَّهُ اَحَدٌ. النَّالِيَةِ قُلُ هُوَ اللَّهُ اَحَدٌ. وَهَذَا التَّفُسِيرُ قَدْ جَآءَ مُصَرَّحًا فِي حَدِيْثِ عَآئِشَةَ عِنْدَ الْحَاكِمِ وَهَذَا التَّفُسِيرُ قَدْ جَآءَ مُصَرَّحًا فِي حَدِيْثِ عَآئِشَةَ عِنْدَ الْحَاكِمِ بِلَفُظِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِهَلاَثٍ بِلَفُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِهَلاَثٍ رَكُعاتٍ يَقُرَءُ فِي اللهُ وَلَى بِسَبِّحِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِهَلاَثِ رَكُعاتٍ يَقُرَءُ فِي اللهُ وَلَى بِسَبِّحِ اللهُ مَرَبِّكَ الْاعْلَى وَ فِي التَّانِيةِ

بِقُ لَ يَ اَيُّهَا الْكَلْفِرُونَ وَفِى الثَّالِثَةِ بِقُلُ هُوَ اللَّهُ اَحَدٌ وَقُلُ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلُ اَعُودُ بِرَبِّ النَّاسِ. وَقَالَ هٰذَا حَدِيثُ صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْحَيْنِ وَلَمْ يَخُرُجَاهُ

لین اور بشکٹ سے مراد ہے کہ آپ نے تین رکعت ور پڑھاوراس کا قول کہ بسبّ ہے اسْم رَبّ ک الْاعْلَى متعلق بامحذوف ہے۔اس میں پوشدہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں بسبہ (الح) کو پڑھا اور دوسری میں قُلُ مُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا اور یہی قُلُ مُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھا اور یہی تغییر حدیث عائشہ میں صراحت ہے آئی ہے جو حاکم کے نزدیک ان لفظوں سے ہے کہ بے شک رسول الله صلی الله علیہ وسلم تین رکعت ور پڑھتے پہلی رکعت میں بسبتے اسم ربّ کی الاعظیہ وسلم تین رکعت ور میں قُلُ مُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور دوسری اور قُلُ اَعُودُ بِرَبِّ النّاسِ اور حاکم نے فرمایا ورقُلُ اَعُودُ بُوبِ النّاسِ اور حاکم نے فرمایا پیمدیث شخین کی شرط پر سے ہے مگر انہوں نے اسے روایت نہ کیا۔ پر حشم) امام حاکم کی معدرک میں ہے:

عَنُ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُرَاءُ فِي السَّرَّ كَعَتَيْنِ الَّتِي يُوتِرُ بِعدهما بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى و قُلْ يَسَالُهُ الْكُفِرُونَ وَ يَقُرَءُ فِي الْوِتْرِ بِقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدُّ و قُلُ اَعُوْذُ يَرَبِّ النَّاسِ، تابعه سعيد بن ابي مريم بن عن يحيي بن ايوب .

تلخیص میں مذکورہ صدیث کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ رواہ ثـقات عنه وهو علی شرط (خ م)

حضرت عائشہ رضی الله عنها سے ہے کہ بے شک رسول الله صلی الله علیہ

سلم پڑھتے تھے ان دو رکعتوں میں جن سے تیسری رکعت ملا کر ور بناتے: بسّبتِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اور قُلُ يَاآيُّهَا الْكُلْفِرُوْنَ اورتيسرى ركعت ور ميں قُلُ هُوَ اللهُ أَحَدُ پڑھتے اور قُلُ اَعُودُ ذُبِرَبِ الْفَلَقِ اور قُلُ اَعُودُ ذُبِرَبِ الْفَلَقِ اور قُلُ اَعُودُ ذُبِرَبِ الْفَلَقِ اور قُلُ اَعُودُ ذُبِرَبِ النَّاسِ وان كمتابع ہوئے سعيد بن الى مريم جنهوں فَلُ اَعُودُ بُربِ النَّاسِ وان كمتابع ہوئے سعيد بن الى مريم جنهوں نے اسے يَحَیٰ بن اليب سے روايت كيا۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور حدیث شخین کی شرط بر

قُلْتُ اَخُرَجَهُ النِّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ اِبْنِ عُمَرَ فَقَالَ جَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ الْفَصْلِ بُنِ عَنَّ اللهِ عَنْ هَشَّامِ بُنِ جَسَّانِ عَنْ مُّحَمَّدِ بُنِ عِي الْفَصْلِ بُنِ عَنَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيرِيْنَ عَنِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيرِيْنَ عَنِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُوةَ النَّهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُوةَ النَّهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُوةَ النَّهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ وَ هَذَا سَنَهُ عَلَيْهِ اللهُ ا

میں کہتا ہوں نسائی نے حدیث ابن عمر کوروایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا نماز مغرب دن کی نماز کے وتر ہیں تو رات کی نماز میں وتر پڑھواور سنداس کی شیخین کی شرط پر ہے۔ (نہم) تلخیص الحبیر ، جزء۲ص ۱۸ پر ہے کہ

(الحديث) عَائِشَةَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُرَهُ فِيْ رَكْعَةِ الْأُولِي مِنَ الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (الحديث) ٱبُوْ ذَاؤُ ذَ وَالتِّرْمَــذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْهَا وَ فِيْهِ خَصِيْفٌ وَفِيْهِ لِيْنٌ وَرَوَاهُ دَارُقُ طُنِتٌ وَابْنُ حَبَّانَ وَالْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيِي بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَةَ وَعَنْ عَائِشَةَ وَتَفَرَّدَ بِهِ يَحْيِي بُنُ ٱيُّوْبَ عَنْهُ فِيْهِ مَقَالٌ وَّلٰكِتَّهُ صُدُونٌ وَّ قَالَ الْعَقِيلِيُّ اِسْنَادُهُ صَالِحٌ وَّلٰكِنَّ حَدِيْتُ اِبْنِ عَبَّاسِ وَّأُبِيِّ بْنِ كَعْبِ بِاسْقَاطِ مُعَوَّذَتَيْنِ اَصَحُّ لینی حضرت عا کشه رضی الله عنها کی حدیث که تھے رسول الله صلی الله علیه وسلم ربِّ هي وتركي پهلي ركعت مين سَبِّح اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (الحديث) اسے ابودا ؤ داور تر مذی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا اور س میں خصیف ہیں اور اس میں لین ہے اور اسے دار قطنی اور ابن حیان اور حاکم نے کی بن سعید ہے اسے اس نے عمرہ سے اس نے عا کشہ سے روایت کیا اور میچیٰ بن ابوب نے اسے بیان کرنے میں تفرد کیا اور اس میں کلام ہے لیکن وہ سیح ہیں اور علامہ عقیلی نے فرمایا کہ اسناد اس کی درست ہے کیکن ابن عباس کی حدیث اور ابی بن کعب کی حدیث جن میں سورۃ فلق اورالناس کا ذکر نہیں وہ دونوں اس سے زیادہ صحیح ہیں۔

یسول الله وتروں میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے

اب مدیث دہم سے چہار دہم تک آثار السنن سے بیان کی جاتی ہیں۔ عن عمرة عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلْثٍ يَقُرَءُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُولَى بِسَبِّحِ السُّمَ رَبِّكَ الْآعُلَى النَّالِيَةِ قُلْ يَاتُنَّهَا الْكَفِرُونَ وَفِي النَّالِيَةِ قُلْ يَاتُنَّهَا الْكَفِرُونَ وَفِي النَّالِيَةِ قُلْ يَاتُنَّهَا الْكَفِرُونَ وَفِي النَّالِيَةِ قُلْ هُو النَّالِيَةِ قُلْ هُو اللَّاكَةِ وَقُلْ اَعُودُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُودُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُودُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُودُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُودُ بِرَبِّ النَّاسِ . رَوَاهُ الدَّارُقُطنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَصَحَّحَهُ

حضرت عمرہ نے مائی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ علیہ اللہ علیہ وسلم تین رکعت ور پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبتے اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھتے اور دوسرے میں قُلُ یَسَایُنُهَا الْکُورُونَ اور تیسری میں قُلُ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور قُلُ اَعُودُ بِرَبِّ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور قُلُ اَعُودُ بِرَبِّ اللّٰهَ اَحَدٌ بِرُهِ اللّٰهَ اَحَدُ بِرُهِ اللّٰهَ اَحَدُ بِرُهِ اللّٰهَ اَحَدُ بِرَبِّ اللّٰهُ اَحَدُ بِرُهِ اللّٰهَ اَحَدُ بِرُهِ اللّٰهَ اَحَدُ بِرَبِ اللّٰهِ اللّٰهَ اَحَدُ بِرَاتِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَحَدُ بِرَاتِ اللّٰهِ اور قُلْ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰمَ اللّٰهُ اللّٰمِ اللّٰهُ اللّٰ اللّٰ الللّٰ الللللّٰ اللّٰ اللللّٰ الللّٰ الللللّٰ الللّٰ الللللّٰ الللّٰ الللللللّ

حفزت عرتين وتريرط صق تق

وَعَنُ مِسُورِ بُنِ مَخْزَمَةَ قَالَ دَفَنْنَا اَبَابَكُرٍ رَضِى اللهُ عَنْهُ لَيُلاً فَقَالَ عُسْهُ لَيُلاً فَقَالَ عُسْمَ وَصَفَّفُنَا وَرَاءَهُ فَقَالَ عُسَمَّ وَصَفَّفُنَا وَرَاءَهُ فَصَلْعي بِنَا ثَلاَتَ رَكُعَاتٍ لَّمُ يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الْحِرِهِنَّ . اَخُرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ

حفرت مسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر صد لیں رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ابھی ور نہیں پڑھے تو آپ ور پڑھنے کھڑے ہوئے ہم نے بھی ان کے پیچے صف بنالی پس آپ نے ہمیں تین رکعت ور پڑھائے اور سلام نہ پھیرا۔ گر ان کے آخر میں۔ اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور سنداس کی صحیح ہے۔

ال سے واضح ہوا کہ تین وتر ایک سلام سے بڑھنا صحابہ رضوان اللہ علیم کا

متفقہ فعل ہے ورنہ کوئی صحابی تو حضرت عمر پر اعتراض کرتا کہ آپ نے ایسا کیوں نیز صحابہ نے تبھی اعتراض نہ کیا کہ مسنون ہی یہی طریقہ تھا۔ای میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِى اللّهُ عَنْهُ قَالَ الْوِتْرُ ثَلْتُ كَوِتْرِ اللّهُ عَنْهُ قَالَ الْوِتْرُ ثَلْتُ كَوِتْرِ النّهَادِ صحيح النّهَادِ صلوة المُعْوِبِ . رواه الطحاوى واسناده صحيح عبدالله ابن مسعود رضى الله عنه نے فرمایا که وتر تین رکعتیں ہیں۔ دن کے وتر نماز مغرب کی طرح۔ اسے طحاوی نے روایت کیا اور اسناداس

حدیث کی سیح ہے۔

وَعَنُ شَابِتٍ قَالَ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِى اللَّهُ عَنْهُ أَلُوتُرَ وَأَنَا عَنْ يَسِينِهِ وَ أُمُّ وَلَدِهِ خَلَفَنَا ثَلاتَ رَكْعَاتٍ لَّمْ يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الْحِرِهِنَّ ظَنَنْتُ إِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعَلِّمَنِيْ، رواه الطحاوى وَإسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وظنَّتُ إِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعَلِّمَنِيْ، رواه الطحاوى وَإسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وحضرت الس رضى الله عنه نے تین رکعت ور حضرت ثابت سے ہے کہ حضرت انس رضی الله عنه نے تین رکعت ور پڑھے اور میں ان کی وائیس جانب اور ان کی کنیز مارے پیچھے کھڑی مونی اور سلام نہ پھیرا مگر اس کے آخر میں میں نے سمجھا کہ آپ مجھے اس کی تعلیم دینا جائے ہیں۔ اسے امام طحاوی رضی الله عنه نے روایت کیا اور اسناداس کی شیخے ہے۔

وَعَنْ آبِى خَالِدَ ةً قَالَ سَالُتُ آبَا الْعَالِيَةَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا الْعَالِيَةَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَلِّمُوْنَا إِنَّ الْوِتْرَ مِثْلَ صَلُودَةً فَهُذَا وِتُرُ اللَّيْلِ مِثْلً وَتُرُ اللَّيْلِ وَهُ النَّالِثَةِ فَهُذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهُ الطحاوى اسناده صحيح

ابو خالدہ سے ہے کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے وتر کے بارے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہمیں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے صحابہ نے تعلیم دی کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں سوا اس کے کہ اس میں ہم تیسری رکعت میں قرائت کرتے ہیں (لیعنی وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ سے اور سورت ملاتے ہیں) پس بیررات کے وتر ہیں اور وہ لون کے وتر ہیں۔ اے امام طحاوی نے روایت کیا اور اسناداس کی صحیح ہے۔

یہاں تک بفضلہ تعالیٰ ہم نے تین رکعت ور کے ثبوت پر چودہ روایات صحیحہ پیش کر دیں ہیں اور چند کی صحت قبل ازیں گزر چکی غیر مقلد بھی کہتے ہیں کہ صحح حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔ اب ان میں انصاف کی رقم ہے تو ہمارا موقف تسلیم کر لیں اور تین رکعت ور واجب مان لیں نیز اگر بقول غیر مقلد صاحب ان کے پاس ایک رکعت پر صحیح صرح مرفوع احادیث موجود ہیں تو پھر یہ کیوں کہتا ہے کہ ہم تین رکعت ور کے میکر نہیں ہیں جب میکر نہیں تو اقر اری ہوا اور دوسری طرف صحیح مرفوع احادیث کا انکاری بھی یہ ہے ان غیر مقلدوں کی عقل وہم کا حال جو کہ ہم چوں دیگر نیست کی رٹ لگاتے ہیں اور اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الی جہالت و گراہی ہے محفوظ رکھے اور ان کے دام فریب سے بچائے۔

آمين ثُم آمين بجاه رسوله الكريم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تين ركعت وتر يرعقلي دلائل

اب تین رکعت و تر پر مفتی احمد یار خال تعیمی رحمته الله علیه کے عقلی دلائل ملاحظه هول فرماتے ہیں عقل کا بھی تقاضا ہے کہ و تر ایک رکعت نہ ہو کیونکہ و تر نماز نہ تو فرض ہے نہ نفل بلکہ واجب ہے کہ اس کا پڑھنا ضروری ہے نہ پڑھنے والا فاسق ہے کیکن اس کے وجوب کا انکار کفر نہیں واجب کا یہی حکم ہے اور ہر غیر فرض عبادت کی مثال فرض میں ضرور ہونی چاہئے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی غیر فرض عبادت بالکل جداگانہ ہو کہ اس کی مثال فرض میں نہ ہو۔ یہ شریعت کا عام قاعدہ ہے جو زکو ہ جج وغیرہ میں جاری ہے اگر و تر ایک رکعت ہوتی تو چاہئے تھا کہ کوئی فرض نماز بھی ایک رکعت ہوتی حالانکہ کوئی فرض نماز ایک رکعت نہیں ۔ فرض تو کچا کوئی نفل وسنت مؤکدہ وسنت غیر حالانکہ کوئی فرض نماز ایک رکعت نہیں ۔

مؤكدہ بھى ايك ركعت نہيں۔ نماز فرض يا دوركعت ہے جيسے فجريا چار ركعت جيسے ظہر،
عصر وعشايا تين ركعت جيسے مغرب وتر نہ تو چار ركعت ہوسكتی ہيں نہ دو كہ به عدد شفع
ہيں وتر نہيں تو لا محالہ تين ہى ركعت چاہئے۔ ايك ركعت نماز اسلامى قانون كے خلاف
ہے جس كى مثال كسى نماز ميں نہيں ملتی۔ ايك ناكلمل ہے ناقص ہے، بتیر اہے۔ غرضيكه
ايك ركعت وتر عقل كے بھى خلاف ہے اور نقل كے بھى امت كا اجماع صحابہ كرام كا
عمل حضورصلى اللہ عليہ وسلم كا فر مان سب ہى اس كے خلاف ہے۔ واضح رہے كہ وہائي
صاحب نے مفتى صاحب رحمتہ اللہ عليہ كے مذكورہ عالمانہ مد برانہ عقلى دلائل كا کچھ
جواب نہيں دیا كيونكہ حقائق كا تو رخمكن نہيں ہوتا۔

تین وتر پر غیر مقلدول کے اعتر اضول کے جواب

اب جاء الحق سے دوسری نصل اس پر اعتراضات و جوابات میں مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

مئلہ وزیراب تک جس قدر دلائل غیر مقلد وہا بیوں کی طرف سے ہم کو ملے ہم سب کونمبر وارمع جواب عرض کرتے ہیں۔رب تعالی قبول فرمائے۔ خونہ نز

اعتراض نمبرا:

ابن ماجه نے حضرت عائشہ صدیقة رضی الله عنها سے روایت کی۔ قَالَتُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكُعَتَيْنِ الْحُ

فر ماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر پڑھتے تھے بھر بعد وتر دونفل پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وتر ایک رکعت ہوئے۔حضور نے ایک رکعت ہی پڑھی ہے۔ الجواب: آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا جس کی وجہ سے بیرحدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہوگئ جن میں تین رکعتوں کا ذکر ہے۔

اور احادیث آپس میں متعارض ہو گئیں۔ حدیث کا ترجمہ ایسا کرنا جاہئے جس ے احادیث متفق ہو جا کیں۔ اس حدیث شریف میں باب استعانت کی ہے جیسے حسب بالقلس میں نے قلم سے کھا کیونکہ وتر باب افعال میں متعدی بنفسہ ہے تو مدیث کے معنی بیہ ہوئے کہ حضور نے نماز تہجد کو وزیعنی طاق بنایا۔ ایک رکعت کے ذریعہ ہے اس طرح کہ دور کعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملائی جس سے نماز تہجد کا عدد جفت سے طاق ہو گیا مثلاً آٹھ رکعت تہجدادا فر مائی اور عدد جفت تھا پھرتین رکعت وتر یڑھی <mark>تو وتر کی تیسری</mark> رکعت کے سبب کل رکعتیں گیارہ ہوگئیں جو طاق ہیں۔اس تمام نماز کو طاق بنانے والی وتر کی بیرا مکر کعت ہے جو دو سے مل کر ادا ہوئی۔اس صورت میں یہ حدیث گزشتہ تمام حدیثوں کے موافق ہوگی۔ میں غیر مقلدوں سے یوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے معنی کئے جا کیس تو ان احادیث کا کیا جواب دو گے جن میں صراحة تين كاعدد مذكور ہے يا جن ميں وارد ہوا كەحضور بہل ركعت ميں فلال سورت پڑھتے تھے۔ دوسری رکعت میں فلاں اور تیسری رکعت میں فلاں سورت جو پہل فصل میں مٰدکور ہوئیں مُخفی نہ رہے کہ مفتی احمد یار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے نا قابل تر دید مذکورہ جواب پر وہائی جی نے کچھنہیں لکھا۔

جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۲ اور مفتی صاحب کی طرف سے اس کا جواب:

مسلم شریف نے حضرت عبدالله ابن عمرض الله عنها سے روایت کی۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُوةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِى آحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى

فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا تہجد کی نماز دو دورکعت ہیں جبتم میں سے کوئی صبح ہو جانے کا خوف کرے تو ایک رکعت پڑھ لے بیر رکعت

گزشته نماز کووتر بنادے گی۔

اس سے چارمسئے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز تہجد میں دو دورکعت نفل ادا کرنی چائے دوسرے یہ کہ نماز تہجدرات میں ہوتیسرے یہ کہ وتر تہجد کی نماز کے بعدافضل ہیں۔ چوتھ یہ کہ وتر ایک رکعت ہے حنی لوگ پہلے تین مسئے تو مانتے ہیں چوتھ کے انکاری ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہے تو چاروں مسئے مانیں اگر صحیح نہیں تو چاروں مسئے نہ مانیں مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے جواب غیر مقلد وہا بی تو اس کا ترجمہ یہ کہ جب صبح کا خوف ہوتو ایک رکعت اکیلی علیحدہ طور پر پڑھ لے اس یہ کرتے ہیں کہ جب صبح کا خوف ہوتو ایک رکعت اکیلی علیحدہ طور پر پڑھ لے اس ترجمہ سے یہ حدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہوگئ جو ہم پہلی فصل میں پیش کر جہ جی بیں اور دونوں قسم کی حدیثوں پڑمل نہ ممکن ہوگیا۔ حنی اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جب صبح کا خوف ہوتو دو کے ساتھ ایک رکعت ملا کر پڑھ لے جن کا ذکر ہورہا ہے کہ جب صبح کا خوف ہوتو دو کے ساتھ ایک رکعت ملا کر پڑھ لے جن کا ذکر ہورہا ہے لیعنی رکعتہ واحدۃ کے بعد مع الرکعتین پوشیدہ ہے کیونکہ پہلے مثنی مثنی کا ذکر ہو چکا ہے اس صورت میں حدیثوں میں کوئی تعارض نہ رہا اور دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہوگیا جسے کہ رب فرما تا ہے:

وَلَبِثُوا فِي كَهُفِهِم ثَلْتَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا

اصحاب کہف اپنے غار میں تین سوسال کھیرے تو بڑھا گئے اس آیت میں نو سال تین سوسال سے علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہیں مطلب یہ ہے کہ تین سونو سال قیام کیا چونکہ تین سوسال شمسی سے اور تین سونو سال قمری اس گئے رب تعالی نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ ایسے وترکی یہ رکعت علیحدہ ہے۔ ان دو دو سے نہیں بلکہ ان میں سے آخری مثنیٰ یعنی دور کعت کے ساتھ ہے لیکن چونکہ وہ دو دو رکعتیں تبجد کی شمیں اور نفل تھیں اور فاجب ہیں اس کئے اس اعلم الاولین و تھیں اور فاجب ہیں اسی لئے اس اعلم الاولین و الآخرین افتح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ کہو وہائی حدیثوں کو لڑانا اچھایا احادیث میں موافقت پیدا کرنا سب پرعمل کرنا بہتر۔ کاش کہ آپ نے کئی

مقلدے مدیث پڑھی ہوتی۔

غيرمقلد كاندكوره عبارت پر پهلا اور دوسرااعتراض

محدثین کرام نے اس پرایک رکعت وتر کا باب باندھا ہے۔

ثانيًا: حديث كالفاظ صَلَّى رَكْعَةً وَّاحِدَةً بيجس كي تفسير دوسرى روايت مين موجود ع صلوةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى الْوِتْرُ بِرَكْعَةٍ وَّاحِدَةٍ (سنن نالَ جَاص ٢٠٠) <mark>یعنی رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر احناف نے تشلیم کیا ہے کہ</mark> اس میں امام شافعی کے موقف کی تائید ہے جو کہ ایک ونز کے قائل ہیں چنانچے ملاعلی قارى اورمولانا عبرالحي كصنوى فرمات بين كه وَالْحَدِيْثُ حُجَّةٌ لِلشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ ٱللَّوتُرُ رَكْعَةٌ وَّاحِدَةٌ . (مرقات جسم ١٢١و التعليق الممعد ص١١١) يعني اس جدیث کے الفاظ الوتر رکعۃ میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کین کمال ہے مفتی صاحب الٹی گنگا بہا رہے ہیں کہ دورکعت کے ساتھ ملا کر ایک وتر پڑھتے۔مفتی صاحب بيصديث كركن الفاظ كامعنى ب-ربابيدعوى كه مع السركعتين يوشيده <mark>ہے۔معلوم نہیں کہ مفتی صاحب نے کون سی خور دبین کے ساتھ کعتین کو دیکھ لیا ہے س</mark>ے بدالونی تحقیق ہی نرالی ہے ورنہ حدیث میں تو اس کے بیشیدہ ہونے کی بھی گنجائش نہیں اگر ہے تو اس کی دلیل درکار ہے۔ محض کچھ لکھ دینے کا نام دلیل نہیں ہوتا۔ نام نهادوين الحق ص٢٢٣

الجواب اوّلاً: اگر غیر مقلدصاحب اس کوایک رکعت و تر پر دلیل بناتے ہیں کہ محدثین نے ایک رکعت و تر پر باب باندھا ہے تو پھر محدثین کرام نے تین رکعت و تر پر باب باندھے ہیں اے تسلیم کیوں نہیں کرتے مثلاً جامع تر مذی میں ہے۔ باب مساجساء فی الو تو بِعَلْثٍ لیعنی یہ باب اس میں ہے کہ جو تین و تر کے بارے صدیث میں آیا ہے اگر تین رکعت و تر پر احادیث موجود نہ ہوتیں تو امام تر مذی یہ باب کیوں باندھے۔ نسائی شریف میں ہے باب کیف الو تو بِعَلْثٍ یعنی یہ باب اس میں ہے باب کیف باندھے۔ نسائی شریف میں ہے باب کیف الو تو بِعَلْثٍ یعنی یہ باب اس میں ہے باندھے۔ نسائی شریف میں ہے باب کیف الو تو بِعَلْثٍ یعنی یہ باب اس میں ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر کس کیفیت سے پڑھتے تھے۔ آگے حضرت عائش رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کیا جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت گیارہ رکعتیں پڑھتے ۔اس حدیث کے تحت وہائی بھی تین وتر مانتے ہیں ور نہان کا آٹھ تراوت کی اند جب برباد ہوتا ہے۔

ثانياً: مسلم شريف كى حديث مين تين وتركا واضح بيان بـــــ ملاحظه و-عَنُ عُــرُوَ ـةَ إِنَّ عَـآئِشَةَ أَخْبَـرُتَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى ثَلَتَ عَشَرَةَ رَكْعَةَ بِرَكْعَتَى الْفَجْرِ ـ

(5190701)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو بتایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے دور کعت سنت فجر سمیت۔

دو رکعت سنت فجر نکال کر باقی گیارہ رکعت بنتی ہیں اگر وہابی وتر ایک رکھت کہیں تو پھر تراویج دس رکعت پڑھا کریں مگزیہ صاحبان ایسے ضدی ہیں کہ نہ تین وہ مانتے ہیں اور نہ دس تراویج۔

امام احمد نے تین رکعت وتر کی افضلیت پراجتماع نقل کیا

عَالِنَّ مَتَ رَمَانِي كَ شَاكَ كَرَده جَامَعَ تَرَدَى كَمَقَدَم صَفَى مُعْرَمَ كَرَبَةِ وَوَذَهَبَ الْبَحَمَّهُ وُرُ إِلَى وَجُوبِ الْوِتْرِ بِشَلاَثِ رَكْعَاتٍ لَّا بِرَكْعَةٍ وَ قَلَتٍ وَ وَذَهَبَ السُّفُيَانُ اللّٰى جَوَازِ الْوِتْرِ بِرَكْعَةٍ وَ قَلَتٍ وَ فَكَ خَمْسٍ وَ لَمُ يَذُهَبُ اللّٰى جَوَازِ الْوِتْرِ بِخَمْسِ رَكْعَاتٍ اَحَدٌ خَمْسٍ وَ لَمْ يَذُهَبُ اللّٰى جَوَازِ الْوِتُرِ بِخَمْسِ رَكْعَاتٍ اَحَدٌ سِوى السُّفُيَانَ للْكِنَّ كُلَّهُمْ إِنَّفَقُوا حَتَّى الْجَمْهُ وُرُ وَالشَّافِعِيُّ سِوى السُّفُيَانَ للْكِنَّ كُلَّهُمْ إِنَّفَقُوا حَتَّى الْجَمْهُ وُرُ وَالشَّافِعِيُّ وَالسَّافِعِيُّ وَالسَّافِعِيُّ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنَّا الْإِمَامَ وَالسَّافِعِيُّ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى الْفَضِيلَةِ الْوِتْرِ بِثَلاثِ رَكْعَاتٍ حَتَّى إِنَّ الْإِمَامَ الْمُحْمَدِ وَلَى الْفَضِيلَةِ الْوِتْرِ بِثَلاثِ رَكْعَاتٍ عَلَى الْفَضِيلَةِ الْوتْرِ الْمُحْمَعِ عَلَيْهِ فِى الْفَضِيلَةِ الْوتْر

وَآصُوبُ فَلِلْ قَالَ ٱبُوْحَنِيْفَةً رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ إِنَّ الْوِتْرَ ثَلاَتَ رَكْعَاتٍ

لعني جمهور علاء اس طرف بين كه تين ركعت وتر واجب بين _ ايك ركعت حائز نہیں سفیان اس کے قائل ہیں کہ ایک رکعت بھی جائز ہے تین ر محتیں بھی اور یانج بھی اور سوا سفیان کے یانج رکعت ور کے جواز کا كوئي بھى قائل نہيں ہواليكن تين ركعت وتركى افضليت پرجمہور مشافعيہ و سفیان سمیت سب کا اتفاق ہے یہاں تک کدامام احدرحمته الله علیہ نے تین رکعت کی افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے پس جس پر اجماع ہے انضلیت میں اسے اختیار کرنا اولی اور زیادہ مناسب ہے تو اسی لئے امام

ابوصنیفہ رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر کے وجوب کا فرماتے ہیں۔

رابعاً غیرمقلد کا بیکہنا کہ اکابراحناف نے تشکیم کیا ہے کہ اس میں امام شافعی کے موقف کی تائیر ہے اور اس پر ملاعلی قاری علیہ رحمتہ الباری کی مرقاۃ شرح مشکوۃ اورعبدالحي لكصنوي صاحب التعليق المجد شرح موطا امام محمه كاحواله دياجس مين عبارت کوان دونوں کی طرف منسوب کیا حالانکہ عبارت کوان کی طرف منسوب کرنا غیر مقلد صاحب کا سو فیصد جھوٹ وافتراء ہے کیونکہ اصل میں عبارت دونو ں جگہ ابن ملک کی ہے۔ یہ دونوں حضرات محض ناقل ہیں چھر ساتھ ہی امام ابن جام رحمت الله علیه کی طرف سے زیر بحث حدیث کا امام شافعی کی دلیل نہ ہونے کا احمال اور ایک رکعت وتر خلاف اصل ہونے کا ذکر بھی کیا ہے مگر وہائی جی نے خیانتاً اس کا لکھنا چھوڑ دیا ہے ہم <mark>قارئیں کی شفی کومر قاۃ اور التعلیق المجد کی پوری عبارت دکھا دیتے ہیں۔</mark>

وَقَوْلُهُ تُوتَـرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى . قَالَ اِبْنُ مِلِكِ أَيْ تَجْعَلُ هَاذِهِ الرَّكْعَةُ الصَّلوةِ الَّتِي صَلَّاهَا فِي الْوِتْرِ وِتُرًّا بَعْدَ إِنْ كَانَتُ شَفَعًا وَّالْحَدِيْثُ حُجَّةٌ لِلشَّافَعِيِّ فِي قَوْلِهِ الْوِتْرُ رَكَعَةٌ وَاحِدَةٌ (انتهى)

وَفِيْهِ إِنَّ نَحُو هَا ذَا قَبُلُ أَنْ يَسْتَقِرَّ الْآمُرُ الْوِتُرِ قَالَهُ ابْنُ الْهَمَّامَ وَهَا ذَا جَوَابُ تَسُلِيْمِى فَإِنَّهُ قَالَ آيُصًا لَيْسَ فِى الْحَدِيْثِ دَلاَلَةٌ عَالَى إِنَّ الْوِتْرِ وَاحِدَةٌ بِتَحْرِيْمَةٍ مُسْتَأْنِفَةٍ لِيُحْتَاجَ إِلَى الْإِشْتِغَالِ بِحَوَابِهِ إِذْ يَحْتَمِلُ كُلًا مِّنْ ذَلِكَ وَمِنْ إِنَّهُ إِذَا خَشِى الصَّبُحَ صَلَّى وَاحِدَةً مُتِّصَلَةً

یعن حضورصلی الله علیه وسلم کا ارشاد که آیک رکعت ملانے سے اسے وتر کر دے گی جواس نے پہلے براھی۔اس کی شرح میں ابن ملک نے فرمایا لیعنی بیررکعت اسے وتر بنا دے گی جن رکعتوں کواس نے وتر میں پڑھا بعد اس کے کہ وہ اس رکعت کے ملنے سے پہلے شفع تھی اور اس میں کہ وتر ایک رکعت ہے۔امام شافعی کی دلیل ہے۔ابن ملک کا کلام پورا ہوا اور اس کی مثل (روایتوں) میں احمال ہے کہ بیروز کا امرمقرر ہونے سے قبل ہو یہ ابن ہمام کا ارشاد ہے اور جواب سلیمی ہے کیونکہ ابن ہمام نے بیابھی فر مایا که حدیث میں بیر دلیل موجود نہیں کہ وتر ایک رکعت ہے نئ تکبیر تح یمہ کے ساتھ تو اس کی ضرورت ہی کیا کہ اس کے جواب میں مشغول ہو یا جائے۔ جب کہ (حدیث) اس سب کا اختال رکھتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب طلوع صبح کا خوف ہوتو ایک رکعت متصلہ پڑھ لے۔ مذکورہ عبارت سراسر وہائی مذہب کے خلاف ہے مگر افسوس کہ وہابی شرم نہیں کرتے نیز حدیث شریف میں تو ہے جب صبح کا خوف کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے جو پہلی کو وتر کر دے گی مگر وہائی حضرات ایسے نادان ہیں کہ عشاء کے وقت ایک رکعت وتریزھ لیتے ہیں۔ پھرغورطلب بات سے کہ جب ایک رکعت نئ تکبیرتح یم سے پڑھی جائے تو پہلی نماز ہے اس کا تعلق ہی نہ ہوا پھر اسے وہ کیسے وتر بنا دے گ

وہائی اس کا جواب سوچیں۔

غير مقلد كاتيسرااعتراض

سلاحظہ ہو۔ اگر بالفرض اس او جہانوی دریافت کوتسلیم کربھی لیا جائے تو تب بھی میارے موافق اور احناف کے خالف ہے کیونکہ ہمارے نزدیک دو رکعت پرسلام پھیر کرتیسری رکعت علیحدہ وترکی پڑھنی افضل طریقہ ہے جس کی ضروری تفصیل مولانا عبدالرؤف حفظہ اللہ تعالی نے تخر تبح صلوۃ الرسول ص ۵۸۹ (طبعہ ثانیہ) میں کر دی ہے۔ کیونکہ صلوۃ اللیل مثنی مثنی کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں کہ دو رکعتوں پرتشہد بیٹھا جائے بلکہ سلام پھیرنا مراد ہے۔ یہ معنی راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے ایک سلام پھیرنا مراد ہے۔ یہ معنی راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے ایک سوال کے جواب میں بتایا ہے۔

ما مثنی مثنی فال ان تسلم فی کل رکعتین (صحیحملم ۱۵ مان) حضرت عمرے پوچھا گیا کہ دورکعت سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہر دورکعت کے بعد سلام پھیر دو۔ (شرح صحیحملم ۲۵ س۲۹۸مولفہ غلام رسول سعید بریلوی) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

وفیه رد علی من زعم من الحنفیة ان معنی مثنی مثنی ان یشهد هن کل رکعتین لان راوی الحدیث اعلم بالمرادبه

(فتح الباري ص ١٨٣٠ ج٠)

اس میں اس شخص کارد ہے جواحناف سے سی خیال کرتا ہے کہ بنی منی کا سید معنی ہے کہ ہر دور کعت پر تشہد بیٹھا جائے کیونکہ راوی حدیث زیادہ جانتا ہے۔

حدیث کے مفہوم کو۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر بیشلیم کرلیا جائے کہ "مسع السر تعتین" کے الفاظ پوشیدہ ہیں تو بھی احناف کے خلاف ہے کیونکہ دو دور کعت پر سلام پھیر کر ہی ایک رکعت وتر پڑھا جائے گا جے بریلوی مولوی تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیانہیں ہیں۔ الجواب اوّلاً: حضرت ابن عمر رضی الله عنها مثنی مثنی کی مراد کے بارے سوال نہ کہ وتر کے بارے سوال نہ کہ وتر کے بارے سوال نہ کہ وتر کے بارے تو آپ نے اس کے جواب میں فر مایا مثنی مثنی سے مراد ہے دو رکعت الگ سلام سے پڑھنا۔ حضرت ابن عمر کا مذکورہ ارشاد غیر مقلد کی دلیل ہے، جبکہ اس میں وتر کی تقریح ہوتی بہت افسوس کہ غیر مقلد صاحبان دوسروں سے تو مرضی عمر فوع حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں مگر جب اپنا نمہ ہب ثابت کرنا ہوتو ہے استدلال کرتے ہیں۔

ثانیاً: آپ کسی ایک ہی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ حضورصلی اللہ علیہ وا وسلم دو رکعتوں پرسلام پھیرتے پھرایک رکعت وتر الگ پڑھتے اگراییا نہ کرسکوتو ضدچھوڑو۔

ثالثاً: غیر مقلدصاحب نے اپنے موقف کے بوت کے لئے شارح مسلم علا غلام رسول سعیدی کے ترجمہ کا سہارالیا ہے حالانکہ وہ اس کا سہارانہیں بن سکتا کی ترجمہ ظاہر عبارت کا ہوتا ہے اور ظاہر عبارت میں مثنیٰ مثنیٰ کی مراد کے بارے سے تو اس کے جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فر مایا کہ اس کی مراد ہے دو رکعت پر سلام چھیرنا۔ اس میں وتر کے متعلق سوال و جواب نہیں کہ علامہ سعیا صاحب کا ترجمہ غیر مقلد کے لئے دلیل ہو سکے نیز وہابی صاحب کو علامہ سعیا صاحب کا ترجمہ تو نظر آیا مگر جو انہوں نے علامہ سرضی کے حوالہ سے مذہب احتاقی سے دولئل قائم کیئے وہ نظر نہ آیا مگر جو انہوں نے علامہ سرضی کے حوالہ سے مذہب احتاقی پر دلائل قائم کیئے وہ نظر نہ آئے تو ہم دکھا دیتے ہیں۔

ان الوتو ثَلاَثَ رَكْعَاتٍ لا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ عند نا الى قول الوتو ثَلاَثَ رَكْعَاتٍ لا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ عند نا الى قول ولنا حديث عَآفِشَةَ رضى الله تعالى عنها كما روينا في صفته قيام رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثم يوتو بثلاث و بعث ابن مسعود رَضِي اللهُ عَنْهُ امه ترا قب وتر رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَنْهُ امه ترا قب وتر رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَنْهُ امه ترا قب وتر رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَنْهُ امه ترا قب وتر رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مذكرت انه اوتر بثَلاثَ رَكْعَاتٍ قرأ

فى الاولى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاعُلٰى و فى الشانية قُلُ يَايَّهَا الْكُفِرُونَ و فى الثالثه قُلُ هُوَ اللهُ اَحَدٌ و قنت قبل الركوع و الْكُفِرُونَ و فى الثالثه قُلُ هُوَ اللهُ اَحَدٌ و قنت قبل الركوع و هذا ذكر ابن عباس رَضِى اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حين بايت عند حالته ميمونة ليراقب و تر رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولَا اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولَماراى عمر رضِى الله عَنْهُ سعد ايوتر بركعة فقال ما هذا البيراء و انما قال ذلك لان الوترا اشتشهر إنَّ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نهى عن البتيراء و قال ابن مسعود رضِى الله تعالٰى عَنْهُ والله ما اجزأت ركعة قط ولانه لوجاز لاكتفاء تعالٰى عَنْهُ والله من الصلوات لدخل فى الفجر قصر بسبب السفه

ترجمہ وتر میں تین رکعت ہیں جن میں ہارے نزدیک آخر کے بعد میں سلام پھیرا جائے گا۔ ہماری دلیل حفزت عاکشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وہ حدیث ہے جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے حدیث ہے جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے کہا کی رکعت میں سبّے السّم رَبّے اللّه اَحَدٌ اور رکوع جانے سے پہلے دعا اللّٰک فیورُون تیسری میں قُل مُو اللّٰه اَحَدٌ اور رکوع جانے سے پہلے دعا قوت بڑھی۔ اس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ذکر کیا جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی دیکھا تو فر مایا یہ تم کیسی وم بر بیدہ نماز پڑھی و دوگانہ نماز پڑھوں ورنہ دیکھا تو فر مایا یہ تم کیسی وم بر بیدہ نماز پڑھیت ہوتو دوگانہ نماز پڑھوں ورنہ میں تم کی تھی کہ بید

بات مشہورتھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قتم بخدا میں ایک رکعت نماز بخدا میں ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔ (شرح مسلم للعلامة سعیدی جلد ٹانی صفحہ ۲۸۱۳ رابعاً)

غیرمقلد کا بیہ کہنا کہ ہمارے نزدیک دورکعت پرسلام پھیر کرتیسری رکعت علیم ایک ور پڑھنی افضل طریقہ ہے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ غیر مقلد صاحب المنہ بہب کی ترجمانی کررہا ہے۔ حالانکہ بیصاحب اپنی مذہبی کتب سے بھی بے خبر کی کتب میں اس کے خلاف طریقہ کو یعنی تین رکعتوں کی درمیان میں سلام نہ پھیرنے کو ترجیح دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ صلوٰۃ الرسول کے مصفح مصادق سیالکوٹی صاحب صفحہ ہیں۔ محصادق سیالکوٹی صاحب صفحہ ہیں۔ مفاد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دوسری یہ بات نابت ہوئی کہ آپ ہررکعت کے بعد التحیات نہیں بیٹھتے تھے آخری شفع میں بیٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور پھر آخری طاق رکعت پڑھ کر حسب معم سلام پھیر دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمہ صادق سیالکوٹی کے نزدیک حدید سامت شدہ طریقہ درمیان وٹر سلام نہ پھیرنا بلکہ آخر میں پھیرنا ہے جبکہ اس بے نابت شدہ طریقہ درمیان وٹر سلام نہ پھیرنا بلکہ آخر میں پھیرنا ہے جبکہ اس برعکس نام نہاد دین الحق کا مصنف دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑ افضل طریقہ بتاتا ہے۔ دوم فتاوی المجدیث جلد دوم صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۲ پر غیر مقلد فی المحدیث جلد دوم صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۲ پر غیر مقلد فی سے اس کے علاوہ ایک صریح روایت میں گئے۔ اس کے علاوہ ایک صریح روایت میں گئے۔ ہے کہ آپ تین وٹر میں درمیان میں نہیں بیٹھتے تھے۔ تلخیص میں ہے:

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلْثٍ لَا يَجْلِسُ إِلَّا فِي الْحِرِهِنَ . احمد النسائي البيهقي و الحاكم من رواية عَآئِشَةَ

یعنی رسول الله صلی الله علیه وسلم تین وتر پڑھتے تھے۔ان کے درمیان میں نہیں بٹھتے تھے۔

اس کے حاشہ پر ہے آگر کہا جائے کہ بعض سلف سے نماز مغرب کی طرح پڑھنا است ہے چنانچہ قیام اللیل میں ساف کا جواب ہے ہے کہ قیام اللیل میں سلف کا علی دوطرح لکھا ہے لیمی نماز مغرب کی طرح بھی اور بغیر التحیات اور سلام کے بھی۔ اب دیکھنا ہے ہے کہ دلیل کی روسے کس کو ترجے ہے یا بہتر صورت کون ہی ہے تو دلیل کی روسے تو بہی معلوم ہوتا ہے کہ تین رکعت و تر بغیر التحیات اور بغیر سلام کے پڑھنے کی روسے تو بہی معلوم ہوتا ہے کہ تین رکعت و تر بغیر التحیات اور بغیر سلام کے پڑھنے چاہئیں۔ حاشیہ مذکورہ فقاوئی صفحہ اج سے بھی منقول نہیں اور انہی کا غیر مقلد جس کو انسل طریقہ قرار دیا ہے وہ سلف سے بھی منقول نہیں اور انہی کا غیر مقلد جس کو ازروئے دلیل ترجے و رم اہم اس کے بھی خلاف ہے۔ یہ حال ہے اس وہائی کا کہ ازروئے دلیل ترجے و رم اس رکھتا گرنام کا محقق ومصنف بنا ہوا ہے اور مفتی اعظم احمد یارخاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ پر بے جا اعتر اضات کر رہا ہے اور بے تکے استدلال کر رہا یارخاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ پر بے جا اعتر اضات کر رہا ہے اور بے تکے استدلال کر رہا ہے۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتر اض نمبر ۳ اور مفتی صاحب سے اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ الوتو در محعة من آخو اللیل ور آخر رات میں ایک رکعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ور صرف ایک رکعت ہے۔ جواب اس کا جواب بھی دوسر سے اعتراض کے جواب سے معلوم ہوگیا کہ وہائی اس کے معنی کرتے ہیں کہ ور ایک رکعت ہے۔ اکیلی سب رکعتوں سے علیحہ ہ اس صورت میں بید حدیث بہت احادیث کے مخالف ہوگی اور احادیث کا جمع مونا ناممکن ہوگا۔ حنی اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ور ایک رکعت ہے۔ دو کے ساتھ جس کی تفییر دوسری وہ حدیثیں ہیں جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں۔ یا اس حدیث میں ور بمعنی اسم فاعل ہے یعنی تہجد کی نماز کو طاق بنانے والی ایک رکعت ہے کہ بیدو میں میں ور بمعنی اسم فاعل ہے یعنی تہجد کی نماز کو طاق بنانے والی ایک رکعت ہے کہ بیدو

سے مل کر ساری نماز کو وتر بنا دیتی ہے کہ نمازی نے آٹھ رکعت تہجد پڑھی پھر جب وتروں کی نیت باندھی جب تک دو رکعتیں پڑھیں تو نماز جفت ہی رہی جب ان دو رکعتوں سے ایک رکعت اور ملا دی تو طاق لیخی گیارہ رکعتیں بن گئیں۔اس صورت میں بیہ حدیث دوسری حدیثوں ہے موافق ہوگئی۔احادیث کا تعارض دور کرنا ضروری ہے۔ال پر غیرمقلد کے اعتراض: دو کے ساتھ حدیث کے کن الفاظ کامعنی ہے یقین جانئے کہ بیمتن حدیث میں اپنی طرف سے تصرف ہے جسے شارع علیہ السلام نے بیان نہیں کیا۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ حنفی اس کا بیم عنی کرتے ہیں میرے سامنے اس وقت مولوی عابد الرحمٰن صدیقی کا ترجمہ سیج مسلم ہے جس میں وہ بیم عنی کرتے ہیں کہ آخر رات میں وتر ایک رکعت ہے۔ یہ غلط بیانی ہے کہ دوسری احادیث میں اس کی تفسیر مع الر معتین موجود ہے۔ ہماری طرف سے پوری حفیت کو عام دعوت ہے کہ وہ اليي كوئي سي صرح حديث پيش كرين جس كى بيعبارت موكه السوتسر و كعة مع السو كمعتين آخير الليل وترايك ركعت بدو كے ساتھ ملاكر آخررات ميں كيكن یقین جانئے کہ علماء ہریلی اپنے رفقاء سمیت مل کر سرتوڑ کوشش کرنے کے باوجود ایس حدیث پیش نہیں کر سکتے نام نہاد دین الحق ص۲۲۳ تا ۲۲۴

الجواب اوّلاً: مفتی صاحب رحمته الله علیه کی جاء الحق سے ہم نے پوری عبارت لکھ دی ہے جو شاہد ہے کہ آپ نے ترجمہ حدیث میں دو کے ساتھ کا اضافہ نہیں کیا بلکہ آپ نے ان احادیث کے پیش نظر جو تین رکعت وتربیک سلام پڑھنے پر صرت ہیں کے موافق کرنے کے لئے حدیث کی مراد بیان کی کہ وتر ایک رکعت ہے دو کے ساتھ جبکہ وہائی صاحبان اپنا مقصد پورا کرنے کو ان صرت کالدلالت احادیث کونظر میں نہ لاتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زیر بحث روایت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ وتر ایک رکعت ہے آخر رات میں۔

ثانياً بيوہ إلى صاحب كى جہالت يا خبث باطنى كا مظاہرہ ہے كەكسى حفى نے زير

جث روایت کا بیمعنی نہیں کیا کہ وتر ایک رکعت ہے دو کے ساتھ۔ ہم اپنے احناف مے روایت کا بیم اپنے احناف سے بیم معنی دکھا دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔ ملاعلی قاری علیہ رحمتہ الباری حفی مرکا قاشر ح مشاوق جساص ۱۲۱ پرامام طحاوی حفی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد لکھتے ہیں۔

<mark>نین وز و</mark>ں پرامام طحاوی کی عقلی دلیل

وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ مَعْنَاهُ صَلَّى رَكَعَةً مَعَ ثِنَتَيْنِ قَبْلِهَا وَمَذْهَبُنَا قَوِيٌّ مِنْ جِهَةِ النَّظُرِ لِآنَ الْوِتُرَ لَا يَخُلُوْ أَنْ يَكُونَ فَرُضًا أَوْ سُنَّةً فَإِنْ كَانُ فَرُضًا فَالْفَرْضُ لَيْسَ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ أَوْ ثَلْظًا أَوْ أَرْبَعًا وَأَجْمَعُوا كَانُ فَرُضًا فَالْفَرْضُ لَيْسَ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ أَوْ ثَلْظًا أَوْ أَرْبَعًا وَأَجْمَعُوا عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ ثَلْكُ وَإِنْ عَلَى اللهُ اللهُ ثَلَكُ وَلَا اللهُ اللهُ اللهُ ثَلْكُ وَإِنْ كَانَ سُنَّةٌ فَلَمْ نَجِدُ سُنَّةً إِلَّا وَلَهَا مَثَلٌ فِي الْفَرْضِ .

امام طحاوی نے فرمایا کے صلی رکعۃ کامعنی ہے کہ ایک رکعت کواس سے پہلی دورکعتوں کے ساتھ پڑھا اور ہمارا مذہب جہت قیاس سے بھی قوی ہے کیونکہ سوا اس کے نہیں کہ یا وتر فرض ہیں یا سنت پس اگر فرض ہیں تو فرض نہیں ہیں مگر دو رکعت یا تین یا چار رکعت اور اس پر اجماع امت ہے کہ وتر نہ دو ہیں نہ چار تو ثابت ہوا کہ وہ تین رکعت ہیں اور اگر سنت ہوں تو ہم ایسی سنت نہیں یا تے جس کی مثل فرض میں نہ ہو۔

مرادید کہ ایک وتر ماننے پروہ فرض وسنت دونوں کے خلاف ہوگا حالانکہ اسے فرض وسنت کے عدد میں خلاف نہیں ہونا چاہئے۔ یا در ہے کہ علامہ ملاعلی قاری نے امام طحاوی کے مذکورہ ارشاد کو بطور دلیل پیش کیا ہے لہذا بیمعنی دو حفیوں سے ثابت ہوا۔ شبیراحمدعثانی دیوبندی فتح مسلم شرح مسلم ج ۲س ۲۸۸ پر لکھتے ہیں۔

أَى بِوَاحِدَةٍ مَضْمُوْمَةٍ اللي شَفْعِهَا

لیمی ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے جو اپنے شفع سے ملی ہوتی (یعنی پہلی دو رکعتوں سے ماری ج مس سے ماری ج مس سے ماری ج مس سے ماری جسم سے ماری ج

پر فرماتے ہیں۔

وَاستَدُلَّ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَةً وَّاحِدَةً عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَةً وَّاحِدَةً عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسُلَّمَ صَلِّ رَكْعَةً وَيُسَ صَرِيْحًا فِي اللهُ صَلِّ رَكْعَةً وَّاحِدَةً آئُ مُضَافَةً اللهُ رَكْعَةً وَّاحِدَةً آئُ مُضَافَةً الله رَكْعَةً وَّاحِدَةً آئُ مُضَافَةً الله رَكْعَتَيْنِ مِمَّا مَضى

اور استدلال کیا گیا حضور کے ارشاد سے کہ ایک رکعت پڑھ۔اس بناء پر کہ وہ میں فصل اسے ملا کر پڑھنے سے افضل ہے اور تعقب کیا گیا کہ روایت صَلِّ دِ کُھُ (ایک وتر الگ پڑھنے) میں صرح نہیں کیونکہ اختال ہے کہ ایک رکعت پڑھ ارٹر سے مرادایک رکعت پہلی دو کی طرف مضاف ہو۔اس بیان سے مفتی احمد یار خاں نیم رحمتہ اللہ علیہ کے موقف کی وضاحت ہوئی کہ احناف اس کا معنی کرتے ہیں ایک رکعت دو کے ساتھ اور وہابی کے جھوٹ یا جہالت کا بھی پول کھلا کہ یہ معنی کسی حنی ہے۔ نہیں کیا۔

ثالثاً امام بیہق نے اپنی سنن بیہق میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کی زیر بھے روایت کے تمام طرق بیان کئے ہیں جن کے مشاہدہ سے پیتہ چلتا ہے کہ الوتر رکھ من آخر اللیل کے لفظ بیان کرنے میں۔ ابو مجلذ منفرد ہے باتی سب رواۃ الم روایتوں میں اور الفاظ بھی ذکر کرتے ہیں مثلاً یجی نافع اور عبداللہ بن دینار سے اور مدونوں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ

إِنَّ رَجُلاً سَئَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنُ صَلوةِ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنُ صَلوةِ اللَّيْلِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلوةُ اللَّيْلِ مَثْنى مَثْنى فَإِذَا خَشِى آحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلِّ رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدُ صَلِّى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدُ صَلِّى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ مَا قَدُ صَلِّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ

ا یک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد و وتر)

ے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دورکعت ہے جبتم میں سے کوئی طلوع صبح کا اندیشہ کرے تو ایک رکعت ساتھ اور پڑھ لے وہ اس کو ور کر دے گی جو وہ پڑھ چکا۔

حضرت سالم بن عبدالله اب باب عبدالله بن عمر رضى الله عنهما سے يول بيان

CZ 30:

قَالَ سَنَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى مَثْنَى فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَاذَا حِفْتَ الصَّبْحَ فَاوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ

لین ابن عمر رضی الله عنهما نے بیان کیا کہ مسلمانوں سے ایک شخص نے رسول الله مسلمانوں سے ایک شخص نے رسول الله مات کی نماز کس طرح ہے تو فر مایا دو دور کعت پھر جب مجھے طلوع فجر کا خوف ہوتو ایک رکعت سے ور کر۔

ال سے اوپر والی حدیث میں آیا کہ جبتم میں سے کوئی شیح کا خوف کر بے تو ایک رکعت اور پڑھ لے تو وہ وہ کر کردے گی ما قد صلی کوجو وہ پڑھ چکا۔ ایک اور حدیث میں (ما مضی) لفظ آئے ہیں اور بین ظاہر ہے کہ پہلی دو سے بھی ملے گی جب کہ دوپر سلام نہ پھیرا ہو ورنہ بیا کی رکعت الگ ہو جائے گی پہلی دو سے ل کر تین رکعت نہ ہوگی اور کوئی سینہ زوری سے کہہ کہ سلام پھیرنے کے باوجود پہلی سے ل جائے گی تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ بیر رکعت پہلی دو سے ملے گی یا سب سے اگر دو سے ملئے کا کہوتو بیر جی بلا مرج ہے جو کہ اصولاً جائز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے تُدوِّ تبر گه فائل و مساقلہ صَدِّ بیل کے وجود پڑھ چکا کو وہ بنائے تو وہ گیارہ ہوئے جس کا قائل و مساقلہ صَدِّ بین نیز اگر وہ ایک رکعت ہوتے تو پھر بیفر مانے کی حاجت کیا تھی کہ جب مجھے شیج ہونے کا خوف ہوتو ایک رکعت پڑھ لے مطلق فرما دیا جاتا کہ وہ ایک

رکعت ہے خوف کی قید لگانا ظاہر گرتا ہے کہ جب وقت میں نئے سرے سے پڑھنے _گ گنجائش نہ رہے تو جو پڑھ رہے ہو دو پر سلام نہ کہو بلکہ تشہد کے بعد تیسری رکعت _{پڑھ} کرتین وتر بنالو۔

رابعاً : غير مقلد كا مطالبه كه احناف كوئي صحيح صريح حديث پيش كريں جس كي عرارت ہو کہ (الوتر رکعہ مع الرکعتين) اس كا جواب ہے كہ وہائي صاحر مذکورہ الفاظ کے ساتھ حدیث دکھانے کا مطالبہ تو تب کریں جبکہ مفتی صاحب رہم الله عليه نے دعویٰ کيا ہو کہ ان الفاظ کے ساتھ حديث موجود ہے۔ انہوں نے تو فر ہے کہ حنفی اس کامعنی کرتے ہیں۔ وتر ایک رکعت ہے دو کے ساتھ۔ اس کی تفسیر احادیث ہیں جو ہم پہلی نصل میں عرض کر چکے ہیں۔ فقیر کہتا ہے ایک آیت کا دوس کا آیت یا ایک حدیث کا دوسری حدیث کی تفییر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ک دوسری میں الفاظ موجود ہوں جو تفسیر کریں بلکہ پیجھی تفسیر کرنے کو کافی ہے کہ دوسری کسی طور پرتفسیر کا نقاضا کرے تو یہ تقاضا کہ وتر ایک رکعت ہے دو کے ساتھ و حدیثیں تقاضا کرتی ہیں جومفتی صاحب رحمتہ الله علیہ نے اس باب کی پہلی فصل میں پیش کی ہیں جن کو ہم نے مع عربی عبارت واردوتر جمہ لکھ دیا ہے یہاں صرف اس غرض سے کہ قاری نہیں جان سکے گا کہ کون کون سے حدیث مذکورہ تفسیر کا تقاضا کرا ہے کچھ کا ترجمہ لکھ رہا ہوں۔ حدیث نمبر اتا ۴ نسائی، طحادی، طبرانی صغیر، متدرک حاکم میں جعزت عائشہ رضی الله عنها سے ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم تنین رکعت وتریر مے تھے سلام نہ پھیرتے مگر آخر میں حدیث نمبر ۵ اور ۲ دار قطی اور بیہی ہے ہے جس کے راوی حضرت ابن مسعود رضی الله عنه بین اس میں ہے کہ حضور صلی الله علیہ وسل نے تین وتر پڑھے۔ حدیث نمبر کطحاوی سے ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا بے شک نبی صلی الله علیه وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ حدیث نمبر ۸نسائی کے حوالہ سے ہے جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تین ور پڑھے۔ ان کے علاوہ بھی تین رکعت ور پراس فصل میں صرح حدیثیں ہیں جو مقتضی ہیں کہ زیر بحث ابن عمر رضی الشّعنها کی روایت کا معنی ایک رکعت ور ہے دو کے ساتھ کرنا چاہئے ورنہ بیروایت تین رکعت ور پرصرح حدیثوں کے خلاف ہو جائے گی۔ مگر وہائی جی کو بیسوچ نہیں بلکہ اپنے تمہب نامہذب کی فکر ہے اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر مم اور مفتی صاحب رحمتہ اللّه علیہ کا جواب ملاحظہ ہو۔ ابوداؤد، نسائی شریف نے حضرت علی رضی اللّہ تعالی عنہ سے روایت کی۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، اَللهُ وَتُرَّ يَحِبُ اللهُ وَتُرَّ يَحِبُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، اَللهُ وَتُرَّ يَحِبُ الْهِرِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، اَللهُ وَتُرَّ يَحِبُ

فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے الله ور (بے جوڑ) من اللہ علیہ وسلم نے اللہ ور (بے جوڑ) م

اے قرآن مانے والواحنی بتائیں کہ اللہ ایک ہے یا تین جب وہ ایک ہے تو ور بھی ایک ہی رکعت چاہئے نہ کہ تین حضور نے نماز ور کورب تعالی کے ور ہونے سے مثال دی۔

جواب:

اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسر التحقیق جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر
وہایوں کو چاہئے کہ مغرب کے فرض بھی ایک رکعت پڑھا کریں نہ کہ تین کیونکہ
مغرب کے فرض دن کے وتر ہیں اور یہ وتر رات کے وتر ہیں جیسا کہ حدیث شریف
میں وارد ہے اور ہم پہلی نصل میں حدیث پیش کر بچے ہیں اگر وہائی کہیں کہ دوسری
روایتوں میں آگیا ہے کہ حضور مغرب کے فرض تین پڑھتے تھے تو ہم میہ کہتے س کہ یہ
بھی روایتوں میں آگیا ہے کہ حضور وتر بھی تین پڑھتے تھے دیکھو پہلی فصل۔
مختیقی جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالی کی محض وتریت یعنی

طاق بے جوڑ ہونے میں مثال دی ہے نہ کہ ایک ہونے میں تین بھی وتر ہے۔ ایک بھی وتر عثیل میں ادنی مناسبت کافی ہوتی ہے۔ ہر طرح مثل ہونا ضروری نہیں اس لئے حضور نے وتر فرمایا واحد، نہ فرمایا یعنی بیہ نہ فرمایا کہ اللہ ایک ہے ایک رکعت کو پہنر فرما تا ہے دیکھورب فرما تا ہے (مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح)

اللہ کے نور کی مثال الی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے یہاں رب
تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال چراغ سے دی۔ مطلقاً نورانیت میں اب اگر کوئی کھے
چراغ میں تیل بتی ہوتی ہے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نور میں بھی روغن بتی ہوتو اس کی
حماقت ہے۔ہم کہتے ہیں فلاں شخص شیر ہے مطلب ہوتا ہے کہ صرف طاقت میں شیر
کی طرح ہے یہیں کہ اس کے دم اور پنجہ بھی ہے۔

ال پرغیر مقلد کا پہلا اعتراض:

اولاً نمازمغرب کے وتر النہار ہونے پر کوئی مرقوعاً صحیح حدیث مروی نہیں۔مفتی صاحب نے اس سلسلہ میں جو بھی زیب رقم فرمایا اس کی حقیقت آگے اپنے مقام پر تفصیل ہے آرہی ہے۔

نام نهاد دین الحق ص ۲۵ م

الجواب اوّلاً: اگر غیر مقلد کو فرض مغرب کو دن کے ورتر کہنے پر کوئی صیح مرفوع عدیث نظر نہیں آئی تو ہم دکھا دیتے ہیں۔ علامہ ابن البر لکھتے ہیں:

قُلُتُ اَخُرَجَهُ النِّسَائِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اِبْنِ عُمَرَ فَقَالَ حَدَثَنَا قُتَیْبَهُ عَنِ الْفَضُلِ بُنِ عَیَّاضٍ عَنْ هَشَّامِ بْنِ غَسَّانِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ . قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلوةَ الْمَغْرِبِ وِتُرُ صَلوةِ النَّهَارِ فَاوْتِرُوا صَلوةَ اللَّیْلِ . وَهاذَا السَّنَدُ عَلَى شَرُطِ الشَّیْحَیْنِ میں کہتا ہوں اسے نبائی نے ابن عمر کی حدیث سے روایت کیا لیمی نہ کورہ سند سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز دن کے وقر بیں تو رات کی نماز کو بھی وقر کرو۔ اور پیسند شیخین کی شرط پر ہے۔ الجو ہر التی علی البیہ تی ج ساص اسموطًا محمص سے البیہ ہے۔ عن ابنی عُمر قال صلوة المُمعنوب وِتُو صلوة النّها لِا الله عنما سے کہ فرمایا مغرب کی نماز دن کے وقر بیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنها سے ہے کہ فرمایا مغرب کی نماز دن کے وقر بیں۔ اسی روایت کے متعلق (التعلیق المجد علی موطا محمد میں ہے)
اسی روایت کے متعلق (التعلیق المجد علی موطا محمد میں ہے)
ائی روایت کے متعلق (التعلیق المجد علی موطا محمد میں ہے)
ائی روایت کے متعلق (التعلیق المجد علی موطا محمد میں ہے)
ائی روایت کے متعلق (التعلیق المجد علی موطا محمد میں ہے)
ائی میڈ ویٹو ویٹو کو النّها فرق النّها فرق اللّه الل

اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً حضرت ابن عمر سے ان لفظوں سے کہ نماز مغرب دن کے وتر میں تورات کی نماز کو بھی وتر کرو۔ علامہ عراقی نے کہا کہ سنداس کی صبح ہے فتح الملہم شرح مسلم ج ۳ ص ۲۹۲ پر

وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ عَنُ إِبْنِ عُمَرَ إِنَّ الْوِتُرَ كَوِتُرِ النَّهَارِ وَعِنْدَ مَالِكٍ إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ صَلُوةَ الْمَغُرِبِ وِتُرُ صَلُوةِ النَّهَارِ. وَقَدُ اَخُرَجَهُ إِبْنُ اَبِى شَيْبَةَ مَرُفُوعًا عَنْهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيْح كَمَا قَالَهُ الزَّرُقَانِيُّ عَنِ الْعِرَاقِيِّ

اور روایت کیا اے طحاوی نے ابن عمرے کہ فرمایا ور دن کے ور کی طرح ہیں اور مالک کے نزدیک لفظ ہیں کہ نماز مغرب ور دن کی نماز کے ہیں اور اسے ابن الی شیبہ نے ان سے مرفوع روایت کیا۔ سیج اسناد

سے جیما کہ بیزرقانی نے عراقی سے بیان کیا۔

مندرجہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ نماز مغرب پر ور (طاق) کا اطلاق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنها کی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت ہے مگر وہائی اس استحیح مرفوع حدیث کے منگر ہیں وہ نماز مغرب کی طرح تین ور متصل ایک سلام سے پڑھنانہیں مانتے۔

غير مقلدصاحب كادومرااعتراض

اگر مغرب کی نماز ور ہے تو یہ خود احناف کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک ور کی تمام رکعات میں قرائت کرنا اور قنوت پڑھنا واجب ہے جبکہ احناف کے نزدیک مغرب میں بیمشروط نہیں نہ تو قنوت ضروری ہے (بلکہ پڑھ ہی نہیں سکتا) اور نہ ہی تمام رکعات میں قرائت واجب ہے۔ (نام نہاددین الحق ص ۲۵م)

وبابي كااحناف برغلط الزام ادراس كاجواب

الجواب: احتاف برخلاف کا الزام تو تب درست ہو جبکہ مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبید دینے میں مِن کُل وُجُوہِ مطابقت ترط ہو جب بینشرط بی نہیں بلکہ مشبہ اور مشبہ بھی کی تشبیہ میں اونی مناسبت اور صفات میں سے ایک صفت میں مشترک ہونا کافی ہے تو وتر اور نماز مغرب کی تشبیہ میں بھی بیصفت مشترک کافی ہے کہ بید دونوں نماز میں طاق بیں اور ایک سلام سے پڑھی جاتی ہیں۔ اس میں بیضروری نہیں کہ ایک بی طریقہ اور کیفیت سے پڑھی جاتی ہیں۔ اس میں بیضروری نہیں۔ بی طریقہ اور کیفیت سے پڑھی جاتی ہیں۔ درست ہو ور نہیں۔

غيرمقلد كانتيرا اعتراض:

قار کمین کرام اگر مذکورہ عبارت اردو زبان میں ہے جو کہ ہماری قومی زبان ہے تو کہ ہماری قومی زبان ہے تو آپ ہی بتائے کہ ہم نے بار ہا حسن ظن سے بی بتائے کہ ہم نے بار ہا حسن ظن سے پڑھا ہے بلکہ بار بارغور کیا ہے مگر اس عبارت کا یہی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق

ہے۔ پھر طاق کی بھی حضرت مفتی صاحب نے اگلی سطر میں صراحت کر دی کہ یعنی سے فرمایا کہ اللہ تعالی ایک ہے۔ ناظرین کرام ان پر دوعبارات کو مکرر ملاحظہ سیجئے بہاں مفتی صاحب نے اللہ تعالی کو طاق (ایک سے زیادہ) قرار دیا جبکہ رب تعالی نے اسے کفر قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدُ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِتُ ثَلَثْةٍ (١١٤، آيت ٢٠)

بے شک! کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں کا تیسرا ہے (مولوی احمہ

رضا)

ہ اِمفتی صاحب حدیث کو قبول کرنے کی بجائے اسلام کو بھی سلام کر بیٹھے ہیں۔ نام نہادویں الحق ص ۴۲۵

وبابى كى مفتى صاحب برالزام تراشى كاجواب

الجواب اوّلاً: برادران اسلام! مفتی صاحب نے وتر کامعنی طاق و بے جوڑ کیا جس پروہابی صاحب نے رب تعالی کوطاق کہہ کر جس پروہابی صاحب نے اعتراس کر دیا کہ مفتی صاحب نے رب تعالی کوطاق کہہ کر ایک سے زیادہ قرار دیا ہے پھراس پر کفر کا اطلاق کر دیا اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حدیث میں نہیں آیا کہ اللہ وتر ہے اور کیا مفتی صاحب نے اس کا معنی طاق و بے جوڑ اپنے پاس سے کیا ہے یا کہ وتر کا یہی معنی ہے۔

ورخ كى معنوى تحقيق

رب تعالی سورۃ فجر میں ارشادفر ماتا ہے: وَالشَّفْعِ وَالْوَتْ مِولوی ثناء الله المرسری غیر مقارتفیر ثنائی میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور تشم ہے ہر جفت چیز کی اور قتم ہے ہر طاق چیز کی ۔ صاحب احسن التفاسیر سیداحمد احسن غیر مقلد لکھتے ہیں اور تشم ہے ہر طاق کی ۔ ترجمۃ القرآن فوا کد سلفیہ میں ہے اور قتم ہے جفت کی اور طاق کی ۔ ترجمۃ القرآن فوا کد سلفیہ میں ہے اور قتم ہے جفت کی اور طاق کی ۔ اس کے کہ اس کے کہ وسوال دن ہے اور عرفہ کا دن طاق ہے کیونکہ وہ نوال دن ہے۔ ابن کشراین تفسیر میں میں اس کے کہ وسوال دن ہے اور عرفہ کا دن طاق ہے کیونکہ وہ نوال دن ہے۔ ابن کشراین تفسیر میں

(وَالشَّفُعِ وَالْوِتْرِ) كَتِت لَكْفة بين:

قَلْهُ تَقَلَّمَ فِي هَٰذَا الْحَدِيْثِ إِنَّ الْوِتْرَ يَوْمُ عَرْفَةَ لِكُونِهِ التَّاسِعُ وَإِنَّ الشَّفَعَ يَوْمُ النَّحُولِكُونِهِ الْعَاشُرِ وَقَالَهُ إِبْنُ عَبَّاسٍ وَ عِكْرَمَةُ وَالضَّحَاكُ الضَّاـ

بے شک اس حدیث میں گزر چکاہے کہ وتر عرفہ کا دن ہے۔ واسطے ہونا اس کے نواں اور شفع قربانی کا دن ہے واسطے ہونا اس کے دسواں اور نیز اسے میان کیا۔ ابن عباس اور عکر مہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم نے۔ شوکانی غیر مقلد صاحب نے اپنی تفییر فتح القدیر میں وَ الشَّفْعِ وَ الْوَتُو کی تفییر بیش وَ الشَّفْعِ وَ الْوَتُو کی تفییر بیش کی ہے: پر سے حدیث پیش کی ہے:

عَنْ جَابِرٍ آنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال اشفع اليومان والوتر اليوم الثالث

حضرت جابر سے ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر مایا شفع دو دن ہیں اور وتر تیسرا دن ہے۔

غیرمقلدوں کی ان مذکورہ تفسیروں اور ترجموں سے معلوم ہوا کہ وتر کا معنی طاق
ہوار حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وتر کا معنی نواں اور تیسرا طاق دن ہے تو اسی لفظ
وتر کا معنی مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے طاق کیا جس پر وہابی جی نے کہا کہ طاق کا
معنی ایک سے زیادہ ہے لہذا اللہ پر اس معنی کا اطلاق کرنے پر کفر لازم آتا ہے میں
پوچھتا ہوں وہابی صاحب تمہارے ان وہابیوں پر کفر لازم نہ آیا جنہوں نے وتر کا معنی
طاق کیا چر حدیث شریف میں وتر کا معنی نواں اور تیسرا طاق دن آیا ہے تو کیا ان کے
بارے آپ کیا فتو کی صادر فرماتے ہیں۔ اب لغات سے وتر کا معنی ملاحظہ ہو۔ وتر
بالکسرہ اور بالفتح کا معنی تنہا اور طاق ہے یا ہم وہ عدد جو طاق ہو۔ متر کا اور طاق ہے جو
بالکسرہ اور بالفتح کا معنی تنہا اور طاق ہے یا ہم وہ عدد جو طاق ہو۔ متنہا اور طاق ہے جو

كى بمقابلہ جوڑا ہے۔ الوز والوز بے مثل بدلہ لينا يا بدلہ لينے ميں ظلم كرنا ہے۔ المنجد الوز والوز بے جوڑ، طاق، بدلہ يا بدلہ لينے ميں ظلم كرنا ہے۔ مصباح اللغات،

نانیاً وہابی جی ایسے غی الذہن ہیں کہ خود کہدرہا ہے کہ میں نے مفتی صاحب کی زریج نے عبارت کو بارہا دیکھا ہے گرسمجھا پھر بھی نہیں مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بہاں عدیث شریف کے الفاظ سے نکتہ بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پراور نماز وتر پروتر کا اطلاق کیا کہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پہند فرما تا ہے بیہ نہ فرما یا کہ اللہ واحد ہے اور واحد کو پہند فرما تا ہے جب ایسا فرمایا جاتا پھر تو وہا بیوں کی ایک وتر پرولیل بنتی کے لفظ وتر میں بہیں بنتی کیونکہ وتر کا اطلاق اس چیز یا عدد پر ہوتا ہے جو بے جوڑا ہو اس معنی میں ایک بھی شامل ہے کیونکہ اس کے ساتھ دوسر انہیں اور وہ بھی جو جوڑوں کے بعد اکیلا رہ جائے تین میں تیسرا۔ پانچ میں پانچواں وغیرہ لیکن افسوس کہ جوڑوں سے بعد اکیلا رہ جائے تین میں تیسرا۔ پانچ میں پانچواں وغیرہ لیکن افسوس کہ وہابی ہے عقل سیدھی اور درست بات کو الٹی بھی کر کفر کا فتو کی صادر کر رہا ہے۔

ور الله كي صفت ہے

(لفظ وترکی توجیہ) جب وتر کے معانی متعد دہیں جیسا کہ ابھی لغات ہے معلوم ہو چکا اور وتر اللہ تعالی کی صفت واقع ہوا ہے لہذا اس کے وہ معنی کئے جائیں جو اللہ سجانۂ تعالیٰ کی شان کے لائق ہوں مثلاً ہے مثل ہے جوڑ لا ثانی لا شریک وغیرہ عیر مقلد کا چوتھا اعتراض: مفتی صاحب کا نبی رحت رسول مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام کہ آپ نے اللہ کو وتر فرمایا یہ صرف مفتی جی کا خیال ہے۔ حضرت محمد صطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اس سے رب کعبہ کی قسم پاک ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۲۵ اور ۲۲ اور ۲۲

وہائی کفر کی ز دیے نہیں پچ سکتا

الجواب اوّلاً: اس اعتراض کے تحت مذکورہ عبارت کے پیش نظر نام نہاد دین الحق کے مصنف کوکوئی نام نہاد اہل حدیث کفر کی زد سے نہیں بچا سکتا کیونکہ وتر اللہ کی صفت واقع ہوا ہے جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے جبکہ بیرصاحب اللہ کی اس صفت کا منکر ہو چکا ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھ چکا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم اللہ علیہ وسلم بنے اللہ تعالیٰ کو وتر نہیں کہا حالانکہ بیرصاحب اپنے فرہب کی تائید پر کہ وتر ایک رکعت ہے پر بطور دلیل۔ ابوداؤد، جامع تر فدی، نسائی، ابن ماجہ، مندامام احمد، صحیح ابن خزیمہ کے حوالہ سے حضرت سیدناعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

الله وتر ہے وتر کو پہند فرما تا ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاهُلَ الْقُرْانُ آوْتِرُوا

اے قرآن والووتر پڑھا کرو بے شک اللہ وتر ہے وتر کو پیند فرما تا ہے۔

امام ترندی نے اسے حسن امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۱۹۲۴ ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت وتر کا انکار دراصل وہا بی جی کو اللہ کی گرفت ہے کیونکہ ابھی سے بچھے اس کی عبارت نام نہاد دین الحق کے صفحہ ۴۵ کے حوالہ سے گزری جس میں اس نے بلا وجہ اللہ کے مقرب بندے مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر کفر کا فتو کی لگایا تو اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ اللہ کے مقربین سے عداوت اللہ سے جنگ ہے (اللہ ایسوں کو ہلاکت و بربادی کے راستہ پر چلا دیتا ہے) اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۵: اور مفتی احمدیار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف میں حضرت ابن الی ملیکہ سے روایت کی:

ٱوْتَرَ مَعَاوَيَةُ بِعُدَ الْعِشَآءِ بِرَكْعَةٍ وَّ عِنْدَهُ مَوْلَىٰ اِبْنِ عَبَّاسٍ فَاتَىٰ. اِبْنَ عَبَّاسٍ فَٱخْبَرَهُ فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی اس

وقت ان کے پاس سیدنا ابن عباس رضی الله عنهما کے غلام حاضر تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں کچھ نہ کہووہ صحابی رسول ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت ور پڑھتے تھے بہ نعل سے اب کہ ور تین رکعت ہیں سے اب کہ ور تین رکعت ہیں سے کہ اس رمعاویہ نے ایک رکعت ور پڑھی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کہونکہ جب امیر معاویہ نے ایک رکعت ور پڑھی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خلام کو چیرت ہوئی جس کی شکایت حضرت ابن عباس سے کی ۔ چیرت و تعجب اس کام پر ہوتا ہے جو زالا اور عجب ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ کوئی صحابی ایک رکعت ور نہ پر ہوتا ہے جو زالا اور عجب ہوتا نہ شکایت کرتے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اعتراض کرنے سے منع فر مایا کیونکہ امیر معاویہ جمہد فقیہ صحابی ہیں ۔ فقیہ جمہد کی فلطی و خطا پر اعتراض کرنے سے منع فر مایا کیونکہ امیر معاویہ جمہد فقیہ صحابی ہیں ۔ فقیہ جمہد کی فلطی و خطا پر اعتراض کرنے سے منع فر مایا کیونکہ امیر معاویہ جمہد فقیہ صحابی ہیں ۔ فقیہ جمہد کی دوسری روایت میں اس

طرح ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهُ هَلُ لَكَ فِي آمِيْرِ مُؤْمِنِيْنَ مَعَاوَيَةَ مَا أَوْتَرَ اللَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ آصَابَ إِنَّهُ فَقِيْهُ

حضرت ابن عباس سے عرض کیا گیا کیا آپ کو امیر مؤمنین معاویہ پر کوئی اعتراض ہے وہ تو وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک کرتے ہیں وہ مجہد عالم فقیہ ہیں۔

صاف معلوم ہوا کہ وتر تمام صحابہ اور خود سیدنا عبداللہ ابن عباس تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس ہی لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت وتر بڑھنے کی شکایت کی گئی گر چونکہ حضرت امیر معاویہ صحابی ہیں۔ عالم ہیں مجتهد ہیں اور مجتهد فقیہ کی خطا بھی درست ہوتی ہے۔ ان پر اعتراض نہ کرو۔ مہر بان من بیحدیث تو حفیول کی دلیل سمجھ بیٹھے۔ بیتو آپ کے خلاف ہے۔ اس پر کی دلیل سمجھ بیٹھے۔ بیتو آپ کے خلاف ہے۔ اس پر

غیر مقلد کا پہلا اعتراض: قارئین کرام! ہم نے آپ کے سامنے مفتی صاحب کی من و عن پوری عبارت نقل کر دی ہے اور اس میں مفتی صاحب نے گئی ایک صریحاً کزب بیانیاں کی ہیں اولاً، حضرت ابن عباس کے غلام کے سوال کرنے کو مفتی صاحب نے اپنی طرف سے جیرت و تبجب قرار دیا ہے پھر اس پر میزالی دلیل دی ہے کہ تب ہی تو انہوں نے آپ سے سوال کیا تھا حالانکہ روایت کے الفاظ محض اس قدر ہی ہیں کہ: هَلُ لَّكَ فِئَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَعَاوَیَةَ مَا اَوْتَرَ اِلَّا وَاحِدَةً

کیاامیرمونین معاویہ پرگوئی اعتراض ہے کہ وہ نہیں ور پڑھتے مگرایک رکھت،
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے اپنے غلام کے سوال پر تعجب کیا اور کہا کہ
مختص اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہئے کہ ایک ایساشخص جو جمتہد اور فقیہ ہے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یا فتہ ہے وہ ایک رکھت وتر پڑھتا ہے۔ انہی چیزوں کو
ملحوظ رکھ کرامام بخاری نے اس روایت کو کتاب المناقب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے فضائل میں درج کیا ہے۔ حافظ ابن حجراس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

وَقَوْلَهُ دَعُهُ اَى التُّرُكُ لِقَوْلِ فِيْهِ وَ الْإِنْكَارِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ اَى فَلَهُ فَلَهُ مَعُولِهِ فِي الرَّوَايَةِ الْاُخُولِي الرَّوَايَةِ الْاُخُولِي اَصَابَ إِنَّهُ فَقِيْهُ مَّا يُؤَيِّدُ ذَلِكَ (تُقَالِدِي جَهُ ١٨٠٥)

ابن عباس کے قول دعہ کا معنی ہے اس اعتراض کو چھوڑ دے اور ایک رکعت وتر پرانکار بھی کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے لہذا وہ کوئی بھی (شرعی) کام ایسانہیں کر سکتے مگریہ وہ متند ہواور دوسری روایت کے الفاظ اصاب انہ فقیہ اس کی تائید کرتے ہیں (انتھی)

الجواب اوّلاً: مفتی صاحب رحمته الله علیه نے جو حدیث کی تشریجاً مراد بیان کی اسے تو وہائی جی نے کذب بیانیاں کہددیا مگر اپنے خود ساختہ مذہب کو دلیل فراہم

رنا مطلوب تھی تو من گھڑت تشری سے جو چاہاروایت میں داخل کر دیا وہائی جی سے سوال ہے کہ روایت میں یہ کن الفاظ کا معنی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے اپنے غلام کے سوال پر تعجب کیا اور کہا کہ مجھے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہئے کہ ایک ایسا شخص جو مجہد اور فقیہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یا فتہ ہے وہ ایک رکعت وتر پڑھتا ہے۔ قربان جا کیں ان نام نہا دا ہلحد یتوں کی دورنگی چال پر کہ کوئی اور حدیث کی تشریحاً مراد بیان کرے تو کذب بیانی ہو جائے مگر یہ حضرات جو چاہیں احادیث میں من گھڑت اضافے فرما کیں وہ جائز اور سے تھہرے۔

ثانياً: مفتى صاحب رحمته الله عليه نے ابن عباس رضى الله عنها كے غلام كى <mark>چرت وتعجب</mark> کے الفاظ کا اضافہ من گھڑت طور پرنہیں کیا بلکہ حدیث سے بیرمراد نگلتی ہے کونکہ ہرصاحب عقل پر حدیث میں غور کرنے سے عیاں ہو جائے گا کہ اگر ابن عباس اور دیگر صحابه رضوان الله علیهم ایک رکعت وتر پڑھتے ہوتے تو غلام اپنے آتا ابن عبال سے حضرت امیر معاویہ کے ایک وزیر سے پر شکایت نہ کرتے کیا وہ حضرت <mark>ابن عباس ر</mark>ضی الله عنهما اور دیگر صحابه کو وتر پڑھتے نہیں دیکھتا تھا یا خود وہ وترنہیں پڑھتا <mark>تھا اگر ایک</mark> رکعت وتر مسنون ہوتا سب صحابہ ایک رکعت پڑھتے ہوتے تو غلام کو <u> مفرت امیر معاوید رضی الله عنه کے ایک وتر پڑھنے کے ذکر کی حاجت ہی کیاتھی؟</u> جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ١: اور مفتی صاحب رحمته الله علیه کی طر<mark>ف</mark> سے اس کا جواب ملاحظہ ہو۔حنفیوں کی عجیب حالت ہے ہم ایک رکعت وتر پڑھیں تو اعتراض کرتے ہیں ، امیر معاویہ ایک رکعت وتر پڑھیں تو ان پر کوئی اعتراض مہیں، ہم رفع یدین یا اونچی آمین کہیں تو ہم پر ملامت ہے۔امام شافعی ہماری سی نماز پ^{رهی}ں تو نه انہیں وہا بی کہا جاوے نه ان پر کوئی اعتر اض ہو بید دوڑخی پالیسی کیسی اور بیہ فرق کیوں ہے۔ عام وہابی، جواب جی جہاں بالکل ٹھیک ہے۔ عالم فقیہ مجتہد کی خطا پر بھی تواب ہے مگر جاہل جب دیدہ دانستہ عالموں سے منہ موڑ کر غلطی کرے تو سزا کا مستحق ہے اگرسول سرجن سندیافتہ ملازم سرکاری کسی بیار کو غلط دوا دے دی تو اس کوئی عتاب نہیں لیکن اگر کوئی جابل آدمی یوں ہی اٹکل پچو ہے کسی کو غلط دوا کہلا دے تو شرعاً و قانو نا مجرم ہے۔ جج، حاکم کسی ملزم کو سزا دے حق ہے اگر چہ غلطی کر ہے گا ایرے غیرے قانون ہاتھ میں لیکر خود ہی لوگوں کو سزا دینے لگے مجرم ہے جیل کا مستحق ہے۔ دیکھو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما میں خون ریز جنگ ہوئی جس میں یقینا علی مرتضی برحق سے اور امیر معاویہ خطا پر لیکن ان میں ہے گنہگار کوئی نہیں جس کو بھی برا کہا جاوے تو برا کہنے والا بے ایمان ہو جاوے گا۔ قرآن کریم نے حضرت داؤوں سلیمان علیہا السلام کے ایک مقدے میں مختلف فیصلوں کا ذکر فر مایا۔

اِذْ يَحُكُمْ نِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتُ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ * وَ كُنَّا لِهُ يَحُكُمُ الْقَوْمِ * وَ كُنَّا لِكُمُ اللَّهُ اللَّالِمُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَل

جب وہ دونوں حضرات ایک کھیت کے متعلق فیصلہ فرماتے تھے جب اس میں قوم کی بکریاں پھیل گئیں ہم ان کا فیصلہ مشاہدہ فرمارہے تھے پس ہم نے حضرت سلمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور ہم نے ان میں سے ہرایک کو حکمت وعلم بخشا۔

دیکھو کھیت کے اس مقدمہ میں داؤد وسلیمان علیہا السلام دونوں بزرگوں نے علیحدہ علیحدہ فیصلہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ برحق تھا جس کی رب تعالی نے تائید فرمائی۔حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ خطا اجتہادی تھی لیکن ان پر کسی قسم کا عقاب ہوا ہرگز نہیں۔ کیوں اس لئے کہ آپ مجہد مطلق تھے اور مجہد کی خطا پر عتاب نہیں۔ وہا ہو! اگر تم بھی رفع بدین یا اونچی آمین، شافعی بن کر کرو تو تمہیں وہائی نہیں کہا جاوے گا نہ تم سے یہ شکایت ہوتم خود بے علم ہوتے ہوئے قانون ہاتھ میں لے لیتے ہواور اپنی ذمہ داری پر بیر کسیں کرے دین میں فتنہ واقعہ کرتے ہواس پر تمہاری لیتے ہواور اپنی ذمہ داری پر بیر کسیں کرے دین میں فتنہ واقعہ کرتے ہواس پر تمہاری

بدرگت بنتی ہے۔

غيرمقلد كااس پر پهلا اور ډويرااعتراض:

اب ترتیب اوران خرافات کا جواب ملاحظه کریں۔

اولاً! ایک وتر مسکد اجتهادی نہیں بلکہ حدیث نبوی (قولی وفعلی) تعامل صحابہ سے طابت ہے نصوص سے ثابت شدہ امر اجتهادی نہیں ہوا کرتا سے مفتی صاحب کی کم آگائی کا نتیجہ ہے۔

فانیاً: مفتی صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اگر مجہد عمل میں غلطی کرے تو کوئی علامی کرے تو کوئی علی میں خلطی کرے تو کوئی علی بنیس مگر دلیل فتویٰ کی دے رہے ہیں لہندا یہ تقریب تام نہیں جتنی دیر تک مفتی صاحب اپ دعویٰ پر کوئی دلیل قائم نہ کریں پھر مفتی صاحب اس دعویٰ میں یہ بھی تسلیم کررہے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی خطاء اجتہادی تھی اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر مجہد بھی خطا کریں تو وہ خطا ہی ہوتی ہے۔نام نہاد دین الحق نمبر اسم

الجواب اولاً: اگر غیر مقلد کو اجتهاد کی تعریف معلوم ہوتی تو یہ نہ کہنا کہ وتر کا مسئلہ اجتهاد نہیں وہائی صاحب جب سی مسئلہ پر دلائل مختلف ہوں تو مجتهد ایک جانب کو ترجیح دیکر اپنامعمول بناتا ہے اس کا نام اجتهاد ہے۔

تانیاً: اگر حضرت امیر معاویه رضی الله عنه کا ایک رکعت و تر پڑھنا اجتہاد نه ہوتا محدیث صریح سے ثابت ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی الله عنهما اپنے غلام کی شکایت پر فرماتے کہ تہمیں کیا اعتراض ایک رکعت و تر تو حدیث سے ثابت ہے بیرنہ کہتے کہ اصاب انه فقیه اس نے درست کیا اس لئے کہوہ (مجتهد) فقیہ ہیں۔ بیہ کہنا اس پر دال ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا ایک و تر پڑھنا اجتہاد مال ہے کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک حضرت امیر معاویہ کا ایک و تر پڑھنا اجتہاد تھا۔

ثالثاً: مفتی صاحب رحمتہ الله علیہ نے اپنے دعویٰ پر کہ مجتهد کی خطا پر عماب نہیں تابل معافی ہے۔ دلیل قرآن سے دی ہے کہ دیکھو داؤد اور سلیمان علیہا السلام کا ایک

ہی مسئلہ پر فیصلہ مختلف ہے۔قرآن کی روسے سلیمان درشگی پر ہیں حضرت داؤد علیہ السلام اجتہادی غلطی پر مگر اللہ سجانۂ تعالی دونوں پر راضی ہے۔ داؤد علیہ السلام پر عثاب نہیں فرمایا ہیہ دلیل ہے کہ مجمہتد کو اجتہادی خطا پر گرفت نہیں۔اس کے باوجود وہابی صاحب کا دلیل طلب کرنا اندھا پن ہے لیکن ہم پھر بھی اس کا مطالبہ نظرانداز نہیں کرتے اسے دلیل دکھا دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

اجتهاد كى فضيلت

عَنُ عَمْرِو بُنِ الْعَاصِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِذَا حَكَمَ الْحَاكُمُ فَاجْتَهَدَ فَاصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَحْطًا فَلَهُ اَجُرٌ قَالَ فَحَدَّثُتُ هَاذَا الْحَدِيْتَ اَبَا بَكُرِ بُنَ مُحَمَّدِ بُنِ عَمْرِو بُنِ حَزْمٍ فَقَالَ هَكَذَا الْحَدِيْتَ اَبَا بَكُرِ بُنَ مُحَمَّدِ بُنِ عَمْرِو بُنِ حَزْمٍ فَقَالَ هَكَذَا حَدَّثُ فَيْدَ اللهِ مُن عَمْرِو بُنِ حَزْمٍ فَقَالَ هَكَذَا حَدَّثُ فَيْدَ اللهِ مُن عَمْدِ اللهِ مُن عَمْدِ اللهِ مُن ابِي هُرَيْرَةً وَ قَالَ عَبْدِ اللهِ مُن اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهِ بُنِ ابِي بَكُرٍ عَنْ ابِي سَلَمَةً عَنِ النَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ اللهُ اللّهُ اللهُ ال

سیح بخاری و مسلم دونوں کی جلد نانی دونوں کا باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب اوا خطاء، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب حاکم نے اجتہاد سے فیصلہ کیا تو اسے دو اجر بیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر خطا کی تو اسے ایک اجر ہے۔ یزید نے کہا کہ میں نے بیحدیث ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حر بن کی اس نے تصدیث ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حر بن کی اس نے تصدیث کی کہ اسی طرح بید حدیث بجھے ابو سمرین نے ابو ہری ہو سے بیان کی اور عبدالعزیز بن مطلب ابوسلمہ بن عبدالرحن نے ابو ہری ہ سے بیان کی اور عبدالعزیز بن مطلب نے عبداللہ بن ابی بکر سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے حضور صلی اللہ علیہ نے مسلم کی اس حدیث سے وسلم وسلم کی اس حدیث سے

روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مجتبد کو اجتباد کے بعد معمول میں اجر ہے اگر چہ وہ اجتباد میں احر ہے اگر چہ وہ اجتباد میں غلطی کر جائے اور امام بخاری اور مسلم نے یہ باب باندھ کر کہ حاکم جب اجتباد سے فیصلہ کرے تو اسے اجر ہے در تنگی پر ہویا غلطی پر تصدیق کر دی کہ حدیث صحیح اور اپنے ظاہر معنی پر ہے۔

غير مقلد كاتيسرااعتراض

پرمفتی صاحب کی آیک دیدہ دلیری ملاحظہ کیجے فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام مجہد مطلق سے حالانکہ نبی مجہد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی پینیمبر اپنی طرف سے دین میں اجتہاد کرتا ہے بلکہ نبی ایپنے رب کی طرف سے آمدہ وجی کا متبع ہوتا ہے اور یہی چیز نبی اور امتی کے درمیان حدفاصل ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

اِنِ اتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْ حلى اِلَيَّ مِنُ رَّبِتِیُ (پالانعام آیت ۵۰) میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہی مضمون سورة پونس کی آیت ۱۵ اور سورہ احقاف آیت ۹ میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید ارشاد ہوتا

قُلُ إِنَّمَا أَتَبِعُ إِلَّا مَا يُوْحِى إِلَىَّ مِنْ رَّبِّى (ب٩ سره الاعراف آيت٢٠٠) تم فرماؤ ميں تو اس كى پيروى كرتا ہول جو ميرى طرف ميرے رب كى طرف سے وحی ہوتی ہے۔نام نہا دوین الحق ص٣٣٢

انبیاء علیم السلام کے اجتہاد کا انکار وہابی کی جہالت ہے

الجواب اوّلاً: غیرمقلد کا کہنا کہ نبی مجہد نہیں ہوتا جہالت اور انبیاء کیہم السلام کے عظیم الثان وصت کا انکار ہے۔ مجہد کمال علم وعقل فہم و فراست پر فائز ہوتا ہے جبکہ یہ وصف انبیاء علیم السلام میں سب سے درجہ اتم ہوتا ہے مگر افسوں کہ جو شخص طائفہ غیر مقلدہ کا ترجمان بنا ہوا ہے اور اپنے کو ہم چو دیگر نست جانتا ہے۔ کہنا ہے نبی مجہد ہوتا ہی نہیں لیکن جب کہا جائے کہ اللہ سجانہ تعالی جھوٹ سے پاک ہے نبی مجہد ہوتا ہی نہیں لیکن جب کہا جائے کہ اللہ سجانہ تعالی جھوٹ سے پاک ہے

(جھوٹ نہیں بول سکتا) تو وہابی حضرات کہنے لگتے ہیں۔ جی اگر بندہ جھوٹ بول سکے اور الله نه بول سکے تو ہندے کی طاقت اللہ کی طاقت سے بڑھ جائے گی گوان کے نز دیک اگر جھوٹ گندے وصف کاتعلق اللہ سے نہ جوڑا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جو بندوں کو طاقتیں دیتا اور جب حاہے چھینتا ہے اس کی معاذ اللہ طاقت بندوں سے کم ہو جائے گی۔مگریہ خیال نہ گزرا کہ اگر امتی مجہد ہو سکے نبی نہ ہو سکے تو امتی اچھے اور کمال وصف میں نبی ہے بڑھ جائے گا حالانکہ اجماع امت ہے کہ نبی میں تمام اچھے اوصاف کمال درجہ کے ہوتے ہیں جب کہ امتی میں یہ بات ضروری نہیں .

انبیاء علیهم السلام کے اجتہاد کا ثبوت

ثانیاً اب دیکھیں کہ مفسرین کرام انبیاء علیهم السلام کے اجتہاد میں کیا فرماتے ہیں،اول تفسیرروح البیان میں زیرتفسیر آیہ

(وَكُلًّا اتَّيْنَاهُ حُكُمًا وَّ عِلْمًا) قَالَ فِي التَّاوِيُلاَتِ النَّجْمِيَّةِ آيُ حِكْمَةً وَّ عِلْمًا لِيَحْكُمَ كُلُّ وَاحِد مِّنْهُمَا مَوَافِقًا لِلْعِلْم وَالْحِكْمَةِ بِتَانِيْدِنَا وَإِنْ كَانَ مُخَالِفًا فِي الْحُكْمِ بِحِكْمَتِنَا لِيَتَحَقَّقَ صِحَّةُ آمُرِ الْإِجْتِهَادِ وَإِنَّ كُلَّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ كَمَا قَالَ فِي ٱلْإِرْشَادِ وَهَلْذَا يَدُلُّ عَلَى إِنَّ الْخَطَاءَ الْمُجْتَهِدِ لَا يَقُدَحُ فِي كُوْنِهِ مُجْتَهِدًا

تاویلات نجمیه میں فرمایا که مراد ہے حکمت اور علم عطا کیا تا کہ ان دونوں سے ہراک علم وحکمت کے موافق فیصلہ کرے ہماری تائید کے ساتھ اور اگرچہ فیصلہ مخالف واقع ہوا۔ ہماری حکمت کے تحت تا کہ امراجتهاد کی صحت متحقق ہواور بے شک ہر مجہز در نگی پر ہے جبیبا کہ الارشاد میں فر مایا اور بید دلالت کرتا ہے اس پر کہ بے شک مجتہد کی خطاء اجتہاد اس کے مجتبد ہونے میں نقص نہیں ڈالتی (دوم) تفسیر سفی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:

وَكَانَ ذَٰلِكَ بِاجْتِهَادِ مِنْهُمَا وَهَذَا كَانَ فِي شَرِيْعَتِهِمُ فَاِمَّا فِي شَرِيْعَتِهِمُ فَاِمَّا فِي شَرِيْعَتِنَا فَلاَضَمَانَ عِنْدَ آبِي حَنِفْيَةَ وَاَصْحَابِهِ رَضِى اللهُ عَنْهُمُ مَسِلِنَّ فَلاَضَمَانَ عِنْدَ آبِي حَنِفْيَةَ وَاصْحَابِهِ رَضِى اللهُ عَنْهُمُ بِاللَّيْلِ بِاللَّيْلِ وَإِللَّا اَنْ يَكُونَ مَعَ البَهِيْمَةِ سَائِقٌ اَوْ قَائِدٌ وَعِنْدَ شَافِعِي يَجِبُ الضَّمَانُ بِاللَّيْلِ

اوریہ (فیصلہ) ان دونوں کے اجتہادہ سے تھا اور بیتکم ان کی شریعت میں تھا پس بہر حال ہماری شریعت میں تو خان نہیں امام ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک عام ازیں کہ چوپائے رات کو اوجاڑا کریں یا دن کو مگر جبکہ چوپاؤں کے ساتھ چرواہا یا نگران ہواور امام شافعی کے نزدیک رات اوجاڑے کی صورت ضمان واجب ہے۔

کے نزدیک رات اوجاڑے کی صورت ضمان واجب ہے۔
(سوم) تفییر ابن کثیر میں اسی مقام پر ہے:

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنُ حُمَيْدٍ اَنَّ اَيَاسَ بُنَ مُعَاوِيهَ لَمَّا اِسْتِقُطٰى اَتَاهُ الْحَسَنَ فَبَكٰى فَقَالَ مَا يَبُكِيْكَ قَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ بَلَغَنِى إِنَّ الْقُضَاةَ رَجُلٌ إِجْتَهَدَ فَاَخُطَا فَهُو فِى النَّارِ وَرَجُلٌ مَالَ بِهِ الْهُولى فَهُو فِى النَّارِ وَرَجُلٌ الْجَسَنُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ وَرَجُلٌ الْجَسَنُ وَيُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ مِنْ نَبُا وَاؤُدَ وَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِمَا اللَّهُ مِنْ نَبُا وَاؤُدَ وَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِمَا اللَّهُ مَالَلُهُ مَالَيْمَانَ فِى الْحَرْثِ الْهُ اللَّهُ تَعَالِى وَ وَاؤُدَ وَ سُلَيْمَانَ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ تَعَالِى وَ وَاؤُدَ وَ سُلَيْمَانَ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى الْحَسَنُ إِنَّ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ الْهُ وَى وَلا اللَّهُ الْمُؤْلِى اللَّهُ اللَّهُ الْمُؤْلِى اللَّهُ اللَّهُ الْمُؤْلِ الللَّهُ الْمُؤْلِ اللَّهُ اللَّهُ الْمُؤْلِ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُؤْلُولُ اللَّهُ الْمُؤْلُولُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَ

الْارْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَبِعِ الْهَولِى فَيُضِلُّكَ عَنُ سَبِيلِ اللهِ وَقَالَ فَلاَ تَحْشُو النَّاسَ وَاخْشُونِى وَقَالَ وَلاَ تَشْتَرُوا سَبِيلِ اللهِ وَقَالَ فَلاَ تَحْشُو النَّاسَ وَاخْشُونِى وَقَالَ وَلاَ تَشْتَرُوا بِهَا اللهِ عَنْ مَعُ صُومُونَ مُوَّلَكُهُمْ السَّلامُ فَكُلُّهُمْ مَعْ صُومُونَ مُوَّلَدُونَ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَهِلَذَا مِمَّا لَا خَلافَ فِيهِ مَعْ صُومُونَ مُوَّلَدُونَ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَهِلَذَا مِمَّا لَا خَلافَ فِيهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِينَ مِنَ السَّلْفِ وَالْخَلْفِ . أَمَّا مَنْ سِواهُمْ فَقَدَ ثَبَتَ فِى صَحِيْحِ الْبُحَارِي عَنْ عَمْرِو بُنِ الْعَاصِ آنَّهُ قَالَ فَقَدَ ثَبَتَ فِى صَحِيْحِ الْبُحَارِي عَنْ عَمْرِو بُنِ الْعَاصِ آنَّهُ قَالَ فَقَدَ ثَبَتَ فِى صَحِيْحِ الْبُحَارِي عَنْ عَمْرِو بُنِ الْعَاصِ آنَّهُ قَالَ فَقُلَ رَسُولُ اللهِ مَسَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا إِجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَالَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ مَسَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا إِجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَالْكُولِ وَاللهُ الْحَدِيْثُ فَالَا اللهُ وَاللهُ الْمُولُ اللّهُ الْحُولُ وَاللّهُ الْمُحَلِّقُ فَاللّهُ الْمُولُ اللّهُ الْحُولُ وَاللّهُ الْمُولُ اللّهُ الْمُؤْلِقُولُ اللّهُ الْمُؤْلُولُ اللّهُ الْمُؤْلُولُ وَاللّهُ الْمُؤْلِ وَاللّهُ الْمُؤْلِلُهُ الْمُؤْلُولُ اللّهُ الْمُؤْلِولُ وَاللّهُ الْمُؤْلِولُ وَاللّهُ اللّهُ الْمُؤْلِ وَاللّهُ الْمُؤْلِولُولُ اللّهُ الْمُؤْلِولُ وَاللّهُ الْمُؤْلِولُ وَاللّهُ الْقُولُ الْمُؤْلِدُ الْمُؤْلِولُولُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِولُ الْمُؤْلِولُ اللّهُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِولُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلُولُ الْمُؤْلِولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ ا

ہمیں حضرت حماد نے جمید سے روایت کی کہ حضرت ایا س بن معاویہ رحمتہ اللہ علیہ سے جب قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسن بھری رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر رونے لگے۔انہوں نے پوچھا کہ اے ابوسعید روتے کس لئے ہو۔ فرمایا، مجھے یہ روایت پنچی کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر غلطی کی تو دوزخ میں جائے گا اور جو (فیصلہ میں) خواہش نفس کی طرف جھکا وہ بھی جہنم میں جائے گا اور جس شخص نے اجتہاد کیا اور درست (فیصلہ) کیا وہ جنتی ہے۔حضرت حسن نے بیہ من کرفر مایا سنو اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب پر ہوتے فیصلے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب پر ہوتے فیصلے کا ذکر کیا ہے۔ فاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب پر ہوتے فرمایا اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب بھیتی کا ایک جھگڑا نمٹاتے تھے فرمایا اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب بھیتی کا ایک جھگڑا نمٹاتے تھے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں جھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پچھلوگوں کی بکریاں جھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے جب رات کو اس میں پھوٹی کو انہوں کی بکریاں جھوٹیں اور ہم ان کے فیصلے کو اس میں پھوٹیں اور ہم ان کے خصلے کو انہوں کی بلام

ے وقت حاضر تھے۔اس میں اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کی تعروف نو کی مگر داؤدعلیہ السلام کی ندمت نہ کی۔

الله نے قاضول سے تین عہد لئے

پر حضرت حسن فرمانے لگے سنواللہ نے قاضوں سے تین باتوں کا عہدلیا

(۱) بدكه وهم بدلنے پر حقير قيمت نه ليل

(٢) يدكرنفساني خوابشول كے يتھے نه چليں

(m) بیر کہ وہ اللہ کے سواکس سے نہ ڈریں۔

پھرآپ نے یہ آیت پڑھی۔اے داؤد بے شک ہم نے مجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں حق فیصلہ کرتے رہواورخواہش کے پیچھے نہ جانا کہ مجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی اور لوگوں سے مت ڈرو بجھ ہی سے ڈرو اور فر ہایا میری آیتوں کے بدلے حقیر دام نہ لو۔ میں کہتا ہوں کہ سب انبیاء علیہم کے معصوم ہونے اور مؤید من اللہ ہونے میں تو علاء محقین سلف و خلف میں کسی کوکوئی اختلاف نہیں اور ان کے یعنی نبیوں کے علاوہ میں صحیح بخاری میں ثابت ہوا ہے۔عمروابن العاص سے کہ کہا رسول نبیوں کے علاوہ میں صحیح بخاری میں ثابت ہوا ہے۔عمروابن العاص سے کہ کہا رسول اللہ صلیہ والم علیہ والی کے اللہ صلیہ والے دواجر ہیں اور جس نے اجتہاد کیا اور پھر غلطی کی تو اسے ایک اجر ہے ہیں یہ صدیث بطورنص وارد ہے۔ اس کے خلاف جو وہم ہوا ایاس بن معاویہ کو کہ جب عدیث بطورنص وارد ہے۔ اس کے خلاف جو وہم ہوا ایاس بن معاویہ کو کہ جب تاضی نے اجتہاد میں خطا کی تو جہتم میں جائے گا۔واللہ اعلم۔

(چہارم) تفسیر جلالین میں ہے۔

(فَفَهَّ مُنَاهَا سُلَيْمَانَ) أَيِّ الْحَكُوْمَةِ وَحُكُمُهُمَا بِاجْتِهَادِ وَرَجَعَ دَاوُدُ اللّٰي سُلَيْمَانَ وَقِيْلَ بَوَحْي وَالتَّانِيُّ نَاسِخٌ لِلْلَاَوَّلِ دَاوُد نَ وَلَوْلَ كَالْتُوْلُ عَلَى اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ

اول کا ناشخ ہوا۔

(پنجم) حاشیہ صاوی علی الجلالین میں ہے:

(وَقَوْلُهُ فَفَهَّمُناهَا أَى فَهَّمْنَاهُ الصَّوَابَ فِيهَا)

یعنی اللہ کا ارشاد کہ پس ہم نے اسے وہ حکم سمجھا دیا یعنی اسے اس میں درست فیصلہ سمجھا دیا۔

وَقَوْلُهُ وَحُكُمُهُ مَا بِالْجَتِهَادِ الخ) أَى وَيَجُوزُ الْخَطَاءُ عَلَى الْآنُبِيَآءِ إِذَا لَمْ يَكُنُ فِيْهِ مُفْسِدَهٌ وَّلٰكِنُ لَا لَبُقِيْهِمُ اللهُ عَلَيْهِ لِللهُ عَلَيْهِ لِللهُ عَلَيْهِ لِللهُ عَلَيْهِ لِللهُ عَلَيْهِ لِللهُ عَلَيْهِ لِلهَ اللهُ عَلَيْهِ لِلهَ اللهُ عَلَيْهِ لِعِصْمَتِهِمْ وَالْمُجْتَهِدُ مَا جُوْرٌ آخُطاً أَوْ آصَابَ للْكِنَّ الْمُصِيْبَ لَهُ آجُرُ الْحُلَا اللهُ عَلَيْهِ لَهُ آجُرٌ وَاحِدٌ

یعنی صاحب تفسیر کا قول که ان دونوں کا حکم اجتہادی تھا یعنی اور جائز ہے خطا انبیاء پر جبکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہولیکن ان کی عصمت کی وجہ سے اللہ انہیں اس پر قائم نہیں رکھتا اور مجتهد ماجور ہے خطا کرے یا درست لیکن درست کرنے والے کو دواجر ہیں اور خطا والے کو ایک اجر۔
(ششم) تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں اسی مقام پر ہے

رقَ الَ بَعُضُ السَّلُفِ لَوْ لَا هَلِدِهِ الْاَيَةُ لَرَئَيْتَ الْحُكَّامَ قَدُ هَلَكُوْا وَلَا يَعُضُ السَّلُفِ لَوْ لَا هَلِدِهِ الْاَيَةُ لَرَئَيْتَ الْحُكَّامَ قَدُ هَلَكُوْا وَلَا يَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى هَذَا بِاجْتِهَادِهِ) لَا يَحْضَ عَلَاء سَلف نَ فرما يا كه الرّبي آيت نه موتى تو البته تو حكام كو بلاك موت ويكم الله تعالى في ايك كا درست فيصله كرف پرتعريف اور دوسرے كي اجتها وكرف برتعريف كي وسرے كي اجتها وكرف برتعريف كي و

(مفتم) اى پر حاشيه ميں محمر بن عبدالله غزنوی لکھتے ہيں:

(فَقَالُهُ اِسْتُدُلَّ بِهَانِهِ الْاَيَةِ عَالَى اِنَّ كُلَّ مُجْتَهِدٍ مُصِيْبٌ وَّالنَّهَا تَدُلُّ عَالَى كَوْن كُلِّ وَاحِدٍ تَدُلُّ عَالَى كَوْن كُلِّ وَاحِدٍ

مِّنْهُمَا مُصِيِّبًا فَلَا تَدُلُّ هَاذِهِ الْاَيَةُ وَلاَ غَيْرُهَا)

اس آیت کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے اس پر کہ ہر مجتبد صحیح کرتا ہے اور بلاشبہ آیت ولالت کرتی ہے (اجتہاد میں) خطا کرنے والے کے گناہ کی معافی پرلیکن اس پر نہ تو ہے آیت دلالت کرتی ہے نہ اس کے علاوہ کوئی

آیت کہان دونوں میں سے ہرایک صحت پر ہوتا ہے۔

(ہشتم)تفیر آیت الاحکام من القرآن میں ای آیت کے شمن میں ہے۔ وَظَاهِرُ قَوْلِهِ فَفَقَهُ مُنلَهَا إِنَّهُ كَانَ بِلِجْتِهَادٍ

لین الله تعالیٰ کے کلام کی ظاہر مرادیہ ہے کہ حکم اجتہاد سے تھا۔

(سم) تفیر فتح القدر کے ای مقام پرعلامہ شوکانی غیر مقلدصاحب لکھتے ہیں۔ وَقَالَ الْجَمْهُورُ إِنَّ حُكْمَهُمَا كَانَ بِالْجِتِهَادِ

جہور نے فرمایا کہ بے شک ان دونوں کا فیصلہ اجتہاد کے ساتھ تھا۔

علامہ وحید الزماں صاحب غیر مقلد وہابی اپنی تفییر وحیدی میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ دونوں نے اپنی رائے سے حکم دیا تھالیکن اللہ تعالیٰ کوسلیمان علیہ السلام کا حکم پند آیا۔ اب وہابی صاحب کوضد چھوڑ کر ان تقاسیر کی روسے اقرار کرنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کے کمال درجہ پر فائز ہوتے ہیں اور اپنی اس جہالت کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ نبی مجہد نہیں ہوتا کیونکہ اس کے گھر کے بزرگ شوکانی کو بھی اقرار ہے کہ جمہور کے نزدیک دونوں کا فیصلہ اجتہادتھا اور ان کے مفسر وحید الزمان صاحب بھی کہدرہے ہیں کہ دونوں کا حکم رائے (اجتہاد) سے تھا۔

ایک شبہ کا ازالہ کرتا جاؤں وہ یہ کہ بعض حضرات نے کہا کہ فیصلہ دونوں کا وی سے تھا مگر داؤد علیہ السلام نے جو تھم کیا وہ پہلے تھا جوسلیمان کے فیصلہ سے منسوخ ہو گیا یہ بات وزنی نہیں کیونکہ سلیمان علیہ السلام کی عمر اس وقت ۱۳ برس تھی اور چھوٹی عمر میں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی نبی پر وحی نہیں آئی۔ وہابی صاحب چوشے عمر میں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی نبی پر وحی نہیں آئی۔ وہابی صاحب چوشے

اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔ رہامفتی صاحب کا یہ دعویٰ کہ مجہد کی خطا بھی خطانہیں ہوتی تو یہ غلط محض ہے۔ بات چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہورہی ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ انہی کی مثال دی جائے تا کہ مفتی صاحب کا دجل پوری طرح واضح ہو جائے۔ تفصیل اس اجمال کی ہیہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ اگر مدعی اثبات دعویٰ میں دوگواہ پیش نہ کر سکے تو ایک گواہ اور ایک فتم کے ساتھ دعویٰ پایہ بہوت کو پہنی جاتا ہے۔ اس پر احادیث صححہ اور تعامل صحابہ و تعمین اور فتو کی مجہدین موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے صححہ مسلم مع شرح مسلم نووی ص 2 کے 7 و تر مذی مع تحقۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۰ میں الا وطارج ۲۹۸ میں ۲۹۲ و نفتہ کو راس نہیں آتا اس لئے انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس موقف کی بناء پر بدعتی لکھا ہے چنانچہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس موقف کی بناء پر بدعتی لکھا ہے چنانچہ اس وقت میرے سامنے اصول فقہ کی چوٹی کی کتاب التوضیح ہے اس میں صدر الشر بیہ اس وقت میرے سامنے اصول فقہ کی چوٹی کی کتاب التوضیح ہے اس میں صدر الشر بیہ اس وقت میرے سامنے اصول فقہ کی چوٹی کی کتاب التوضیح ہے اس میں صدر الشر بیہ نے لکھا ہے کہ

ذَكَرَ فِي الْمَنْسُوطِ إِنَّ الْقَضَاءَ بِشَاهِدٍ وَّ يَمِيْنِ بِدُعَةٌ وَّ اَوَّلُ مَنْ قَضَاءَ بِهِ مُعَاوَيَةُ التَّوْضِيْحُ وَالتَّلُويْحُ (ساسطح نول شرر ۱۲۹۲) مبسوط میں مذکور ہے کہ ایک گواہ اور ایک قتم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا بدعت ہے اور جنہوں نے سب سے اول ایبا فیصلہ کیا وہ (امیر المؤمنین) معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ شرح الوقایہ کتاب الدعویٰ میں اس قضاء ہیمین و شاہد کے متعلق حسب ذیل قول ملاحظہ کریں کہ

عِنْدُنَا هَلْدَا بِدُعَةٌ وَّ أَوَّلُ مَنْ قَضَابِهِ مُعَاوَيَةٌ (شرن الوقايين عاشيطيي س ٢٥٩) ہمارے (احناف) كے نزديك اس طرح كا فيصلہ بدعت ہے اور امير معاويہ نے سب سے پہلے اليا كيا۔ ملاحظہ ليجئے كہ مفتى صاحب مجہد كی غلطی كو بھی خطالتليم نہيں كرتے مگر حنی اكبر امير معاويہ رضی اللہ عنہ كو بدعتی كہتے ہوئے بھی ذرہ بحر حياء

نہیں رتے۔ إِنَّا لِللهِ وَإِنَّا اِلَيْهِ دَاجِعُوْنَ. طائفہ بریلوی کو کھلاچیلنج:

ہم نے اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ایک رکعت و ترکا ثبوت دیدیا ہے اور اس پر جملہ اعتراضات کو غلط باطل اور مردود ثابت کر دیا ہے لہذا ہماری طرف سے پوری دنیا ہمر کے بریلوی علماء کو چینج ہے کہ کوئی ایک ایس صحیح صریح غیر معارض حدیث دکھاؤ جس میں ایک اور پانچ و ترکی ممانعت اور تین و ترکا ذکر حفی طریقہ کے موافق ہو یعنی اس میں درمیان میں تشہد کے علاوہ رکوع سے قبل قنوت کے وجوب کا ذکر ہوا گر کوئی حفی مائی کا لال ایسی حدیث پیش کرد ہے تو ہم اس کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کو تیار ہیں۔ اس مقام پر تین رکعت کی روایات پیش نہ کرنا بلکہ اپنے طریقہ ادا کو بھی ثابت کرنا آپ کا اخلاقی اور نہ ہی فرض منصبی سے ہے۔

(نام نهادوین الحق ص ۲۳۳ وسسم)

الجواب اوّلاً: وہابی صاحب کی خالصة گذب بیانی ہے کہ مفتی صاحب مجتمد کی مفلی کوخطات کی ہے کہ مفتی صاحب مجتمد کی مفلی کو خطات کی ہم ہیں کرتے کیونکہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے زیادہ دور نہیں اسی جگہ جس پر وہابی صاحب اعتراض کر رہے ہیں غیر مقلدوں کے چھے اعتراض کے جواب کے ضمن میں واضح طور پر یوں لکھا ہے: عالم فقیہ مجتمد کی خطا پر بھی ثواب ہے اور یہی حدیث میں ارشاد ہے کہ مجتمد کو غلطی پر بھی ایک اجر ملتا ہے جب کہ وہ تلاش متن میں کوشش کرے البتہ بعض محقیق مجتمد کی خطا کو خطا نہیں کہتے۔ ان کا موقف ہے کہ اگر مجتمد کی خطا کو خطا نہیں کہتے۔ ان کا موقف ہے کہ اگلاق ہوایہ خطا ہوتی تو اسے اس پر ثواب نہ ملتا اور حدیث میں جو خطا کا اطلاق ہوایہ فی ایک اجر مطا ہے۔

ثانياً وہابی صاحب نے مصنف شرح وقاید اور صاحب التوضیح و التلوج کے فرمی صنف شرح وقاید اور صاحب التوضیح و التلوج کے فرمی معاوید رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ بدعتی کہنا لگانے کو خیانیة عبارت کا ترجمہ بی غلط کر دیا۔ آوَلُ مَنْ قَضَابِهِ مَعَاوَیَهُ کا ترجمہ ہے (جس نے پہلے اس

کے ساتھ فیصلہ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں) مگر وہائی جی اپنے عزائم مذموم تک رسائی کے لئے کہ احناف نے نعوذ باللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تو ہین کی ہے۔ اس کا ترجمہ کرتے ہیں (اور امیر معاویہ نے سب سے پہلے ایسا کیا) مذکورہ دونوں کتابوں کی عبارتوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدعتی کہنے سے اجتناب کا ثبوت ہے لیکن وہائی صاحب ان بزرگوں کے ذمہ امیر معاویہ کی تو ہین لگانے کی مزموم کوشش میں ہیں۔

<u>ثالثاً: یہاں بدعت سے مراد امر جدید ہے بدعت ملعونہ مردودہ مراد نہیں چنائی</u> شرح وقامیہ کی فرکورہ عبارت کے تحت حاشیہ عمدہ الرعابیہ میں ہے (مَعْنی قُولِهِ بِدُعَا اللہ بِدُعَةً مَّلْعُونَةً) اس کے بدعت کہنے کامعنی امر جدید ہے میر مثل نہیں کہوہ بدعت ملعونہ ہے۔

وہابی نے امام زہری کے قول کواحناف کے ذمہ لگا دیا

رابعاً: اگر وہابی جی کے پاس تحقیق کی فرصت ہوتو دیکھ لے کہ جس قول کو احتاف کے ذمہ لگا کران پر معاذ اللہ امیر معاویہ کی گتاخی کا فتو کی لگارہا ہے حقیقۂ ہو قول احتاف کا نہیں امام زہری کا ہے جوامام بخاری کے بھی استاد ہیں چنانچہ موطا امام محمد باب الیمین مع الشاہد میں ہے۔

ذَكَرَ ذَلِكَ إِبْنُ آبِى ذِئْبٍ عَنْ إِبْنِ شِهَابِ الزُّهُوِيِّ قَالَ سَئَلْتُهُ عَنِ الْيَهِمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ فَقَالَ بِدُعَةٌ وَّ اَوَّلُ مَنْ قَضَا بِهَا مَعَاوِيَةُ وَكَانَ اِبْنُ شَهَابٍ اَعْلَمُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِالْمَدِيْنَةِ مِنْ غَيْرِهِ وَكَانَ اِبْنُ شَهَابٍ اَعْلَمُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِالْمَدِيْنَةِ مِنْ غَيْرِهِ وَكَانَ اِبْنُ شَهَابِ رَهْرَى سے كَها كه ميں اور اے بيان كيا ابن الى ذئب نے ابن شهاب زهرى سے كها كه ميں نے اس سے (يعنی امام زهری سے) گواہ كے ساتھ فتم ليكر (فيصله كے جواز) كے متعلق يو چھا تو اس نے فرمايا يہ بدعت ہے سب سے پہلے اس كے ساتھ امير معاويہ نے فيصله كيا اور تھے ابن شهاب محدثين كے ساتھ امير معاويہ نے فيصله كيا اور تھے ابن شهاب محدثين كے ساتھ امير معاويہ نے فيصله كيا اور تھے ابن شهاب محدثين كے ساتھ امير معاويہ نے فيصله كيا اور تھے ابن شهاب محدثين كے

نزدیک، مدینہ میں اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ علم والے۔
ای جگہ حاشیہ امجد علی موطا امام محمد میں ہے۔
وَقَالَ اِبْنُ اَبِی شَیْدَ اَیْضًا نَا حَمَّادُ بُنُ خَالِدٍ عَنْ اَبْنِ اَبِی ذِئْتٍ عَنِ النَّرُ هُورِی قَالَ هِی بِدُعَةٌ اَوَّلَ مَنْ قَضَا بِهَا مَعَاوِیهُ وَ سَنَدُهُ عَنِ النَّرُ هُورِی قَالَ هِی بِدُعَةٌ اَوَّلَ مَنْ قَضَا بِهَا مَعَاوِیهُ وَ سَنَدُهُ عَنِ النَّرُ هُورِی قَالَ هَذَا هَی مُصَنَّفِ عَبْدِ الرَّزَّ اقِ اَخْبَرُنَا مُعَمَّرٌ عَنِ الزُّهُورِی قَالَ هَذَا هَی اُحدَثَهُ النَّاسُ لَابُدَّ مِنْ شَاهِدِینَ الْ فَنِ الزُّهُورِی قَالَ هَذَا شَیءٌ اَحْدَثَهُ النَّاسُ لَابُدَّ مِنْ شَاهِدِینَ الْ فَنِ الزَّهُورِی قَالَ هَذَا شَیءٌ الحَدَثَهُ النَّاسُ کَابُدَ مِن شَاهِدِینَ الْ فَنِ اللَّهُ مِنْ شَاهِدِینَ الْ فَنِ اللَّهُ مِنْ شَاهِدِینَ الْ فَنِ اللَّومِ مَنْ اللَّهُ مِنْ شَاهِدِینَ اللَّومِ مَنْ اللَّهُ مِنْ شَاهِدِینَ اللَّ فَنِ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ شَاهِدِینَ اللَّومِ مَنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ مَالِهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ مَالِمُ مَنْ اللَّهُ مِنْ مُنْ اللَّهُ مِنْ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ شَاهِدِینَ اللَّامُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مُنَا اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مَالِمُ اللَّهُ مَا اللَّهُ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مَالِمُ اللَّهُ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مَا اللَّهُ مِنْ اللَّهُ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ اللَّهُ مَا اللَّهُ مُعْمَلُ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّه

اب وہائی صاحب کے اس چیلنج کی طرف آتے ہیں کہ کوئی الی صحیح صریح غیر معارض حدیث دکھاؤ جس میں ایک اور پانچ رکعت وتر کی ممانعت اور تین رکعت وتر کا ذکر حنفی طریقہ کے مطابق ہو لیعنی اس میں درمیان تشہد کے علاوہ رکوع سے قبل فتوت کے وجوب کا بھی ذکر ہو نیز مطالبہ کہ اس مقام پر تین رکعت کی روایات پیش نہ کرنا بلکہ این طریقہ ادا کو بھی ثابت کرنا۔

الجواب اوّلاً: درحقیقت غیر مقلد صاحب ایبا بے جوڑ مطالبہ کرکے مدیث سے فرار کی راہ نکالنا چاہتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی نماز سے پیچھا جھڑانے والا مطالبہ کرے میں تب مانوں گا جبکہ ایک ہی حدیث میں نماز کے تمام شرائط و فرائض اور واجبات وسنن ومستجبات وکھا دو نیز وہائی جی کے ذکورہ مطالبہ سے بیجھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے زد کی بھی مختلف روایات سے احناف کا طریقہ ادائے و تر ثابت ہے کہ ان کے زد کی بھی مختلف روایات سے احناف کا طریقہ ادائے و تر ثابت ہے

ورندایک ہی حدیث میں ثبوت کا مطالبہ نہ کرتا۔

ثانیاً: ہم بفضلہ تعالیٰ تین رکعت وتر کو احادیث صححہ سے ثابت کر دیا ہے اور اس حدیث سے درمیان کا تشہد ثابت ہو، چکا ہے جس میں ارشاد ہے کہ رات کے وتر دن کے وتر نماز مغرب کی طرح ہیں تو نماز مغرب میں دو رکعت پر تشہد بھی ہے اب ہم بتو فیقہ تعالیٰ وتر کی تیسری رکعت میں قرائت کے بعد اور رکوع سے قبل ہاتھ اٹھائے اور قنوت پڑھنے کو ثابت کرتے ہیں۔

قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت

امام بخارى رضى الله عندى جزء رفع اليدين مين حديث نمبر ٩٨ مين ارشاد ب: حَدَّثَنَا قَبَيْصَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى عَلِيٍّ هُوَ جَعْفَرُ بُنُ مَيْمُوْنَ يُبَاعُ لِلْلَانْ مَاطِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاعُشْمَانَ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَرُفَعُ فِي الْقُنُوْتِ

لینی ابوعلی جعفر بن میمون سے ہے کہ میں نے ابوعثمان کو سنا کہ کہا تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں ہاتھوں کواٹھاتے۔

اس کی حدیث نمبر ۹۹ میں ہے:

حَدَّثَنا عَبُدُالرَّحِيْمِ الْمُحَاذِيِّ ثَنَا زَائِدَةٌ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَبُدِ اللهِ إِنَّهُ كَانَ يَقُرَءُ فِى الرَّحُ مِنْ عَبُدِ اللهِ إِنَّهُ كَانَ يَقُرَءُ فِى الرَّحُ مِنْ الْهِ إِنَّهُ كَانَ يَقُرَءُ فِى آجِرِ دَكُعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ قُلُ هُوَ اللهُ ثُمَّ يَرُفَعُ يَدَيْهِ فَيَقُنُتُ قَبْلَ رَحْعَةٍ

حضرت ابن معود رکوع سے قبل ہاتھ اٹھاتے اور قنوت پڑھتے تھے

حضرت اسود اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں بہتک وہ وتر کی آخر رکعت میں قُلُ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بِرُاحِت سے پھر ہاتھ اللّٰهُ اَحَدٌ بِرُاحِت سے پھر ہاتھ اللّٰهُ اَحَدٌ بِرُاحِت ہیں: اللّٰهَ سے تو بین:

قَالَ الْبُحَارِيُّ وَ هَلِهِ الْاَحَادِيْتُ كُلُّهَا صَحِيْحَةٌ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ

فر مایا بیتنام احادیث رسول الله صلّی الله علیه وسلم اور آپ کے اصحاب سے صحیح منقول ہیں۔

علامہ نیموی کی آثار السنن میں ہے:

وَعَنُ حَمَادٍ عَنُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخُعِيِّ اَنَّ الْقُنُوتَ وَاجِبٌ فِي الْوِتُرِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ قَبُلَ الرَّكُوعِ وَإِذَا اَرَدُتُ اَنُ تَقُنُتَ فَكَبِّرُ وَإِذَا اَرَدُتَ اَنْ تَرْكَعَ فَكَبَّرُ اَيُضًا . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بُنُ الْحَسَنِ فِي كِتَابِ الْحَجِّ وَالْآثَارِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ (نَارُهُ آلَا اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّ

دعا قنوت رمضان وغيررمضان ميں ركوع سے قبل واجب ہے

حماد نے حضرت ابراہیم تخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا وتر میں قنوت واجب ہے رمضان میں اور اس کے علاوہ سال میں رکوع سے پہلے اور جب تو قنوت پڑھنا چاہے تو تکبیر کیے۔ اسے محمد بن حسن نے روایت کیا اور اسناد اس کی صحیح ہے۔ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم تخعی رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنے پاس سے دعائے قنوت کے وجوب کا حکم نہیں لگا سکتے لا محالہ اس نے صحابہ سے سنا ہوگا اور صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے محالہ اس نے صحابہ سے سنا ہوگا اور صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے لیقینا دیکھا ہوگا۔ لہذا حدیث مرسل مرفوع ہوئی چنانچہ امام سیوطی نے (الحاوی للفتاوی) جلد ثانی کے صفح نبر الا اپر کھانے پر قرآن پڑھنے کے متعلق حدیث جوقول تابعی ہے کو مرفوع مرسل قرار دیا ہے۔ الغرض احناف کا طریقہ وتر پڑھنے کا احادیث تابعی ہے کو مرفوع مرسل قرار دیا ہے۔ الغرض احناف کا طریقہ وتر پڑھنے کا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور غیر مقلد کا چیلنج جہالت و اندھا پن ہے۔ یہاں تک وتروں کے متعلق غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جوابات ہوئے اب جاء الحق کا آگوال باب قنوت نازلہ کے بارے شروع ہوتا ہے۔مفتی احمد یار خال تعمی رحمتہ اللہ علیہ اس

باب کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ قنوت نازلہ پڑھنامنع ہے۔ نماز ور کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنا سنت ہے اور فجر کے فرض کی دوسری رکعت میں بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھنا سخت مکروہ اور خلاف سنت ہے مگر غیر مقلر وہا ہیوں کاعمل اس کے برعکس ہے وہ ور میں دعائے قنوت ہمیشہ نہیں پڑھتے بلکہ رمضان کی بعض تاریخوں میں لیکن فجر میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھتے ہیں۔ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد بعض دیو بندی وہائی بھی جو دراصل در پردہ غیر مقلد ہیں بہانہ بنا کر فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے گئے ہیں۔ اس لئے اس باب کی بھی دوفصلیں کی جاتی ہیں، پہلی میں اس مسئلہ پر سوالات مع جاتی ہیں، پہلی میں اس مسئلہ پر سوالات مع جوابات۔

(پہلی فصل)

قنوت نازلہ کے معنی ہیں آفت ومصیبت کے وقت کی دعاء حضور سید عالم صلی الله علیہ وسلم نے ایک بارایک خاص مصیبت پر چندروز بید دعا قنوت فجر کی رکعت دوم میں بعد رکوع پڑھی پھر آیت قرآنی نے بیہ دعا منسوخ فر ما دی۔اس کے بعد نبی صلی الله علیہ وسلم نے پھر بھی نہ پڑھی دلائل حسب ذیل ہیں۔

نماز فجر میں قنوت کے لننح کا ثبوت

حدیث نمبرا و۲ بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی الله عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عاصم احول کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔
اِنَّ مَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهُرًّا إِنَّهُ كَانَ بَعَتَ اُنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُولَ آءُ سَبْعُونَ رَجُلاً فَاصِيْبُواْ فَقَنَتَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعُدَ الرُّكُوعِ شَهُرًّا يَدُعُولُ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهُرًّا يَدُعُولُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهُرًّا يَدُعُولُ عَلَيْهِ مَ سَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهُرًّا يَدُعُولُ عَلَيْهِ مَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًّا يَدُعُولُ عَلَيْهِ مَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًا يَدُعُولُ عَلَيْهِ مَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًا يَدُعُولُ عَلَيْهِ مَا لَا لَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًا يَدُعُولُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًا يَدُعُولُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعُدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًا يَدُعُولُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ عَشَهُرًا يَدُعُولُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ مَ

حضور صلی الله علیہ وسلم نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ پڑھی۔ آپ نے سے سر صحابہ کو جو قاری تھے ایک جگہ تبلیغ کے لئے بھیجا وہ شہید کر دیئے گئے تو حضور نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کفار پر بددعا فرماتے ہوئے قنوت نازلہ پڑھی۔

ایک ماہ کی قید ہے معلوم ہوا کہ حضور کا یفعل شریف ہمیشہ نہ تھاعذر کی وجہ سے صرف ایک ماہ رہا پھر منسوخ ہو گیا۔ اس پر وہائی صاحب کا پہلا اور دوسرا اعتراض کلھتے ہیں۔ پھر منسوخ ہو گیا حدیث کے کن الفاظ کا معنی ہے یقین جانئے کہ میہ مفتی صاحب کا متن حدیث میں اپنی طرف سے تصرف ہے۔

تانیاً: اگر کہا جائے کہ ایک مہینہ بعد ترک کرنے سے ہمارا یہ استدلال ہے تو جواباً ہے۔ قو جواباً ہے۔ قو جواباً ہے۔ قوت کو جواباً ہے۔ قوت کو ترک کردیا جائے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترک نہ کرتے تو قنوت کا ہمیشہ پڑھنا لازم آتا کیونکہ سرکار مدینہ حضرت محم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

صَلُّوا كَمَا رَايَتُمُونِي أُصَلِّي

نماز پڑھوجس طرح جھ کونماز پڑھتے ویکھنا۔

بخارى شريف كتاب الاذان باب الاذان للمسافر، الغرض اس حديث ميس رحكى وجعلت ختم مونا ہے ناكه نخ اس كى صراحت حديث ميں بكى موجود ہے۔
قالَ أَبُوهُ مَرْ يُرَةَ ثُمَّ رَايَّتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدُ وَسَلَّمَ قَدُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدُ اللهِ تَرَاهُمُ قَدُ قَدِمُوْا

(صحیح مسلم ج اص ۲۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بعد دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا چھوڑ دی تو

میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ علیہ وسلم نے دعا جھوڑ دی ہے تو لوگوں نے کہا کہ دیکھتے نہیں ہو کہ جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے وہ آگئے لیعن کا فروں کے پاس سے چھوٹ آئے۔

سنن ابوداؤد میں ہے:

قَالَ البُوهُ مُرَيْرَةَ رَضِى اللّهُ عَنْهُ وَاَصْبَحَ رَسُولُ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَمْ عَنْهُ وَاَصْبَحَ رَسُولُ اللّهِ صَلّى الله عَلَمْ عَلَمْ عَدْ كُرْتُ ذَلِكَ لَهُ وَمَا تَرَاهُمْ قَدْ قَدْمُواْ . سنن ابو داؤد مع عون المعبون (٤٥١٥٠) حضرت ابو بریه رضی الله عنه بیان کرتے ہیں که (اگلے روز) آپ صلی الله علیہ وسلم نے صبح کی لیکن ان لوگوں کے لئے دعا نه ما نگی تو میں نے اس سلسلے میں آپ صلی الله علیہ وسلم سے بات کی تو آپ صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو دیکھا نہیں کہ وسلم الله علیہ وسلم سے بات کی تو آپ صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو دیکھا نہیں کہ وسلم الله علیہ وسلم نے جس مقصد کے لئے دعا فرمائی جب وہ پورا ہوگیا تو آپ صلی الله علیہ وسلم نے دعا کو بھی ترک کر دیا اور ابو ہریہ رضی الله عنه کے پوچھنے پر وہ صلی الله علیہ وسلم نے دعا کو بھی ترک کر دیا اور ابو ہریہ رضی الله عنه کے پوچھنے پر وہ وجہ بھی بتا دی کہ قد قدموا، یہی وجہ ہے کہ تمام علماء کے نزدیک مصیبت کے وقت قوت پڑھنا مشروع ہے چنا نچمولا ناعبدائی ککھنوی خفی فرماتے ہیں :

وَلاَ نَـزَاعَ بَيْـنَ الْآئِمَةِ فِي مَشُرُوعِيَّةِ الْقُنُوتِ وَلاَ فِي مَشْرُوعِيَّةِ النَّازِلَةِ النَّازِلَةِ النَّازِلَةِ النَّازِلَةِ النَّازِلَةِ النَّازِلَةِ النَّازِلَةِ

یعنی آئمہ کے درمیان قنوت کے مشروع ہونے میں کلاً منہیں اور نہ ہی مصیبت کے وقت اس کی مشروعیت میں نزاع ہے بلکہ نزاع بلاسبب اس کی مشروعیت کے بقاء میں ہے۔ (اتعلیق المجد ص۱۳۱) ملاعلی قاری حنفی شرح مشکلو ق میں فرماتے ہیں:

اَطْبَقَ عُلَمَاوُنَا عَلَى جَوَازِ الْقُنُونِ عَنْدَ نَازِلَةِ

بعنی ہمارے علماء (احناف) مصیبت کے وقت قنوت پڑھنے کے جواز پر منفق ہیں۔ (مرقات ص ۱۷۸۶۳)

الجواب اوّلاً بيدها بى بى كا خالص جموت ہے كہ مفتى صاحب نے متن حديث بين الجواب اوّلاً بيدها بى بى كا خالص جموت ہے كہ مفتى صاحب ہوتا جب كہ مفتى ميں اپنى طرف سے تصرف تب ہوتا جب كہ مفتى صاحب رحمته الله عليه پھر منسوخ ہوگيا كے الفاظ كا ترجمه ميں اضافه كرتے نيز أنخ پر كوئى دليل موجود نه ہوتى آپ نے ترجمه حديث ميں اضافه نہيں كيا بلكه بعد از ترجمه حديث ميں اضافه نہيں كيا بلكه بعد از ترجمه حديث ميں اضافه نہيں كيا بلكه بعد از ترجمه حديث ميں اضافه نہيں كيا بلكه بعد از ترجمه حديث ميں اضافه نہيں كيا بلكه بعد از ترجمه عديث ميں اضافه نہيں كيا خود والى فرائد و ميائل اخذ كة اپنى طرف سے تصرف كے فتوكى كى زد ميں آئيں گے خود والى بى حدیث بحد گھ بحد گھ

مجی نہ بھیں گے۔

ثانیاً: وہابی پر تو لازم تھا کہ قرآن و حدیث سے نماز فجر میں قنوت کی عدم منبوحیت نابت کرتا ایسا نہ کرنا بلکہ ادھر اُدھر کے اوٹ پٹاگیں مارنا ثابت کرتا ہے کہ اس صاحب کے ہاتھ دعائے قنوت کے عدم منبوخ پر دلائل سے خالی ہیں جب کہ مفتی احمہ یار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اس باب کی تمہید میں فرمایا ہے کہ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا آیہ قرآنی سے منبوخ ہے تو اس بات کا ثبوت جاء الحق کی اس نصل میں حدیث نمبر ۱۳ و ۱۲ میں ہے جو بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت ابو ہر رہے وضی اللہ عندسے مردی ہے جس کے آخری الفاظ ہیں:

كَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلوتِهِ اللَّهُمَّ لَعَنْ فَلَانًا وَ فَلَانًا لِلْحُيَاءِ مِّنَ الْعُرَبِ حَتَّى انْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْلَامُرِ شَيْءٌ

حضوراً نورصلی الله علیه وسلم اپنی بعض نمازوں میں فرمایا کرتے تھے کہ خدایا فلال فلال عرب کے بعض قبیلے پر لعنت کریمہ نازل ہوئی لیس لک المخ نیز اس فصل میں مفتی صاحب رحمتہ الله علیہ نے احادیث سے ثابت کیا ہے کہ

قنوت نازلہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک حادثہ پیش آنے پر ایک ماہ یا جالیں روز پڑھی نہ اس سے قبل پڑھی اور نہ بعد میں مگر افسوس غیر مقلد وہائی اس حقیقت کو انکار کر رہا ہے۔

جس بات کا بڑے وہا بیوں نے اقرار کیا نام نہاد دین الحق کا مصنف اس کا انکار کرتا ہے

فالتُ وہابی صاحب صرف دعا قنوت نازلہ کے ترک کا سبب علت ختم ہونا مانا ہے سنہیں مانتا کہ اللہ نعالی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کواس سے منع کیا حالا نگر اس کے گھر کے بزرگوں نے اس بات کوشلیم کیا ہے اس آیت لئے سس لَکَ مِنَ الْاَحْمُو اَسْ کَ گُر کے بزرگوں نے اس بات کوشلیم کیا ہے اس آیت لئے سس لَکَ مِنَ الْاَحْمُو اَسْ کُنْ اللہ علیہ وسلم کو قنوت سے منع کرنا ہے چنا نچہ غر اسکی اللہ علیہ وسلم کو قنوت سے منع کرنا ہے چنا نچہ غر مقلد وہا بیوں کے امام شوکانی صاحب اپنی تفسیر فتح القدیر میں مذکورہ آیت کے تحت میں عدیث قبل کرتے ہیں:

الْآمر شَيْءٌ الآبير

امام بخاری ومسلم وغیر ہمانے ابو ہریرہ رضی اللّٰدعنہ کی حدیث بیان کی کہ بے شک رسول الله صلى الله عليه وسلم جب كسى كے خلاف ياكسى كے حق میں دعا کا ارادہ فرماتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے کہ اے اللہ ولید بن وليد اورسلمه بن مشام اورعياش بن ربيعه اور ناتوال مومنين كونجات دے اور اے اللہ مصر قبیلہ برسختی وعذاب کر اور ان پر پوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط کر اسے بلند پڑھتے اور اپنی بعض نمازوں سے فجر کی نماز میں پڑھتے۔اے اللہ عرب کے قبائل سے فلال فلال پرلعنت کر يهال تك كرآيت الرى لَيْسَ لَكَ مِنَ الْآمُو شَيْءٌ اوراك روايت میں لفظ ہیں کہ لے حیان رعل اور زکوان پر لعنت کر اور ان بے حکموں پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافر مانی کی (راوی) کہتے ہیں پھر ممیں پہنیا کہ آپ صلی الله علیہ وسلم نے (نماز فجر میں)قنوت کورک فرماديا جَكِه آيت اترى كَيْسَ لَكَ الخ محمد اسحاق جونا كُرْهي غير مقلد کے ترجمہ قرآن پر حاشیہ میں صلاح الدین پوسف غیر مقلد اس

آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے بعض کفار کے لئے قنوت نازلہ کا بھی اہتمام فرمایا جس میں ان کے لئے بددعا فرمائی جس پر الله تعالیٰ نے بير آيت نازل فرمائی چنانچہ آپ نے بددعا کا سلسلہ بند فرما دیا۔غیر مقلدوں کےمفسر سید احمد حسن ای جگہ لکھتے ہیں۔اس آیت کے شان نزول علاء نے کئی طرح بیان کی ہے چنانچیکی بخاری اور احد بن حنبل کی مند میں حضرت ابن عمر سے اور بخاری کی ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ چند روز تک صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے قومہ میں آنخضرت صلی الله علیہ وسلم نے صفوان ابن امیداور حارث بن ہشام اور

سہیل بن عمرو اور قریش کے نام لیکر بددعا کرنا شروع کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔تفییر ابن کثیر جسے غیر مقلد بھی صحیح ترین تفییر مانتے ہیں۔ میں ہے کہ

وَقَالَ البُّخَارِيُّ حَدَّثَنا حِبَانُ بْنُ مُوْسِى أَنْبَانَا عَبْدُ اللهِ أَنْبَانَا مُعَمَّرُ عَنِ الزُّهُرِيِّ حَدَّثِنِي سَالِمٌ عَنْ آبِيْهِ آنَّهُ وَ سَمِعَ رَسُولَ اللُّهِ صَلَّى اللُّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْفَجْرِ اللَّهُمَّ الْعَنْ فَكَابًا وَّ فَلَانًا مَ تَعْلَمُمَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبُّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ الآيه وَهَاكَذَا رَوَاهُ النِّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللُّهِ بُنِ الْمُبَارَكَ وَ عَبْدُالرَّزَّاقِ كِلاهُمَا عَنُ معمرِبِهِ وَ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا آبُو النَّصْرِ حَدَّثَنَا آبُوْعُقَيْلِ قَالَ آخُمَدُ وَهُوَ عَبُدُ اللَّهِ بُنُ عُقَيُلِ صَالِحُ الْحَدِيْثِ ثِقَةٌ _ حَدَّثَنَا عَمْرُو بُنُ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمِ عَنْ آبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ٱللَّهُمَّ الْعَنُ فَكَانًا وَّ فَلَانًا ٱللَّهُمَّ الْعَنْ حَارِتَ بُنَ هِشَامٍ اَللُّهُمَّ الْعَنْ سُهَيْلَ بُنَ عَمْرِو اَللَّهُمَّ الْعَنْ صَفُوانَ بُنَ أُمَيَّهَ فَنَزَلَتُ هَاذِهِ الْآيَةُ لِيُسَ لَكَ مِنَ الْآمْرِ شَيْءٌ (الْآيَةُ)

یعنی امام بخاری نے مذکورہ سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوسنا کہ جب آپ نماز فجر کی دوسری رکعت کے رکوع سے سرمبارک اٹھاتے تو پڑھتے اے اللہ فلال فلال پرلعنت کر یہ آپ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد پڑھتے پس اللہ نے اتارا کیڈسس لکنے مِسنَ الْکَمْسُو شَسَیْءٌ الآبیاوراسی طرح اسے نمائی نے عبداللہ بن مبارک سے اور عبد الرزاق نے ان دونوں نے معمر کے طریق سے اسے مبارک سے اور عبد الرزاق نے ان دونوں نے معمر کے طریق سے اسے مبارک سے اور عبد الرزاق نے ان دونوں نے معمر کے طریق سے اسے

روایت کیا اور امام احمد نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالنظر نے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالنظر نے اس عبداللہ بن عقیل بیں جوضی حدیث والے تقد ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن حزہ نے سالم سے حدیث بیان کی اس نے اپنے باپ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے اللہ فلال فلال پر لعنت فرما اور اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت کر اے اللہ سہیل بن عمرو پر لعنت فرما اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت فرما اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت فرما ہی مین الکہ میں نے اللہ میں الکہ میں الکہ مین الکہ میں اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت فرما ہی بنازل ہوئی (کیس کے مِنَ الکہ مُو شَیْءً گُ

ندکورہ عبارتوں ہے معلوم ہوا کہ آیہ مبارکہ قنوت کے منع پر نازل ہوئی اور منع ہونا منسوخ ہونا منسوخ ہونا ایک ہی بات ہے۔ یہ مسئلہ الگ ہے کہ بھی کوئی حکم کلینہ منسوخ ہو جاتا ہے اور بھی کلینہ منسوخ نہیں ہوتا محض کوئی وصف منسوخ ہوتا ہے لہذا یہاں بھی فقہاء احناف کے نزدیک قنوت نازلہ اصلاً وکلیۂ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ فدکورہ آیت سے وصف عموم منسوخ ہوا ہے یعنی بوقت مصیبت جس میں عامۃ المسلمین مبتلا ہوں نماز فجر میں بقتر ضرورت پڑھنا درست ہے گر غیر مقلدین ہمیشہ نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے ہیں۔

چنانچہ فقاوی اہلحدیث میں غیر مقلدوں کے مجتبد العصر عبداللدرو پڑی صاحب

لكھتے ہیں۔

غیرمقلدوں کا قنوت نازلہ کے بارےضعیف حدیث پڑمل

پانچوں نمازوں میں ہمیشہ دعا قنوت پڑھنا بدعت ہے البتہ فجر کی نماز میں کہہ سکتے ہیں کیونکہ حدیث میں جب ضعف تھوڑا ہوتو فضائل اعمال میں معتبر ہے یہاں ضروری سمجھنا ٹھیک نہیں کیونکہ حدیث میں ضعف ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ دوسرول سے بات بات پرضچے حدیث کا مطالبہ کرنے والے وہابی خودضعیف حدیث کی بناء پر

نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھتے ہیں نیز غیر مقلد وہابیوں کے مجہدالعصر کا بیر حال ہے کہ ثابت تو نماز فجر میں قنوت پڑھنے کا حکم کر رہا ہے مگر دلیل کیا دے رہا ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہے جن کے مجہد العصر کا بیرحال ہے تو باقیوں کا کیا حال ہوگا۔

غيرمقلد كاتيسرااعتراض:

اگر مذکورہ حدیث سے قنوت نازلہ منسوخ ہوگئ ہے تو سوال یہ کہ کیا منسوخ کھم پر عمل کرنا جائز ہے۔ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہا کیا علاء بریلی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں جبکہ اسی حدیث کی شرح میں خود مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ خیال رہے کہ قنوت نازلہ کا یا تو جہر منسوخ ہے یا ہمیشہ پڑھنا منسوخ ہے ورنہ ضرورت پر اب بھی آ ہتہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (مراۃ المناجج شرح محلوۃ المصابح میم ہوا کہ مفتی صاحب نے بھر ضرورت کے وقت پڑھنے کا کیوں فتو کی دیا جا رہا ہے۔معلوم ہوا کہ مفتی صاحب نے مضرورت کے وقت پڑھنے کا کیوں فتو کی دیا جا رہا ہے۔معلوم ہوا کہ مفتی صاحب نے مصورت کے وقت تو سے کام لیکر فقط پلہ چھڑایا ہے ورنہ حدیث کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھی جاسکتی ہے جسیا کہ خود نبی رحمت رسول مرم حطرت محمد مصیبت کے وقت قنوت پڑھی جاسکتی ہے جسیا کہ خود نبی رحمت رسول مرم حطرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔

الجواب: ہم نے بفضلہ تعالیٰ ابھی غیر مقلدوں کی تفسیروں سے قنوت نازلہ کا منسوخ ہونا ثابت کر دیا ہے جبکہ ہمارا احناف کا مذہب یہی ہے کہ قنوت نازلہ کلیتۂ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اس کا وصف عموم ہمیشہ پڑھنا منسوخ ہے جیسا کہ مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ نے لکھاہے اور یہی فتاویٰ شامی میں ہے چنانچے فرماتے ہیں:

قَولُهُ مْ بِاَنَّ الْقُنُوْتَ فِي الْفَجْرِ مَنْسُوْخٌ مَعْنَاهُ نُسِخَ عُمُوْمُ الْحُكْمِ لَانَى الْفَجْرِ مَنْسُوْخٌ مَعْنَاهُ نُسِخَ عُمُوْمُ الْحُكْمِ لَانُسِخَ اَصُلُهُ (عَالَى عَاصَ ١٩٣)

لینی فقہاء کا قول کہ قنوت نازلہ فجر میں پڑھنا منسوخ ہے اس کامعنی ہے کہ عموم

منوخ کیا گیا ہے یہ معنی نہیں کہ اس کا اصل منسوخ کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفتی احمد یار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے دفع الوقتی سے کام نہیں لیا بلکہ وہی بیان کیا ہے جو احناف کا قنوت کے متعلق موقف ہے لہذا وہائی جی کا ان پر اعتراض بے جا ہے۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ بن ہے۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهُرًّا يَّدُعُو عَلَى وَعَلَى وَعَلَى وَعَلَى وَعَلَى وَعُلَى وَعَلَى وَعُلَى الْفُنُوتَ مَعْوِرانُورِ صَلَى اللهُ عليه وسلم في صرف ايك ماه قنوت نازله يرضى قبيله رعل وزكوان يربدوعا فرمائى جب حضوران يرغالب آگئة تو چهور وى وزكوان يربدوعا فرمائى جب حضوران يرغالب آگئة تو چهور وى اس حديث ميں چهور وين كاصراحة ذكر آگيا۔

و بابی صاحب کااس پر پہلا اعتراض:

یہ فقط ایک ہی روایت حدیث ہے مگر رضا خانی علاء کا باوا آدمی ہی نرالا ہے کہ اسے پانچ احادیث باور کرا رہے ہیں جو کہ صریحاً بددیا نتی ہے کیونکہ اس کی سند کا دارومدار ابوحزہ القصاب راوی پر ہے دیکھئے شرح معانی الآ ثار ج اص ۱۹۳۴ مند ابولیعلی ج اص ۱۹۳۰ فاریث کے ۵۰۰ پیمجتی ج ۲ ص ۱۲ وطبر انی کبیرج ۱ ص ۱۸۳ کی ابولیعلی ج اص ۱۹۳ فطرح مند بزار کی سند میں بھی یہی راوی ہے جسیا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرابیہ ح طرح مند بزار کی سند میں بھی یہی راوی ہے جسیا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرابیہ کے اور بیہ کم مند بزار کی سند میں بھی نے مجمع الزوائدج ۲ ص ۱۳۰۰ میں صراحت کی ہے اور بیہ مجروح ہے چنا نچے علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

بروں ہے چہا چہا میں میں بالی میں اللہ میں کہا کہ فاحش غلطیاں لینی امام ابن حبان رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ فاحش غلطیاں کرتا ہے اور کثیر الوہم ہے۔ (نسب الراہین ۲ س ۱۱۷) حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا حدیث میں ضعف ہے۔ دوسری بارکہا کہ متروک ہیں کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا حدیث میں ضعف ہے۔ دوسری بارکہا کہ متروک

الحدیث، امام ابن معین اسے کیسس بیشی و (پیچ محض) کا یُکتَبُ حَدِیْتُ اس کی روایت لکھی ہی نہ جائے کہتے ہیں۔ امام جوز جانی اور دارقطنی فرماتے ہیں۔ ضعیف جداسخت ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمتہ الله علیہ فرماتے ہیں۔ ضعیف المتحدیث ہے امام ابوحاتم کا کہنا ہے توی نہیں۔ امام تر مذی رحمتہ الله علیه فرماتے ہیں کہ اس کے حافظ کی خرابی کی وجہ سے اس میں کلام کیا گیا۔ امام نسائی کا کہنا ہے کہ تقہیں۔ حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی روایات قائم پختہ نہیں۔ خطیب فرماتے ہیں کہ تقہیں۔ حاکم فرماتے ہیں کہ تقوم به حجم اس سے دلیل قائم نہیں کی جاستی۔ تہذیب جو ماص ۲۹۲ حافظ ایمن حجم کا اپنا فیصلہ ہے کہ ضعیف ہے۔ (تقریب مورہ)

الجواب اوّلاً: یه محدثین کرام کا طریقہ ہے کہ سند یا متن مختلف ہونے پر روایت کو تکرار سے لاتے ہیں چھر بریلوی علماء کا باوا آدم کیے نرالا ہوا۔ زیر بحث روایت کو کتب حدیث کے مصنفین محدثین نے اپنی اپنی سند سے روایت کیا ہے نیز حدیث کامتن بھی مختلف ہے۔ حدیث نمبر جوطحاوی کے حوالہ سے بیان کی اس میں قبیلہ رعل کا ذکر ہے اور حدیث نمبر ۴ تا کہ میں اس جگہ عصیہ کا اور مؤخر الذکر میں بیا الفاظ بھی زیادہ ہیں۔

قَالَ الْبَزَارُ فِي رِوَايَتِهِ لَمْ يَقْنُتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله شَهْرًا وَّاحِدًا لَمْ يَقُنُتُ قَبُلَهُ وَلا بَعْدَهُ

اس قدر فرق کے باوجود وہائی اسے ایک ہی روایت مان رہا ہے کتنا اندھا پن ہے۔

دروغ گوجا فظهٰ بین رکھتا

ثانیاً اگلے اعتراض کے شمن میں وہابی صاحب ابوتمزہ کا متابع بھی مان رہا ہے مگریبال کہتا ہے کہ اس حدیث کا دارومدار ابوتمزہ پر ہی ہے۔ پیہ مقولہ سچ ہوا کہ دروغ گوحافظ نہیں رکھتا نیز جب بیہ خود مانتا ہے کہ ابوتمزہ کا متابع موجود ہے ساتھ کہتا ہے کہ وہ بھی ضعف ہے چلو بقول اس کے دونوں ضعف ہیں مگر سوال ہے کہ وہ ایبوں سے نزدیک دوضعیف راویوں کی روایت توی ہوکر قابل قبول ہو جاتی ہے یا نہیں؟ غیر مقلدوں کے گھر کے جمہتد العصر ثناء اللہ امر تسری صاحب لکھتے ہیں اگر چہ ان دومیں مجھ کلام ہے مگر دونوں روایتوں اور دوسندوں کے ملنے سے ہر ایک کو دوسری سے تقویت حاصل ہوگئی۔ فرآوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۲۵ جس کلیہ کے تحت وہا بیوں کی رکیل قوی ہو جاتی ہے ہماری بھی قوی ہونی چاہئے کیونکہ کلیہ اپنے تمام افراد پر یکسال صادق ومؤثر ہوتا ہے مگر کیا کریں غیر مقلد وہا بیوں کا تو باوا آ دم ہی نرالا ہے۔ حب راوی کا عمل مروی عنہ کے موافق ہوتو اسے تقویت دیتا ہے

ثالاً: يه اصول ہے کہ جب راوی حدیث کا اپنا عمل مروی عند کے موافق تو اس حدیث کو تقویت دیتا ہے جبکہ ذریر بحث حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل وتر کے سوا قنوت نہ پڑھنا میں بند حسن ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو:
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بُنِ مَسْعُوْدٍ إِنَّهُ كَانَ لَا يَقُنْتُ فِي صَلُوةِ الْغَدَاةِ وَإِذَا قَنَتَ فِي الْوِتُرِ قَنَتَ قَبْلَ الرَّكُعَةِ وَ فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ اَيْضًا قَالَ كَانَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَقُنْتُ فِي الْوِتُرِ قَبْلَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَقُنْتُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلُوةِ إِلَّا فِي الْوِتُرِ قَبْلَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَقُنْتُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلُوةِ إِلَّا فِي الْوِتُرِ قَبْلَ

الرَّكْعَةِ رَوَاهُمَا الطِّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَإِسْنَادُهُمَا حَسَنٌ

(مجمع الزوائدج عص اسم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور جب وتر میں قنوت پڑھتے تو رکوع سے پہلے پڑھتے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نمازوں میں سے کسی میں قنوت نہ پڑھتے مگر وتر میں رکوع سے پہلے ان دونوں کو طرانی نے کبیر میں روایت کیا اور سندان دونوں کی حسن ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم فقیہ مجتہد صحابی اور حضور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم فقیہ مجتہد صحابی اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر کے خدمت گار اور آپ کے ہر فعل مبارک کو بخو بی جانے والے ہیں لہٰذا ان کی روایت وعمل ثابت کرتا ہے کہ فجر میں قنوت نازلہ منسوخ ہے ور نہ وہ اس کا خلاف کیسے کر سکتے تھے۔

رابعاً : اسی قصل میں غیر مقلدوں کی تفییروں سے حوالے گزرے وہ بھی مانے بي كه كَيْسَ لَكَ مِنَ الْآمُو شَيْءٌ آيه مباركة حضور صلى الله عليه وسلم كوفجر مين قنوت پڑھنے سے منع پراتری اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قنوت ترک فرما دی۔ بفضلہ تعالی اس جگہ جس قدر ہم نے قنوت نازلہ کے لننخ پر دلائل دیتے ہیں مانے والوں کو کافی ہیں مگر اندھے کو دو پہر کو بھی سورج نظر نہیں آتا۔ اب وہابی صاحب کا دوسرا اعتراض ملاحظہ ہولکھتے ہیں۔اگر کہا جائے کہ ابان بن عیاش ان کا متابع موجود ہے جیسا کہ آگے جا کرخودمفتی صاحب نے حدیث نمبر ۱۵ میں اسے ذکر کیا ہے تو جواب اس کا رہے ہے کہ رہ بھی ضعیف ہے۔علامہ زیلعی حنی نصب الرابیہ ج ۲ص ۱۳۳ مير كصح بين وابان بن ابي عياش فقد قيل فيه اكثر مما قيل في ابي حمزه لینی ابان پر ابی حمزہ سے بھی بڑھ کر جرح موجود ہے۔ سو فیصد محدثین نے اس کی تضعیف فرمائی ہے کوئی کلمہ تو ثیل راقم کی نظر سے نہیں گزرا۔ امام فلاس امام احمد بن حنبل امام ابن معین امام نسائی امام دار قطنی امام ابوحاتم امام ابوزرعه فرماتے ہیں متروك الحديث ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ساقط (اعتبار سے گرا ہوا ہے) تهذيب ج اص ٨٥ طبعه جديد - ميز بان الاعتدال ج اص ١٠ - حافظ ابن حجر رحمته الله علیہ نے متروک الحدیث لکھا ہے (تقریب ص ۱۱) یہ ہے مفتی صاحب کا شیر بہا در جس کے متعلق لکھا ہے کہ حدیث نمبر ۱۵ میں صرف چار راوی ہیں۔ ابان بن عیاش بتاؤان میں کون ضعیف ہے۔ حیرت ہے مفتی صاحب نے حکیم الامت کہ کر کتنی دیدہ دلیری سے بیلکھ دیا ہے جبکہ اس سے قبل علامہ زیلعی حنی لکھ کیا تھے۔وقد روی من عدة طرق كلها واهية لا يجوز الاحتجاج بها ليحي ابن مسعودرضي اللهعنه کی روایت کئی طرق سے مروی ہے جوتمام کے تمام سخت ضعیف ہیں (الہٰذا ان سے) احتجاج نہیں کیا جاسکتا نصب الرابیہ ۲ س ۱۳۴۵ نام نہاد دین الحق ص ۵۵۵

اختیاج بین لیاجا سلیا صب ارامین است المجاوی کی کا المجاوی کی کا المجاوی کی کا دارو مدار البوعمزہ پر بی ہے پھر اس کا متابع مان لیا۔ اب علامہ زیلعی کے حوالہ سے ثابت کر دیا کہ اس کے متعدد طرق (اسناد) ہیں فقیر کہتا ہے وہابی جی جب آپ کے مذہب کو دلیل کی حاجت ہوتو دوستکلم فیہ مجروح راویوں کی روایت ایک دوسری سے قوت یا کرقوی ہو جاتی ہے تو ماری احناف کی دلیل متعدد سے بھی قوی نہیں ہوتی کیا دین میں وہرا معیار چل سکتا ہے ہرگر نہیں۔

ہ ہوری ہے۔ ان ناز فجر میں قنوت نازلہ کے ترک پر احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ص ۳۳۵ پر ہے۔

حضور صلى الله عليه وسلم اور خلفاء راشدين سے قنوت نازلہ نه برا صفے كا ثبوت

وَقَدُ صِحُ حَدِيثُ اَبِى مَالِكِ سَعُدِ بُنِ طَارِقِ الْاَشْجَعِي عَنُ اَبِيهِ صَلَّى مَلَّيْتُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُنُتُ وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ فَلَمْ يَقُنُتُ وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ فَلَمْ وَصَلَيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ فَلَمْ يَقُنُتُ وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ فَلَمْ يَقُنتُ وُ صَلَّيْتُ ثُمَّ قَالَ اَيْ بُنِي إِنَّهَا بِدُعَةٌ رَوَاهُ النِسَآئِقُ وَ رَوَى التِّرُمَذِي وَالْمُ النِّسَآئِقُ وَ رَوَى التِّرُمَذِي وَاللهُ النِّسَآئِقُ وَ رَوَى التِّرُمَذِي وَاللهُ النِّسَآئِقُ وَ رَوَى التِّرُمَذِي وَاللهُ اللهِ اللهُ عَلَى مَا جَهَ بِلَفُظٍ مَّا تَقَدَّمَ .

انہوں نے قنوت نہ پڑھی اور میں نے عثان رضی اللہ عنہ کے پیچے نماز پڑھی تو انہوں نے قنوت نہ پڑھی اور میں نے علی رضی اللہ عنہ کے پیچے نماز بڑھی تو انہوں نے بھی قنوت نہ پڑھی پھر فرمایا اے بیٹا یہ بدعت ہے۔ اسے نسائی اور تر فدی اور ابن ماجہ نے فدکورہ لفظوں سے روایت کیا۔

فقدالسندمين بيحديث ان الفاظ سے مروى ہے:

رَولى اَحْمَدُ وَالنِّسَآئِيُّ وَإِبْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمَدِیُّ وَصَحْحَه عَنْ مَالِكِ الْآشُومِ فَ لَكُولُ اللهِ صَلَّى مَالِكِ الْآشُجَعِيِّ قَالَ كَانَ اَبِى قَدْ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ إِبْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةٍ وَّابِى بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُمْرَ وَعُمْرَ وَعُمْرَ مَعْدَدُتُ مَحْدَثُ وَعُمْرَ وَعُمْرَ اللهِ اَى يُبْتَى مَحْدَثُ

امام احمد ونسائی وابن ماجہ و ترمذی نے روایت کی اور اسے سیحے کہا۔ ابی مالک انتجی سے کہا کہ میرا باپ نماز پڑھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جب کہ وہ سولہ برس کا تھا۔ پھر ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے تو میں نے ان سے پوچھا کیا یہ حضرات قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے اس نے فرمایا اے بیٹا یہ بدعت ہے۔ اوچھا کیا یہ حضرات قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے اس نے فرمایا اے بیٹا یہ بدعت ہے۔ امام احمد رضا خال فاصل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قنوت نازلہ کے امام احمد رضا خال فاصل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قنوت نازلہ کے

عدم جواز پردلائل

امام المسنّت الثاه احمد رضا خال فاضل بریلوی رحمته الله تعالی علیه این فآوی رضویه به سم ۱۹۳ بر لکھتے ہیں۔ ابن حبان نے اپنی بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزهری عن سعید والی سلمة حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی قال کان رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقَنُتُ فِي الصَّبُحِ اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقَنُتُ فِي الصَّبُحِ اللّهَ اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقَنُتُ فِي الصَّبُحِ اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُنُتُ فِي الصَّبُحِ اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُنُتُ فِي الصَّبُحِ اللّهِ مَلَى قَوْمٍ

رسول الله صلى الله عليه وسلم نماز صبح ميں قنوت نه پڑھے مگر جب سى قوم كے لئے ان كے فائدے كى دعا فرماتے ياكسى قوم پران كے نقصان كى دعا فرماتے - فتح القدير ومرقاة شرح مشكوة - ميں فرمايا وہوسند صبح يه سند صبح ہے - خطيب بغدادى نے ميں الله وہوسند سي يہ سند سيح ہے - خطيب بغدادى نے سياب القنوت ميں بطريق محمد بن عبدالله الانصارى ثناء سعيد بن ابى عروبة عن قاده حضرت انس بن مالك رضى الله تعالى عنه سے روايت كى -

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اللهِ عَلَى قَوْم

ہو یک تصفی سوم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جبکہ کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر

دعا فرمانی ہوتی کتب ثلاثہ مذکور میں ہے۔

هلدًا سَنَدٌ صَحِيْحٌ صَاحِبُ تَنْقِيْحِ التَّحْقِيْقِ

پے سند صحیح ہے صاحب تنقیح انتحقیق کے اس کی تصریح کی۔ امام زیلعی نصب الرابی میں بید دونوں حدیثیں ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ التَّنْقِيْحِ وَ سَنَدُ هاذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ صَحِيْحٌ وَهُمَا نَصٌّ فِي إِلَّا إِلَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيَّا إِلَيْ

لینی صاحب تنقیح نے فرمایا ان دونوں حدیثوں کی سندھیچے ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ ان صاف تصریح ہے کہ قنوت مصیبت کے ساتھ خاص ہے۔ واضح رہے کہ ان احادیث صحیحہ ہے ہمارے موقف کی کہ دعا قنوت مصیبت عامہ کے وقت نماز فجر میں پڑھی جاسکتی ہے اور اس کاعموم منسوخ ہے۔ اصل منسوخ نہیں تائید ہے۔ علامہ نیمو کی نے اپنی آ فار السنن کے باب ترک القنوت فی صلوۃ الفجر میں بائیس احادیث بسندھیچے وحس نقل کی ہیں جن میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک ماہ تک فجر میں قنوت پڑھنا آیا ہے اور صحابہ کرام خلفائے راشدین اور ابن عباس ابن مسعود ابن عمر، ابن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے نماز فجر میں قنوت نہ پڑھنا نہ کور ہے۔ اس کے باوجود بھی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے نماز فجر میں قنوت نہ پڑھنا نہ کور ہے۔ اس کے باوجود بھی

وہابی صاحبان قنوت فی صلوٰۃ الفجر میں مطلق عدم ننخ پر بصند ہیں تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

اب جاءالحق سے حدیث نمبر ۴ تا 2:

ابویعلی موصلی، ابوبکر بزار، طبرانی نے کبیر میں، بیہق نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهُرًا يَّدُعُو عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهُرًا يَّدُعُو عَلَى اللهُ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقُنُوتَ وَقَالَ الْبَزَارُ فِى رَوَاتِهِ لَمْ يَقْنُتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا شَهُرًا وَاحِدً لَمْ يَقُنُتُ قَبُلَهُ وَلا بَعْدَهُ وَاحِدً لَمْ يَقُنُتُ قَبُلَهُ وَلا بَعْدَهُ

حضور انورصلی الله علیه وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی جس میں قبیلہ عصیہ و زکوان پر بددعا فرمائی جب ان پر غالب آ گئے تو چھوڑ دی۔ بزار نے اپنی روایت میں فرمایا کہ حضور نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی نہ پڑھی۔ وہابی صاحب نے یہاں اس حدیث کا کوئی جواب نہیں دیا البتہ اس سے قبل جو جاء الحق سے حدیث نمبر۳ طحاوی شریف کے حوالہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے گزری۔اس پر اعتراض میں یہ بہانہ کیا کہ مفتی صاحب نے اسے مرر ذکر کیا ہے حالانکہ یہ بہانہ اسے ہرگز مفید نہیں کیونکہ ہر ذی شعور و مکھ لے گا ان دونوں حدیثوں کامتن مختلف ہے مکرر کا الزام تو تب درست تھا جبکہ دونوں کے متن وسند ایک ہوتے فقیر کہتا ہے وہابی جی کی اصل مجبوری پیر کہ اگر اس حدیث کو لکھ کر پھراس کا جواب دیتا جیسے کہ اس نے اپنی کتاب میں طریق اپنایا ہے۔اس کا جھوٹ سامنے آ جاتا لوگ کہتے وہائی جی ان دو روایتوں کے متن مختلف ہیں تم کیسے کہتے ہو کہ ان کامتن وسند ایک ہی ہے۔ دوسری مجبوری تھی کہ اس حدیث میں واضح ہے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے صرف ایک ماہ نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھی اس

سے پہلے بھی نہ پڑھی اور بعد میں بھی نہ پڑھی اور بیاننج کی روش دلیل ہے لہذا اس صاحب نے ان تمام اعتراضوں سے پیچھا چھڑانے کو نہ اس کے الفاظ کھے اور نہ جواب دیا۔ بہر حال آگے چلتے ہوئے جاء الحق سے حدیث نمبر ۹۰۸ کو لکھتے ہیں۔

رسول الله نے صرف ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی

ابوداؤدونسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ إِنَّ السَّبِیَّ صَلَّم اللہ عَلَیٰهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَّکَهٔ یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی پھر چھوڑ دی۔ واضح رہے کہ مذکورہ حدیث کا غیر مقلد صاحب، نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جاءالحق سے حدیث نمبر ۱۰ تا ۱۲، تر مذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابومالک انتجی سے روایت کی۔

قَالَ قُلْتُ لِآبِى يَا اَبَتِ اِنَّكَ قَدُ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِى اَبُكِرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَ عَلِيٍّ هَهُنَا اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِى اَبُكِرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَ عَلِيٍّ هَهُنَا اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابِى اللهِ عَلَيْهُ اللهِ اللهِ عَلَيْهُ اللهِ اللهِ عَلَيْهُ اللهِ اللهِ عَلَيْهُ اللهِ اللهُ اللهُولِي اللهُ الللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الل

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ابا جان آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وغمر وعثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے کوفہ میں تقریباً پانچ سال نماز پڑھی کیا یہ حضرات قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ اے بچے یہ بدعت ہے۔ یعنی ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنا بالکل سنت کے خلاف اور بدعت سیدے ہے۔ غیر مقلد اس کے جواب میں لکھتا ہے۔ جن معنوں میں یہاں بدعت کہا گیا ہے یہ مارے خلاف نہیں کیونکہ ابن ماجہ کی روایت میں صراحت ہے کہ اکے انسوا کی قنوت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں فی الْفَحْوِ یعنی کیا یہ حضرات نماز فجر میں (ہمیشہ) قنوت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا (ای بنی محدث) کہ اے میرے بیٹے فجر میں (بلاسب ہمیشہ) قنوت پڑھنا برعت ہے کہ ایک انہوں کے فرمایا (ای بنی محدث) کہ اے میرے بیٹے فجر میں (بلاسب ہمیشہ) قنوت پڑھنا برعت ہے دراین ماجہ ص ۸۹) خود مفتی صاحب کو اقرار ہے کہ یہاں ہمیشہ قنوت

پڑھنے کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں خیال رہے یہاں ہمیشہ قنوت پڑھنا مراد ہے ور نہ علی مرتضیٰ نے جنگ صفین کے موقع پر قنوت پڑھی ہے۔ (مراۃ الناجی ۲۵ م ۲۸۵) خلاصہ کلام میہ کہ یہاں بلاسب ہمیشہ قنوت پڑھنا (اور وہ بھی صرف نماز فجر میں) جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہوا ہے مراد ہے اور یہ ہمارے مخالف نہیں کیونکہ ہم نہ تو بلاسب پڑھتے ہیں اور نہ ہی نماز فجر میں ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

ثانیاً: اگر کہا جائے کہ سبب اور ہمیشہ کی قید اپنے پاس سے لگائی گئی کیونکہ حدیث میں کوئی الیات سے بیہ بات حدیث میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں! تو جواب اس کا بیا کہ دوسری روایات سے بیہ بات ثابت ہے تو روایات میں موافقت کے لئے بیاتو جے (صحیح لفظ توجیہ ہے) ضروری ہے۔ چنا نچے علامہ زیلعی حفی فرماتے:

لَيْسَ فِى هَاذَا الْحَدِيْثِ دَلِيُلٌ عَلَى اِنَّهُمْ مَا قَنَتُوْا قَطُّ بَلُ اِتَّفَقَ إِنَّ طَارِقًا صَلَّى خَلْفَ كُلِّ مِنْهُمْ وَاَخَذَ بِمَا رَاى وَمِنَ الْمَعُلُومِ اِنَّهُمْ كَارُوا عَلَى الْمَعُلُومِ النَّهُمُ مَا كَانُوْا يَقُنُونَ فِى النَّوَازِلِ وَ هَاذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى اِنَّهُمْ مَا كَانُوْا يَحَافِظُونَ عَلَى النَّوَازِلِ وَ هَاذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى اِنَّهُمْ مَا كَانُوْا يُحَافِظُونَ عَلَى قُنُوتِ رَاتِبٌ وَاللَّهُ اَعْلَمُ

بین اس حدیث میں اس امرکی کوئی دلیل نہیں کہ خلفاء اربعہ اور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے کبھی قنوت نہ پڑھی تھی بلکہ اس میں اتفا قاً ایسا ہوا کہ جب بھی انہوں
نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہ پڑھی اور راوی نے وہ اخذ کیا جو
اس نے دیکھا تھا جبکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انہوں نے حوادث میں قنوت پڑھی۔
ہاں البتہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے فرائض میں قنوت کو ہمیشہ
نہیں پڑھا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔نصب الرابیہ ج کم اسا ، الغرض یہاں
بلاسب اور ہمیشہ پڑھنا ہی مراد ہے۔

ثانياً: جب بيہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی صلی الله عليه وسلم اور خلفاء اربعہ اور ديگر جليل القدر صحابہ نے وفات النبی صلی الله عليه وسلم کے بعد بھی قنوت نازله پڑھی

ہے اور پیمسلمہ اصول ہے کہ جب ثبوت ونفی میں تعارض ہوتو ثبوت مقدم ہوتا ہے چانچے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ جب ثبوت ونفی میں تعارض ہوتو ثبوت کوففی پرتر جیج ہوتی ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۲۵۵ تا ۴۵۷

الجواب اوّلاً: وہابی صاحب کا (کَانُوْا) کامعنی ہمیشہ کرنا خالص مغالطہ ہے کیونکہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال ماضی سے ہے لہذا مضارع کو ماضی کے معنی میں کرنے کو (گانُوْا) لایا گیا نہ کہ استمرار پر دلالت کرانے کو۔

ثانیاً: جب ہم کہیں کہ ہر بدعت سیے نہیں بلکہ اس کے اقسام سے حسنہ بھی ہے تو وہابی صاحبان مانے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے بلکہ زور دیتے ہیں کہ ہر بدعت گراہی ہے اسے ثابت کرنے کو یہ حضرات مسلم کی یہ عدیث پیش کرتے ہیں (و کُلُّ بِدُعَاتِهِ صَلَالَةٌ) اور ہر بدعت گراہی ہے گر جب اپنا فدجب بچانا مقصود تھا مفتی احمد یار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید بھی قبول کر لی ان کی مراۃ شرح مشکلوۃ کا حوالہ دیدیا میں پوچھتا ہوں وہابی صاحب حنفی سی ہر بلوی حضرات کے خلاف فتو کی صاور کرنا ہواس وقت تہمیں بدعت کا اور کوئی معنی نظر نہیں آتا جب اپنا فدجب بچانا ہوتو نظر آجاتا ہے میکون سااصول ہے۔

رابعاً: غیر مقلد صاحب نے علامہ زیلعی کے نصب الرابی سے ان کی عبارت پیش کی جوکہ ہمارے احناف کے خلاف نہیں کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ میں کی جوکہ ہمارے احناف کے خلاف نہیں کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیم فجر میں قنوت نازلہ ہمیشہ نہیں

ر پڑھتے تھے بلکہ بوتت مصیبت پڑھتے تھے۔ یہ ہمارااحناف کا کا مذہب ہے کہ مصیبت عامہ کے وقت فجر میں قنوت نازلہ پڑھ سکتے ہیں غیر مقلدوں کے یہی عبارت خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک فجر میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ فآویٰ اہل حدیث کا ابھی حوالہ گزرا۔

خامساً: اصل بات سے کہ جاء الحق کی زیر بحث حدیث صحیح الاسناد ہے جب وہابی جی کواس پراعتراض ہاتھ نہ آیا تو ادھرادھر کی فضول بحث جھیڑ دی۔ اس حدیث کے متعلق امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ھلڈا تحدیث تحسین صحیح ہے۔ جامع ترمذی جزء اول باب فی ترک القنوت جاء الحق سے حدیث نمبر ساا وسمار مسلم و بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیک دراز حدیث نمبر ساا وسمار مسلم و بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیک دراز حدیث نمبر سال کی جس میں آخری الفاظ ہے ہیں۔

كَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَوْتِهِ اللَّهُمَّ الْعَنُ فُلَانًا وَ فُلَانًا لِآخِيَاءِ مِّنَ الْعَرَبِ حَتَّى اَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ الْعَرَبِ حَتَّى اَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ صَلَى الله عليه وسلم اپني بعض نمازوں ميں فرمايا كرتے تھے كه خدايا فلال فلال عرب كے بعض قبيلے پرلعنت كريہاں تك كه بيآيت كريمة نازل موئى۔ لَيْسَ لَكَ الْحُ

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک بید کہ دعاء قنوت فجر کی نماز میں پڑھنا منسوخ ہے۔ دوسرے بید کہ حدیث شریف آیت قرآنی سے منسوخ ہوسکتی ہے کہ قنوت نازلہ پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اور اس کا لنخ قرآن کریم سے ثابت۔ تیسرے بید کہ دین کے دشمنوں پر بددعا یا لعنت کرنا جائز ہے جن لوگوں پر حضور صلی تیسرے بید کہ دین کے دشمنوں کے دشمن نہ تھے بلکہ دین اسلام اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی وہ حضور کی ذات شریف کے دشمن نہ تھے بلکہ دین اسلام کے دشمن تھے جب ان پر جہاد کر سکتے ہیں تو بددعا بھی کر سکتے ہیں ہاں حضور نے اپنے ذاتی دشمنوں کو معافیاں دی ہیں۔ ہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یاد رہے کہ وہائی

صاحب نے مذکورہ حدیث شریف کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب جاء الحق سے حدیث منبر ۱۵ ملاحظہ ہو۔ حافظ طلحہ بن محمد محدث نے اپنی مند میں امام ابوحنفیہ رضی اللّٰدعنہ کی ابناد سے روایت کی۔

عَنِ الْإِمَامِ الْاَعْظَمِ عَنْ اَبَانِ ابْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مَلَى اللهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَجْرِ إِلَّا شَهُرًا وَّاحِدًا لِلَاّنَّهُ حَارَبَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَنَتَ يَدْعُوْ عَلَيْهِمُ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عیاش سے روایت فرماتے ہیں وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت علقمہ سے وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے انہوں نے فرمایا کہ حضور نے نماز فجر میں قنوت نازلہ بھی نہ پڑھی سوائے ایک مہینہ کے کیونکہ حضور نے مشرکین سے جنگ کی تھی تب ان پرایک ماہ بددعا فرمائی تھی۔

واضح رہے کہ اس حدیث کا بھی وہابی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۷ و ۱۷ ملاحظہ ہو۔ حافظ ابن خسرو نے اپنی مند میں اور قاضی عمر ابن اشنانی نے حضرت امام ابوحنیفہ سے انہوں نے نے حماد سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخی سے روایت کی۔

قَالَ مَا قَنَتَ آبُوْبَكُرٍ وَّ عُمَرُ وَلاَ عُثْمَانُ وَلاَ عَلِيٌّ حَتَّى حَارِبَ آهُلَ الشَّام فَكَانَ يَقُنُتُ

نہ ابو بکر وعمر نے نہ حضرت عثمان نے نہ علی مرتضٰی نے قنوت نازلہ پڑھی بہاں تک کہ حضرت علی نے اہل شام سے جنگ کی تو قنوت نازلہ پڑھی۔

اس پرغیر مقلد کا اول و دوم اور سوئم اعتراض: اس کی سند کوخود مفتی صاحب نے

لکھا ہے جس میں حماد بن ابی سلیمان راوی ہے اور وہ مرجئ الهذہب تھا جیسا کہ تہذیب میں صراحت ہے (کان بری بالارجاء ص ۱۶ج۳) اور مرجئ کی روایت مفتی صاحب کے نز دیک سخت ضعیف ہوتی ہے۔

ثانیاً اس کو بیان کرنے والے ابراہیم نخعی ہیں اور ان کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔امام علی بن مدینی فرماتے ہیں:

اِبُوَاهِيْمَ النَّخُعِيِّ لَمْ يَلِقُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی ابراہیم نے نخعی کسی صحابی رسول سے نہیں ملا۔ (مراسل ابن ابی عام صه)

اگر کہا جائے کہ نصب الرابیہ میں اسود بن یزید کا واسطہ موجود ہے تو جواباً عرض
ہے کہ ابرا نیم مدلس بھی ہے (طبقات المدیس ص ۱۸) اور ابراہیم نحعی (صیحے لفظ نخعی ہے،
محبت علی) سماع کی صراحت کے بغیر عن اسود بن یزید کہہ رہے ہیں۔علاوہ ازیں ان
دونوں کا متن بھی جدا ہے۔

<u>ثالثاً</u> سند میں ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو کہ بلا شبہ امام ہیں مگر حدیث میں ضعیف ہیں جیسا کہ فاتحہ خلف الا مام کے سلسلہ میں تفصیل گزر چکی ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۷۵۷۔

الجواب اوّلاً: اولاً وہابی صاحب کو تہذیب التہذیب میں امام حماد بن ابی سلیمان کے بارے یہ قول تو نظر آیا کہ وہ مرجی تھ مگرامام علی کا یہ فرمان نظر نہ آیا کہ قال الْعَجُلِيّ کُوْفِيٌّ ثِقَةٌ وَ گانَ اَفْقَهُ اِصْحَابِ اِبْرَاهِیْمَ وَقَالَ النّسَائِیُّ ثِقَةٌ (تهذیب التهذیب عصم ۱۷)

امام عجلی نے فرمایا کہ (حماد) کوفہ کا رہنے والا ثقہ اور امام ابراہیم مخفی کے ا تمام شاگردوں سے زیادہ فقیہ تھے۔ امام نسائی نے فرمایا وہ ثقہ ہیں۔

(ميزان الاعتدال ج اص ٥٩٥)

پہ ہو قال ابن معین وغیرہ تقۃ امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا (حماد) تقہ ہیں گرافسوں کہ وہا ہوں کو بزرگوں کے عیب نظر آتے ہیں خوبیاں نظر نہیں آئیں۔

ثانیاً: وہا بی صاحب کا کہنا کہ ابراہیم نخعی کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔
فقیر کہنا ہے کہ وہا بی صاحب نے حقائق کو نظر انداز کر کے علی بن مدینی کی تقلید کی ہے گر بفضلہ تعالیٰ ہم اسے حقائق وکھاتے ہیں۔ حافظ ابوحاتم محمد بن حبان اپنی کتاب الثقات کے الجزء الرابع ص ۸ پر لکھتے ہیں۔

اِبُرَاهِيْمُ بَنُ يَزِيْدَ بَنِ عَمْرِو النَّخُعِيِّ اَبُوْعِمْرَانَ سَمِعَ الْمُغِيْرَةَ بُنَ شَعْبَةَ وَالْانْسَ بُنَ مَالِكٍ وَّ دَخَلَ عَلَى عَآئِشَةَ رَوَى عَنْهُ مَنْصُوْرٌ شُعْبَةَ وَالْانْسِيْنَ وَمَاتَ سَنَةَ وَمُعِيْرَةً مَنْ صَوْلِدُهُ سَنَةَ حَمْسِيْنَ وَمَاتَ سَنَةَ وَمُعِيْرَ وَمَاتَ سَنَةَ حَمْسِيْنَ وَمَاتَ سَنَةَ حَمْسِيْنَ وَمَاتَ سَنَةَ حَمْسَ اَوْ سِتَّ وَ تِسْعِيْنَ وَهُ وَ اِبُنُ سِتَّ وَارْبَعِيْنَ سَنَةً بَعْدَ مَوْتِ الْدَحَجَّاجِ بِارْبَعَةِ اَشُهُمْ وَ وَكَانَتُ المَّهُ مَلِيْكَةُ بِنْتُ قَيْسٍ مَوْتِ الْدَحَجَّاجِ بِارْبَعَةِ اَشُهُمْ وَ وَكَانَتُ المَّهُ مَلِيْكَةُ بِنْتُ قَيْسٍ

ٱخُتُ عَلْمَقَةَ بْنِ قَيْسٍ

ابراہیم بن بزید بن عمروالتحی ابوعمران نے مغیرہ بن شعبہ اور انس بن مالکہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کا ساع کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی حاضر ہوئے اور ان سے منصور و مغیرہ اور اعمش نے روایتیں کیں اور پیدائش ان کی پچاس ہجری کو اور وفات پچانویں یا چھیانویں کو حجاج کی موت کے بعد چار ماہ ہے اور ان کی والدہ کا نام ملکیہ بنت قیس جوعلقمہ بن قیس کی بہن ہیں۔

سید بست میں بر سمان کی حقیق ہوئی محقق موقف ذکر کرتا ہے تو پہلے تمام پہلووں کو اچھی طرح دیکھتا ہے۔ اب ان کی روایت کا مقام دیکھیں۔ تہذیب

التهذيب جاص ١١١٧ ٦

(قَالُ الْاَعْمَشُ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَيْرًا فِي الْحَدِيْثِ وَقَالَ الشُّعْبِيُّ

مَا تَرَكَ آحَدً آعُلَمُ مَنْهُ وَقَالَ إِبْنُ مُعِيْنٍ مَرَاسِيْلُ إِبْرَاهِيْمَ آحَبُّ إِلَى مِنْ مَرَاسِلُ إِلشَّعْبِيِّ)

حضرت اعمش نے کہا کہ ابراہیم (انخی) حدیث میں بہت اچھے ہیں اور امام شعبی نے کہا کہ ابراہیم (انخی) حدیث میں بہت اچھے ہیں اور امام شعبی نے کہا کہ انہوں نے اپنے سے بڑھ کرعلم والا نہ چھوڑا۔ امام ابن معین نے فر مایا ابراہیم کی مرسل روایتیں مجھے شعبی کی مرسل سے بھی زیادہ پیند ہیں۔ اب علی بن مدین کے اس قول کا جائزہ لیتے ہیں کہ ابراہیم خنجی نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ مدین کے اس قول کا جائزہ لیتے ہیں کہ ابراہیم خنجی نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ شختہ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسل میں الحافظ ولی الدین احمد بن عبدالرحیم بیان کرتے ہے۔

بير-وَقَـالَ عَـلِيُّ بُنُ الْمَدِيْنِيِّ لَمْ يَلِقُ آحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهُ فَعَآئِشَةَ قَالَ هاذَا لَمْ يَرُومٍ غَيْرُ سَعِيْدِ بُن

اَبِى عُرُوْبَةَ عَنْ اَبِى مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَ ضَعِيْفٌ وَ قَدْ رَاى

اَبَا جُحَيْفَةً وَزَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ وَإِبْنَ اَبِي اَوْفَى وَلَمْ يَسْمَعُ مِنْهُمُ عَلَيْهُمُ على بن مدين نے كہا كمابراہيم (نخعى) نے اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

میں سے کی سے ملاقات نہیں کی۔ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عاکشہ

سے بھی (ملاقات نہیں کی) انہوں نے کہا (حضرت عاکثہ رضی الله عنها

سے) ملاقات کی مگر بدروایت سعید بن افی عروب کے سواکسی نے نہیں کی

اور وہ ضعیف ہیں اور بے شک اس نے حضرت ابو جیفہ اور زید بن ارقم

اورابن ابی اوفی رضی الله عنهم کی زیارت کی اوران سے صدیث کی ساعت

اس سے معلوم ہوا کہ ابن مدینی حضرت ابراہیم نخعی کی صحابہ سے ملاقات کے مئر نہیں وہ بھی ان کا عذر ہے کہ مئر نہیں وہ بھی ان کا عذر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی ملاقات کے ثبوت کی روایت کے راوی ضعیف

ہیں اورا نکا بیعذر دوسری سیح الا سناد روایت سے دور ہوجا تا ہے۔ ملاحظہ ہو (وَرَوَايَهُ سَعِيْدٍ عَنُ آبِي مَعْشَرٍ ذَكَرَهَا اِبْنُ حَبَانِ بِسَنَدٍ صَحِيْح آبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ آبِيْ مَعْشَرٍ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَلَّاثُهُمْ إِنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَآئِشَةَ رضى الله عنها فَرَأْى عَلَيْهَا ثُوْبًا أَحْمَرَ)

(تهذيب التهذيب جاص ۱۷۸)

اورسعید کی روایت الی معشر سے جسے ابن حبان نے بسند سی بیان کیا سعید کی طرف اس نے ابی معشر سے کہ بے شک انہیں حضرت ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں آئے تو ان پر

سرخ كيژاد يكھا۔

اب بھی غیر مقلد صاحب ابراہیم تخی رضی اللہ عنه کی صحابہ رضوان اللہ علیهم سے ملاقات نه مانے تو ضد کا کوئی علاج نہیں۔اب رہاامام الآئمہ کاشف الغمہ سراج الامہ پرضعف کا اعتراض، امام اعظم ابوحنیفه رضی الله عنه جے وہانی جی بار بار دہرارہے ہیں امام صاحب کوامام بھی کہتے ہیں اور پھرطرح طرح کے الزام بھی گھڑتے ہیں۔ بیان كا تعصب اورسورج برتھوكنا ہے جس كا جواب مم نفرت الحق حصد اول كے باب القراءة خلف الامام میں بھر پورطور پر دے چکے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے کثیر آئمہ مجهدين كے اقوال مباركه امام اعظم ابوحنيفه رضى الله عنه كى مدح ثقابت و فقابت اور رفعت شان وعظمت پر پیش کر دیتے ہیں اب یہاں دہرانا باعث طول بے حاصل ہے۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۸ ملاحظہ ہوں۔ ابومحمد بخاری نے امام اعظم الوصنيف سے انہوں نے عطيه عوفی سے انہوں نے ابوسعيد خدري صحابي سے روايت

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمْ يَقُنُتُ إِلَّا ٱرْبَعِيْنَ يَوْمًا يَدُعُوْ عَلَى عُصَيَّةً وَ ذَكُوانَ ثُمَّ لَمْ يَقْنُتُ إِلَى أَنْ مَّاتَ

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے چالیس دن کے سواقنوت نازلہ نہ پڑھی ان چالیس دن میں آپ نے عصبہ زکوان پر بددعا فرمائی پھروفات تک بھی نہ پڑھی۔

اس جگدمفتی صاحب رحمته الله علیه فرماتے ہیں۔ بیدا تھارہ احادیث بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ قنوت نه پڑھنے کے متعلق بہت زیادہ احادیث شریفه موجود ہیں اگر شوق ہوتو طحاوی شریف، صحیح البہاری وغیرہ کا مطالعہ فرماویں۔اس پرغیر مقلد کے اعتراض اور بے ہودہ گوئی و بدزبانی لکھتے ہیں۔سند میں امام ابوصنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو کہ جحت نہیں۔

ثانياً: دوسرا مجروح راوي عطيه عوفي بين _ امام احمد، امام ابوحاتم، امام بيثم، امام ابوزرعہ، امام جوز جانی، امام نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے۔ (تہذیب ۲۲۵ ج۷) امام ابن حجر فرماتے ہیں صدوق پخطی کثیرا تقریب ص ۱۸۰ یعنی سچا تو ہے لیکن کثرت سے غلطیاں کرتا ہے۔خلاصہ کلام میہ کہ حوادث ومصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کا احادیث صححہ سے ثبوت ملتا ہے جبکہ مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کی ممانعت پر کوئی تھیج حدیث نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین احناف نے حوادث میں قنوت نازلہ پڑھنے کا فتویٰ دیا اور مجدد بدعات، وشمن تو حید وسنت مولوی احمد رضا خاں نے خاص اس موضوع پر ایک رسالہ لکھ کر اینے موقف کو بتا دیا ہے کہ حوادث میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے۔خودمفتی صاحب اس مسکلہ میں متذبذب ہیں۔ جاء الباطل (جاءالحق محبت علی) میں پچھ لکھتے۔مشکوۃ کی شرح میں پچھ فرماتے ہیں بھی فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کے پڑھنے کو جواز کی حد تک بناتے ہیں۔ مگر فجر کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے اور نہ کوئی مرجی علامہ فہامہ کرسکتا ہے۔ نام نہاد دین الحق ص

الجواب اولاً: تهذيب التهذيب سے جس جلد وصفح كا حواله و بابى صاحب نے

ای پر ہی حضرت ابن سعد کا قول عطیہ بن سعد العوفی کے متعلق یہ ہے: وَكَانَ ثِيقَةٌ إِنْ شَآءَ اللَّهُ وَلَهُ آحَادِيْتُ صَالِحَةٌ وَّمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا

لیمی عطیہ ان شاء اللہ ثقہ تھے اور ان کی احادیث درست ہیں لیکن بعض

لوگ اسے ججت نہیں بناتے

اور میزان الاعتدال ج سوص ٨٠ پر ہے۔ وَقَالَ اِبْنُ مُعِیْنِ صَالِحٌ لَعِیٰ امام ابن معین نے فرمایا کہ اس کی (احادیث) درست ہیں۔

ثانیاً: امام علامہ ابو بکر بزار کی طبر انی کبیر کے حوالہ سے جاء الحق کی حدیث نمبر ہم تا 2 تحت روایت گزری جس کی صحت پر غیر مقلد نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ زیر بحث روایت کی ہم معنی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے آخری الفاظ

وَقَالَ الْبَزَارُ فِي رِوَايَتِهِ لَمْ يَقُنُتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا شَهْرًا وَّاحِدًا لَّهُ يَقْنُتُ قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ

بزار نے اپنی روایت میں فر مایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی نہ پڑھی۔

غور طلب بات سے کہ اگر اس پر وہابی نے اعتراض نہیں کیا تو عطیہ عوفی کی روایت میں کوئی نئی بات نہیں پھر کیا وجہ ہے، شور مجانے کی،

ثالثاً: وہابی صاحب نے اپنے کو محقق ظاہر کرنے کے لئے متاخرین کی قید اپنے پاس سے لگائی کہ متاخرین احناف نے حوادث کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے حالائکہ بیرصاحب پہلے خود حوادث ومصیبت کے وقت فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے پر ملاعلی قاری سے علمائے کا اتفاق نقل کر چکا ہے چنانچہ نام نہاو دین الحق کے

ص د ٢٥ پراس نے ملاعلی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوۃ سے بیعبارت کھی ہے۔ اِطَّفَقَ عُلَمَاوُّ نَا عَلٰی جَوَازِ قُنُوْتِ عِنْدَ النَّازِلَةِ لینی ہمارے علماء (احناف) مصیبت کے وقت قنوت پڑھنے کے جواز پر مطفق ہیں۔

احناف کی دیگر کتب میں بھی اس مسلہ میں متاخرین کی شخصیص کا ذکر نہیں یہی ہے کہ ہمارے علاء مصیبت عامہ کے وقت نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ فتاد کی شامی ج اص ۴۵۱ پر ہے:

قَوْلُـهُ فَيَ قُنُتُ الْإِمَامُ فِي الْجَهْرِيَّةِ يُوَافِقُهُ مَا فِي الْبَحْر وَالشرنبلالية عَنْ شَرْح النَّقَايَةِ عَنِ الْعَايَةِ وَإِنَّ نَزَلَ بِالْمُسْلِمِينَ نَازِلَةٌ قَنَتَ الْإِمَامُ فِي صَلاَةِ الْجَهْرِ وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَآحُمَدَ وَكَــٰذَا فِـى شَـرْحِ الشَّيْـخِ اِسْـمَاعِيْلَ عَنِ الْبَنَايَةِ اِذَا وَقَعَتُ نَازِلَةٌ قَنَتَ الْإِمَامُ فِي الصَّلْوِ وَ الْجَهْرِيَةِ لَكِنَّ فِي الْأَشْبَاهِ عَنِ الْغَايَةِ قَنَتَ فِي صَلْوةِ الْفَجْرِ وَيُؤَيِّدُهُ مَا فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ حَيْثُ قَالَ بَعْدَ كَلاَمَ فَتَكُونُ مَشْرُوعِيَّتُهُ أَيْ مَشْرُوعِيَّةِ الْقُنُوتِ فِي النَّوَازِلِ مُسْتَمِرَّةٌ وَّهُوَ مَنْحُمَلُ قُنُونِ مَنْ قَنَتَ مِنَ الصَّحَابَهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ عَلَيْهِ الصَّلْوةُ وَالسَّلامُ وَهُوَ مَذْهَبْنَا وَعَلَيْهِ الْجَمْهُورُ قَالَ الْحَافِظُ آبُوجَعُفَرِ الطَّحَاوِيُّ إِنَّمَا لَا يَقْنُتُ عَنْدَنَا فِي صَلْوةِ الْفَجُرِ مِنْ غَيْرِ بَلْيَةِ فَإِنْ وَقَعَتْ فِتْنَةُ أَوْ بَلْيَةُ فَلَا بَأْسَ بِهِ فَعَلَهُ رَسُولُ اللُّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَامَّا قُنُوتُ فِي الصَّلُواتِ كُلِّهَا لِلنَّوَازِلِ فَلَمْ يَقُلُ بِهِ إِلَّا الشَّافِعِيُّ وَكَانَّهُمْ حَمَلُوا مَارُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلْوةُ وَالسَّلاَّمُ إِنَّهُ قَنَتَ فِي الظُّهُرِ وَالْعِشَاءِ كَمَا فِي مُسْلِمٍ وَقَنَتَ فِي الْمَغْرِبِ أَيْضًا كَمَا فِي الْبُخَارِيُّ عَلَى النَّسْخ لِعَدُم وُرُودِ الْمَوَاظِبَةِ وَالتَّكُرَارِ الْوَارِ دِيْنَ فِي الْفَجْرِ عَنْهُ عَلَيْهِ الْصَّلُوةُ وَالسَّلامُ الْهَ وَهُو صَرِيْحٌ فِي اَنَّ قُنُوتَ النَّازِلَةِ عِنْدَنَا الصَّلُوةُ وَالسَّلامُ الْهُ وَهُو صَرِيْحٌ فِي اَنَّ قُنُوتَ النَّازِلَةِ عِنْدَنَا مُخْتَصٌّ بِصَلُوةِ الْفَجُرِ دُونَ غَيْرِهَا الْح

مینی صاحب درالخار کا کہنا کہ امام قنوت جبری نمازوں میں پڑھے سے موافق ہے۔اس کے جو بحراور شرنبلالیہ میں ہے منقول از شرح النقابیاز عابیے کہ جب مسلمانوں پر کوئی آفت آئے تو امام نماز جہری میں قنوت پڑھے اور بیرامام توری اور امام احمد کا قول ہے اور ایسے ہی شرح شخ اساعیل میں بنایہ سے ہے کہ جب مصیبت عامہ آئے تو امام جرب نمازوں میں قنوت پڑھے لیکن الاشاہ میں الغابیہ سے منقول ہے کہ امام صرف فجر میں قنوت نازلہ بڑھے اور اس کی تائید میں ہے جو مدید میں ہے کہ اس نے کلام کے بعد فرمایا کہ اس کا مشروع ہونا لیعنی قنوت کا مشروع ہونا حوادث کے وقت ہمیشہ کے لئے ہے اور محمل ہے قنوت کا جس نے صحابہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قنوت کو پڑھا اور یہی ہمارا مذہب ہے یعنی بوقت مصیبت قنوت پڑھنا اور اس پر جہور ہیں الحافظ الوجعفر طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک فجر میں قنوت کا عدم جواز غيرمصيب ميں إلى الله على الله على الله الله على الله الله على الله على الله على الله على الله على الله پڑھنے میں حرج نہیں کیونکہ اسے رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے کیا ہے تو بہرحال تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا حوادث کے وقت اس کا سوا امام شافعی کے کوئی بھی قائل نہیں اور گویا کہ علماء نے محمول کیا اسے نشخ پر جو وارد ہوا رسول الله صلى الله عليه وسلم سے كه آپ نے ظهر وعشاء ميں بھى قنوت راجی جبیا کہ سلم میں آیا اور آپ نے مغرت میں بھی قنوت راجھی جے بخاری نے روایت کیا واسطہ نہ ہونے اس پر ہیشگی اور جبکہ فجر کی نماز

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت پڑھنے کی روایتیں تکرار سے آئی ہیں اور وہ صرح ہے اس میں کہ بے شک قنوت نازلہ ہمارے نزدیک مختص ہے نماز فجر کے ساتھ سوااس کے غیر کے۔

اور فناوی رضوبه شریف میں امام اہل سنت مجد دین و ملت حامی سنت قاطع بدعت امام الشاہ احمد رضا خال فاضل بریلوی رضی الله عنه لکھتے ہیں۔ غنیتہ شرح مدیر میں ہے:

قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ جَعُفَرِ الطَّحَاوِيُّ إِنَّمَا لَا يَقُنُتُ عِنْدَنَا فِي صَلوةِ الْفَجْرِ مِنْ غَيْرِ بَلْيَةٍ فَإِذَا وَقَعَتْ فِتْنَةٌ أَوْ بَلْيَةٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ الْفَجْرِ مِنْ غَيْرِ بَلْيَةٍ فَإِذَا وَقَعَتْ فِتْنَةٌ أَوْ بَلْيَةٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ لِيهِ الْفَحْرِ مِن مارے يہال قنوت نه مونا اس وقت ہے كہ كوئى بلا ومصيبت نه موجب كوئى فتنہ ياكسى قتم كى بلا واقعہ موقو نماز ضبح ميں قنوت برا هنا مضا كقنهيں۔

شرح نقایه برجندی میں ہے فی الملتقظ قال الطحاوی فَذَکَرَ نحوہ لیمی امام ناصر الدین محمد شرقندی نے ملتقظ میں امام طحاوی کا قول مذکورہ نقل فرمایا بحرالرائق میں ہے۔ و فی شرح النقایة معزیا الی الغایة و نزل بالمسلمین نازلة قنت الام الله المانوں بر (معاذ الله) کوئی تخی آئے تو امام قنوت بڑھے جسم ۴۹۰ مذکورہ حوالہ میں احناف کا موقف دربارہ قنوت نازلہ بلا تخصیص متقد مین ومتاخرین مذکورہ ہے۔

میں احناف کا موقف دربارہ قنوت نازلہ بلا تخصیص متقد مین ومتاخرین مذکورہ ہے۔

میں احناف کا موقف دربارہ قنوت نازلہ بلا تخصیص متقد مین ومتاخرین مذکورہ ہے۔

میں احناف کا موقف دربارہ قنوت نازلہ بلا تخصیص متقد میں ومتاخرین مذکورہ ہے۔

رابعاً: نجدی جی کا امام اہل سنت مجدد دین و ملت حامی سنت قاطع شرک و بدعت امام الشاہ احمد رضا خال فاضل بریلوی رضی الله تعالیٰ عنه کومجدد بدعات و دشمن توحید کہنا خبث باطنی اور وہائی گندی تہذیب کا مظاہرہ ہے یہ بکنے سے پہلے نجدی ملال کونجد یوں کی الله سبحانه تعالیٰ کی توحید کے متعلق گتا خیوں کو بھی ملاحظہ کر لینا چاہئے

وبالى توحيدى ايك جھلك

وہاں ویک کی مقلدوہ پیوں کے مفسر وحید الزماں حیدر آبادی صاحب آیہ مبارکہ اَلوَّ حُمنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَولی کا ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ بڑے رحم والاتخت پر چڑھا۔ تبویب القرآن م ۲۷ پھر تخت پر چا بیٹھا۔ (تویب القرآن م ۵۰)

یادرہے چڑھنا، بیٹھنا، جسم و مکان کا مقتضی ہے جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ سجانۂ تعالیٰ جسم و مکان سے پاک ہے۔ مگر و بابیوں کی تو حید دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا چڑھنا بیٹھنا ثابت کرتے ہیں۔ شخ الاسلام ابن حجر کی رحمتہ اللہ علیہ نے مجد د الو ہابیہ ابن تیمیہ کا عقیدہ یوں کھا ہے قولہ بالجسمیة و الجهة وہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے جسم اور جہت کا قائل تھا۔ (قادی صفی عدالاحد خانبوری نے اپنے فرقہ و ہابیہ شاگر د اور و ہابیوں کے شہرہ آفاق مصنف قاضی عبدالاحد خانبوری نے اپنے فرقہ و ہابیہ کا مام اور سر دار مولوی شاء اللہ امرتسری کا عقیدہ لکھا ہے کہ

مے ہ اروسرا کے اللہ اپنی مثل پیدا کرسکتا ہے وہابیوں کے نز دیب اللہ اپنی مثل پیدا کرسکتا ہے

رب تعالی اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے۔الفیصلۃ الحجازیہ صسالہ الله ایمان کا عقیدہ سعیدہ ہے کہ دوسرا خداممکن نہیں یعنی اللہ کی زیر قدرت دوسرا خدا پیدا کرنا نہیں اگر زیر قدرت ہوگا تو ممکن بھی ہوگا ثناء اللہ کے نہ کورہ عقیدہ کے مطابق اللہ کا حقیقی اگر زیر قدرت ہوگا تو ممکن بھی ہوگا ثناء اللہ کے نہ کورہ عقیدہ کے مطابق اللہ کا حقیق شریک ہونا ممکن تھہرا ہے ہے۔ وہابیوں کی توحید پرتی ، اس بدحواس نے ہے بھی شہوچا کہ جواللہ کی مثل (معاذ اللہ) ہوگا وہ ازلی ہوگا۔ حادث نہ ہوگا۔ خالق ہوگا۔ خلوق نہ ہوگا جے اللہ پیدا کرے گا وہ ازلی نہ ہوا حادث ہوا خالق نہ ہوا۔ خلوق ہوا مالک نہ ہوا، مملوک ہوا تو پھر اللہ کی مثل کیسے ہوا۔ امام الوہا بیہ اساعیل دہلوی صاحب کھے ہوا۔ امام الوہا بیہ اساعیل دہلوی صاحب کھے بیں۔سواس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے بیہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان) ہرذی شور جانتا ہے کہ دریافت اسے کیا جاتا جو پہلے موجود نہ ہواللہ کاعلم تو ازلی ہے اور موجود ہے اور ذاتی ہے اور کی و

زیادتی سے پاک ہے مگر وہا ہیوں کی خود ساختہ تو حید کا تماشہ سیہ ہے جو آپ دیکھ بھے۔ اللہ ایسی بدعقید گی ہے محفوظ کرے۔

خامساً: غیر مقلد کا بیے کہنا کہ مفتی صاحب اس مسکلہ میں متذبذب ہیں۔ جاء الحق میں کچھ لکھتے ہیں اور شرح مشکلوۃ میں کچھ فرماتے ہیں۔ فقیر کہنا ہے کہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس مسکلہ قنوت نازلہ میں متذبذب نہیں وہائی جی کی غلط بیائی ہے۔ خود وہائی صاحب نے مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مراۃ المناجح شرح مشکلوۃ المصانیح سے بیعبارت تکھی ہے۔ خیال رہے کہ قنوت نازلہ کا یا جمر منسوخ ہے یا ہمیشہ المصانیح سے بیعبارت تکھی ہے۔ خیال رہے کہ قنوت نازلہ کا یا جمر منسوخ ہے یا ہمیشہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (۲۶س ۱۳۸۳) اور جاء الحق کے اس زیر بحث باب میں آپ لکھتے ہیں یعنی ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنا بالکل سنت کے خلاف ہے اور بدعت سینہ ہے۔ اگر آپ کے نزدیک آفت عامہ کے وقت قنوت نازلہ نیز میں خلاف سنت و بدعت ہوتی تو ہمیشہ کی قید نہ لگاتے۔

قنوت نازله کے عدم جواز پر عقلی دلائل •

اب جاء الحق سے اس مسلہ پر عقلی دلاکل ملاحظہ ہوں۔ مفتی احمد یار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ قنوت نازلہ نماز میں نہ پڑھی جاوے چند وجہ سے ایک بیے کہ پنجگانہ فرائض کی رکعتیں مختلف ہیں۔ فجر کی دوعصر و عشاء کی چار مغرب کی تین مگر کوئی فرض نماز ارکان یا دعا وغیرہ میں دوسری نماز سے مختلف نہیں۔ سب کے ارکان و دعا ئیں وغیرہ کیسال ہیں تو جب چار نمازوں میں قنوت نازلہ نہیں چاہئے تو فجر کے فرضوں میں بھی نہ ہو۔ دوسرے بیہ کہ با جماعت فرائض میں دعا ئیں اور ذکر مختر ہیں۔ نوافل میں ان کی آزادی ہے دیکھورکوع سے فرائض میں دعا ئیں اور ذکر مختر ہیں۔ نوافل میں ان کی آزادی ہے دیکھورکوع سے اللہ نمازی سمع اللہ لمن حمدہ بھی کہتا ہے اور ربنا لک الحمد بھی مگر جب مقاعت سے پڑھتا ہے تو امام ربنا لک الحمد نہیں کہتا صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے اور مقتدی اس کے برعکس کہ ربنا لک الحمد تو کہتا ہے مگر سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہتا جب ان

نمازوں میں اس قدر اختصار مطلوب ہے تو فجر کے رکوع کے بعد اتنی دراز لیعنی دعاء تنوت نازلہ پڑھنا مقصد شرع کے بالکل خلاف ہے۔ رکوع فجر کے بعد جو قومہ ہے۔ اس میں صرف مع الله لمن حمدہ کے بفتدر مھہرنا جا ہے۔ اگر اس میں قنوت نازلہ پڑھی گئی تو سجدہ میں جونماز کا اعلیٰ رکن ہے، دیر گلے گی تاخیر فرض اگر بھول کر ہوتو سجدہ سہو واجب کرتی ہے اور اگر عمداً ہوتو نماز فاسد کردیتی ہے لہذا اندرون نماز قنوت نازلہ نہ برهنا جاہعے تا کہ نماز کے ارکان میں اتصال رہے۔مئلہ فقہی مذہب حنفی ہے ہے ۔ جنگ یا دوسری آفات عامه کے موقع پر بہتر یہی ہے کہ قنوت نازلہ خارج از نماز روعے تا کہ صحابہ کرام کے اختلاف سے بچارہے کیونکہ بعض صحابہ آفات وجُنگوں کے: موقع برقنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ بعض اسے بالکل منسوخ مانتے تھے لیکن آئر فجر کے فرضوں کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھے تو اگر چہ اچھا نہ کیا مگر جائز ہے۔ضرورت سے ممنوعات مباح ہوجاتے ہیں لیکن آہت، پڑھے بلند آواز سے نه پڑھے فجر کے سواکسی نماز میں پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جاوے گی کیونکہ اس نے بلا وجد عداً سجدہ میں تا خیر کر دی۔ تاخیر فرض مفسد نماز ہے ایک شبہ بعض لوگ کہتے ہیں كه آفت عامه ياجهاد كے موقع پر ہر جهرى نماز لعنى فجر، مغرب، عشاء ميں قنوت نازله <mark>پڑھنا چاہئے کیونکہ شرح نقابہ اور غالیۃ الاوطار میں ہے۔</mark>

قَنَتُ الإِمَامُ فِي صَلُوةِ الْجَهْرِ وَهُوَ قَوْلُ التَّوْدِيِّ وَاَحْمَدَ اسموقع پرامام جرى نماز مين قنوت نازله پڑھے۔امام تورى واحمد كابير

پنجاب میں بہت روز تک بعض جاہل اماموں نے اسی دلیل سے مغرب،عشاء، فجر بلکہ نماز میں قنوت نازلہ پڑھ کرلوگوں کی نمازیں برباد کیں۔شبہ کا ازالہ،شرح نقابیہ اور غایۃ الاوطار میں یہاں کا تب نے غلطی سے بجائے فجر کے جہرلکھ دیا ہے بعنی فاکو جیم بنا دیا چنانچے اشباہ و النظائر میں اس جگہ بجائے صلوۃ الحجر کے صلوۃ الفجر ہے اور طحاوی علی درالحقار اور علامه ابن عابدین شای نے مخت الخالق علی بحرالرائق میں فرمایا وَلَعَلَّهُ مُحَرَّفٌ عَنِ الْفَجُو

شاید کہ لفظ جر فجر سے بگڑ کر بن گیا ہے۔ طحاوی کی عبارت یوں ہے وَالَّ نِدَی یَہ ظُهُرُ لِی اَنَّ قَوْلَهُ فِی الْبَحْرِ وَإِنْ نَزَلَ عَلَی الْمُسْلِمُینَ نَازَلَةٌ قَنَتَ الْإِمَامُ فِی صَلُوةِ الْجَهُرِ تَحْرِیْفٌ مِّنَ النَّاخِ وَصَوَابُهُ الْفَجْرَ

بحرالرائق نے جوفر مایا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت پڑے تو امام جہری نماز میں قنوت نازلہ پڑھے میرا خیال ہے کہ بیاکا تب کی غلطی ہے۔ کیچے یہ ہے کہ یہاں فجر ہے۔ ہم نے بہت اختصار ہے اس کے متعلق کچھ لکھ دیا ہے اگر قنوت نازلہ کی زیادہ تتحقيق كرنا ہوتو ہمارا فتاوى نعيميه ملاحظه فرمائيں چونكه اب ديو بندى بھى بعض جگه قنوت نازلہ پڑھنے لگے ہیں۔اس لئے وہاں اس مسئلہ پر کچھ جم کر بحث کر دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ غیر مقلد نے حکیم الامت مفتی احمد یار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے مذکورہ بالاعقلي دلائل كالميجه جواب نہيں ديا جو كه غير مقلد وہابيوں كى تھلى شكست اور احناف اہل السنّت کی واضح فتح ہے نیز معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کا مذہب نقل کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہے۔اب جاءالحق سے اس باب کی دوسری فصل جو کہ اس مسئلہ پر غیر مقلدوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات میں ہے کھی جاتی ہے۔مفتی احمہ پار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔غیر مقلدْ وہابیوں کی طرف ہے اب تک جس قدر اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں وہ ہم نہایت دیا نتداری ہے مع جوابات پیش کرتے ہیں اگر آئندہ کوئی نیا شبہ نظر سے گز را تو انشاء اللہ اوس کا جواب بھی عرض کر دیا جاوے گا۔

غیر مقلدوں کی طرف سے قنوت نازلہ کے متعلق اعتراضات اور ان کے جواب اعتراض مُبرا: تم نے قنوت نازلہ نہ پڑھنے کی جس قدر احادیث پیش کی ہیں وہ

تمام کی تمام ضعیف ہیں اور ضعیف حدیثوں سے جے نہیں پکڑی جاسکتی۔ پرانہ سبق، جواب، اس کے جوابات ہم بارہا دے مچے ہیں۔ اب ایک فیصلہ کن جواب عرض كرتے ہيں وہ يہ ہے كہ جارے ولائل بيروايات نہيں جارى اصل دليل تو امام اعظم الوصنيف رضى الله عنه كا فرمان ب- بهم بيآيت احاديث مسائل كى تائد كے لئے پيش كرتے ہيں۔ احاديث يا آيات امام ابو حنيف رضي الله عنه كي دليليل ہيں۔ ان كى احادیث کی بیاسنادی نہیں۔ان کی اسنادنہایت مخضر اور کھری تکسالی ہوتی ہے جس میں دو تین راوی ہوتے ہیں۔ وہ بھی نہایت تقداس باب کی پہلی فصل میں آپ مدیث نمبر ۱۸ ملاحظه کر می بین کدامام صاحب کی اسناد میں صرف دوراوی بیں۔ عطیه عوفی ابوسعید خدری اور حدیث نمبر ۱۵ میں صرف حار راوی میں۔ ابان این عیاش، ابراہیم نخعی، علقمہ، ابن مسعود بتاؤان میں کون ضعیف ہے چونکہ امام صاحب کا زمانہ خیر القرون میں سے ہان کی اسادوں میں بہت کم راوی ہیں البذا وہاں ضعیف كاسوال بى پيدانېيى موتا فعف تدليس وغيره بياريان بعد مين لگين - بال تمهارى سی روایت کا ضعیف ہونا تہارے گئے قیامت ہے کہ یہی روایتی تمہاری ولیاں ہیں جن برتمہارے مذہب کا دارومدار ہے اور تمہارا زمانہ حضور سے بہت دور تمہاری روایتوں کی اسادیں بہت لمبی جن میں ہرطرح کی بیاریاں موجود بیں البداضعف ضعف کی رٹ سے سی غیر مقلد کو ڈراؤ حفی کے لئے اس سے پچھ خطرہ نہیں۔ باقی جوابات وہ ہیں جو ہم پہلے بابوں میں عرض کر چکے ہیں۔ ہم نے ہر صدیث کی بفضلہ تعالیٰ اتنی اسنادیں پیش کی ہیں کہ وہ احادیث حسن ہو گئیں ضعف جاتا رہا۔

سی اساری این این میرد. اعتراض نمبرد: این ماجه نے روایت کی گرکسی نے حضرت انس رضی الله عنه سے سوال کیا کہ حضور نے کب قنوت پڑھی تو جواب دیا:

فَنَتَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرَّكُوعِ وَفِي وَفِي وَفِي وَفِي وَفِي وَفِي وَاللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرَّكُوعِ وَبَعْدُهُ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرَّكُوعِ وَبَعْدُهُ

حضور نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور ایک روایت میں ہے کہ رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھی اور بعد بھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ پڑھنا سنت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جواب، اس کے چند جواب ہیں۔ایک میہ کہ اس حدیث میں قنوت نازلہ کا ذکر نہیں اور صاحب مشکوہ بیرحدیث دعائے قنوت کی بحث میں لائے ہیں جو وتر وں میں پڑھی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دعائے قنوت مراد ہے البذا آپ کا استدلال غلط ہے۔ دومرے میہ کہ اگر قنوت نازلہ ہی مراد ہوتو یہاں یہ ذکرنہیں کہ حضور نے ہمیشہ روهی اور ہم پہلی فصل میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور نے قنوت نازلہ صرف ایک یا سوا ماہ پڑھی پھر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی لہذا بیرحدیث منسوخ ہے اور منسوخ سے دلیل پکڑنا سخت جرم۔ تیسرے بیہ کہ اگر اس حدیث میں قنوت نازلہ ہی مراد ہوتو اس میں یہ فیصلہ نہ کیا گیا کہ رکوع سے پہلے پڑھی یا بعد میں تو تم نے بعد رکوع کا فیصلہ کیسے کرلیا۔ بیرحدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ چوتھے بیر کہ بیرحدیث ابن ماجہ کی ہےاس کی اسناد مجروح ہے۔اس لئے اسے سلم و بخاری نے نہ لیا۔مسلم و بخاری کی روایتیں اس کے خلاف ہیں جو ہم پہلی فصل میں پیش کر کیے ہیں لہذا ہے حدیث مجروح ہے بیرحدیث تمہارے لئے کسی طرح جحت نہیں۔

اعتراض نمبرس طحاوی شریف نے بہت سی اسنادوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللّه عنہ سے روایت کی۔ اتن اسنادوں والی روایت ضعیف نہیں ہوسکتی۔

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِيْنَ يَقُرُكُ عُ مِنْ صَلْوَةِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِيْنَ يَقُولُ مِنْ صَلوقةِ اللهُ عُرَاسُهُ وَ يَقُولُ مَنْ صَلوقةِ اللهُ لَمَنْ حَمِدَهُ وَ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ اللهُمَّ اللهُمَّ انْجِ الْوَلِيْدَ ابْنَ الْوَلِيْدِ الْحَلَيْدِ الْحَ

حضور صلی الله علیه وسلم جب نماز فجرکی قراء ۃ سے فارغ ہوتے اور تکبیر

کہ کررکوع فرماتے اور رکوع سے سرمبارک اٹھاتے اور سَمِعَ اللّٰلَهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فرماتے تو کھڑے ہوئے یہ دعا پڑھتے۔اے الله ولید ابن ولید ابن ولید کونجات دے۔الخ

طحاوی شریف حفیوں کی کتاب ہے۔ اس سے قنوت نازلہ کا شوت ہے۔ جواب، شاید آپ نے طحاوی شریف کے اس ہی صفحہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی ہواب، شاید آپ نے طحاوی شریف کیسے وہ آپ کے خلاف تھی۔ ملاحظہ ہو۔ آخری ہی روایت نہ دیکھی اور دیکھتے بھی کیسے وہ آپ کے خلاف تھی۔ ملاحظہ ہو۔ آخری

الفاظ:

فَانْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ وَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْآمُرِ شَيْءٌ فَمَا دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ عَلَى أَحَد اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ عَلَى أَحَد حضور فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے پس بیآیت ازی پس لک الح اس کے بعد حضور نے بھی کسی پرنماز میں بددعا نہ فرمائی۔

لہذا آپ کی پیش کردہ تمام احادیث اس آیت کریمہ سے منسوخ ہیں اور منسوخ احادیث اپنی دلیل میں پیش کرنا آپ جیسے بزرگوں کا ہی کام ہے۔

اعتراض نمبر ۴: احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے زمانہ میں فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت نازلہ پڑھنا اس عنہ سے قنوت نازلہ پڑھنا اس کے سنت ہونے کی روش دلیل ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔الزامی اور تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ سے روایات تمہارے بھی خلاف ہیں کیونکہ ان میں بحالت جنگ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگ کفار کے زمانہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خوارج یا بغاۃ کی جنگ میں یہ دعا پڑھتے تھے۔معلوم ہوا کہ امن کے زمانہ میں نہیں پڑھتے مگرتم میں جنگ میں یہ دعا پڑھتے تھے۔معلوم ہوا کہ امن کے زمانہ میں نہیں پڑھتے مگرتم ہیں جنگ میں ہے ہوتم نے آج تک کفار سے کتنی جنگیں کیں۔تم نے مسلمانوں کومشرک ہمیشہ پڑھتے ہوتم نے آج تک کفار سے کتنی جنگیں کیں۔تم نے مسلمانوں کومشرک

بنانے اور مسلمانوں سے لڑنے کے سواکون سے جہاد کئے تحقیقی جواب یہ ہے کہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ قنوت نازلہ کے متعلق صحابہ کرام میں اختلاف رہلا بعض صحابہ کرام اسے بالکل منسوخ مانتے اور بدعت فرماتے ہیں جیسے ابومالک انتجی رضی اللہ عنہ جیسا کہ ہم بحوالہ نسائی وابن ماجہ پہلی فصل میں عرض کر چکے اور بعض صحابہ کرام بحالت جنگ قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے فتہاء فرماتے ہیں کہ اب بھی بحالت جنگ قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے اگرچہ ہماری ساری گفتگو ہمیشہ پڑھنے کے بہتر نہیں لیکن ہمیشہ پڑھنا کسی صحابی کا قول نہیں۔ ہماری ساری گفتگو ہمیشہ پڑھنے کے متعلق ہے۔ آپ کا دعوی کے ہماور ہمین ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو۔ ایک حدیث مرفوع سے ایسی دکھاؤ جس میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو۔ ایک حدیث مرفوع سے ایسی دکھاؤ جس میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو۔ ایک حدیث مرفوع سے ایسی دکھاؤ جس میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو۔ ایک حدیث مرفوع سے ایسی دکھاؤ جس میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو۔ ایک حدیث مرفوع سے ایسی دکھاؤ جس میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو۔ انشاء اللہ قیامت تک نہ ملے گی لہذا کیوں ضد کرتے ہو مقلد بن کر صحیح نمازیں پڑھا ا

وہانی کا جواب سے فرار

ندکورہ پوری فصل جس میں مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے غیر مقلد وہابیوں کے اعتراضوں کے محققانہ جوابات دیئے۔ وہائی صاحب نے کوئی جواب ہے فرار کور جے دی بی ندہی بھلائی دیکھی اسی طرح اس صاحب نے متعدد جگہ جواب سے فرار کور جے دی جس کی نثاند ہی ہم اسی جگہ کرآئے ہیں۔ یہ ہے غیر مقلدوں کے وکیل کا حال مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس باب کے آخر میں تتمہ بیان فرمایا ہم قار کین کے فائدہ کو اسے یہاں ذکر کردیتے ہیں۔ لکھتے ہیں ور میں دعاء قتوت ہمیشہ پڑھو۔

چونکہ غیر مقلد وہابی وتروں میں ہمیشہ دعاء قنوت پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ صرف آخری پندرہ رمضان میں دعاء قنوت پڑھتے ہیں ہم حنفی سال بھر تک پڑھتے ہیں۔اس کئے بطور اختصار کچھاس کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں۔ ہمیشہ دعا قنوت وتر کے آخر رکعت میں قراء ق کے بعد رکوع سے پہلے پڑھنا سنت ہے۔اس کے خلاف كرناسخت برا ب-احاديث ملاحظه بول-حديث نمبرا و ۱ امام محد في آثار مين اور حافظ ابن خسر و محدث في امام ابوحنيفه رضى الله عنه سانبول في حضرت حماد سے انبول في ابراجيم نخعی سے انبول في حضرت عبدالله ابن مسعود رضى الله عنه صحالي انبول في الله عنه صحالي رسول الله عليه وسلم سے روایت کی۔

حضور وترول کی آخری رکعت میں رکوع سے بل ہمیشہ قنوت بڑھتے تھے

إِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ

كه وترول مِن تمام سال ركوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔
قطن سمة ندون من المن منا ض

حدیث نمبر ۱۳۰۷ واقطنی اور بیمق نے حضرت موید این عفلہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی۔

قَالَ سَمِعْتُ اَبَابَكُ وَ وَعُمْرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَقُولُونَ قَنَتَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْحِرِ الْوِتْرِ وَكَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ .

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق عمر فاروق عثان غنی علی مرتضلی سے سنا کہ وہ سب حضرات فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وترکی آخری رکعت میں دعا قنوت پڑھتے تھے اور تمام صحابہ بھی میں

حدیث نمبر ۵ تا ۸: ابوداؤد، تر مذی، نسائی، این ماجه نے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضی رضی الله تعالیٰ عنه سے روایت کی -

اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي الْحِرِ وِتُرِهِ اللهُمَّ إِنِّي اَعُودُ بِكَ الْخ

يقيناً حضور صلى الله عليه وسلم افي آخرى ركعت وترمين بيدعا يرهة تصر

یا حادیث بطور نمونہ عرض کر دیں ورنہ اس بارے میں احادیث بہت ہیں۔ان
میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضور نے یا صحابہ کرام نے صرف آخری نصف رمضان میں
دعاء قنوت پڑھی آگے بیچھے نہ پڑھی بلکہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
صراحة منقول ہوا کہ آپ سارا سال دعاء قنوت پڑھتے تھے۔معلوم ہوا کہ سارا سال
وتروں میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا حضور کی بھی سنت ہے اور صحابہ کرام کی
بھی۔خیال رہے کہ غیر مقلد وہا بیوں کے پاس صرف آخری نصف رمضان میں دعاء
قنوت پڑھنے کی صرف ایک حدیث ہے جو ابوداؤد نے حضرت حسن بھری سے
قنوت پڑھنے کی صرف ایک حدیث ہے جو ابوداؤد نے حضرت حسن بھری سے
روایت کی۔الفاظ ہے ہیں۔

أَنَّ عُسَرَ ابُنَ الْحَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى ابْنِ ابْنِ كَعْبِ فَكَانَ يُصَلِّى بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيُلَةً وَّلا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي نِصْفِ الْبَاقِيُ . يُصَلِّى بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيُلَةً وَّلا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي نِصْفِ الْبَاقِي . حضرت عمر ابن الخطاب نے لوگول کو الى بن کعب پر جمع کر دیا وہ آئیس بین رات تراوح پڑھاتے تھے اور قنوت نہ پڑھتے تھے مگر باقی آدھے بین رات تراوح پڑھاتے تھے اور قنوت نہ پڑھتے تھے مگر باقی آدھے رمضان میں۔

غیر مقلد کہتے ہیں کہ آخری نصف رمضان میں دعاء قنوت پڑھنا سنت صحابہ -

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک مید کہ اے وہا ہوتمہارا پوری حدیث پر ایمان ہے یا آدھی پر، اگر آدھی پر ہے تو کیوں اور اگر پوری پر ہے تو اس میں مید بھی مذکور ہے کہ حضرت ابی بن کعب تمام صحابہ کو ہیں رات تر اور کی پڑھاتے تھے۔تم آتھ تر اور کا ہمیشہ کیوں پڑھتے ۔ اس قتم کی حرکات کے متعلق قرآن کریم فرما تا ہے:

اَفُتُوْ مِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكُفُّرُوْنَ بِبَعْضٍ كيا لِعض كتاب پر ايمان لاتے ہو اور لِعض كا انكار كرتے ہواگر اس حديث سے پندرہ دن دعاء قنوت ثابت ہوتی ہے تو بیں رکعت تراوی صرف بیں رات بھی ثابت ہوتی ہیں لہذا بیر صدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔

روسرا جواب سے ہے کہ اس حدیث میں دعاء قنوت کا ذکر نہیں ظاہر سے ہے کہ سے
دعا کوئی اور ہوگی جس میں کفار کی ہلاکت کی دعا کی گئی ہو چونکہ اس زمانہ میں کفار
سے جہاد بہت زیادہ ہوتے تھے تو صحابہ کرام آخر رمضان میں جس میں شب قدر بھی
ہے اعتکاف کی را تیں بھی کفار کی ہلاکت اور اسلام کی فتح کی دعا کیں کرتے ہوں
گے ۔اگر اس سے دعاء قنوت مراد ہوتو سے حدیث ان احادیث کے خلاف ہوگی جو ہم
پیش کر چے جن میں فرمایا گیا کہ صحابہ کرام سارا سال دعاء قنوت پڑھتے تھے جہال
سے ہو سکے احادیث میں تعارض پیدانہ ہونے دیا جائے۔
سے ہو سکے احادیث میں تعارض پیدانہ ہونے دیا جائے۔

سیرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی پندرہ دن دعاء قنوت ثابت نہیں سوتی کیوں دیا۔ قنوت ثابت نہیں ہوتی کیوں ہوتی ہیں کے آخری نصف میں ہوتی کیونکہ ابی بن کعب بیس رات تراوی پڑھا کیں جن میں سے آخری نصف میں دعاء قنوت پڑھی تو حساب سے کل دس دن یعنی دسویں رمضان سے بیس رمضان تک دعاء قنوت ہوئی تم پندر ہویں سے تمیں تک کیوں پڑھتے ہو۔

अंताविधाः

ہم تمام ونیا کے وہابیوں کو اعلان کرتے ہیں کہ کوئی حدیث مرفوع صحیح مسلم بخاری کی ایسی پیش کروجس میں پندرہ دن دعا قنوت کا حکم ہو۔ آگے پیچھے پڑھنے کی ممانعت ہو قیامت تک نہ لاسکو گے لہذا اپنے موجودہ عمل سے توبہ کرواور ہمیشہ دعاء قنوت پڑھا کرو۔ ہمیشہ رب سے دعا کرنے میں شرم نہ کرو۔ یا درہے کہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نہ کورہ تمہ میں مذہب احناف وتروں میں سارا سال دعاء قنوت پڑھنے کو احادیث مرفوعہ اور عمل صحابہ رضوان اللہ تعالی علیم اجمعین سے ثابت کیا ہے پڑھنے کو احادیث مرفوعہ اور عمل صحابہ رضوان اللہ تعالی علیم اجمعین سے ثابت کیا ہے اور ساتھ غیر مقلد وہا بیوں کو چینج کیا ہے کہ دنیا بھر کے غیر مقلد وہا بی جمع ہو کرکوئی ایک ہی مرفوع صحیح حدیث دکھاؤ جس میں صرف رمضان کے آخری پندرہ دن دعاء قنوت ہی مرفوع صحیح حدیث دکھاؤ جس میں صرف رمضان کے آخری پندرہ دن دعاء قنوت

پڑھنے کا حکم ہواور باتی دنوں میں پڑھنے کی ممانعت ہو مگر وہابی ہی سے اس کا کوئی جواب نہیں بن سکا جو کہ غیر مقلدوں کی واضح شکست فاحش ہے مگر فرقہ غیر مقلدہ کی ہٹ دھری دیکھو کہ اسی خلاف سنت عمل پراڑے ہوئے ہیں۔ صرف رمضان کے آخری پندرہ دن وتروں میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں پھر پورا سال نہیں پڑھتے فقیر نام نہاد المجدیثوں سے سوال کرتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی موتوف عدیث جس میں گئی احتمالات موجود ہیں کو مان کر صرف آخری نصف رمضان میں وتروں میں دعا قنوت پڑھتے ہوتو اسی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث کو کیوں نہیں مانے ہوجس میں واضح طور پر تین وتر اور قبل از رکوع مرفوع حدیث کو کیوں نہیں مانے ہوجس میں واضح طور پر تین وتر اور قبل از رکوع دیا ہے تو تو سے حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ سَعِيْدِ بَنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَنِ البَزِى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ الْبِيّ بَنِ كَعْبِ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِشَلاَثِ
رَكْعَاتِ يَقُرَءُ فِيها بِسَبِّحِ السَّمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى وَ قُلْ يَسَايَّهَا
الْكُفِرُونَ وَ قُلْ هُو اللَّهُ الْحَدُّ وَ كَانَ يَقَنْتُ قَبُلَ الرَّكُوعِ الله
الْكُفِرُونَ وَ قُلْ هُو اللَّهُ الْحَدُّ وَ كَانَ يَقَنْتُ قَبُلَ الرَّكُوعِ الله
دارقطنى ج ٢ باب ما يقرء فى ركعات الوتر و القنوت فيه
دارقطنى ج ٢ باب ما يقرء فى ركعات الوتر و القنوت فيه
حضرت سعيد بن عبدالرحل بن ابزى النه باب عبدالرحل سے داوى وه
الى بن كعب سے كه تصرسول الله صلى الله عليه وسلم تين ركعت وتر يرشح
الى بَهُ لَى ركعت مِن سَبِّحِ السَّمَ رَبِّكَ اللهُ عَلَى بِرُحَة اور دومرى مِن اللهُ اللهُ الحَدُ اور قوت قبل از
قُلُ يَا يَهُ اللّهُ اَحَدُ اور قوت قبل از
ركوع برشحة عقد ابى به حاشيه العليق المعنى على سنن الدارقطني مِن الله وروع برشحة عقد ابى به حاشيه العليق المعنى على سنن الدارقطني مِن الله علي سنن الدارقطني مِن العرف عير العلي المناسفة والعلي المناسفة والعلى المناسفة والعلى المناسفة والعلى المناسفة والعلى المناسفة والمناسفة والعلى الله المناسفة والعلى الله المناسفة والعلى المناسفة والعلى المناسفة والمناسفة وا

قُولُهُ عَنْ أَبِي بُنِ كَعْبِ وَّ آخُرَجَهُ النِّسَائِي وَ آخُمَدُ مِنْ حَدِيثِ الْبَيِّ وَ اَحْمَدُ مِنْ حَدِيثِ الْبَيِّ مَلَى اللهُ الْبَيِّ مَلَى اللهُ

عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ الْعِرَاقُ وَكِلاَهُمَا عِنْدَ اليِّسَآيِي بِالسَّنَادِ صَحِيْحِ
اس كا قول كرائي بن كف سے اور اسام منائى اور امام احمد في
روایت كيا۔ حضرت الى بن كعت رضى الله عنه كى حدیث سے اور
عبرالرحن بن ابزى فے نبى صلى الله عليه وسلم سے حدیث بيان كى اور
علامة عراق في فرمايا كرسندان دونوں حديثوں كی صححے ہے۔
علامة نبوى اسى حدیث كوان الفاظ سے بيان كرتے ہيں۔
علامة نبوى اسى حدیث كوان الفاظ سے بيان كرتے ہيں۔
عَنْ اُبِيّ بُنِ كُعْبٍ رَضِي الله عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ فَيَقُنْتُ قَبَلَ الرَّكُو عِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةً وَالنِّسَآئِيُّ
وَالسَّنَادُهُ صَحِيْحٌ

حضرت ابی بن کعب رضی الله عنه سے بے کہ بے شک رسول الله صلی الله علیہ ورز پڑھتے تھے۔ الله علیہ ورز پڑھتے تھے۔ الله علیہ ورایت کیا ابن ماجراور نسائی نے اور اسناداس کی صحیح ہے۔

مذکورہ حدیث میں یہ ہے کہ رسول الشصلی الشاعلیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے یہ ذکر نہیں کہ صرف آخر نصف رمضان میں پڑھتے تھے نیز دعا قنوت قبل از رکوع فرماتے تھے مگرنام نہادا المحدیث اس پڑھل نہیں کرتے۔

اب بالتوفیقہ تعالی جاء الحق سے نوال باب التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت میں شروع ہوتا ہے۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ مرد کے لئے سنت یہ ہے کہ دونوں التحیات میں داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایال پاؤل بچھا کر اس پر بیٹھے۔ عورت دونوں پاؤل داہنی طرف نکال صد اور بایال پاؤل بچھا کر اس پر بیٹھے۔ عورت دونوں پاؤل داہنی طرف نکال دے اور نمین پر بیٹھے۔ دہانی غیر مقلد پہلی التحیات میں تو مردوں کی طرح بیٹھتے ہیں مگردوسری میں عورتوں کی طرح بیست سے خلاف ہے اور بہت برا۔ اس لئے ہم اس باب کی بھی دونصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اس کا ثبوت دوسری فصل میں اس

مئله پراعتراضات مع جوابات. پہلی فصل

التحیات میں خواہ پہلی ہو یا دوسری مرداپنا پاؤں کھڑا کرے اوراس کی انگلیوں کا سرا کعبہ کی طرف بایاں پاؤں بچھائے اس پر بیٹھے۔ اس پر بہت سی احادیث وارو ہیں۔بطورنمونہ کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ا:مسلم شریف نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کی جس کے آخری الفاظ بیر ہیں:

كَانَ يَفْتَرِشُ رِجُلَهُ الْيُسْرِاي وَ يَنْصِبُ رِجُلَهُ الْيُمْنِي

آپ اپنابایاں پاؤں شریف بچھاتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا فرماتے تھے۔ حدیث نمبر ۲ و۳: بخاری و نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ ایت کی۔

قَالَ إِنَّـمَا السُّنَّةُ فِي الصَّلُوةِ آنُ تَنْصِبَ رِجُلَكَ الْيُمُنى وَ تُثْنِيَ الْيُسُرِى وَزَادَ النِّسَآئِي وَ إِسْتِقْبَالُهُ بِأَصْابِعِهَا الْقِبْلَةَ

سنت یہ ہے کہ تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرے آور بایاں پاؤں بچھائے آور نسائی میں بیزائد ہے کہ داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرے۔ حدیث نمبر ۲ تا کے بخاری شریف، مالک، ابوداؤد، نسائی نے سیدنا عبداللہ ابن

عبدالله ابن عمر رضي الله عنهم اجمعين سے روايت كي۔

آنَّ لَهُ كَانَ يَسراى عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِى الصَّلُوةِ إِذَا جَلَسَ قَالَ فَعَلْتُهُ وَآنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْتُ السِّنِ فَنَهَانِى عَبُدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ وَ قَالَ سُنَّةُ الصَّلُوةِ آنُ تَنْصِبَ رِجُلَكَ الْيُمْنَى وَ تُثْنِى رِجُلَكَ الْيُسُراى فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ رِجُلَكَ لَا تَحْمِلانِ كه وه اپن والدعبرالله بن عمر كو ديك تق كه آب نماز من جهار زانو بیٹھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بھی ایسے ہی بیٹھا اس وقت میں نوعمر تھا تو مجھے حضرت عبداللہ نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ نماز کی سنت میہ ہے کہ تم داہنا پاؤں کھڑا کروبایاں پاؤں بچھاؤ۔ میں نے کہا کہ آپ تو یہ کرتے ہیں لیعنی چہارزانو بیٹھتے ہیں۔تو فرمایا میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے لیعنی معذوری ہے۔

حدیث نمبر ۸ و ۹: ترفدی شریف اور طبرانی نے حضرت واکل این حجر سے روایت کی۔

قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَانْظُرَنَّ إِلَى صَلَوْةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْ فَكَ لَلْهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ يَغِنِي لِلتَّشَهُدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسُرِى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسُرِى عَلَى فَخُذِهِ الْيُسُرِى وَنَصَبَ يَدَهُ الْيُسُرِى وَنَصَبَ يَدَهُ الْيُسُرِى

فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں آیا تو میں نے دل میں کہا کہ میں حضور کی نماز دیکھوں گا جب آپ نماز میں بیٹھے لینی التحیات میں تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں کھڑا اور داہنا پاؤں کھڑا کردیا۔
کردیا۔

حدیث نمبر ۱۰ تا ۱۳ ا امام احمد، ابن حبان، طبر انی نے کبیر میں حضرت رفاعه ابن رافع رضی الله عنه سے روایت کی ۔

> قَالَ فَإِذَا جَلَسْتَ فَاجْلِسُ عَلَىٰ فَخُذِكَ الْيُسْرِى پرجبتم بیھوتواین بائیں ران پیٹھو۔

حدیث نمبر اسم: طحاوی شریف نے حضرت ابراہیم نخعی رضی الله عنه سے روایت

إِنَّهُ كَانَ يُسْتَحِبُّ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلُوةِ أَنْ يَّفْتَرِشَ

قَدْمَهُ الْيُسُرِى عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَجُلِسُ عَلَيْهَا آپِمستحب جانت تھ كەمردنماز ميں اپنا باياں پاؤں بچھائے زمين پر اوراس پر بيٹھے۔

نی صلی الله علیہ وسلم تشہد میں بایاں یاؤں زمین پر بچھاتے تھے

صدیث نمبر ۱۵: ابودا وَدَشریف نے حضرت ابراہیم تخبی سے روایت کی۔ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلُوةِ اِفْتَرَشَ رَجُلَهُ الْیُسُولِی حَتَّی اَسُودٌ ظَهْرُ قَدَمِهِ

وہ فرماتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے یہاں تک کہاس قدم شریف کی پشت سیاہ ہو گئ تھی۔ حدیث نمبر ۱۱ بیہ ق شریف نے سیدنا ابوسعید خدری سے ایک دراز حدیث نقل کی جس کے آخری الفاظ میہ ہیں۔

فَاذَا جَلَسَ فَلْيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنِى وَلْيُخْفِضُ رِجُلَهُ الْيُسُرِى جَلَهُ الْيُسُرِى جَبِهُ الْيُمْنِى وَلْيُخْفِضُ رِجُلَهُ الْيُسُرِى جَبِاكَ جَبِاكَ لَا كَالَ كَلَمُ الرَّالَ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ عَلَى الْمُنْ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ الْمُنْ اللَّهُ اللْمُعِلَّالِي اللَّهُ اللَّهُ اللْمُعِلَّالِمُ اللْمُعِلِي اللْمُعِلَّالِي اللْمُعِلَّالِي اللْمُعِلَّالِي اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلَمُ اللْمُعِلَّالِمُ اللْمُعُمِ اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلِمُ اللْمُعِلَمُ اللْمُعِلَمُ اللْمُو

حدیث نمبر ۱۷ : طحاوی نثریف نے حضرت واکل این حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا حُفِظَنَّ صَالُوةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا فَعَدَ لِلتَّشَقُدِ فَرَشَ رَجُلَهُ الْيُسُولِي ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا فَعَدَ لِلتَّشَقُدِ فَرَشَ رَجُلَهُ الْيُسُولِي ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا مِينَ مَا وَلَا مِينَ كَهَا كَمَ مِن حضور كَي مَا زياد مِن مَن حضور كَي مَا زياد مِن مَن حضور كَي مَا زياد كرول كارول كارون كار

حدیث نمبر ۱۸: طحاوی شریف نے حضرت ابوحید ساعدی سے ایک طویل حدیث روایت کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فَإِذَا قَعَدَ لِلتَّشَهُّدِ إِضْجَعَ رَجُلَهُ الْيُسُرِى وَنَصَبَ الْيُمْنَى عَلَى صَدْرِهَا وَ يَتَشَهُّدُ

جب حضور التحیات کے لئے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور داہنا پاؤں اس کے سینے پر کھڑا کیا اور التحیات پڑھتے تھے۔

یہ اٹھارہ حدیثیں بطور خمونہ بیش کی گئی ہیں ورنداس بارے میں بہت حدیثیں ہیں۔ان تمام حدیثوں میں مطلق التیات کا ذکر ہے۔اول آخر کی قیرنہیں،معلوم ہوا كەمردالتحات ميں بائيس ياؤں يربينے عورتوں كى طرح دونوں ياؤں ايك طرف نکال کرزمین برنہ بیٹھے۔عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ دوسری التحیات میں بھی بائیں یاوں پر بیٹھے کوئکہ اس پرسب کا انقاق ہے کہ پہلی التحات میں مرد بائیل یاوس پر بیٹے اور دوسجدوں کے درمیان اس طرح بیٹے آخری التحات میں وہایوں کا اختلاف ہے۔ پہلی التحیات میں بیٹھنا واجب ہے اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض۔ دوسری التحات میں بیٹھنے کو اگر فرض مانتے ہوتو اسے سجدوں کی درمیانی نشست کی طرح ہونا چاہتے یعنی بائیں یاؤں پر اور اگر اس نشست کو واجب مانا جائے تو اسے كملى التحيات كي نشست كي طرح مونا حاسة لعني بائيس ياؤل يربيه كيا كه وه دونون تستي بائي ياؤل پر مول اور آخري نشست زمين پر دونول پاؤل ايک طرف نكال كراس نشست كى مثال نماز مين نهيس ملتى فرضيكم بائيس ياؤن بربيشا قرين قیاں ہے اور زمین پرسرین رکھ کر بیٹھناعقل نقل سے کے بی خلاف ہے۔اس سے بخا چاہئے۔خیال رہے کہ عورت زمین پرسرین رکھ کر دونوں پاؤں داہنی طرف تکال كرضرور بيٹھتى ہے مگر پہلى التحات ميں بھى ايسے ہى بيٹھتى ہے اور دوسجدوں كے چے ميں بھی اس طرح البذا اس کا اس طرح بیشنا قرین قیاس ہے کہ اس کی ہرنشست ای طرح ہے۔ غرضیکہ عورتوں کی ہرنشست زمین پر ہے۔ مردوں کی ہرنشست ہائیں پاؤں پر نہ معلوم وہابیوں کی یہ دورنگی ابلقی نشست کس میں شامل ہے۔ جاءالحق سے مذکورہ فصل پر اعتراضات میں غیر مقلدصاحب نے (ماجاء فی عدم التورک) کے نام سے ایک باب باندھا ہے جس میں جاء الحق کی حدیث نمبر اپر اعتراضات کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ روایت مفتی صاحب کے موقف کی ترجمانی نہیں کرتی کیونکہ احناف کا عقیدہ ہے کہ مرد دونوں التحیات میں داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں بچھا کر اس پر بیٹھے اور عورت دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر زمین پر بیٹھے (ایسنان ۲ میں ۲ کسی اس پر بیٹھے اور عورت دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر زمین پر بیٹھے (ایسنان ۲ میں ۲ کسی اس حدیث میں مرد وعورت کی کیفیت تشہد میں کوئی فرق نہیں بتایا گیا۔

ثانیاً: ابوحید ساعدی رضی الله عنه کی روایت مفصل ہے جس میں پہلے اور دوسرے تشہد کا فرق بتایا گیا ہے اور فدکورہ حدیث مجمل ہے لہذا اصولی طور پر ان دونوں میں کوئی جوہری اختلاف نہیں ہے کیونکہ روایت اماں عائشہ رضی الله تعالی عنها کو پہلے تشہد پرمحمول کیا جائے گا بوجہ مجمل ہونے کے۔

ثالثًا: بیروایت احناف کے خلاف جمت ہے کیونکہ حدیث کے ابتدائی الفاظ بیر بیں۔ یَسْتَفُحُ الصَّلُو ةَ بِالتَّکُمِیرِ لِینی نماز کوتکبیر سے شروع کرتے تھے۔علامہ نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِيْهِ اِثْبَاثُ التَّكْبِيْرِ فِى اَوَّلِ الصَّلْوِةِ وَاِنَّهُ يَتَعَيَّنُ لَفُظُ التَّكْبِيْرِ لِاَنَّهُ ثَبَتَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَصَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ وَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَصَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ عَنْهُ يَقُومُ عَيْرُهُ مِنَ السَّلْفِ وَالْحَلْفِ وَقَالَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُومُ عَيْرُهُ مِنْ السَّلْفِ وَالتَّعْظِيْمِ وَقَالَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُومُ عَيْرُهُ مِنْ الْفَاظِ التَّعْظِيْمِ وَقَالَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُومُ عَيْرُهُ مِنْ الْفَاظِ التَّعْظِيْمِ

اس میں نماز کے ابتداء میں تکبیر کا ثبوت ہے اور لفظ تکبیر متعین ہے۔ اس
لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ ثابت ہے کہ آپ اس طرح کرتے
تھے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھا کر وجس طرح
مجھے پڑھتے و یکھتے ہواور جو ہم نے تعین تکبیر کا ذکر کیا ہے۔ بہ قول ہے
امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء سلف و خلف کا اور کہا
ابوصنیفہ نے کہ تکبیر کی جگہ پر بھی کسی تعظیم والے لفظ سے نماز شروع کی جا
سکتی ہے۔ (انتھی) نام نہاددین الحق ص ۵۰۸۔

وہابی کو بیلم بھی نہیں کہ عقیدہ کا اطلاق کس پر ہوتا ہے

الجواب اوّلاً: وہابی جی کو بیعلم بھی نہیں کہ عقیدہ کا اطلاق کس پر ہوتا ہے چنانچہ کھتا ہے کہ احناف کا عقیدہ ہے۔ وہابی جی عقیدہ کا اطلاق فروعی مسائل میں کسی کے موقف پر نہیں ہوتا بلکہ اسے مذہب کہا جاتا ہے لہذا کہا جائے گا احناف کا مذہب اس طرح ہے۔عقیدہ کا اطلاق ضروریات دین میں ہوتا ہے۔

ثانیاً: زیر بحث حدیث مفتی صاحب رحمته الله علیه کے موقف کی ترجمانی کیوں نہیں کرتی کیا اس میں حضور صلی الله علیه وسلم کا مطلق فعل مبارک مذکورہ نہیں کہ آپ نماز میں اپنا بایاں پاؤں مبارک بجھاتے اور داہنا پاؤں شریف کھڑا کرتے۔ یہی موقف مفتی صاحب و جملہ احناف کھڑکھ کم اللّه کا ہے جبکہ غیر مقلد وہابی اس حدیث کا خلاف کرتے ہیں۔ دوسرے تشہد میں عورت سی کی طرح بیٹھتے ہیں۔

تالیاً وہابی صاحب کا اعتراض کہ اس میں مرد و زن کے تشہد کا فرق مذکور میں۔ بنیں ۔ فقیر کہتا ہے وہابی صاحب بی حدیث سے جان چھڑانے کا عذر نہیں بیضروری نہیں کہ ایک ہی حدیث میں نماز کا پورا طریقہ آئے۔ نماز کے طریقہ پر متعدد احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ عورت کے تشہد میں فرق پر آپ کو بفضلہ تعالی حدیث ہم دکھا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مرد وعورت کے تشہد کا فرق

سالم بن غيلان نے حضرت يزيد بن ابي حبيب سے روايت كى۔ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّعَلَى آِمُوءَ تَيُنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ اِذْ سَجَدْتُهُمَا فَضِمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الْآرْضِ فَإِنَّ الْمَوْءَ ةَ لَيْسَتْ فِى ذَلِكَ كَالرَّ جُلِ (سَن البرئ يَنْ جَاس ٢٢٣)

رسول الشسلی اللہ علیہ وسلم دوعورتوں کے پاس سے گزرے جونماز پڑھ رہی تھیں۔ تو فرمایا جب تم سجدہ کروتو بھض اعضاء کو زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت اس مسئلہ میں مرد کی طرح نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مورت کی کیفیت نماز میں بعض مسائل میں مرد سے مخلق ہے عورت کے لئے شرع نے وہ کیفیت نماز میں بعض مسائل میں مرد سے مخلق ہے عورت کے لئے شرع نے وہ کیفیت پیند فرمائی جس میں اس کا زیادہ ستر ہے۔ بنسیت التحیات میں بھی عورت کے لئے ایک طرف پاؤں نکالنے میں زیادہ ستر ہے۔ بنسیت داہنا پاؤں کھڑا کرکے بائیں پر بیٹھنے کے مگر غیر مقلد خلاف عقل ونقل چلتے ہیں۔ واہنا پاؤں کھڑا کرکے بائیں پر بیٹھنے کے مگر غیر مقلد خلاف عقل ونقل چلتے ہیں۔ عورت کے تشہد کے فرق میں حضرت ابن عباس کا ارشاد

دوم: عبدالله ابن الماثّج سيدنا ابن عباس رضى الله عنها سے اس طرح روايت كرتے ہيں ۔ إنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلوةِ الْمَوْءَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَ تَحْتَضِوُ (مسف الله ابن عباس رضى الله عنهما سے عورت كى نماز كے ابن شيرة اس الله عنهما سے عورت كى نماز كے بارے يوچھا گيا تو فرمايا وہ اپنے اعضاء كوجع كرے اور سمينتے۔

سوم: ای کے الگل صفحہ پر ہے:

حَـدَّفَنَا اَبُوْبَكُرٍ قَالَ وَكِيْعٌ عَنِ الْعُمْرِى عَنْ نَّافِعِ قَالَ كُنَّ نِسَآءُ إِبْنِ عُمَرَ يَتَرَبَّصْنَ فِي الصَّلُوةِ

نافع نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی الله عنهما کی عورتیں نماز میں تربع کرتی تھی لیعنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر ہاتھوں کی کلائیاں

ساتھ ملاتی تھیں۔

رابعاً الی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیر بحث حدیث مبارک کو مجمل کہنا ہے جے میں جس میں فدکور صریح حدیث مبارک کو مجمل کہنا ہے میں جس میں فدکور فیہا کی وضاحت نہ ہو۔ ابہام باقی رہے زیر بحث حدیث مسلم شریف میں فدکور ہے جس میں نماز کے طریقہ کے بچھ مسائل وضاحت سے بیان ہیں۔ اصل بات بیہ کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا طریقہ نماز بیان کیا ہے اگر پہلے اور دوسرے التحیات کی کیفیت میں فرق ہوتا تو آپ اسے ضرور بیان فرما تیں لیکن چونکہ اس حقیقت کا اقرار وہا بی وھرم کے خلاف تھا لہذا اور بہانے شروع کردیے کہ جی بیے حدیث مجمل ہے۔

خامساً: وہالی صاحب کا دعویٰ کہ بیروایت احناف کے خلاف ہے پھراس پر بطور دلیل شرح مسلم سے علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت جس میں انہوں نے بیہ کہیں نہیں فرمایا کہ بیاحناف کے خلاف ججت ہے۔ انہوں نے اس کے ظاہر سے تكبيراولى ميں لفظ تكبير كہنا ثابت كيا ہے پھر آئمہ مجتهدين كے مذاہب كو بيان كيا ہے۔ ہمارے خلاف تو تب جحت ہو جبکہ ہم تکبیر اولی میں لفظ اللہ اکبر کہنے کے منکر ہوں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ تکبیر اولی میں لفظ اللہ اکبر کہنا ہی افضل ہے جبیبا کہ فتاوی عالمگیری جَ اص ١٨ ير ي كروَكُو شَرَعَ بالتَّسْبيْح أو بالتَّهْلِيْل صَحَّ وَلَكِنَّ الْاوُلَى أَنْ يَّشُوعَ بالتَّكْبيْر اورا رَسبي ياتبليل من مَازكوشروع كيافي مِلين اولى تكبير سے شروع كرنا ہے۔ امام اعظم الوطنيفه رحمته الله تعالى عليه جوفر ماتے ہیں كه الله تعالى ك ان تمام اساء سے نماز شروع کرنا جائز ہے جو تعظیم و ثنا کامعنی دیتے ہیں۔مطلب ہے کہ ان سے نماز شروع ہو جاتی ہے اس سے اللہ اکبر کی افضلیت کی نفی نہیں ہوتی۔ امام صاحب رضی الله تعالی عنه کے الله اکبر کے علاوہ اساء مبارکہ سے نماز شروع کے جواز بردالک سے بی بیں - (وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى) اورائي رب كانام كر

نماز پڑھی۔اس میں وجہ استدلال ہیہ کہ رب کے نام کے ذکر کومطلق رکھا گیا۔اللہ اکبر سے مقید نہیں کیا گیا اگر تکبیر کے لئے اللہ اکبر فرض یا شرط کہیں گے تو مطلق کا مقید کرنا لازم آئے گا لہٰذا اسے اپنے اطلاق پر چھوڑیں گے اور حدیث پر یوں عمل کریں گے۔اللہ اکبرافضل واولی ہے۔فرض وشرط نہیں نیز اللہ فرما تاہے:

(قُلِ ادْعُوا اللَّهَ اَوِادْعُو الرَّحْمَانَ آيَّامًّا تَدْعُواْ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنَى)

تم فرماؤ الله كهه كر پكارويا رحمٰن كهه كرجو كهه كر پكاروسب اسى كا چھے نام ہيں۔
ساوساً: الله اكبر كے علاوہ تكبير تحريمه كے جواز كے قائل صرف امام ابوحنيفه رضى
الله عنه نهيں كه صرف انہيں پر اعتراض كروامام شافعى رضى الله عنه بھى كهتے ہيں كه الله
اكبر كے علاوہ الله الاكبر سے بھى نماز شروع كرنا جائز ہے (بدايہ جز اول بدائع الصنائع جزءاول) حالانكه حديث ميں صرف الله اكبركا شبوت ہے نيز مصنف ابن الى شيبہ جا ا

حَـدَّقُنَا وَكِيْعٌ عَنُ سُفْيَانَ عَنْ اَبْنِ آبِيْ لَيُلَى عَنِ الْحَكْمِ قَالَ إِذَا سَبَّحَ اَوْهَلَّلَ فِي إِفْتِتَاحِ الصَّلَوْةِ اَجْزَاهُ مِنَ التَّكْمِيْرِ حضرت حَكم سے ہے كہ فرمايا جب كى نے نماز كے شروع ميں شبيح كى يا تہليل تو اسے تكبير ميں جائز ہے۔ اس صفحہ پر ہے:

(حَـدَّنَنَا وَكِيْعٌ عَنْ زِيَادِ بْنِ آبِى مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ آبَا الْعَالِيَةِ سُئِلَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ الْاَنْبِيَآءُ يَسْتَفْتَحُوْنَ الصَّلُوةَ قَالَ بِالتَّوْحِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيُلِ)

زیاد بن ابی مسلم سے ہے کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے سنا کہ ان سے پوچھا گیا انبیاء علیہم السلام نماز کس کے ساتھ شروع کرتے تھے۔فر مایا تو حید اور تنبیج وہلیل کے ساتھ ۔ اسی جگہ ہے۔

حَـدَّثَنَا ٱبُـوْمَعَاوِيَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ بِأَيِّ ٱسْمَآءِ اللَّهِ

افْتَتَحْتَ الصَّلوةَ آجْزَاكَ

حضرت شعبی سے ہے فرمایا اللہ کے جس نام کے ساتھ تو نے نماز کوشروع

كما تخفي جائزے۔

اب دلائل کو جوبھی انصاف کی آنکھوں سے دیکھے گا اس پر امام الائمہ ابوحنیفہ رضی الله عنه کا موقف درست ہونا واضح ہو جائے گا۔ سابعاً وہائی صاحب نے برعم خود علامہ نووی کی عبارت کو اپنے دعویٰ پر بطور دلیل تو پیش کر لیا مگر اس کے ساتھ ہی علامہ مذکور نے جو فر مایا کہ اس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے اسے خیانتاً ج<u>چوژ دیا</u> حالانکه بهارا کلام اسی مسئله میں تھا ملاحظه ہو۔

قَـوْلُهَا كَانَ يَفُرُشُ رِجْلَهُ الْيُسْرِي وَ يَنصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنِي مَعْنَاهُ يَجُلِسُ مُفْتَرِشًا فِيْهِ حُجَّةٌ لِآبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ مَنْ وَافَقَهُ إِنَّ الْجُلُوسَ فِي الصَّلَوةِ يَكُونُ مُفْتَرِشًا سَوَاءٌ فِيهِ جَمِيعُ الْجُلْسَاتِ (شرح سلم للعلامة وي جاص ١٩٥)

ليعنى حضرت عائشه رضي الله عنها كا كهنا كهرسول الله صلى الله عليه وسلم (تشهد نماز) میں اپنا بایاں یاؤں بچھاتے اور داہنا کھڑار کھتے تھے۔اس کامعنی ہے کہ حضور بایاں پاؤل بچھاتے تھے۔اس میں امام ابوحنیفہ رضی الله عنه اور جوآپ کے موفق ہوا اس کی دلیل ہے کہ نمازی تشہد میں بایاں یاؤں بچھا کر بیٹھےاس تھم میں نماز کے سب جلسے برابر ہیں۔

اب جاء الحق کے زیر بحث باب کی حدیث نمبر۲ و۳ پر غیر مقلد کے اعتراض ملاحظہ ہوں پہلے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔امام نسائی نے اس پر دو باب قائم کئے بين جس مين يهلي كاعنوان يه ب كَيْفَ جُلُوْسُ لِلتَّشَهُّدِ الْأَوَّل

(مجتنی ج اص ۱ سااه کبری ج اص ۲۳۸)

لعنی پہلے تشہد میں کس طرح بیٹھنا جاہئے اور امام مالک رحمتہ اللہ نے بھی اسے

پہلے تشہد پرمحمول کیا ہے چنانچے موطا امام مالک بروایت امام محمد میں ہے و گان مالِكُ بُنُ اَنْسٍ يَأْخُذُ بِذَلِكَ فِي الرَّكُعَتَيْنِ الْاَوْلَيَيْنِ

(موطاامام محرص ١١٠)

یعنی امام مالک بن انس رحمته الله نے اس روایت کو پہلی دو رکعتوں پر محمول کیا ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۲۰۱۸

الجواب اوّلاً: امام نسائی رحمتہ الله علیہ کا اس نام سے باب با ندھنا آپ تب دلیل بنائیں جبکہ انہوں نے باب ٹانی بھی تشہد کی کیفیت میں باندھا ہوجس میں کوئی الی حدیث دی ہو جو آپ کے مذہب کی ترجمانی کرتی ہو کہ تشہد ٹانی میں دونوں پاؤں ایک جانب نکا لنے کا ثبوت فراہم کرتی ہو،

ثانیاً: وہابی اس قدرمخبوط الحواس ہوا کہ اوپر لکھ رہا ہے موطا امام مالک بروایت امام محمد میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے امام محمد رضی اللہ عنہ سے روایت اپنی موطا میں نقل کی ہے پھرینچ حوالہ موطا امام محمد کا دیدیا یہ کیسی بے عقلی ہے۔

ثالثاً وہابی جی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا اپنا ندہب نماز کے تمام تعدات میں تورک ہے اگر زیر بحث حدیث کو پہلے تشہد پرمحمول کرتے ہیں تو ان کے خلاف ہے چنانچے موطا امام محمد پر حاشیہ (العلیق المجد) میں ص۱۱۳ پر ہے ۔

ھذا الذی نسب قد نسب خیرہ الی الشافعی و اصحابه و

المذهب مالك فالذي رء يته في كتب اصحابه المعتمدة كاستذكار ابن عبدالبر و شرح زرقاني و رسالة ابن ابي زيد

وغيرها هو التورك في جميع القعدات

یہ جسے ان کی طرف منسوب کیا اس کے علاوہ نے اسے شافعی اور اس کے اس کے علاوہ نے اسے شافعی اور اس کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اور امام مالک کا مذہب جو میں نے

اس کے اصحاب کی معتد کتب مثل استذ کار ابن عبد البر اور شرح زرقانی اور رسالہ ابن ابی زید وغیر ہا میں دیکھا تو رک ہے نماز کے تمام قعدوں میں۔

وہابی صاحب کا بیر حال ہے کہ مذہب کو دلیل فراہم کرنے کو جو ہاتھ گے بلا تحقیق لکھ دیتے ہیں اب غیر مقلد صاحب کا دوسرا اعتراض دیکھیں۔روایت میں بیر صراحت موجود نہیں کہ پاؤں کو بچھا کر زمین پر بیٹھے یا پیر مبارک پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

لَمْ يُبَيِّنُ فِي هَاذِهِ الرَّوَايَةِ مَا يَصْنَعُ بَعْدَ ثَنِيْهَا هَلُ يَجْلِسُ فَوُقَهَا أَوُ يَتَوَرِّكُ (تُتَالِارى تَمَّامُ)

مولانا عبدالحي لكھنوى حنفى مرحوم فرماتے ہيں:

لَمْ يُبَيِّنُ فِي هَاذِهِ الرَّوَايَةِ مَا يَصْنَعُ بَعْدَ ثَنِيْهَا هَلُ يَجْلِسُ فَوْقَهَا اَوْ يَجْلِسُ عَلَى وَرْكِهِ (الْعَلِينَ أَلَحِهِ صااا)

ان دونوں عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت میں بیصراحت نہیں کہ پاؤل کچھانے کے بعد پاؤں کے اوپر بیٹھے یا تورک کرے جبکہ اس کے برعکس میں ٹابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن وضی اللہ عنہما پاؤں پرنہیں بلکہ سرین پر بیٹھا کرتے تھے چنانچے موطاامام مالک میں ہے:

وَجَلَسَ عَلَى وَرُكِهِ الْآيُسَرِ وَلَمْ يَجْلِسُ عَلَى قَدْمِه

(موطاامام مالك ص عا وطحاوي ج اص عدا)

لینی حضرت عبداللہ بن عمر بائیں کو لہے پر بیٹھ کر تورک کرتے تھے اور پاؤں پر نہیٹھ کر تورک کرتے تھے اور پاؤں پر نہیٹھ کر تورک کرتے تھے اگر میے کہا جائے کہ نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کی روایت میں آخری الفاظ یہ ہیں وَ الْـجُـلُـوْسُ عَلَـی الْیُسُـرِی لیعنی بائیں پاؤں پر بیٹے!اس کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

حَدِيثُ آبِى حَمِيْدِ الْمُفَصَّلُ بَيْنَ الْجُلُوسِ الْآوَّلِ وَالتَّانِيَّ عَلَىٰ اَنَّ الْصِّفَةَ الْمَذْكُورَةِ قَدْ يُقَالُ إِنَّهَا لَا تُخَالِفُ حَدِيثَ آبِى حُمَيْدِ لِنَّ الْصِّفَةَ الْمَذْكُورَةِ قَدْ يُقَالُ إِنَّهَا لَا تُخَالِفُ حَدِيثَ آبِى حُمَيْدِ لِآنَ فِى الْتَشْهُدِ اللهِ بُن دِيْنَارِ التَّصُرِيعُ بِانَّ جُلُوسَ (اِبْنِ) عُمَرَ الْمَذْكُورَةَ كَانَ فِى التَّشَهُّدِ الْاخِيْرِ وَرَوَي جُلُوسَ (اِبْنِ) عُمَرَ الْمَذْكُورَةَ كَانَ فِى التَّشَهُّدِ الْاخِيْرِ وَرَوَي النَّشَهُّدِ الْاخِيْرِ النِّسَائِيُّ إلى أَنْ قَالَ وَ يَجُلِسُ عَلَى الْيُسُرِى فَإِذَا حُمِلَتُ هَذِهِ الرَّوَايَةُ مَالِكٍ عَلَى التَّشَهُدِ الْاخِيْرِ الرَّوَايَةُ مَالِكٍ عَلَى التَّشَهُدِ الْاخِيْرِ الرَّوايَةُ مَالِكٍ عَلَى التَّشَهُدِ الْاخِيْرِ الْتَفْصِيْلُ الْمَذْكُورُ فِى حَدِيْثِ النَّفُصِيْلُ الْمَذْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَيْ عُمَيْدٍ (ثُلُ الرَّوَي الْكَ التَّفُصِيْلُ الْمَذْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَيْ حُمَيْدِ (ثُلْ الرَّولَ اللَّهُ صِيْلُ الْمَذْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَيْ حُمَيْدِ (ثُلُ الرَّولَ اللَّهُ اللَّهُ الْمُدُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَيْ حُمَيْدِ (ثُلْ الرَّولَ اللَّهُ عَلَى الْمَدْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَعْ مُنْ الْمُدَى وَلَيْ الْمَالَ الْمَدْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَعْ مُعَمِدُ الْكَالِي عَلَى الْمَدْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَعْ مُمَالِكٍ عَلَى الْمَدْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْبَعْمُ مَنْ الْمُدْكُورُ فِى حَدِيْثِ الْمُولِي الْمَدْ عُمَيْدِ (ثُلُولُ الرَّولَ الْوَي الْمُلْكِ عَلَى الْمُدُولُ الْمُولِي عَلَى الْمَدْ الْقَالِي عَلَى الْمَدْ الْمُؤْلِيلُ الْمُدْلِي الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمَلِي الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ

ا بی حمیدرضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے اور دوسرے تشہد کے بیان میں مفصل ہے پس اس صفت مذکورہ کی بناء پر بیہ کہا جا سکتا ہے کہ بیہ حدیث ابوحمید رضی اللہ عنہ کے مخالف نہیں کیونکہ عبداللہ بن دینار کی حدیث میں بیہ تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کا مذکورہ تشہد آخری تھا اور نسائی کی روایت میں بیہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کراس پر بیٹھا جائے پس اس روایت (نسائی) کو پہلے تشہد پر حمل کیا جائے گا اور موطا کی روایت کو آخری تشہد پر دفع تعارض کے لئے محمول کیا جائے گا تو بیہ روایت مذکورہ تفصیل سے حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی روایت کے موافق ہے (انھی)

الغرض مذکورہ روایت ہمارے موافق اور مفتی صاحب کے مخالف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی حفی نے اس سے تورک کا ثبوت پیش کیا ہے۔ شرح معانی الا ثارج ا ص کے ااگر چہ تعصب کی وجہ سے اسے دونوں تشہدوں پرمحمول کیا ہے۔ اس کے برکس اس روایت سے امام محمد نے اپنے مذہب پر استدلال کیا تھا جس کی مولانا عبد الحکی کھنوی نے پر زور تر دید کی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں کہ

فِيْهِ نَظُرٌ فَاِنَّ ٱثْمَرَ اِبْنِ عُمَرَ هَلَا الَّذِي رَوَاهُ هَهُنَا مُجْمَلٌ لَا يَكُشِفُ الْمَقُصُولَ لَانَّ ثَنِي الرِّجْلِ الْيُسُرِي عَامٌ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَيْهَا أَوْ يَجْلِسُ عَلَى التَّوَرُّكِ (العليّ أَجِد ص ١١١)

لین امام محر کے استدلال میں کلام ہے کیونکہ جو یہاں ابن عمر کا اثر بیان کیا گیا ہے وہ مجمل ہے جس سے ہمارے احناف کا مقصود حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو بیہ ہے کہ بائیں یاؤں کو بچھایا اور پیمعلوم نہیں کہ

پاؤل پر بیٹھے یا سرین پر بیٹھ کرتورک کیا تھا۔ (انتھی)

اس لئے مولانا لکھنؤی نے مذکورہ تفصیل (جوراقم نے لکھی ہے) بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ ہمارے موافق نہیں بلکہ شافعیہ کی دلیل ہے جن کے نزدیک تورک مسنون ہے اس کے بعد انہوں نے طحاوی کی صراحت درج کی ہے کہ بعض لوگوں نے اس کو دونوں تشہدوں میں تورک کے جواڑ پر پیش کیا ہے (انتھی) ملخصاً

نام نهاد دين الحق ص ٢٠٠٧ تا ٢٠٠٨

الجواب اوّلاً: غير مقلد صاحب كابياعتراض كه (روايت مين اس كي صراحت موجود نہیں کہ یاوں کو بچھا کر زمین پر بیٹے یا پیر مبارک پر فقیر کہتا ہے جب وہائی صاحب کوزیر بحث روایت کی صحت پر کوئی اعتراض ہاتھ نہ آیا تو پیچھا چھڑانے کے کئے بہانے بنانے شروع کر دیئے ورنہ حدیث میں تشہد کی کیفیت پرصراحت موجود ہے۔متن حدیث ملاحظہ ہو

تشہدمسنون میہ ہے کہ دایاں یاؤں کھڑا کرے اور بایاں زمین پر بچھائے ابن عمر كاارشاد

قَالَ إِنَّكَمَا السُّنَّةُ فِي الصَّلُوةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجُلَكَ الْيُمْنَى وَ تُثْنِي الْيُسُرِى زَادَ النِّسَآئِيُّ وَإِسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنهمانے فرمایا نماز میں سنت یہ ہے کہ تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھائے نسائی میں بیزائد ہے کہ داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرے۔

انگلیاں تب ہی قبلہ کی طرف ہوں گی جب پاؤں کھڑا ہو گا۔ نیز حدیث میں نصب (کھڑا) کرنے کے الفاظ موجود ہیں داہنا پاؤں کھڑا کرنا اور انگلیاں قبلہ کی طرف کرنا حدیث سے واضح طور پر ثابت ہے۔

حدیث سے مراد میں وہابی کی نا کام کوشش

النائی کی روایت میں بائیں پاؤں پر بیٹے کی صراحت موجود ہے جس کے آخری الفاظ ہیں۔ والے جُلُوس عکی النیس بائیں پاؤں پر بیٹے کی صراحت موجود ہے جس کے آخری الفاظ ہیں۔ والے جُلُوس عکی النیس النیس النیس بائیں پاؤں پر بیٹے اور اس کی صحت پر بھی اعتراض نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حدیث کو چھوڑ کر عبدالحی صاحب اور حافظ ابن جمری تقلید میں کہا جائے کہ اس میں اخمال ہے معلوم نہیں زمین پر بیٹے یا پاؤں پر کیا اس کا نام المحدیث ہونا ہے کہ جب خلاف مذہب ہوتو حلے بہانے شروع کر دیئے۔ خال آن کا نام المحدیث ہونا ہے کہ جب خلاف مذہب ہوتو حلے بہانے شروع کر دیئے۔ خال آن النا اللہ عنہما کی حدیث مطلق کیفیت تشہد کے بیان میں ہے اسے بلا دلیل پہلے تشہد سے خاص کرنا مکا برہ ہے۔ امام بیہی نے بھی اس طرح کی بات کی بلا دلیل پہلے تشہد سے خاص کرنا مکا برہ ہے۔ امام بیہی نے بھی اس طرح کی بات کی رقب نے اللہ تھی ہوئے نے اللہ اللہ علیہ نی شروی کہ اللہ تھی ہوئے نے اللہ تھی ہوئے کہ بیست دونوں تشہدوں میں ہے اور وہ بیہی کے ملاف ہے۔ ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سنت دونوں تشہدوں میں ہے اور وہ بیہی کے خلاف ہے۔ سنت دونوں تشہدوں میں ہے اور وہ بیہی کے خلاف ہے۔

جب قول و فعل میں تعارض ہوعمل قول پر ہو گا

رابعاً ابن عمر رضى الله عنها سے مالك بن ديناركي جوحديث موطا امام مالك

میں ہے جس سے حافظ ابن مجر تورک ثابت کرتے ہیں وہ فعلی ہے ان کے صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے یہ کیا اور نسائی کی حدیث قولی ہے اس میں آپ کا واضح ارشاد ہے کہ وَ الْدُّ لُوْسُ عَلَى الْیُسُولِی یعنی نمازی تشہد میں بایاں پاوُں پر بیٹھے اور یہ اصول ہے کہ جب حدیث قولی و فعلی میں تعارض ہوتو عمل قولی پر ہوتا ہے۔

ار ما ما الک بن دینار رحمته الله علیه کی حدیث کوعذر پرمحمول کیا جائے گا کہ ابن عمر رضی الله عنهمانے تورک عذر کے سبب کیا۔

سادساً: علامدابن حجر رحمته الله عليه كا كهناكه ابوحميد ساعدي رضي الله عنه كي مدیث دونوں تشہد بیان کرنے میں مفصل ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ بیر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض نہیں ہوسکتی کیونکہ سے حج ہے اور ابوحمید ساعدی کی مدیث اساداً ضعیف اور متناً مضطرب ہے جمے ہم نے بفضلہ تعالی نفرت الحق حصہ اول رفع اليدين كى بحث ميں ذكركر ديا ہے۔ مزيد شوت دركار ہوتو الجو ہرائقي مع البیقی ج ۲ ص ۱۲۸ طحاوی ج اص ۱۵۱عدة القاری شرح سیح البخاری ج ۲ ص ۱۵۱ ملاحظه كريں۔ واضح رہے كہ حديث نمبر م تا ك جے مفتى صاحب رحمته الله عليه نے بخاری مالک ابوداؤد اورنسائی کے حوالہ سے لکھا ہے اس کا جواب و ہائی جی بلا ڈ کارہضم كر كئے ہيں اور جاءالحق كى حديث نمبر ٩٠٨ پراعتراض ميں لکھتے ہيں۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے تشہد کے بارے میں ہے جس کی صراحت انہیں کی حب زيل روايت سي موتى ب- وَإِذَا حَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ إِضْجَعَ الْيُسُرِى وَنَصَبَ الْيُمْنَى (سنن نسانُ عَتِي جاص١٣٦ والينا الكبري جاص ٢٣٨) ليعني نبي صلى الله عليه وسلم دوركعت يروه كربين يلي بايال ياؤل كهراكيا اور دامنا ياؤل بجهايا للبذابيه بمار يموافق ہے کونکہ ہمارے عمل کی تو مفتی صاحب نے خودصراحت کی ہے کہ وہابی پہلی التحیات میں ہاری طرح بیٹھتے ہیں

انیاً: مفتی صاحب اور ان کے ہم مذہب لوگوں کے لئے کوئی روایت اتنی ور تک مفیر مفتی صاحب اور ان کے ہم مذہب لوگوں کے لئے کوئی روایت اتنی ور تک مفید نہیں جتنی دریتک میہ آخری تشہد میں مرد پیش نہ کریں اور اس میں مرد وعورت کی تفریق بھی موجود ہو کہ آخری تشہد میں مرد پاؤں نہ کریں اور اس میں مرد ونوں تشہدوں میں دونوں پاؤں نکال کر بیٹھے۔ نام نہاد دین پاؤں مرہ ہم

الجواب اوّلاً: حفرت واکل بن حجر رضی الله عنه نے زیر بحث حدیث میں حضور سرور کا نئات صلی الله علیه وسلم کا طریقه تشهد بیان کیا ہے اگر پہلے و دوسرے تشهد میں فرق ہوتا تو آپ اسے ضرور بیان کرتے۔

ثانیاً وہابی صاحب نے نسائی کی حدیث کے الفاظ بطور دلیل پیش کئے کہ اس علیہ بہلاتشہد مراد ہے میں سے تشہد اولی سے پہلاتشہد مراد ہے میہ وہابی جی کا خالص مغالطہ ہے ورنہ فی الرکھتین سے تشہد اولی کی شخصیص ہرگز ثابت نہیں ہوتی اگر پہلاتشہد بتانا مقصود ہوتا تو دوسرے کی کیفیت بھی ذکر کرتے۔

ثالثاً اگر وہابی صاحب پہلے تشہد پر محمول کرنے میں بھند ہیں تو پھر حضرت وائل سے کوئی وہ صحیح حدیث دکھا کیں جس میں دوسرے تشہد کا طریقہ وہابی مذہب کے مطابق ذکر کیا ہو بتاؤ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ساری زندگی پہلاتشہد ہی بیان کرتے رہے۔دوسرانہ بتایا۔

رابعاً وہابی صاحب کا ہم سے صحیح حدیث کا مطالبہ تو یہ زی بدنیتی ہے ور نہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تشہد کی کیفیت کے بیان پر متعدد احادیث مبار کہ پیش کی ہیں جو احناف کے موقف کی ترجمانی کرتی ہیں کیا سب صحابہ پہلا تشہد بتاتے رہے دوسرا بتانے کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

خامساً وہابی صاحب کا ہم سے مطالبہ کہ تھے حدیث سے مرد وعورت کے تشہد کا فرق ثابت کر دیا ہے مگر وہابیوں کی فرق ثابت کر دیا ہے مگر وہابیوں کی

جہات کا مارے پاس علاج نہیں۔

سادساً: وہابی صاحب ہم ہے تو جگہ جگے حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں ان ہے ہمارا بھی مطالبہ ہے کہ سارے وہابی مل کرکوئی صحیح حدیث دکھا ئیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا تشہد وہابی طریقہ کی طرح بیٹھنے کا فرمایا ہواب جاء الحق کے زیر بحث باب سے حدیث نمبر ۱۰ تا ۱۱ پر غیر مقلد کے اعتراض ملاحظہ ہوں۔ مفتی صاحب نے بددیا تی سے کام لیا ہے ایک ہی حدیث کو تین باور کرایا ہے حالا تکہ یہ صرف ایک ہی حدیث کو تین باور کرایا ہے حالا تکہ یہ صرف ایک ہی حدیث کو تین کو آئی ہے وار آئم کہتا ہے کہ ان تین کی کیا شخصیص ہے حدیث کتاب الام ،سنن داری ،سنن نسائی ، ابوداؤد، جامع تر ذری ،ستدرک حاکم وغیرہ میں بھی آتی ہے۔

ثانیاً المحدیث کے نزدیک نماز میں چارمقام پرسکون سے بیٹھنا سنت ہے۔
(اوّل) دوسجدوں کے درمیان (دوم) دوسرا سجدہ کرکے دوسری اور تیسری
رکعت کے لئے کھڑا ہوتے وقت (سوم) پہلے تشہد میں (چہارم) دوسرے تشہد میں
جبکہ مذکورہ حدیث میں دو بیوں کے درمیان بیٹھنے کا ذکر ہے نہ کہ تشہد میں بیٹھنے کی
کیفیت کا۔ آئے پوری حدیث ملاحظہ کریں۔ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں۔

جَاءَ رَجُلٌ فَصَلَّى فِى الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدُ صَلَّرَتَكَ فَإِنَّكَ فَإِنَّكَ لَمْ تَصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِى يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ اُصَلِّى صَلَاتَكَ فَإِنَّكَ فَإِنَّكَ لَمْ تَصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِى يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ اُصَلِّى قَالَ إِذَا تَوَجَّهُتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرُ ثُمَّ اقْرَءُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَمَا شَآءَ اللهُ أَنْ تَقُرَا فَإِذَا رَكَعُتَ فَاجْعَلُ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكُبَتَيْكَ وَمَكِّنُ اللهُ وَاللهِ اللهُ وَالْفَعْ رَءُ سَكَ رَكُوعَكَ وَالْفَعْ رَءُ سَكَ مَنْ عَلَى وَالْفَعْ رَءُ سَكَ مَتَى تَرْجِعَ الْعِظَامُ الله مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدُتَ فَمَكِّنُ لِلسُّجُودِ حَتَّى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اللي مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدُتَ فَمَكِّنُ لِلسُّجُودِ

یعنی ایک شخص آیا اس نے مسجد میں نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سلام کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فر مایا کہ نماز کو دوبارہ دو ہرا لے (پڑھ) تو نے نماز نہیں پڑھی تو صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکھلا دیجئے کہ میں کس طرح پڑھوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت تو قبلہ کو منہ کرے تو اللہ اکبر کہے پھر سورة فاتحہ پڑھ اور پھر جو اللہ چاہے پھر جس وقت رکوع کرے تو اپنے ہاتھ کو اپنے گھٹنوں پر رکھ اور ٹھبر اپنے رکوع میں اور پھیلا اپنی کمرکو اور جب رکوع سے سر اٹھائے تو سیدھی کر اپنی پیٹھ کو یہاں تک کہ تمام ہڈیاں اپنے جوڑوں کولوٹ آئیں اور جب سجدہ کرے تو سجدہ میں ٹھبر اور جب سجدہ جوڑوں کولوٹ آئیں اور جب سجدہ کرے تو سجدہ میں ٹھبر اور جب سجدہ کر یہاں تک کہ تمام برکھت اور ہر سجدہ میں کر یہاں تک کہ تو اطمینان کرے۔ (انھی)

یمی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں مذکورہ کیفیت دوسجدول میں بیٹھنے کی بتائی گئی ہے۔ (بناری ناص ۱۰۵ دسلم ناص ۱۵۰ دسلم ناص ۱۵۰ دسلم ناص میں بیٹھنے کی بتائی گئی ہے جس کے کلام یہ کہ اس حدیث میں مذکورہ کیفیت دوسجدول میں بیٹھنے کی بتلائی گئی ہے جس کے حنی برق رفتاری کی وجہ سے عملی طور پر منکر ہیں گر قربان جائے مفتی صاحب کے جمل وفریب پہر کہ مذکورہ حدیث کوتشہد پرمحمول کر رہے ہیں پھر ایس کوڑ پہ کھائ کہ مفتی صاحب نے ان کتب احادیث سے نقل کی ہیں جو عام آدمی کئے پاس نہیں ہوتیں صاحب نے ان کتب احادیث سے نقل کی ہیں جو عام آدمی کئے پاس نہیں ہوتیں

ما كهاس ہيرا پھيري پر كوئي مطلع نه ہوجائے _إِنَّا لِللهِ وَإِنَّا اِلْيُهِ رَاجِعُوْنَ ثالثاً: اگر بریلوی علاء تعصب کی وجہ سے اس پر ہی بصدر ہیں کہ مذکورہ کیفیت تشہدی ہے (جو کہ جاری توضیحات کی روشنی میں قطعاً غلط ہے تو بھی ان کا مدعا واضح نہیں ہوتا کیونکہ حضرت رفاعہ بن رافع سے روایت کرنے والے یحیٰ بن خلاد ہیں اور ان سے علی بن کیچیٰ ہیں اور ان سے ان کے پانچ شاگر دوں نے روایت اخذ کی ہے۔ اول اسحاق بن ابی طلحه دوم محمر بن اسحاق سوم محمد بن عمر و چهارم ابن عجلا ن پنجم داؤد بن قیس وغیرہ اور داؤد بن قیس کی روایت میں صراحت کہ (فَصَلَّی رَکُعَتَیْن) سنری نسائی مجتبیٰ ج اص ۱۵ والینا کبریٰ ج اص ۱۹ سیخی آنے والے شخص نے دور کعت نماز پڑھی! اس روایت کی بناء پر حافظ ابن حجرنے کہا ہے وَب هِ اَشَـاَر بـاَنَـهُ صَــلّی نَفْلاً وَالْآقُورَ بُ أَنَّهَا تَحَيَّةُ الْمَسْجِدِ (تُحْالبارى ٢٢٠، ٢١) اس ميں يوليل مح كماس تخص نے نفل پڑھے تھے اور یہ بہت قریب ہے کہ اس نے تحیۃ المسجد پڑھے ہوں (أنهی) اس سے واضح ہے کہ اس صحابی کی نماز میں دوسری تشہد آتی ہی نہیں لیکن مفتی صاحب اناڑیوں کی طرح تھینج تان کرآخری تشہد کی کیفیت پر ہی اصرار کرتے نظر آ

مفتی صاحب کی بددیانتی نہیں بلکہ وہابی کی بے عقلی ہے

الجواب اوّلاً: وہائی صاحب یہ اعتراض بار بارکرتے آ رہے ہیں کہ مفتی صاحب کتب حدیث کے اعتبار سے حدیث کا نمبر شارکرتے ہیں لیکن وہائی صاحب کو یعقل نہیں کہ جب کوئی محدث کسی حدیث کو اپنی کتاب میں روایت کرتا ہے تو وہ بھی اس سند میں شامل ہو جاتا ہے لہذا اس اعتبار سے ہر محدث صاحب کتاب کی سندالگ ہو اور محدثین کرام سند مختلف ہونے سے حدیث کا نمبر شار کرتے ہیں لہذا یہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بددیا تی نہیں وہائی جی کی بے قلی ہے۔ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بددیا تی نہیں وہائی جی کی بے قلی ہے۔ ثانیاً: خود غیر مقلد نے کہا ہے کہ حضرت رفاعہ کی حدیث کوعلی بن مجی سے ان

کے پانچ شاگردوں نے روایت کیا ہے جب سے بات ہے تو محدثین کا طریقہ ہے کہ جتنی سندوں سے حدیث آئے اتنی باراہے بیان کرتے ہیں اور ہرروایت کوالگ نمبر دیتے ہیں۔

قَالُنَّا: غیر مقلد کا بیر کہنا کہ مذکورہ حدیث میں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا ذکر ہے۔ فقیر کہنا ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللّٰہ عنہ سے ایک روایت میں بیالفاظ ہیں۔ فَادِذَا جَدَلَسْتَ فِی وَسُطِ صَلاتِکَ طبرانی کبیرج ۵ص ۳۹ یعنی جب تو اپنی نماز کے درمیان میں بیٹھے تو درمیان میں تشہد دو سے زیادہ رکعتوں والی نماز میں آتا ہے نہ کہ دووالی میں۔

رابعاً وہابی صاحب پر اللہ مَرْءُ یَ قِیْسُ عَلَی نَفْسِه آدی دوسرے کواپنے پر قیاس کرتا ہے صادق آتا ہے۔ دجل و فریب وہابیوں کی فطرت میں رچا ہوا ہے ای لئے دجل و فریب کومفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف بھی منسوب کر رہا ہے فقیر کہتا ہے وہابی صاحب کسی حدیث سے بے جا استدلال کرنے کی احناف کو حاجت نہیں ہمارے پاس اپنے موقف کے مطابق تشہد کی کیفیت ثابت کرنے کو بہت دلائل ہیں اگر تم زیر بحث حدیث مطلق تشہد کے متعلق نہ مانے پر بھند ہوتو ہم بفضلہ تعالی تشہیں اگر تم زیر بحث حدیث دکھا دیتے ہیں۔

حضور كاطريقة نماز

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبُدُ الْوَارِث بُنُ سَعِيْدٍ عَنُ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنُ بُدَيْلٍ بُنِ مَيْسَرة عَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ عَنْ عَآئِشَة قَالَتُ كَانَ رَسُولُ اللّهِ صَدَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتُحُ الصَّلُوة بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقَرَاءَة اللّهِ صَدَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتُحُ الصَّلُوة بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقَرَاءَة بِاللّهِ مَنِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتُحُ الصَّلُوة بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقَرَاءَة بِاللّهِ مَنِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمُ يُشَخِّصُ رَءُ سَهُ وَلَهُ مَن الرُّكُوعِ وَلَهُ مَن الرُّكُوعِ وَلَهُ مَن الرُّكُوعِ لَهُ مَن الرُّكُوعِ لَهُ مَن الرُّكُوعِ لَهُ مَن الرَّكُونِ اللهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللهُ اللّهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُو

السُّجُودِ لَمْ يَسْجُدُ حَتَّى يَسْتَوِى قَاعِدًا وَّكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ وَكُعَنَ يَقُولُ فِي كُلِّ وَكَانَ إِذَا جَلَسَ يَقُرُشُ رِجْلَهُ الْيُسْرِى وَ رَحْعَتَيْنِ النَّحِيدُ الْيُسْرِى وَ يَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى النِّ (ابوداوورون برن برن الاسلام) - مِنْ صِد الله عني الله عنها في بيان كنا كورول الله علي الله عليه وحد ما يَهُ صِد الله على الله عليه

کامعنی دے رہا ہے۔اسے مقید کرنا تصرف فی الحدیث ہے۔ (فائدہ) اس سے معلوم ہوا کہ بھم اللّٰہ شریف سورت فاتحہ کا جزء نہیں ورنہ اسے بھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتحہ کے ساتھ بلند پڑھتے۔

خامساً: غیر مقلد کا بخاری ج اص ۱۰۵ اور مسلم ج اص ۱۵ کے حوالہ سے کہنا کہ یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں فدکورہ کیفیت دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی بتائی گئی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت تو ان دونوں کتابوں میں اسی جگہ موجود ہے مگر یہ وہابی جی کا خالص مغالطہ ہے کہ فدکورہ کیفیت اس میں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی بتائی گئی

ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے کی کیفیت کا ذکر ہی نہیں اس میں تو تعدیل ارکان کا فرمایا گیا ہے لیکن وہا بی جی نے خواہ مخواہ اسے اپنی دلیل بنالیا۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا اِلْکَیهِ رَاجِعُوْنَ جاءِ الحق کی حدیث نمبر ۱۲ پر غیر مقلد کے اعتراض: بیہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے مگر مفتی صاحب اس پر بھی حدیث نمبر ۱۲ کا عنوان لگا رہے بیں جو کہ صریحاً بددیانتی ہے۔

ثانیاً ابراہیم نخی سے روایت کرنے والا مغیرہ ہے۔ طحاوی ج اس ۱۱۸گریے
ابوعبداللہ مغیرہ بن سعد ہے تو یہ خبیث شیعہ تھا اور مدی نبوت۔ محدثین کی ایک
جماعت کے علاوہ خود ابراہیم نخعی نے اسے کذاب کہا ہے۔ میزان ج م ص ۱۱۹ اور
اگر مغیرہ بن مقسم ہیں تو یہ گوثقہ ہیں لیکن ابراہیم نخعی کی روایت میں ضعیف ہے جبیا کہ
ام احمد بن حنبل نے صراحت کی ہے میزان ج ۵ص ۱۲۵ اور محدثین نے کہا ہے کہ
ابراہیم سے میر تدلیس کرتے ہیں امام ابن فضیل فرماتے ہیں کہ

كَانَ يُدَلِّسُ وَلا سِيْمَا عَنْ إِبْرَاهِيْمَ - (تقريب ٢٥٢٥)

لعنی ثقہ تو ہیں لیکن تدلیس کرتے ہیں۔خاص طور پر ابراہیم خنی سے (انتھی) اور زیر بحث روایت عن عن سے ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۴۱۰

الجواب اولاً: ابراہیم نخعی رضی الله عنه جلیل القدر تابعی ہیں اور تابعین کے اقوال محدثین کرام نے کتب احادیث میں بیان کئے ہیں اور انہیں دلیل بھی بنایا ہے مثلاً بخاری ج اص کو اپر عطاء تابعی کا قول نقل کیا ہے کہ وقال عطاء لہذا حضرت ابراہیم نخعی کا ارشاد لکھ کراسے حدیث نمبر ۱۲ کا عنوان وینامفتی صاحب رحمته الله علیه کی بددیانتی نہیں اسے بددیانتی کہنا وہائی جی کی جہالت ہے۔

ثانیاً حضرت ابراہیم نخی رضی اللہ عنہ یہ اپنے پاس سے نہیں کہہ رہے کہ یہ متحب ہے کہ میں اپنا بایاں پاؤں زمین پر بچھائے اور اس پر بیٹھے بلکہ جاء الحق میں حدیث نمبر ۱۵ جو ابوداؤد شریف میں حضور صلی اللہ علیہ تعالی علیہ وسلم

ے ہے (وہ اس کے راوی بھی ہیں اس میں واضح بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں بچھاتے یہاں تک کہ اس قدم شریف کی پیشت سیاہ ہوگئ۔

غير مقلد كي فريب كاري

ثالثاً: جب وہابی صاحب کو بیمعلوم ہی نہیں ہوسکا کہ امام ابراہیم مخفی سے روایت کرنے والے کون سے مغیرہ ہیں تو اس پر جرح ثابت کرنے میں کیا فائدہ اصل میں پیصاحب بھی ان لوگوں کے زمرہ میں آتا ہے کہ مولوی آل باشد کہ جیپ نشو د در اصل بات سے کہ یہاں وہائی صاحب نے انتہائی دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے وہ ید کہ میزان الاعتدال اور حافظ ابن حجر کی طبقات میں واضح ہے کہ امام ابراہیم تخفی رضی الله عنه سے روایت کرنے والے مغیرہ بن مقسم بیں مگر و ہائی صاحب نے فریب کاری سے کام لیکر کہددیا کہ معلوم ہی نہیں کہ ابراہیم تخی سے روایت کرنے والے کون سے مغيره بين اگرابوعبدالله مغيره بن سعد بين توبيخ شيعه بين اورا گرمغيره بن مقسم بين تو بیر گوثقته بین لیکن ابراہیم نخعی کی روایت میں بیضعیف ہیں۔جیسا کہ امام بن حنبل نے اس کی صراحت کی ہے حالانکہ ایسا کوئی چکر نہیں یہ واضح ہے کہ امام نخعی سے روایت کرنے والے مغیرہ بن مقسم ہیں جوامام ثقه فقیہ ہیں بیسارا کچھ اس جگہ میزان الاعتدال میں مذکورہ ہے جہاں سے وہائی جی نے صرف اینے مطلب کے حصول کے لئے امام اخدرضی اللہ عنہ کا قول لکھا ہے اور جن آئمہ ومحدثین کے اقوال حضرت مغیرہ کی مدح وشان میں ہیں ان کو بددیانتی سے چھوڑ دیا۔ فقیریہاں پوری عبارت لکھ رہا ہے تا کہ قارئین پراس کا دجل واضح ہو۔

مُغِيْرَةُ بُنُ مِقْسَمٍ إِمَامٌ ثِقَةٌ للْكِنَّ لَيَّنَ اَحْمَدُ بُنُ حَنْبِلٍ رَوَايَتَهُ عَنْ البُرَاهِيْمَ النَّخِعِيِّ فَقَطُ مَعَ إِنَّهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَرَولِي عَنْ اَبِي البُرَاهِيْمَ النَّخِعِيِّ فَقَطُ مَعَ إِنَّهَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَرَولِي عَنْ اَبِي وَالسَّعْبَةُ وَهُشَيْمٌ وَ فَضَيْلٌ وَ وَالْلِ وَالشَّعْبِيِّ وَالْمُحَيِّةِ وَهُشَيْمٌ وَ فَضَيْلٌ وَ

جَرِيْرٌ وَّرَوْلَى حَجَاجُ بُنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شُعْبَةً . كَانَ مُغِيْرَةُ أَحْفَظَ مِنَ الْحَكْمِ وَقَالَ اِبُنُ فُضَيْلٍ كَانَ يُدَلِّسُ فَلَا يُكْتَبُ اللَّا مَا قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ وَقَالَ ابُوْبَكُرِ بُنِ عَيَّاشٍ مَا رَءَ يُتُ افْقَهُ مِنْهُ وَ قَالَ ابُوبَكُرِ بُنِ عَيَّاشٍ مَا رَءَ يُتُ افْقَهُ مِنْهُ وَقَالَ ابُوبَكُرِ بُنِ عَيَّاشٍ مَا رَوَى إِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ قَالَ ابُوبَكُرِ بُنِ عَلَى اللهِ عَامَةُ مَا رَولَى إِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ قَالَ ابُنُ مُعِيْنٍ حَمَّادِ وَجَعَلَ يَضَعِّفُ حَدِيْثَةً عَنْ إِبْرَاهِيْمَ وَحْدَهُ وَقَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ حَمَّادِ وَجَعَلَ يَضَعِّفُ حَدِيْثَةً عَنْ إِبْرَاهِيْمَ وَحْدَهُ وَقَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ ثِقَةٌ مَّامُونٌ رَمِرَان الاعتمال جَمَّ ١١٥)

مغیرہ بن مقسم امام تقہ ہیں لیکن امام احمد بن طنبل نے فقط ابراہیم نحقی سے
اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے باوجود یکہ اس کی روایت صحیحین میں آئی
ہے اور اس نے حضرت ابودائل اور شعبی اور مجاہد سے روایتیں کی ہیں اور
ان سے شعبہ اور ہشیم اور فضیل اور جریر نے روایتیں کیں اور جائ بن محمد
نے شعبہ سے بیان کیا کہ مغیرہ تھم سے بھی زیادہ حافظ تھے اور ابین فضیل
نے کہا کہ وہ تدلیس کرتے تھے۔ اس کی وہی حدیث کھی جائے جواس
نے کہا کہ ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور ابوبکر بن عیاش نے فرمایا
کہ میں نے اس سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہ دیکھا اور ابوجاتم نے احمد بن
صنبل سے بیان کیا کہ عام طور پر جواس نے روایت کیا حماد سے سنا اور
ابراہیم اکیلے سے اس کی روایت کو ضعیف کہتے اور ابن معین نے اسے
ابراہیم اکیلے سے اس کی روایت کو ضعیف کہتے اور ابن معین نے اسے
اثقہ مامون کہا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ امام احمد مغیرہ کو صرف ابراہیم نخفی کی روایت میں ضعیف کہتے ہیں۔ مطلق ضعیف نہیں کہتے اور ابن فضیل اس کی طرف تدلیس منسوب کرتے ہیں گر ابراہیم نخعی سے ان کی روایت کو معتبر مانتے ہیں۔ اب امام احمد اور ابن فضیل کے قول ایک دوسرے سے متضاد ہوئے کیونکہ امام احمد ابراہیم نخعی سے ان کی روایت کو ضعیف کہتے ہیں جبکہ علامہ ذہبی کی اپنی تحقیق سے کہ حضرت مغیرہ امام ثقہ ہیں۔

امام شعبہ اسے تھم سے بھی زیادہ حافظ کہتے ہیں۔ ابوبکر بن عیاش نے فرمایا کہ میں نے مغیرہ سے زیادہ کی کو فقیہ نہ دیکھا۔ امام ابن معین ثقبہ مامون قرار دیتے مگر وہا بی نے مغیرہ سے زیادہ کی کو فقیہ نہ دیکھا۔ امام ابن معین ثقبہ مامون قرار دیتے مگر وہا بی نے سب کو چھوڑ کر امام احمد کا قول اس سے لے لیا اور ابن فضیل کا قول تقریب سے حالا تکہ ابن فضیل کا قول مذکورہ میزان کی عبارت میں موجود تھا مگر یہ وہا بی صاحب کومفیدہ نہیں تھا۔ اب اس پر ایک گوائی اور ملاحظہ ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ طبقات المدلسین ص ۲۹ پر لکھتے ہیں:

ير معات المحديث و النَّاسِيُّ الْكُوْفِيُّ صَاحِبُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ ثِقَةٌ الْمُغِيْرَةُ بُنُ مِقْسَمِ الضَّبِيُّ الْكُوْفِيُّ صَاحِبُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ ثِقَةٌ مَشْهُوْرٌ وَصَّفَهُ النِّسَآئِيُّ بِالتَّدُلِيْسِ وَ حَكَاهُ الْعَجُلِيُ عَنِ بُنِ فُضَيْلٍ وَقَالَ اَبُودَاؤُدَ كَانَ لَا يُدَلِّسُ

صفین وق بر مقسم ضی کوفی ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیں۔ ثقہ مشہور ہیں اور مغیرہ بن مقسم ضی کوفی ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیں۔ ثقہ مشہور ہیں اور ابن فسائی نے ابن فضیل سے دکایت کیا اور ابوداؤد نے فرمایا کہ وہ تدلیس نہیں کرتے

_200

اس سے معلوم ہوا کہ ان کی تدلیس میں اختلاف ہے مگر ان کی مطلق ثقابت کا کسی کوا نکار نہیں۔ اب جاء الحق کے زیر بحث باب کی حدیث نمبر ۱۵ پر غیر مقلد کے اعتراض ملاحظہ ہوں۔ یہ روایت ابوداؤد کے عام شخوں میں نہیں دیکھی گئی ابوداؤد صلاحظہ ہوں۔ یہ روایت ابوداؤد کے عام شخوں میں نہیں دیکھی گئی ابوداؤد صلاحلہ ہوں ۔ یہ مولا نا فخر الحسن گنگوہی اور ابوداؤد صلاحات المحبود سے خان صاحب یہاں البتہ مولا ناسمس الحق محدث عظیم آبادی نے اس کوعون المعبود کے متن میں ص ۱۳۸ جا میں درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوداؤد کے عام شخوں میں سے روایت نہیں ہے لیکن میں نے (ابوداؤد) کے ایک صحیح نسخہ میں اسے پایا ہے اور مزی نے رابوداؤد) کے ایک صحیح نسخہ میں اسے پایا ہے اور مزی نے رابوداؤد) کے ایک صحیح نسخہ میں اسے پایا ہے اور مزی نے رابوداؤد) کے ایک صحیح نسخہ میں ابوداؤد ص ۱۳۸۳ ج الیکن روایت نہیں اسے ذکر کیا ہے ۔عون المعبود شرح سنن ابوداؤد ص ۱۳۸۳ ج الیکن اس کی سند میں امام سفیان توری رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو بلاشبہ ثقہ شبت حافظ ہیں مگر مدلس

بیں۔ انہیں امام عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے (تہذیب ۱۹۲/۱۱) کی بن سعید اینا ۱۱۱ (۱۹۲ میں مرکس ۱۹۲) امام بخاری (التہد ۱۳۱۱) اور ابن تر کمانی حنی نے الجو ہر التی ۲۲۲۸ میں مرکس قرار دیا ہے۔ بریلوی کمتب فکر کے محدث اعظم مولوی ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی نے امام سفیان کو مدلس قرار دیا۔ فقہ الفقیہ ص ۱۳۳۴ اور زیر بحث روایت میں ساع کی صراحت نہیں بلکہ صیغہ عن مروی ہے لہذا ججت نہیں۔

ثانیاً: روایت کے الفاظ مفتی صاحب کے موافق نہیں کیونکہ صراحت نہیں ہے کہ پاؤں مبارک کو بچھا کر کو لہے پر بیٹھے تورک کرتے تھے یا پاؤں پر ہی بیٹھا کرتے تھے۔

ثالثاً: روایت میں پہلے تشہد کا کوئی ذکر نہیں۔علاوہ ازیں مردوعورت کا فرق بھی نہیں بتایا گیا جومفتی صاحب کا دعویٰ اوراحناف کاعمل ہے۔

رابعاً الفاظ سے واضح ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے ابراہیم تخفی روایت کررہے ہیں۔ حالانکہ ابراہیم تخفی کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں چہ جائیکہ آنخضرت صلی الله علیہ وسلم سے ہو۔الغرض بیروایت صغیر تابعی کی مرسل ہے جس کا کسی صحابی سے ساع ثابت نہیں۔اس اعتبار سے بیروایت معصل ہوئی جو قابل قبول نہیں ہوتی۔

خامساً باؤں مبارک کے سیاہ ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ تورک نہیں فرمایا کرتے تھے راقم نے جب سے ہوش سنجالی ہے تب سے تورک کرتا ہے لیکن اس کے باوجود پاؤں کی پشت سیاہ ہوگئ ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۲۱۱ ما۲۲

الجواب اولاً: جب آپ کواپنے ہی گھرسے گواہی مل گئ تھی کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی زیر بحث روایت ابوداؤد شریف کے صحیح نسخے میں موجود ہے تو پھر اتنی سطور سیاہ کرنے کی کیا حاجت تھی۔

جورادی وہائی مذہب کے خلاف روایت کردے وہ زیرعماب آجاتا ہے

ثانياً: غير مقلد كا امام سفيان تؤرى رضى الله عنه مدلس كهنا تواس ميس اصل بات سے کہ امام سفیان توری نے وہائی مذہب کے خلاف روایت کر دی ہے۔اس لئے وہ زیرعاب آ گئے اور مدلس تھبرے جب ان کی روایت وہابی مذہب کے موافق تھی تو ومص ثقه ہی نہ تھے بلکہ اولق تھے اور آئمہ نقاد اور تمام محدثین عظام کے نز دیک امام تورى كوامام شعبه برجو بلند پايه محدث بين ترجيح حاصل تھى اس جگه غير مقلد كى عبارت پین کردیتا ہوں تا کہ سی کو ابہام نہرہے لکھتے ہیں اگر کہا جائے کہ امام شعبہ اور سفیان دونوں ثقتہ ہیں تو جواب اس کا بیہے کہ آئمہ نقاد اور تمام محدثین عظام کے نزدک امام سفیان توری امام شعبہ سے زیادہ حافظہ وضبط والے ہیں جن کا اعتراف خود امام شعبہ نے کیا ہے کہ سفیان مجھ سے زیادہ حافظ والا ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ٣١٦ اب قارئين پروماني صاحب كى مذهب يرسى واضح موكى كهجس امام تورى كوآئمه نقاد اور تمام محدثین کے نزد یک ثقہ سے بھی بڑھ کر ثقہ ثابت کیا تھا اب اسی کو مدس کہدرہا ہے جب کہ وہائی صاحب می بھی فرماتے ہیں تدلیس ایک جھوٹ کی قتم ہے تو جھوٹا ثقه ہو ہی نہیں سکتا مگر قربان جائیں کہ بیرصاحب امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کو ثقتہ ہے بڑھ کر تقدیمی کہتے ہیں۔ مدلس بھی۔

ثالثاً: غیرمقلد کواتناعلم بھی نہیں کئن پرصیغہ کا اطلاق درست ہے یانہیں وہائی گئی میں باللہ کی سیغہ کا اطلاق افعال پر ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ بیصیغہ وحد ہے بیت ٹبنیہ بیر جمع ہے تن پر کلمہ یا لفظ کا اطلاق ہوگا۔ صیغہ کا نہیں بیرحال ہے وہابیوں کے محقق صاحب کا تو

باقیوں کا خدائی حافظ ہے۔
رابعاً: وہابی صاحب کوزیر بحث حدیث سے فرار کے لئے یہ بہانہ مفیر نہیں کہ
امام ابراہیم تخعی کی روایت مرسل ہے لہذا قابل قبول نہیں کیونکہ ابراہیم تخعی رضی اللہ عنہ
کی مرسل صحیح وجمت ہے التعلیق المحجد علی مؤطا محرصفی ۵۳ پر ہے۔ و جسماعة من
الائمة صحوا مراسیله آئمہ کرام سے جماعت نے ان کی مرسل روایات کو صحیح

قرار دیا ہے۔

ضامساً:غیرمقلدنے اس دعویٰ پرکوئی حوالہ نہیں دیا کہ ابراہیم نخفی کا کسی صحابی سے ساع ثابت نہیں مگر ہم بفضلہ تعالی بحوالہ صحابہ سے ان کا ساع ثابت کر دیتے ہیں۔ کتاب الثقات کے جزء رابع ص ۸ پر حافظ ابوحاتم محمد بن حبان لکھتے ہیں:
ابسراھیم بن یزید بن عمرو النحعی ابو عمران ۔ سَمِعَ الْمُغِیْرَةَ بُنَ شُعْبَةً وَ اَنْسَ بُنَ مَالِكِ وَ دَخَلَ عَلَى عَآئِشَةً

لینی ابراہیم بن بزید بن عمر والخفی ابوعران رضی الله عنه نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت الس بن مالک رضی الله عنها سے حدیث کا سماع کیا اور حضرت عائشہ رضی الله عنها کے پاس بھی گئے۔

تہذیب التہذیب جاص ۱۷۸ پر ہے۔

وَرَوَايَةُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي مَعْشَرٍ ذَكَرَهَا اِبْنُ حَبَّانِ بِسَنَدٍ صَحِيْحِ اللهِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي مَعْشَرٍ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَلَّتَهُمُ اَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَلَيْهَا ثَوْبًا اَحْمَرَ . عَلَيْهَا ثَوْبًا اَحْمَرَ .

اورسعید کی روایت ابومعشر سے جھے ابن حبان نے سعید تک صحیح سندسے ذکر کیا۔ اس میں سعید ابومعشر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہا کے نخعی رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو ان پر سرخ رنگ چا در دیکھی۔

اب اس سے حضرت ابراہیم تخفی کا صحابہ رضوان الله علیہم سے ساع و ملا قات ثابت ہوئے۔اسی تہذیب التہذیب کی جلداص ۷۷ پر ہے۔

قَالَ الْاَعْمَشُ كَانَ اِبْرَاهِيَمُ خَيْرًا فِى الْحَدِيْثِ وَقَالَ الشَّعْبِيِّ مَا تَرَكَ اَحَدًا اَعْلَمُ مِنْهُ وَقَالَ اِبْنُ مُعِيْن مَرَاسِيْلُ اِبْرَاهِيْمَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ مَرَاسِيْلِ الشَّعْبِيِّ اعمش نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم حدیث میں بہت خوب تھے اور شعبی نے فرمایا اس نے اپنے بعد کسی ایک کو نہ چھوڑا جوعلم میں ان سے زیادہ ہو اور امام ابن معین نے کہا کہ ابراہیم کی مرسل روایات مجھے شعبی کی مرسل روایات مجھے شعبی کی مرسل روایات مجھے شعبی کی مرسل روایتوں سے بھی زیادہ پہند ہیں۔

جاء الحق کے زیر بحث باب سے حدیث نمبر ۱۱ پر غیر مقلد کے اعتراض لکھتے ہیں اگر بیہتی سے مرادمفتی صاحب السنن الکبری للبیہتی ہے تو بی غلط بیانی ہے۔ راقم نے پوری کتاب کنگھال ماری ہے مگر کہیں اس کا وجود نہیں پایا جاتا اور نہ ہی کوئی منکرین تورک ہمیں بیروایت دکھا سکتا ہے۔

ثانیاً: الفاظ آپ کے پیش نظر ہیں اس میں صراحت ہی نہیں کہ دوسجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھ یا پہلے تشہد یا دوسرے تشہد میں لہذا اسے تورک کے رد پر پیش کرنا غلط بیانی ہے۔
کرنا غلط بیانی ہے۔

ٹالیاً: یہ بھی صراحت نہیں کہ پاؤں بچھا کرتورک کیا یا پاؤں کے اوپر بیٹھے؟ تو دریں صورت بیمفتی صاحب کی دلیل کیسے بن گئی۔

رابعاً: مٰرکورہ عبارت کی عربی زبان بھی درست نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وست نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و بلیغ عربی بولتے تھے۔ علیہ وسلم صبح و بلیغ عربی بولتے تھے۔

الجواب اوّلاً: حضرت ابوسعید خدری رضی الله عنه کی زیر بحث روایت سنن الکبری بیهی ج ۲ باب صفة الرکوع میں موجود ہے اگر کورچشم دو پہر کو بھی سورج نه دیکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔ نیز یہی حدیث کامل ابن عدی ج ۲ تحت دیکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔ اس کے باوجود انکار کرنا وہا بیوں کے لئے ترجمہ طریف بن شہاب بھی موجود ہے۔ اس کے باوجود انکار کرنا وہا بیوں کے لئے

سی اسرا ہے۔ ثانیاً: غیر مقلد کا بیکہنا کہ اس میں صراحت ہی نہیں کہ دوسجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھے یا پہلے تشہد میں یا دوسرے میں فقیر کہتا ہے کہ بیدوہابی صاحب کا انکار حدیث کے لئے ایک بہانہ ہے جمے یہ بار بار دہرا رہا ہے ورنہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ای فصل میں حدیث نمبر کا کے تحت طحاوی کے حوالہ سے حضرت واکل بن حجر رضی الله عنه کی حدیث کھی ہے جس میں واضح ہے کہ فَلَمَّمَا قَعَدَ لِلتَّشَهُدِ فَرَشَ رجُلَهُ الْيُسُولِي ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا لِعِنى جب حضور صلى الله عليه وسلم التحيات كيل بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا پھراسی پر بیٹھ گئے۔ حدیث نمبر ۱۸ جوطحاوی کے حوالہ ہے حضرت ابوحميد ساعدى رضى الله عنه سے به فياذا قَعَدَ لِلتَّشَهُدِ إِضْ جَعَ رِجُلَهُ الْيُسْسِراي وَنَصَبَ الْيُهُمْنِي عَلَى صَدْرِهَا وَيَتَشَهَّدُ جِبِحضورصلي الله عليه وسلم التحیات کے لئے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور داہنا پاؤں اس کے سینے ير كفرا كيا اور التحيات يره صفى من اب ان دونول حديثول من بلا قيد اول و ثاني تشهد واضح ہے کہ رسول الله صلى الله عليه وسلم التحيات پڑھنے كواس كيفيت سے بيلھتے كەدامنا پاؤل مبارك كھڑا كرتے اور باياں پاؤل شريف بچھا کھڑاس پر بيٹھتے مگر وہا بی صاحب نے مکاری میہ چلی کہ ان دونوں حدیثوں کا جواب بی گول کر دیا تا کہ کوئی سوال ہی نہ کر دے کہ حضرت جی آپ تو بار بار فر مار ہے تھے کہ تنفتی صاحب کی پیش كرده احاديث ميں بيٹھنے كى كيفيت واضح نہيں۔ اب ان ميں تو كيفيت واضح ہے انهيس كيول نهيس مانيخ كيابيد رسول الله صلى الله عليه وسلم كا ارشاد مبارك نهيس؟ للهذا ال صاحب نے اس سوال سے پیچھا چھڑانے کو جواب گول کر دیا تا کہ نہ رہے بانس اور نه بج بانسري

ثالث وہابی صاحب کا بیدارشاد کہ زیر بحث حدیث کی عربی زبان (عبارت)
درست نہیں۔ جی محض ڈھکوسلوں سے کام نہیں چلے گا آپ کو چاہئے تھا کہ نشاندہ ی
کرتے کہ متن حدیث میں کون سی لفظی خرابی ہے۔ غیر مقلد خلاصہ کے عنوان سے
اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ بیدا ٹھارہ احادیث بطور
معنونہ پیش کی گئی ہیں۔ قارئین کرام آپ ہماری گزارشات کو مکرر پڑھ لیجئے۔مفتی

صاحب نے کل سات دلائل دیئے ہیں جن میں دو گجراتی ایجاد ہیں۔ عدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً نہیں۔ بقایا پانچ ہیں ایک ابراہیم نخعی کا ضعیف قول ہے۔ دوسری روایت میں دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کا ذکر ہے۔ تیسری میں پہلے تشہد کا بیان ہے اور باقی دوروایات ہماری توجیحات (صحیح لفظ توجیہات ہے) کی روشنی میں ہمارے موقف کے موافق ہیں۔ دنیا بھر کے ہریلویوں کو کھلا چیلنے۔

ہاری طرف سے دعوت عام ہے کوئی ایک ایک صحیح صرت کے مرفوع حدیث پیش کر وجس میں آپ کے مسلک کی تر جمانی ہو یعنی مرد دونوں تشہدوں میں بائیں پاؤں پر بیٹے اورعورت دونوں تشہدوں میں پاؤں نکال کر بیٹے ؟ راقم الحروف وعدہ کرتا ہے کہ ایسے محقق بر بلویت کوخت میں ایک ہزار روپیہ انعام دینے کے علاوہ اس کی قرآن فہمی و حدیث دانی کا قائل ہو جائے گا۔ یہ بریلوی کیا اگر تمام دنیا کے مرجی علامہ فہامہ اور منکرین تورک اسکھے ہو جائیں اور سرتوڑ کوشش کرنے کے باوجود بھی ہمیں ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے انشاء اللہ تعالی نہ خنجر اسٹے گانہ تلواران سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔نام نہاددین المحق ص ۱۲ تا ۱۳۱۳

الجواب اوّلاً: وہابی صاحب یہاں یہ تو نہیں بتایا کہ وہ کون کی دو روایتوں کو گراتی ایجاد کہدرہ ہیں البتہ ان کے مذکورہ اعتراضوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان دو روایتوں سے ان کی مراد ایک حضرت ابراہیم نحفی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جے مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ابوداؤد کے حوالہ سے کھا ہے تو اسے وہابی صاحب کا گجراتی ایجاد کہنا نری بے حیائی ہے۔ اس پر بیصادق آتا ہے (اذا فَاتَ حَیَائُكُ قُلُ مَا سِینُتُ) جب تیراحیاء فوت ہو جائے تو جو چاہے کے درنہ یہ خودعون المعبود کے حوالہ سے کھھ چکا ہے کہ حضرت ابراہیم نحفی کی روایت ابوداؤد کے صحیح نسخہ میں موجود ہے پھر سے کھھ چکا ہے کہ حضرت ابراہیم خوی کی روایت ابوداؤد کے صحیح نسخہ میں موجود ہے پھر شائے ایک ایک ایک تعددہ ابوداؤد جو تھے محمود حین شخ خود میں ایک کھی ایک بیات کی طرف سے شائع شدہ ابوداؤد جو تھے محمود حسن شخ شانیا: مکتبہ امداد یہ ملتان کی طرف سے شائع شدہ ابوداؤد جو تھے محمود حسن شخ

الحدیث مدرسہ دیو بندہے اس میں الگ مین الخط ابوداؤد کی ان احادیث کولکھا ہے جو صحیح نسخوں میں پائی جاتی ہیں تو انہیں میں زیر بحث ابراہیم تخفی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مجھی لکھا ہے اور پنچ لکھا ہے ہمذا فی نسخة القاری و کذا ہو فی نسخة مقروة علی مولانا شاہ اسحاق رحمته اللہ علیہ ابوداؤدج اص ۱۳۵ لیعنی اسی طرح بیہ حدیث قاری کے نسخہ میں ہے اور ایسے ہی ہی اس نسخہ میں موجود تھی جومولانا شاہ اسحاق پر پیش کیا گیا مگر وہا بی صاحب خوف خدا ہے بے نیاز ہوکرا ہے گجراتی ایجاد کہہ رہے ہیں۔

ثالیاً: دوسری حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی الله عنه کی ہے جے ال صاحب نے گجراتی ایجاد کہا میں کہتا ہوں یہ بلاتحقیق ہے کیونکہ وہا بی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے صرف سنن الکبری للبیہ قل کے کسی نسخہ کو دیکھا تو تھم لگا دیا کہ حدیث بیچق میں موجود نہیں ممکن ہے سنن بیہق کے کسی پرانے نسخہ میں یہ حدیث ملتی ہو جہاں سے مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث کو لکھا نیز امام بیہق کی سنن الکبری للبیہ تل کے علاوہ کثیر کتب ہیں ممکن ہے کہ حدیث ان کی کسی کتاب میں موجود ہو جبکہ مفتی صاحب نے سنن الکبری للبیہ قل کی قید نہیں لگائی مطلق بیہق کہا لہذا بلا تحقیق جبکہ دینا کہ یہ حدیث نبوی نہیں گجراتی ایجاد ہے بالکل نامناسب ہے۔

رابعاً : وہابی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ایک ان دلائل میں ابراہیم نخعی کا ضعیف قول ہے۔ اس کا جواب ہم نے بفضلہ تعالی دیدیا ہے۔ اسے دہرانا فضول ہے۔

خامساً: وہابی صاحب کا میچیلنج کہ کوئی ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرو چس میں آپ کے مسلک کی ترجمانی ہو کہ مرد دونوں تشہدوں میں بائیں پاؤں پر بیٹھے اور عورت دونوں تشہدوں میں پاؤں نکال کر بیٹھے۔اس کے جواب میں نمبرا ہم اپنے دلائل کی صحت ثابت کریں گے نمبر ۲ میڈا بت کریں گے کہ احادیث ہمارا موقف پر دلالت کرتی ہیں نمبر ۳ ثابت کریں گے کہ عورت دونوں تشہدوں میں پاؤں ایک طرف نکال کر بیٹھے۔ومَا تَوْفِیقِی اِلَّا بِاللَّهِ وَهُوَ حَسْبِی وَ کَافِی تشهد معلق احناف كے موقف پر احادیث كی صحت

حوالہ نمبرا، جاء الحق کے زیر بحث باب میں حدیث نمبر ۹۰۸ جو کہ ترمذی وطبرانی کے حوالہ سے ہے اسے نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں:

هلذا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيعٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ سُفَيَانَ النَّوْدِيِّ وَإِبْنِ الْمُبَارَكِ وَآهْلِ الْكُوْفَةِ (جاح الرندى الب) كيف جلوس فى التشهد اور يحديث حن صحح باوراكثر الل علم كاسى پمل باور اس كان عادر الله الله علم كاسى بمل باور الله كوف بين -

حواله نمبر اخود غیر مقلدوں کے امام شوکانی اپنی نیل الاوطارج ۲ص۲۸۲ پر لکھتے

U.

حَدِيثُ وَائِلٍ اَخُرَجَهُ اَيُضًا إِبْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَحَدِيثُ وَاعَدَ اَخُرَجَهُ اَيُضًا اَبُو دَاؤُ دَ بِاللَّهُ ظِ الَّذِي صَحِيْحٌ وَحَدِيثُ وَاعَةَ اَخُرَجَهُ اَيُضًا اَبُو دَاؤُ دَ بِاللَّهُ ظِ الَّذِي سَبَقَ فِي الْبَابِ الْآوَّلِ وَلا مَطْعَنُ فِي اِسْنَادِه وَاَخُرَجَهُ اَيُضًا اِبْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَإِبْنُ حَبَانٍ وَ قَدِ احْتَجَ بِالْحَدِيثَيْنِ الْقَائِلُوْنَ بِاللّهِ وَابْنُ حَبَانٍ وَ قَدِ احْتَجَ بِالْحَدِيثَيْنِ الْقَائِلُوْنَ بِاللّهِ وَابْنُ حَبَابٍ فَرُشِ الْيُسُرِى وَ نَصْبِ الْيُمُني فِي التَّشَهُدِ اللّهِ وَالْعَيْرِ بِاللّهِ وَالْهُوتِيُ وَالْقَاسِمُ وَالْمُؤَيِّدُ بِاللّهِ وَالْوُحَنِيفَةَ وَالْمُؤَيِّدُ بِاللّهِ وَالنَّوْرَيُّ وَالْقَاسِمُ وَالْمُؤَيِّدُ بِاللّهِ وَالْوُحَنِيفَةَ وَالنَّوْرِيُّ

حضرت واکل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اسی طرح ابن ماجہ اور تر مذی نے روایت کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت رفاعہ کی حدیث کو البوداؤد نے روایت کیا ان الفاظ سے جو باب اول میں گزرے اور اس کی سند میں طعن کو تنجیش نہیں اور اسے ابن البی شیبہ اور ابن حبان نے بھی روایت کیا اور تحقیق ان دو حدیثوں کے ساتھ ان حضرات نے دلیل کوئی جو تشہد آخیر میں بایاں پاؤں بچھانے اور دابنا کھڑا رکھنے کے کیڑی جو تشہد آخیر میں بایاں پاؤں بچھانے اور دابنا کھڑا رکھنے کے

استحباب کے قائل ہیں اور وہ حضرت زید بن علی اور ہادی اور قاسم اور موید باللہ اور ابو منیف اور سفیان توری ہیں۔

اس میں شوکانی صاحب نے مذکورہ دو حدیثوں کی صحت کا اقرار کیا ہے اور ساتھ ہیں بھی اعتراف کیا ہے کہ اس کیفیت تشہد کے صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی قائل نہیں بلکہ اور بھی جلیل القدر آئمہ کرام قائل و فاعل ہیں۔

حوالہ نمبر ساعلامہ نیموی حضرت واکل بن جررضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں روّاہ سَعِیْدُ بُنُ مَنْصُورٍ وَالطَّحَاوِیُّ وَاسْنَادُهُ صَحِیْحٌ (آور الن باب ما جانی عدم الورک) اسے سعید بن منصور اور طحاوی نے روایت کیا اور سند اس حدیث کی صحیح ہے۔

حواله نمبر اس باب میں ہی حضرت ابن عمر رضی الله عنهما کی حدیث ان الفاظ اللہ عنہما کی حدیث ان الفاظ

قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلُودِةِ أَنْ تَنْصِبَ قَدْمَ الْيُمْنَى وَاسْتِقْبَالُ بِاصْابِعَهَا الْقِسْرَى وَوَاهُ النِّسَآئِيُّ وَالْبُكُوسُ عَلَى الْيُسْرَى وَوَاهُ النِّسَآئِيُّ وَالْمُنَادُهُ صَحِيْحٌ

فرمایا نماز کی سنت سے ہے کہ تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کراوراس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کو ہواور بیٹھنا بائیں پاؤں پر ہو۔اسے امام نسائی نے روایت کیا اور اسناداس کی صحیح ہے۔

حوالہ نمبر ۵ تا کا مام دارقطنی نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کیفیت تشہد پر تین احادیث لائے ہیں جو کہ حضرت ابن عمر کے بیٹوں حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ سنت بیہ کہ بایاں پاؤں بچھائے اور داہنا کھڑا کرے۔ ان تینوں کو لکھنے کے بعد امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ ھذہ کلھا صحاح۔ بیروایات مجھے ہیں۔ دارقطنی ج اص ۲۵۸۔

حوالہ نمبر ۸ تا ۱۰ دار قطنی پر انتعلیق مجدی میں انہیں احادیث کے متعلق ہے۔ اپنادہ صحیح ان کی اسناد صحیح ہے۔

ابنادہ کی جی احمد یار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بخاری و مسلم ابوداؤد جامع تر مذی نیز مفتی احمد یار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے بخاری و مسلم ابوداؤد جامع تر مذی نیا کی موطا امام مالک اور دیگر معتبر کتب حدیث سے احادیث پیش کی ہیں جن میں سے سواابراہیم نخعی کی روایت کے خود و ہائی صاحب نے بھی اور کسی حدیث کی صحت پر اعتبر اض ہیں کہ پہلے تشہد میں ایسا کیا یا دوسر سے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر میں یہ پہلے تشہد میں ایسا کیا یا دوسر سے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے یا زمین پر بیٹھے لہذا یہ احادیث احناف کے لئے جمت نہیں اب ہم بفضلہ تعالی اس کا جواب دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں تشہد کے باب میں مذکورہ احادیث احناف کے لئے جمت اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے تحت ہیں۔ شارح صحیح مسلم علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے تحت کیسے ہیں:

قَوْلُهَا وَكَانَ يَفُرِشُ رِجُلَهُ الْيُسُرِى وَيَنْصِبُ رِجُلَهُ الْيُمنى مَعْنَاهُ يَهُ وَمَنُ يَجُلِسُ مُ فَتَرِشًا فِيهِ حُجَّةٌ لِآبِي حَنِيْفَةَ رَضِى الله عَنْهُ وَمَنُ وَافَقَهُ إِنَّ الْجُلُوسَ فِي الصَّلُو قِ يَكُونُ مُفْتَرِشًا سَوَاءٌ فِيهِ جَمِيعُ الْجُلَسَاتِ (ملم ١٩٥٥)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنها کا قول کہ (رسول الله صلی الله علیہ وسلم)
اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور داہنا کھڑا کرتے تھے اس کامعنی ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں بچھا کر بیٹھے اس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ
عنہ کے لئے اور جو اس مسئلہ میں ان کے موافق ہوا دلیل ہے کہ بے
شک نماز میں بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا (مسنون) ہے اس کیفیت میں
تمام تشہد برابر ہیں۔

اب وہانی کی بے عقل و کھو جو کہتا ہے کہ ان احادیث میں احناف کی دلیل

نہیں۔شارح سیح بخاری علامہ عینی رحمتہ اللہ علیہ نے اس جیسے ایک اعتراض کا نفیس جواب دیا اور ساتھ قعدہ کی کیفیت کے متعلق حضرت ابن حجر کی حدیث سے وجر استدلال کو یوں بیان فرمایا:

فَإِنْ قُلْتُ مِنْ آيُنَ عُلِمَ إِنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ فَلَمَّا قَعَدَ لِلتَّشَهُّدِ اِفْتَرَشَ رِجُلَهُ الْيُسْرِى ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا وَهِى قَعْدَةُ الْاخِيْرَةَ؟ قُلْتُ عُلِمَ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ جَعَلَ يَدُعُوْ إِنَّ الدُّعَآءَ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي الْحِرِ الصَّلُوةِ (عَدَة القارئ ٢٥٠ ص ١٥٠)

اگرتو کہہ کہ کہاں سے جانا گیا کہ اس کے قول سے کہ جب تشہد کو بیٹا بایاں پاؤں بچھایا پھر اس پر بیٹھا مراد اس کی آخری قعدہ ہے؟ میں کہتا ہوں بیراس کے ان الفاظ سے جانا گیا کہ پھر دعا مانگئے لگے بلاشبہ دعا نہیں ہوئی گرنماز کے آخری تشہد میں۔

امام طحاوی رحمته الله علیه حضرت ابن عمر رضی الله عنهما کی اس حدیث کے تحت کستے ہیں جس میں انہوں نے مسنون طریقه پرتشهد نه بیٹنے پر عذر پیش کیا که ان رجلای لاتحملانی میرے پاؤں میرا بوجھنہیں اٹھاتے۔

فَكَانَ مَعْنَى ذَٰلِكَ إِنَّهُ مَا لَوْحَمَلَتَانِي قَعَدُتُ عَلَى آحَدِهِمَا وَاَقِمْتُ اللهُ عَلَى آحَدِهِمَا وَاَقِمْتُ الْاُخُورِي (طادي السلام)

گومعنی اس کا بیہ ہے کہ اگر وہ میرا بو جھا ٹھاتے تو میں ان دونوں پاؤں میں ہے۔ ایک پر بیٹھتا اور دوسرے کو کھڑ ا کرتا۔

اسی کے تحت انورشاہ کشمیری لکھتے ہیں:

قوله ان رجلای لا تحملانی و تمسك به الطحاوی انه يدل على على ان الرجلين تستعملان في القعدة و هذا اصدق على مذهبنا للجلوس فيه على اليسرى و نصب اليمنى بخلاف في

(فيض البارى على صحيح البخاري ج عص ١١١١)

یعنی اس سے امام طحاوی نے دلیل پکڑی کہ دونوں پاؤں قعدہ میں استعال ہوتے ہیں اور بیصادق آتا ہے ہمارے ندہب پرتشہد بائیں پر بیٹھنے کے لئے اور داہنا کھڑا کرنے میں بخلاف تورک میں کہ اس میں بایاں یا داہنا استعال ہی نہیں ہوتے۔

خود انہی کے گھر کی گواہی لیجے شارح ابوداؤد مس الحق عظیم آبادی غیر مقلد صاحب حدیث کے ان الفاظ شم جلس فافترش دجلہ الیسری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ و جلس علی باطنہا و نصب الیمنی عون المعبودج اس ۱۳۱۱ یعنی اس کا معنی ہے کہ بائیں پاؤں کے باطن پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا کیا فقیر کہتا ہے کہ اگر عفی ہے کہ بائیں پاؤں کے باطن پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا کیا فقیر کہتا ہے کہ اگر غیر مقلد کومعلوم ہوتا کہ اس کے بڑے کیفیت تشہد کے بارے کیا کہہ چکے ہیں تو بین کہتا کہ ذکورہ احادیث میں احناف کے ذہب پرکوئی دلیل نہیں ۔ نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کسے ہیں۔

واز هیئات قعدہ آنست کہ برپائے چپ بنشیند و پائے راست و راست استادہ کند و تقدیم پائے چپ و نصب پائے راست و جلوس بر مقعدهم مروی شدہ و بالجملہ بھر صفت که بنشیند از تربیع و تورك و افتراش جائز باشد و اختلاف آئمه در سنیت است و اشبه آن نماید که مؤدی برصفت مرویه هر صفت که باشد مؤدی سنت ست . (عرف الجادی سنت ست . (عرف الجادی سنا یعنی قعدہ کی کیفیتوں سے یہ ہے کہ بائیں پاؤل پر بیٹے اور داہنا پاؤل کے اور داہنا پاؤل ہے اور مقعد کے بائیں پاؤل اور اہنا پاؤل ہے اور مقعد کی بیٹے اور داہنا پاؤل ہے اور مقعد کے بائیں پاؤل اور کھڑا کرنا داہنا پاؤل ہے اور مقعد کے بیٹے ماری کی بیٹے تر بیٹے اور مقعد کی بیٹے تر بیٹے اور مقعد کی بایاں پاؤل اور کھڑا کرنا داہنا پاؤل ہے اور مقعد کی بیٹے تر بیٹے اور مقعد کی بیٹے تر بیٹے اور مقال میں بیٹے کہ بائیں بیٹے کہ کی بیٹے تر بیٹے اور مقعد کی بیٹے تر بیٹے اور مقال میں بیٹے کہ کی بیٹے تر بیٹے اور مقال میں بیٹے کہ بائیں بیٹے کی بیٹے تر بیٹے کی بیٹے تر بیٹے اور مقال میں بیٹے کی بیٹے تر بیٹے اور مقال میں بیٹے کی بی

تورک اور افتراش سے جائز ہے اور اختلاف آئمہ سنت ہونے میں ہے اور زیادہ مشاہدہ دکھائی دیتا ہے جومرو پیطریقہ پر ادا ہوخواہ کوئی طریقہ ہو وہ سنت کے موافق ہے۔ اس کے مشابد ان کی عبارت مسک الختام میں بھی ہے۔

اس میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ نواب صدیق حسن صاحب نے جوتشہدی کیفیات مروی کا ذکر کیا ہے کہ احناف کے مذہب بایاں پاؤں بچھا کراس پر بیٹھنا اور داہنا پاؤں کھڑا کرنا ان میں صرف شامل ہی نہیں کیا بلکہ اسے ذکر میں مقدم کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بیطریقہ ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اب وحید الزمان غیر مقلد صاحب کی سنیں وہ کیا کہتے ہیں لکھتے ہیں:

ثُمَّ يَجُلِسُ مُ فَتِوِهً ا يَفُرُشُ وِجُلَهُ الْيُسُولِي وَ يَجُلِسُ عَلَيْهَا وَيَجُلِسُ عَلَيْهَا وَيَنْصِبُ الْيُمُنى وَيَسْتَقْبِلُ بِأَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ (زل الابرادج اص ۱۸) پر بیشے پاؤل بچھا کر اس طرح کہ بایاں پاؤل بچھائے اور اس پر بیٹے اور داہنا کھڑا کرے اور انگیوں کا رخ قبلہ کو کرے۔

س میں واضح ہے کہ وحید الزمان غیر مقلد ہونے کے باوجود احناف کے مدہب کے مطابق طریقہ تشہد بیان کررہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مسنون طریقہ یہی ہے مگر نام نہاد دین الحق کے مصنف کے تعصب کا تماشا دیکھو کہ کہتا ہے احناف کے پاس کیفیت تشہد پر کوئی صرح دلیل نہیں۔

مردوزن کے تشہد پرغیر مقلد کا مطالبہ ہم پورا کر دیتے ہیں

اب رہاغیر مقلد کا یہ مطالبہ کہ مرد وعورت کے تشہد کی کیفیت کا فرق حدیث سیج میں دکھاؤ گوہم پیچھے بھی کچھ بیان کر چکے ہیں یہاں مزید بیان کرتے ہیں تا کہ وہا بی صاحب کی تسلی وشفی ہو جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بُنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَتِ الْمَرْءَةُ فِي السَّلُوةِ وَضَعَتُ فَخُذَهَا عَلَى فَخُذَهُا وَسَجَدَتُ الْصَقَتُ بَطُنَهَا فِي فَخُذَهُا فَي فَخُذَهُا فَي فَخُذَهُا الْاُخُورِي وَإِذَا سَجَدَتُ الْصَقَتُ بَطُنَهَا فِي فَخُذَهُا كَاسَّتَرُ مَا يَكُونُ لَهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنُظُرُ النَّهَا وَيَقُولُ يَا كَاسَّتَرُ مَا يَكُونُ لَهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنُظُرُ النَّهَا وَيَقُولُ يَا مَلِيكَتِي اللَّهَ لَكُمُ النَّهُ عَلَمُ اللَّهُ عَفُرْتُ لَهَا . (سَن الكبريُ يَنِي بَعُ مِ مَا الله عليه وَالله عبدالله الله الله عليه وسلم في عبدالله الله الله عليه وسلم في عبدالله الله عليه وسلم في الله عبدورت نماز عين تشهد بيش تو ايك ران كو دوسرى ران پرركھ اور جب سجده كرے تو اپن پيك كو رانوں سے ملا دے كو كه بياس كا زيادہ سر ہے جو اس كے لئے ہونا چا ہے بشك الله اس كى طرف نظر فرما تا ہے اور فرشتوں سے فرما تا ہے كہ اے ميرے فرشتو! عين تمهيں گواہ بنا تا ہوں كه بي شك عيں نے اسے بخش ديا۔

مصنف ابن الى شيبه ج اص٢٠٢ پر ہے۔

حَـدَّثَنَا ٱلْوُبَكُرِ قَالَ حَدَّثَنَا ٱلُوالْآحُوصُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْحَوَى اللهِ الْأَحُوصُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْمَرْءَةُ فَلْتَحْتَضِرُ وَلِتَضُمُّ الْحَارِثِ الْمَرْءَةُ فَلْتَحْتَضِرُ وَلِتَضُمُّ فَخُذَيْهَا

حفرت علی کرم اللہ وجہد الکریم سے ہے کہ فر مایا جب عورت سجدہ کرے تو سکڑ جائے اور رانوں کو ملا لے بعنی پیٹ سے۔

اس کے اس صفحہ پر ہے:

حَدَّثَنَا آبُوبَكُو قَالَ نَا آبُو عَبُدِ الرَّحُمٰنِ الْمُقُرِيِّ عَنُ سَعِيْدِ بَنِ آيُوبَ كَنُ سَعِيْدِ بَنِ آيُوبَ عَنُ اللهِ بَنِ الْاَشْجِ آيُّوبَ عَنْ الْبَنِ عَبْدِ اللهِ بَنِ الْاَشْجِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بَنِ الْآشِجِ عَنْ الْبَنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ لَهُ سُئِلَ عَنْ صَلُوةِ الْمَرْءَةِ فَقَالَ تَجْتَمَعُ وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ آنَّ لَهُ سُئِلَ عَنْ صَلُوةِ الْمَرْءَةِ فَقَالَ تَجْتَمَعُ وَ تَحْتَضِرُ

ابن عباس رضی الله عنهما سے عورت کی نماز کا پوچھا گیا تو فرمایا وہ اپنے

اعضاء کو جمع کرے اور سکڑ جائے۔اس میں دلیل اول حدیث مرفوع ہے جس میں واضح ہے کہ عورت تشہد میں ایک ران کو دوسری ران سے ملائے بیاس صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ پاؤں ایک جانب نکا لے۔ دلیل ٹانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو کہ حدیث کی ترجمانی کرتا ہے کہ عورت سکڑ کر اور اعضاء کو ملا کر سجدہ کرے جب سجدہ میں پیچکم ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے ستر کا اہتمام ہے تو تشہد میں بھی اسے وہی ہیئت اچھی ہے جس میں اس کے لئے ستر کا اہتمام ہواور وہ یہی ہے جس کا حکم حدیث میں گزرا کہ عورت تشہد میں ایک ران کو دوسری سے ملا کر بیٹھے۔

تبیری دلیل امام المفسرین عبدالله ابن عباس رضی الله عنهما کا ارشاد ہے جس میں عورت کے لئے اعضاء ملانے اور سمٹ کر بیٹھنے کا حکم ہے مگر وہابی حضرات الٹی حال چلتے ہیں مردوزن کے سجدہ وتشہد بیٹھنے کا فرق نہیں کرتے۔اب زیر بحث باب کی دوسری فصل شروع ہوتی ہے۔اس میں مفتی احمد بار خال تعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں۔ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔اب تک اس مسکلہ کے متعلق وہابیوں غیر مقلدوں کے جس قدر دلائل ہم کومل سکے ہیں ہم انہیں مع جوابات پیش کرتے ہیں۔رب تعالی قبول فرمائے آمین۔

تشہد سے متعلق غیر مقلدوں کے اعتر اضوں کے جواب

اعتراض نمبرا: طحاوی شریف نے حضرت کیجیٰ ابن سعید سے روایت کی۔ اَنَّ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ ارَاهُمُ الْجُلُوسَ فَنَصَبَ رِجُلَهُ الْيُمْنَى وَتَنْي رِجْلَهُ الْيُسُرِى وَ جَلَسَ عَلَى وَرْكِهِ الْيُسْرِي وَلَمْ يَجْلِسُ عَـلْى قَدَمَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَرَانِي هَلْهَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ وَحَدَّثِنِي اَنَّ اَبَاهُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَفْعَلُ ذلِكَ

کہ قاسم ابن مجمد نے ان کونماز میں بیٹھنا سکھایا تو اپنا داہنا یاؤں کھڑا کیا اور

بایاں یاؤں بچھایا اوراپنی بائیں سرین پر بیٹھے۔آپ دونوں قدموں پر نہ بیٹے۔ پھر قاسم نے فرمایا کہ یہی مجھےعبداللد ابن عبراللد ابن عمر نے دکھایا اور جھے خبر دی کہان کے والدحضرت عبداللہ ابن عمر ایبا ہی کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں یاؤں ایک طرف نکال کرزمین پر بیٹھنا سنت صحابہ ہے اور صحابہ کرام نے بیمل اس لئے کیا کہ حضور کو ایسے ہی کرتے و یکھا۔ جواب اس کے چند جواب ہیں ایک بیر کہ بیر حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نماز کی ہر التحیات میں اس طرح بیٹھتے تھے مگرتم کہتے ہو کہ بہلی التحیات میں بائیں یاؤں پر بیٹے اور دوسرے میں اس طرح بیٹے۔لہذا بیرحدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ دوسرے پیر کہ بیرحدیث اس روایت کے بھی خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں پیش کر کیے ہیں کہ سیدنا عبداللد ابن عمر دونوں التحیات میں بائیں یاوک پر بیٹھتے تھے وہ حدیث نہایت قوی تھی۔ بیرحدیث اسناد کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے۔ قیاس شرعی کے بھی خلاف اور جب حدیثوں میں تعارض ہوتو جو حدیث قیاس شرعی کے موافق ہوگی اسے ترجیح ہوگی۔ تیسرے بیکداس حدیث سے تمہارا قول ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں پی تصریح نہیں کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زمین پرسرین رکھ كر بيٹھتے تھے يہ ہے كه دونوں قدموں ير نه بيٹھتے تھے۔ واقعی نمازی دونوں قدموں ير نہیں بیٹھتا۔ بلکہ صرف ایک قدم یعنی بائیں پر بیٹھتا ہے لہذا اس میں تہاری کوئی دلیل نہیں۔اس کا غیرمقلد نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس بے حیارے کی مجبوری میہوگی کہ اس کا جواب دینا اپنا گریبان کھولنے کے مترادف تھا کیونکہ اس مذکورہ حدیث کو اپنی دلیل سینه زوری سے بناتے ہیں حقیقة ان كا مذہب اس میں ثابت نہیں نیز حدیث ضعیف بھی ہے جبیا کہ فتی صاحب نے بیان فرمایا۔اب جاءالحق سے وہابیوں کا دوسرا اعتراض اورمفتی صاحب رحمته الله علیه کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

اعتراض نمبر ۲: طحاوی شریف اور ابوداؤد نے محمد ابن عمرو ابن عطاء سے ایک

طویل حدیث روایت کی جس کا مخص بیدے:

سَمِعْتُ اَبَا حُمَيْدِ السَّاعِدِى فِى عَشُرَةٍ مِّنُ اَصُحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنا اَعْلَمُكُمْ بِصَلُوةٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَنَّهُ كَانَ فِى الْجَلْسَةِ الْاُولٰى يُثْنِى رِجُلَهُ الْيُسُرِى فَيَقَعُدُ عَلَيْهَا حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجُدَةُ الَّتِى يَكُونُ فِى الْحِرِهِ التَّسُلِيمُ اَخَرَ رِجُلَهُ الْيُسُرِى وَقَعَدَ مُتَورِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْاَيْسَرُ فَقَالُوْ اتِسْعًا صَدَقَتَ

میں نے ابوحید ساعدی کو دس صحابہ کی جماعت میں فرماتے ہوئے سنا۔
آپ نے فرمایا کہ میں تم سب میں حضور کی نماز کو زیادہ جانتا ہوں۔ فرمایا
کہ حضور صلی الله علیہ وسلم پہلی التحیات میں اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور
اس پر بیٹھتے تھے جب وہ سجدہ فرما لیتے جس کے آخر میں سلام ہے تو اپنا
بایاں پاؤں ایک جانب نکال دیتے اور اپنے بائیں سرین پر زمین پر
بیٹھتے تو صحابہ نے فرمایا کہتم سے کہتے ہو۔

اس حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا کہ پہلی التحیات میں پاؤں پر اور دوسری
التحیات میں زمین پر بیٹھنا سنت ہے اور ابوحمید ساعدی نے بیہ حدیث دس صحابہ کا
جماعت میں ذکر کی اور ان سب نے اس کی تصدیق فرمائی۔معلوم ہوا کہ عام صحابہ کا
وہی طریقہ تھا جس پر ہم عامل ہیں۔ یہ غیر مقلد وہا پیوں کی مایہ ناز حدیث ہے۔
وہی طریقہ تھا جس پر ہم عامل ہیں۔ یہ غیر مقلد وہا پیوں کی مایہ ناز حدیث ہے۔
وہائی جھوٹے راوی کی روایت کو دلیل مانتے ہیں

جواب یہ حدیث ضعیف ہی نہیں بلکہ محض گڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس کا راوی محمد ابن عمر وابن عطاء ہے جو بہت جھوٹا ہے وہ کہتا تھا۔ سَمِ عُتُ اَبَا حُمَیْدٍ وَّ اَبَا فَعَادَةً مِیں میں میں نے ابوحید اور ابوقادہ سے سنا حالانکہ حضرت ابوقادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہی کے زمانہ میں شہید ہوئے حضرت علی نے ہی ابوقادہ کی نماز

جنازہ پڑھی اور محمد ابن عمر خلافت حیدری کے بعد پیدا ہوا پھر ابوقتادہ سے کیسے ملا۔ ایسا جھوٹ آدی ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ نہ اس کی حدیث قابل عمل ہے۔ دیھو طحاوی شریف اسی باب کا آخر ابوجید ساعدی کی صحیح حدیث وہ ہے جو طحاوی شریف نے اسی باب میں بروایت عباس ابن سہل روایت کی جو ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے جس میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور التحیات پڑھتے میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور التحیات پڑھتے ۔ فسوس ہے کہ آپ ایسی واہی اور ضعیف بلکہ جھوٹے راویوں کی روایتوں پر اپنے نہ ہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں اور جب حنی اپنی تائید میں صحیح حدیث پیش کریں تو اس پر جیلوں بہانوں سے ضعیف ضعیف کی رٹ رگاتے ہیں اور اگر بیحدیث صحیح مان بھی کی شریف ای اور اگر بیحدیث حجے بیں۔ ہماری جائے تب بھی گزشتہ ان احادیث کے خلاف ہوگی جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ ہماری جائی ما حادیث چونکہ قیاس شرعی کی تائید سے قوت حاصل کر چکی ہیں لہذا وہی قابل عمل ہیں۔ یہ صدیث بالکل نا قابل عمل۔

غیرمقلد کا اس پر پہلا و دوسرا اعتراض:

مذکورہ حدیث صحیح ہے محدثین کرام نے اس کی صحت کو واضح کیا ہے اور فقہاء احناف نے اسے صحیح یقین کرکے میہ تاویل بلا دلیل کی ہے کہ معذوری کی وجہ سے ایسا کیا تھا (عام کتب فقہ)

ٹانیاً: مذکورہ حدیث میں قطعاً نہیں سمعت ابا قادہ بیہ مفتی صاحب کا صریحاً مجھوٹ ہے اور جوشرح معانی الآثار میں طحاوی نے کہا وہ ایک اور طریق سے مروی روایت پر طحاوی کا اعتراض ہے اور نہ ہی طحاوی نے محمد بن عمر وکو کذاب کہا ہے۔ نام نہاد دین الحق ص ۱۰۶۔

الجواب اولاً: غیر مقلد کا بلاحوالہ کہددینا کہ محدثین کرام نے اسے سیح کہا ہے غیر معتبر ہے جبکہ مفتی احمدیار خال نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے رفع یدین کی بحث میں مذکورہ روایت کو بحوالہ ضعیف ثابت کیا ہے۔

فانیاً: غیر مقلد کا کہنا کہ فقہاء احناف نے اسے سے کھیں کرکے بیتا ویل بلادلیل کی ہے کہ معذوری کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ فقیر پوچھتا ہے کہ وہائی جی جب آپ احناف کے دلائل کو خلاف مذہب دیکھ کرتا ویل اور احتالات گھڑنے گئے ہیں اس وقت آپ پر لازم آتا ہے کہ آپ نے ان دلائل کو صحیح یقین کرلیا ہے اگرتم پر بیلا زم نہیں آتا تو احناف پر بھی نہیں آتا نیز یہ بھی وہائی صاحب کی غلط بیانی ہے کہ احتاف نے بلادلیل تاویل گھڑی ہے مالانکہ احناف کے پاس اس تاویل پر دلیل ہے وہ بیکہ جاء الحق کے زیر بحث باب کی پہلی فصل میں بہت می احادیث مرفوعہ سے عدم تورک ثابت ہے اگر ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بالفرض صحیح مانا جائے تو اس تورک کو حالت عذر پر محمول کیا جائے گا ور نہ بی عدم تورک کی احادیث جن کی صحت کو ہم نے او پر ثابت کیا ہے کے خلاف ہوگی اور ابوحمید ساعدی کی اس روایت کے بھی جس سے عدم تورک ثابت ہے لہذا اس کے پیش نظر اس ساعدی کی اس روایت کے بھی جس سے عدم تورک ثابت ہے لہذا اس کے پیش نظر اس کی بیتا ویل ضروری ہے۔

الله: ہمارے اصل اعتراض سے غیر مقلد پیچھانہیں چھڑا سکتے کیونکہ زیر بحث روایت پر ہمارااصل اعتراض ہے کہ اس کے راوی محمد بن عمر و بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابو حمید ساعدی کو جماعت صحابہ میں جن میں ابوقادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ایسا کہتے سنا جیسا کہ ابوداؤدو طحاوی کی روایت اس پر شاہد ہے۔ ابوداؤد کے لفظ یہ ہیں:

"قال احمد قال اخبرنى محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حميد الساعدى فى عشرة من اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم منهم ابوقتادة" . (ابوداودن:١٩٨١)

میں نے ابوحمید ساعدی کورسول الله صلی الله علیہ وسلم کے دس صحابہ میں سنا ان میں ابوقیا دہ بھی مخصے حالا نکہ نداس نے ابوحمید ساعدی رضی الله عنہ سے سنا اور ندان صحابہ سے جن کا ذکر اس کے ساتھ کیا جبیبا کہ امام طحاوی نے اس کے اس جھوٹ کی نشاندہی کی چنانچے فرماتے ہیں:

و مانی مجهول راوی کی روایت کودلیل بناتے ہیں

"وَإِمَّا حَدِيْتُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بَنِ جَعْفَرٍ فَالَّهُمْ يُضَعَّفُونَ عَبْدَ الْحَمِيْدِ بَنِ جَعْفَرٍ فَالَّهُمْ يُضَعَّفُونَ عَبْدَ الْحَمِيْدِ فَلَا يُقِيمُونَ بِهِ حُجَّةً فَكَيْفَ يُحْتَجُّونَ بِهِ فِي مِثْلِ هلدَا وَمَعَ ذَٰلِكَ فَانَ مُحَمَّدَ بُنَ عَمْرِو بَنِ عَطَاءٍ لَمْ يَسْمَعُ ذَٰلِكَ الْحَدِيْثِ الْحَدِيْثِ الْحَدِيْثِ مِنْ آبِي حُمَيْدٍ وَلا مِمَّنُ ذُكِرَ مَعَهُ فِي ذَٰلِكَ الْحَدِيثِ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمَا رَجُلٌ مَجْهُولٌ " . (مانى الله الله الطاوي، نَ الم ١٥١)

اورعبد الحمید بن جعفر کی حدیث تو بے شک (محدثین نے) عبد الحمید کو ضعیف کہاہے پس وہ اسے جمت نہیں بناتے اور اس کے ساتھ سے بھی کہ بے شک میں عطاء نے اسے ابوحمید ساعدی سے نہیں سنا اور ندان سے جن کا ذکر اس کے ساتھ کیا ان دونوں کے درمیان کوئی مجہول راوی چھوٹ

غيرمقلدول كامنقطع حديث يرمل:

علام طحاوى رحمة الشعليم ريد باب صفة الحبوس فى الصلوة ميس لكه بين: "وَالَّذِى رَوَاهُ مُحَمَّدُ بُنُ عَمْرٍ و فَعَيْرُ مَعْرُوفٍ وَّلا مُتَّصَلٌ عِنْدَنَا عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ وَآبَا قَتَادَةَ عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ وَآبَا قَتَادَةَ وَوَفَاةٌ اَبِى قَتَادَةَ قَبُلَ ذِلِكَ بِدَهْ مِ طَوِيْلٍ لِلاَّنَهُ قُتِلَ مَعَ عَلِيٍّ رَضِى اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَصَلّى عَلَيْهِ عَلِيٌّ فَآيُنَ سَنَّ مُحَمَّدُ بُنُ عَمْرِ و بُن عَطَاءٍ مِّنُ هِلَذَا".

اوروہ جے ابوحمید سے محمد بن عمرو بن عطاء نے روایت کیا ہمارے نزدیک غیر معروف ہے اوراس کی اسناد بھی متصل نہیں کیونکہ اس کی حدیث میں ہے کہ وہ ابوحمیداو رابوقادہ کے پاس حاضر ہوئے حالانکہ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ان سے پہلے طویل زمانہ ہو چکی تھی اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور (خلافت) میں شہید

ہوئے اور حضرت علی نے ان پر نماز جنازہ پڑھی تو پھر محمد بن عمرو بن عطاءاس زمانہ میں کیسے پیدا ہوئے؟ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر علامہ عینی نے بھی اعتاد کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"ثُمَّ اَجَابَ الطَّلَحَاوِيُّ عَنْ حَدِيْثِ اَبِي حُمَيْدِ الَّذِي إِحْتَجَّ بِهِ الشَّافِعِيُّ وَغَيْرُهُ بِمَاملحِصه إنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ لَّمُ يَسْمَعُ هَلَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ وَّلا عَنْ اَحَدٍ ذُكِرَ مَعَ اَبِي حُمَيْدٍ وَ بَيْنَهُ مَا رَجُلٌ مَّجْهُولٌ وَ مُحَمَّدُ بَنُ عَمْرو ذكر فِي الْحَدِيْثِ آنَّهُ حَضَرَ ٱبُوْ قَتَادَةً وَسَنَّهُ لَا يَحْمَلُ ذِلِكَ فَإِنَّ اَبَا قَتَادَةً قُتِلَ قَبُلَ ذَٰلِكَ بِدَهُرٍ طَوِيُلٍ لِاَنَّهُ قُتِلَ مَعَ عَلِيٍّ رَضِىَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ عَلِيٌّ" - (عدة القارى جلدنبر١ صفي نبر١٥١،١٥٠) پھرامام طحاوی نے اس حدیث کا جواب دیا جس سے جحت پکڑی امام شافعی وغیرہ نے کہ بے شک محمر بن عمرو بن عطاء نے اس حدیث کو نہ تو ابوحمید ساعدی سے سنا اور نہ ان سے جن کا ذکر اس کے ساتھ ہوا (کہ بید حفرات وہاں موجود تھ) ان دونوں کے درمیان سند میں کوئی مجہول راوی چھوٹ گیااور محمد بن عمرونے حدیث میں ذکر کیا کہ حضرت ابوقتادہ وہاں موجود تھے حالانكدان كازمانداس كے (موجود بونے كا) احمال نہيں ركھتا يس بے شك ابوقمادہ اس سے پہلے طویل زمانہ شہید ہو چکے تھے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللّٰدعنہ کےلشکر کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت علی رضی اللّٰدعنہ نے

ومابیون کا تورک کے مسئلہ میں ضعیف روایت برعمل:

ان پرنماز جنازه پڑھی۔

علاوہ ازیں تورک کے قاتلین کے زیر بحث روایت میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ایک رادی عبدالحمید بن جعفر نہایت ضعیف ہونے کے ساتھ قدری المذہب ہے چنانچہ علامه ابن التركماني رحمة الله علية فرماتي بين:

"فالمته المحدد الله المحدد ال

غير مقلدصاحب كاتيسرااعتراض:

ید دعویٰ که ابوقاده خلافتِ حیدری میں فوت ہوئے بلا دلیل ہے حافظ ابن حجر رحمة الله علیه فرماتے ہیں:

"مات سنة اربع خمسين وقيل ثماني وثلثين والاول اصيح واشهر" ـ (تقريب ٣٠٠)

لینی ابوقاده کی وفات ۵۲ جری میں ہوئی تھی اور کہا گیا کہ ۳۸ ہجری میں ہوئی کیکن پہلی بات ہی زیادہ صحیح اور معروف ہے۔ امام بیہقی معرفة السنن والا ثار میں لکھتے ہیں:

"ان ابا قتاده قتل مع على رواية شازة رواها الشعبى والمسحيح الذى اجمع عليه اهل التاريخ انه بقى الى سنة اربع و خمسين" ـ (كنانى شب الرايم اله)

ابوقادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے پیروایت شاذ ہے جبکہ سے ہیں ہے اور اس پر اہل تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ ۵۴ جری تک زندہ رہے (اس کے بعد وفات پائی) امام بخاری امام ترندی امام لیث امام ابن مندہ اور واقدی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ آپ کی وفات ۵۴ جری میں ہوئی۔ (تہذیب ۱۹۵۹) اور جوفر ایق فان کی طرف سے ابوقا دہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کی روایت بیان کی جاتی ہے اتی ہے اسے نقل کر کے امام بیہی فرماتے ہیں:

''ه کندا روی و هو غلط لان اباقتاده رضی الله تعالی عنه بقی

بعد علی رضی الله تعالی عنه مدة طویلة'' ، (اسن اکبرئ ۲۰۰۰)

یعنی حضرت علی رضی الله عنه نے ابوقاده رضی الله عنه پرنماز جنازه پڑھائی غلط ہے

کیونکہ آپ حضرت علی رضی الله عنه کی شہادت کے بعد ایک طویل مدت تک زندہ رہے۔

ام بیبی کے اس فیصلے کے علاوہ اس کی سند میں موئ بن عبد الله بن بزید ہے (بیق بیسی سند میں موئ بن عبد الله بن بزید ہے (بیق بیسی سند میں موئ بن عبد الله بن بزید ہے (بیق بیسی سند میں موئ بن عبد الله بن ابن بندہ سندہ ہیں اور اس کی حضرت علی سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور صحابہ کرام سے اس کی روایت مرسل ہے (مراسل ابوعاتم ص۱۵) نام نہاد دین الحق ص۱۶۰۰۔

الجواب اولاً: وہابی صاحب فرمارہے ہیں کہ یہ دعویٰ بلادلیل ہے کہ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت حیدری میں ہوئی پھراسے بلادلیل ثابت کرنے کو پہلے حافظ بن حجر کی عبارت لائے جس میں انہوں نے دوروایتوں کا ذکر کیا ہے ایک بیہ کہ حضرت بلوقادہ کا وصال ۵۴ ہجری کو ہوا دوسری ہیہ کہ ۳۸ ہجری کو ہوا۔ حافظ ابن حجر نے پہلی روایت کو جس میں ۵۴ ہجری فدکور ہے کوزیادہ صحیح کہا ہے جس کا یہ مطلب ہر گرنہیں کہ دوسری روایت فلط ہے پھر وہابی صاحب دعویٰ بلا دلیل کس لئے کہتے ہیں پھر وہابی صاحب امام بیعق کی دومتضادعبارتیں لائے ہیں ایک ان کی معرفة السنن والآ ثار سے صاحب امام بیعق کی دومتضادعبارتیں لائے ہیں ایک ان کی معرفة السنن والآ ثار سے جس میں اس روایت کوشاذ کہا جس میں ہے کہ حضرت ابوقادہ حضرت علی کی خلافت میں جس میں اس روایت کوشاذ کہا جس میں ہے کہ حضرت ابوقادہ حضرت علی کی خلافت میں

شہیدہوئے۔دوسری سنن الکبری بیہ فی ہے جس میں اس روایت کو کہ ان کا وصال خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ہوں ہے۔ علط کہدرہ ہیں حالا نکہ شاذ کا معنی غلط نہیں لہذا ان کی علی رضی اللہ عنہ من مضاد ہیں محرک جونکہ وہائی صاحب کے مفاد میں ہیں اس لئے آئسیں بند میدونوں عبارتیں متضاد ہیں مگر چونکہ وہائی صاحب کے مفاد میں ہیں اس لئے آئسیں بند سے ہوئے ان کی تقلید کر رہا ہے حالا نکہ اس بیہ فی کی ذیل میں اسی جگہ علامہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ التونی ۲۵ می جری نے اس بر بیہ فی کا تعاقب کیا ہے۔

علامه ابن التركماني في امام يبهق كاتعاقب كيا

چنانچفر ماتے ہیں:

"قُلْتُ مَا ذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ اَوَّلاً إِنَّ عَلِيًّا صَلَّى عَلَى آبِى قَادَةً . وَجَالُهُ ثِقَاتُ وَآخُرَجَهُ اَيُضًا إِبْنُ آبِى شَيْبَةً فِى مُصَنَّفِهِ فَرَوَاهُ عَنْ وَجَالُهُ ثِقَاتُ وَآخُرَجَهُ اَيُضًا إِبْنُ آبِى شَيْبَةً فِى مُصَنَّفِهِ فَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بُنِ نَمَيْ وَوَكَيْعٍ قَالا ثَنَا السَّمْعِيلُ بْنُ آبِى خَالِدٍ فَلَاكَرَهُ وَقَالَ ابُو عُمْرَ فِى الْإِسْتِيْعَابِ رُوىَ مِنْ وُجُوهٍ عَنْ آبِى مُوسَى وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدِ الْانْصَارِي وَعَنِ الشَّعْبِي آنَّهُمَا قَالاَ صَلّى عَلِي عَلَى آبِى قَتَادَةً فَكَبَرَ عَلَيْهِ سَبْعًا قَالَ الشَّعْبِي آنَّهُمَا قَالاَ صَلّى عَلِي عَلَيْهِ وَقَدْ قَتَادَةً سَنَةً ارْبَعِينَ وَقَالَ وَقَالَ الشَّعْبِي عَلَى الْمُوتِي وَقَالَ الشَّعْبِي اللهُ عَلَى اللهَ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ وَقَالَ السَّعْبِي وَكَانَ بَدُرِيًّا الْكَلابَاذِي قَالَ الشَّعْبِي وَكَانَ بَدُرِيًّا الْكَلابَاذِي قَالَ السَّعْبِي وَكَانَ بَدُرِيًّا الْكَلابَاذِي قَالَ الشَّعْبِي وَكَانَ بَدُرِيًّا الْكَلابَاذِي قَالَ الشَّعْبِي وَكَانَ بَدُرِيًّا الْكَلابَاذِي قَالَ الشَّعْبِي وَقَالَ السَّعْبِي وَقَالَ السَّعْبِي وَكَانَ بَدُرِيًّا الْكَلابَاذِي قَالَ الْمُعْمِي وَكَانَ بَدُولَ اللهَ الْمُعْلِقِ وَقَالَ السَّعْبِي وَقَالَ اللَّهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللَّهُ وَقَلْ اللهُ عَلَى اللَّهُ وَقَلْ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى السَّعْدِ وَاللَّهُ اللهُ عَلَى اللَّهُ وَلَا اللهُ عَلَى اللَّهُ وَاللَّهُ عَلَى اللَّهُ وَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ وَلَى اللَّهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُ اللَّهُ اللْهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

(الجوهرائقي مع البيه قي: ج م ص ٢ ٣٤١٣)

میں کہتا ہوں جس روایت کو بیم ق نے اولاً ذکر کیا کہ بے شک حضرت علی نے ابوقادہ پرنماز جنازہ پڑھی اس کے سب راوی ثقل ہیں اور اسے روایت کیا ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں تو روایت کیا اس نے اسے عبداللہ بن نمیر اور وکیج سے ان دونوں نے کہا ہمیں بیان کیا اس نے اسے عبداللہ بن نمیر اور وکیج سے ان دونوں نے کہا ہمیں بیان کیا آسمعیل بن ابی خالد نے اور ابوعمر نے الاستعاب میں کہا کہ بیدوایت متعمرہ کے مان دونوں نے کہا کہ حضرت ابوقیادہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی جس میں انہوں نے سات تکبیریں کہیں۔

شعمی نے کہا کہ وہ بدری صحابی تھے اور کہا کہ حسن بن عثان نے بیان کیا فوت
ہوئے حضرت البوقادہ چالیس ہجری کو اور الکلابازی نے کہا کہ بیان کی ابن سعد بن؟؟؟
نے کہا ہمیں بیان کیا هیشم بن عدی نے کہ فوت ہوئے کوفہ میں ۔اور حضرت علی بھی وہاں
تھے انہوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔اور تحقیق ہم نے پہلے ذکر کر دیا کفیۃ الجلوس کے
باب میں پہلے اور دوسر نے تشہد میں اور بیقول شجے ہے۔اور جس نے کہا کہان کا وصال ہوا
باہ ہجری میں پس و صحیح نہیں۔

اوراس بیان سے ظاہر ہوا کہ بے شک وہ جوامام بیہ ق نے کہا کہ بیہ غلط ہے حقیقت میں غلط نہیں ۔صاحب الجوھرائقی دوسرے مقام پر فر ماتے ہیں :

"وَقَالَ الْقَطَّانُ مَا مَلْخِصُهُ فَيَجِبُ النَّبُتُ فِى قَوْلِهِ فِيهِمُ اَبُوْ قَسَادَةَ فَاِنَّ اَبَا قَتَادَةَ قُتِلَ مَعَ عَلِيٍّ وَّهُو صَلَّى عَلَيْهِ هَاذَا هُوالصَّحِيْحُ وَقُتِلَ عَلَى سَنَةِ اَرْبَعِيْنَ وَ مُحَمَّدُ بَنُ عَمْرٍ وَّلَمُ يُدُرِكُ ذَلِكَ وَقُتِلَ تُوقِّى اَبُو قَتَادَةَ سَنَةَ اَرْبَعَ وَحَمْسِيْنَ وَلَيْسَ بِصَحِيْحِ ".

(الجو ہرائقی مع الیہ قی جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۸)

حضرت قطان نے کہا جس کامحصل ہے کہ پس لا زم ہے اس کے اس قول میں ثابت کرنا جس میں کہا کہ ان صحابہ میں ابوقادہ بھی موجود تھے پس بے شک ابوقادہ شہید ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور اس نے اس پرنماز جنازہ پڑھی اور بیر صحیح ہے کہ حضرت علی ۲۵ جری میں شہید ہوئے اور محمد بن عمرو نے بیز مانہ پایا ہی نہیں اور جو کہا گیا محضرت ابوقا دہ رضی اللہ عنہ نے ۲۵ جری کو وفات پائی بیضیح نہیں۔ اس میں علامہ ابن الرّ کمانی نے اس روایت کو میچے کہا جس میں آیا کہ حضرت ابوقا دہ رضی اللہ عنہ کا وصال کو فہ میں خلافت حیدری میں ہوا اور حضرت امیر المونین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ بیسی خلافت حیدری میں ہوا ور حضرت امیر المونین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی امان کا وصال ۵۴ جری کو ہوا مگر و ہابی صاحب کو تعصب نے اس قدر مخبوط کیا کہ کہد دیا احناف کے پاس اس وعویٰ پرکوئی دلیل نہیں کہ حضرت ابوقا دہ کی وفات خلافت حیدری میں ہوئی۔ اب یہاں میں بیان عام بیان الرکمانی کا مقام کیا ہے۔

علامه حافظ ذهبي ان كمتعلق لكھتے ہيں:

"ابن التركماني على بن عثمان ابراهيم بن مصطفىٰ المار ديني الحنفي قاضى القضاة الامام العلامة الحافظ علاء الدين" (تذكرة الحفاظ ح٥٠)

العدين المراز مرافع على بن عثان بن ابراجيم بن مصطفى مارديني حنى علاء الدين قاضى

القاضاة بين امام علامه حافظ بين-

علامه ابن التركماني كے ذكور چخفيق پرشعيب الارنؤ وط جوكه ناصر الباني غير مقلد كے شاگرديس اعماد كرتے ہوئے لكھتے ہيں:

"ذَكَرَ ذَٰلِكَ فِي السُّنُنِ الْكُبُراى" . (٣٦/٣) -

وَتَعَقَّبَهُ إِبْنُ الْتُرْكَمَانِيُّ) فَقَالَ فِي حَدِيْثِ عَلِيٍّ إِنَّهُ صَلَّى عَلَى ابِي قَتَادَةَ فَكَبَّرَ سَبْعًا وَجَالُهُ ثِقَاتٌ وَاَخُرَجَهُ اَيُضًا إِبْنُ اَبِي اللهِ فَتَادَةَ فَكَبَّرَ سَبْعًا وَجَالُهُ ثِقَاتٌ وَاَخُرَجَهُ اَيُضًا إِبْنُ اَبِي شَيْرٍ وَوَكَيْعٍ قَالًا حَدَّثَنَا شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ فَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَوَكَيْعٍ قَالًا حَدَّثَنَا اللهِ بْنِ نَمَيْرٍ وَوَكَيْعٍ قَالًا حَدَّثَنَا اللهِ بْنِ نَمَيْرٍ وَوَكَيْعٍ قَالًا حَدَّثَنَا اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اللهِ عَلْ اللهُ اللهِ اللهُ اللّهُ الللهُ اللهُ

وُجُوهٌ عَنُ مُّوْسَى بُنِ عَبْدِ اللهِ بُنِ يَزِيْدِ الْاَنْصَارِيّ وَالشَّعْبِيِّ النَّهُ مَا قَالَا صَلَّى عَلِيٌّ عَلَى اَبِى قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبُعًا . قَالَ الشَّعْبِيُّ وَكَانَ بَدُرِيًّا . وَقَالَ قَالَ الْحَسَنُ بَنُ عُثْمَانَ مَاتَ ابُو قَتَادَةَ سَنَةَ اَرْبَعِيْنَ وَقَالَ الْكُلَا بِاَذِيُّ قَالَ اِبْنُ سَعْدِ اَخْبَرَنَا الْهَيشُمُ فَتَادَةَ سَنَةَ اَرْبَعِيْنَ وَقَالَ الْكُلَا بِاذِيُّ قَالَ اِبْنُ سَعْدِ اَخْبَرَنَا الْهَيشُمُ بَنُ عَدِيٍّ قَالَ ابْنُ سَعْدِ الْخَبْرَنَا الْهَيشُمُ بَنُ عَدِيٍّ قَالَ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ بَنُ عَلِيهِ وَقَدُ بَنُ عَلِيهِ وَقَدُ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللهَ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللهَ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللهَ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللّهَ وَاللّهُ اللهَ عَلَيْهِ وَقَدُ اللّهُ اللهَ اللهَ اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللهُ الل

'' لینی ذکر کیاا سے بیہی نے سنن الکبری جہم ۳۳ پراوراس کا تعاقب کیا ابن تر کمانی نے پس کہاعلی کی حدیث میں ہے کہ اس نے ابوقادہ پر نماز پڑھی تو سات تکبیریں کہیں۔اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اسے روایت کیا ابن الی شیبہ نے اپنی مصنف میں پس روایت کیا اس نے عبد اللہ بن نمیر اور وکیج سے دونوں نے کہا ہمیں بیان کیا اساعیل بن ابی خالد نے موسی بن عبد اللہ بن پر یدسے کہ بے شک علی''۔

ابوعمر نے الاستیعاب میں کہا کہ یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے موسی بن عبد اللہ بن بزید انصاری سے اور شعبی سے دونوں نے اپنی روایت میں کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوقادہ پر نماز جنازہ پڑھی تو سات تکبیریں کہیں شعبی نے کہا کہ (حضرت اللہ عنہ نے ابوقادہ ۲۵ جمری البوقادة رضی اللہ عنہ) بدری تھے اور کہا بیان کیا حسن بن عثمان نے کہ ابوقادہ ۲۵ جمری میں فوت ہوئے اور کلا باذی نے بیان کیا کہ ابن سعد نے کہا کہ خبر دی ہم کوھیٹم بن عدی میں فوت ہوئے اور کلا باذی نے کوفہ میں اور وہاں اس وقت حضرت علی تھے تو انہوں نے کہ وفات پائی (ابوقادہ) نے کوفہ میں اور وہاں اس وقت حضرت علی تھے تو انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کا ذکر ہم کیفیت جلوس پہلے اور دوسر نے شھد میں کے باب اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کا ذکر ہم کیفیت جلوس پہلے اور دوسر نے تھید میں کے باب ہیں کہ بے شک میں دوایت صبح ہے اور جس نے کہا کہ ۲۵ جمری میں فوت

موئے جہنیں۔

الحافظ المحدث القرطبي المالكي الاستيعاب مين لكهي بين:

"وَقِيْلَ بَلُ مَاتَ فِي فَلَافَةِ عَلِيّ بِالْكُوْفَةِ وَهُوَ اِبْنُ سَبُعِيْنَ سَنَةً وَّصَـ لَّى عَـكَيْـهِ عَـلِيٌّ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا، رُوِى مِنْ وُجُوهٍ عَنْ مُّوسَى بُنِ عَبُدِ اللهِ بُنِ يَزِيدِ الْأَنْصَارِيِّ وَعَنِ الشَّعْبِيّ إِنَّهُ مَا قَالًا صَلَّى عَلِيٌّ عَلَى آبِي قَتَادَةَ وَهُوَ عَلَيْهِ كَبَّرَ سَبْعًا قَالَ الشُّعْيِيُّ وَكَانَ بَدُرِيًّا، حَدَّثَنَا خَلْفُ بُنُ قَاسِمٍ فَاالْحَسَنُ بْنُ دشيتق قَالَ آبُو بِشُرِّ الْأُو لِآبِي قَالَ آخُبَرَنِي مُحَمَّدُ بُنُ سَعْدَان عَنِ الْحَسَنِ بُنِ عُثْمَانَ قَالَ نَا هشيم نا اِسْمَعِيْلُ بُنُ آبِي خَالِدٍ وَزَكُوِيًّا عَنِ الشُّعْبِيِّ إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى آبِي قَتَادَةَ سِتًّا وَّكَانَ بَـدُرِيًّا هِكَذَا قَالَ سِنا وَرَوَاهُ زِيَادُ بُنُ ٱيُّوبَ وَغَيْرُهُ عَنْ هَيْشَمٍ عَنُ زَكَرِيًّا عَنِ الشَّعْبِيِّ إِنَّ عَلِيًّا رَضِىَ اللهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى اَبِي قَتَادَةَ شَبْعًا وَكَانَ بَدُرِيًّا وَقَالَ الْحَسَنُ بُنُ عُثْمَانَ وَمَاتَ ٱبُوۡ قَتَادَةَ سَنَةَ ٱرۡبَعِيْنَ وَشَهِدَ ٱبُوۡ قَتَادَةَ مَعَ عَلِيِّ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ مَشَاهِدَهُ كُلُّهَا فِي خَلَافَتِهِ"

(الاستيعاب على الاصابة للفقيه الحافظ المحدث القرطبي المالكي ص ١٦٢، جم)

اور کہا گیا بلکہ فوت ہوئے حضرت ابوتا دہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور وہ اس وقت ستر برس کے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان پر ساتھ تکبیریں کہیں روایت کیا گیا اے کثیر طرق سے موتی بن عبد اللہ بن پزید انصاری سے اور شعمی سے ان دونوں نے کہا حضرت علی نے ابوقادہ پر نماز پڑھی اور سات تکبیریں کہیں اور شعمی نے کہا وہ بدری تھے اور اساعیل بن ابی خالد اور زکریا پڑھی اور سات کلیوں نے کہا دہ بدری تھے اور اساعیل بن ابی خالد اور زکریا نے شعمی سے روایت کیا انہوں نے چھ تکبیروں کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ بدری تھے اور روایت

کیا زیاد بن ایوب وغیرہ نے هیئم سے اس نے ذکریا سے اس نے شعبی سے روایت کیا اس میں ہے کہ حضرت علی نے ابوقادہ پرسات کبیریں کہیں اور وہ بدری تھے اور حسن بن عثان نے بیان کیا کہ حضرت ابوقادہ ۴۰ ججری میں فوت ہوئے اور حضرت علی کی خلافت میں ان کے ساتھ تمام جہادوں میں موجودرہے۔ فدکورہ عبارات میں علامہ ابن التر کمانی کی گواہی کے بعد کہ بیروایت صحیح ہے کہ ابوقادہ رضی اللہ عنہ خلافت حیدری میں شہید ہوئے اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑئی اور صاحب الاستیعاب علامہ ابوعمر کی گواہی کے بعد کہ اس روایت کے متعدد طرق ہیں وہ ابی صاحب کا اس کے رواۃ پراعتر اض غیر مسموع ہوا۔

ٹانیا: ابوجمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی زیر بحث روایت متنا بھی مضطرب ہے اس کا اندازہ ان کتب حدیث سے ہوسکتا ہے جن میں حضرت ابوجمید ساعدی کی حدیث کے مختلف متون کونقل کیا گیا ہے۔اب جاءالحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔ تر فدی شریف نے عباس ابن تھیل ساعدی سے روایت کی:

"قَالَ اِجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَيْدٍ وَّ اَبُو اُسَيِّدٍ وَّسَهُلُ ابْنُ سَعْدٍ وَّ مُحَمَّدُ ابْنُ عَلْمَ وَ اَبُو اُسَيِّدٍ وَسَهُلُ ابْنُ سَعْدٍ وَ مُحَمَّدُ ابْنُ عَلْمَ عَلَيْهِ ابْنُ عَلْمَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ يَعْنِى لِلتَّشَهُّدِ وَسَلَّمَ جَلَسَ يَعْنِى لِلتَّشَهُّدِ فَا فَرَشَ رِجُلَهُ الْيُسُرِي وَاقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمُنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَا فَا وَكُلَّهُ الْيُسُرِي عَلَى وَبَعْتِهِ الْيُمُنَى وَكُفَّهُ الْيُسُرِي عَلَى رُكُتِيهِ الْيُسُرِي وَاشَارَ بِاَصْبَعِهِ يَعْنِى سَبَابَةً".

ایک بارابوجمیدابواسید مهیل ابن سعداور محمدابن مسلمه جمع موئے۔انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابوجمید فرمانے لگے ہیں کہ تم سب سے زیادہ حضور کی نماز کو جانتا ہوں حضور التحیات کیلئے بیٹھے تو آپ نے اپنابایاں پاؤں بچھادیا اور داہنے پاؤں کا سین قبلہ کی طرف کردیا اور اپنی

ہضلی داہنے گھنے پر کھی ہائیں تھیلی ہائیں گھنے پر کھی اور اپنی انگل (کلے کی انگلی) سے اشارہ فر مایا'۔ انگلی) سے اشارہ فر مایا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ہی طرح التحیات میں بیٹے تھے جے ہم بیٹھتے ہیں درنہ آپ کے داہنے پاؤں کاسینہ قبلہ کی طرف نہ ہوتا۔ بلکہ یہ پاؤں کھڑا ا

جواب غیرمقلدجس روایت کوتورک پردلیل بناتے ہیں وہ ان کےخلاف ہے اس کے چند جواب ہیں۔ایک رید کہ حدیث تمہار ہے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے خابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرالتحیات میں زمین پر بیٹھتے تھے۔تم پہلی التحیات میں تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے ہو۔ دوسری میں زمین پر سید کیوں جوتم جواب دو گے۔وہ ہی

ماراجواب ہوگا بنی فکر کرو۔

دوسرے یہ کہتمہاری دوسری التحیات میں تین کام ہوتے ہیں۔ بائیں پاؤں کا داہنی طرف نکلنا۔ داہنے پاؤں کا کھڑا ہونا۔ سرین کا زمین پرلگنا عورتوں کی طرح اس حدیث میں ان تینوں باتوں میں ہے ایک بھی ثابت نہیں نہتو بائیں پاؤں کا داہنی طرف نکلنا۔ نہسرین کا زمین پررکھنا نہ داہنے پاؤں کا کھڑا ہونا۔

تعجب ہے کہ اسے آپ نے اپنی تائید میں کیے سمجھ لیا بیآپ کی خوش فہمی ہے۔ داہنے پاؤں کے سینے کا قبلہ کی طرف ہونا تمہارے بھی خلاف ہے۔

تیرے یہ کہ ابوجید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیرحدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے نیز خود انہی ابوسعید ساعدی سے اس کے خلاف بھی منقول ہے وہ تمام احادیث اس حدیث سے زیادہ قوی ہیں اور بینا قابل عمل ۔

چوتھے بیکہ اس ہی ترندی میں اس ہی جگہ حضرت ابودائل کی وہ صدیث بھی موجود ہے۔ جس میں حنفیوں کی طرح میٹھنا فدکور ہے اس کے متعلق امام ترفدی نے فرمایا کہ بیہ صدیث حسن ہے جے اور فرمایا کہ اکثر علما کا اس پڑمل ہے۔ آپ نے الیں صحیح وصاف

حدیث کو کیوں چھوڑ ااور مجمل حدیث پر کیوں عمل کیا جوآپ کے بھی موافق نہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ حدیث کے تنہیں۔ اپنی رائے کی اتباع کرتے ہیں آپ اپنا نام اہل حدیث نہیں۔ بلکہ اہل رائے یا اہل ضد رکھیں۔ واضح رہے کہ غیر مقلد وہا بی صاحب نے مفتی احمہ یار خال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ان مدلل جوابات کا کوئی جواب نہیں دیا جو کہ احناف کی واضح فتح ہے۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتر اض نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔ بائیں پاؤں پر بیٹھنے کے متعلق آپ نے جس قدر احادیث پیش کی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

كسى روايت كاضعيف هونااحناف كومضرنهين:

قابل جحت نہیں (پرانہ سبق) جواب کسی حنقی کوآپ منتر سے نہ ڈرایا کریں حنقی پر
روایت کے ضعیف ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑتا حنقی بھرہ تعالی اتنی حدیثیں پیش کرتے ہیں
کہا گر بفرض محال وہ سب ضعیف بھی ہوں تو بھی قوی ہوجا کیں۔ نیز امام اعظم رحمۃ اللہ
علیہ جیسے جلیل القدر جمتہ دسراج امت کا قبول کر لینا ہی اس کوقوی کرنے کے لئے کافی
ہے حنفی ند ہب کے دلائل بیروایا ہے نہیں۔ بیتو تا ئیدیں حنیوں کی دلیل قول امام ہے
ہمارا ایمان کتاب پر بھی ہے سنت پر بھی اور اجماع امت و قیاس جمتہ دیر بھی ہمارے
سامنے بیآیت کر بہہے

اَطِیْعُوا الله وَاَطِیْعُو الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔اللّٰدی اطاعت کرواور رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں (مجہدین امت) کی۔ اس پرغیر مقلدصاحب کا پہلا اعتراض ۔ حدیث کاضعف دوطرح سے آتا ہے یا توضعیف راوی امام ابوحنیفہ سے مناخر ہوگا یا مقدم اگر راوی منقد مین سے ہو وروایت بہر حال ضعیف ہے اور کسی مجہد کا اسے قبول کر لینا کوئی صحت کی دلیل نہیں کیونکہ اس کاعمل کوئی ایسامنتر نہیں جس سے راوی کا خلطی کرنا لقمہ کوقبول کرنا حافظہ کی خرابی وغیرہ یا راوی کا جھوٹ بولنا دھل جائے گا اور راوی متاخرین سے ہواس کی دلیل جا ہے کہ بیروایت خیرالقرون میں صحیح تھی اور مجہد راوی متاخرین سے ہواس کی دلیل جا ہے کہ بیروایت خیرالقرون میں صحیح تھی اور مجہد

کو پیچوں بھی گئ تھی اوراس کی وجہ سے ہی مجہ تدنے بیہ موقف اختیار کر لیا تھا۔ ا

(نام نهاددین الحق ص ۱۳)

الجواب اولاً: مجہد کے قبول کر لینے سے حدیث اس لئے توی بن جاتی ہے کہ امام مجہد کے پاس اس قدر قابلیت ولیافت ہوتی ہے کہ وہ حدیث کو ہر جھت سے دیکھ کراگر اس کے معیار پر پوری آئے تب ہی اسے قبول کرتے ہیں لہٰذاان کا قبول کرنا دلیل ہے کہ حدیث میں کوئی فئی خرابی نہیں ورنہ مجہدا سے قبول نہ کرتا اس لئے وہ قوی ہوجاتی ہے مثلاً بخاری ومسلم کوسب کتب احادیث میں اس لئے صحت میں فوقیت دیتے ہیں کہ ان کا قبول کرنے کا معیار بلند تھا حدیث کواچھی طرح پر کھ کر قبول کرتے تھے حالا تکہ یہ دونوں صاحب محدث تھے جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام مجہدا ور محدث ہیں ان کا قبول کرنا صحت کی دلیل کیوں نہ ہو۔

امام مجتهد کاکسی روایت کوقبول کرناصحت کی دلیل ہے

اب بدليل ثابت كرتابول كمام مجتهد كاقبول كرنا حديث كوتوى كرتاب "مِنها الْمُسَلْسَلُ بِالْآئِمَةِ الْحُقَّاظِ الْمُتَّقِيْنَ حَيْثُ لا يَكُونُ عَرِيبًا كَالْحَدِيْثِ الَّذِي يَرُويهِ آحُمَدُ بُنُ حَنْبِلٍ مَثَلاً وَيُشَارِكُهُ غَرِيبًا كَالْحَدِيْثِ الَّذِي يَرُويهِ آحُمَدُ بُنُ حَنْبِلٍ مَثَلاً وَيُشَارِكُهُ فِيهِ عَيْدَ الْعِلْمَ عِنْدَ سَامِعِهِ فِيه عَيْدُ الْعِلْمَ عِنْدَ سَامِعِه فِيه عَيْدُ الْعِلْمَ عِنْدَ سَامِعِه بِالْإِسْتِدَلالِ مِنْ جَهِتَى جَلَالَةِ رُواتِه وَإِنَّ فِيهِمُ مِنَ الصَّفَاتِ اللَّائِقَةِ الْمُوجِيةِ لِلْقُبُولِ مَا يَقُومُ مَقَامَ الْعَدَدِ الْكَثِيرِ مِنْ غَيْرِهِمُ اللَّائِقَةِ الْمُوجِيةِ لِلْقُبُولِ مَا يَقُومُ مَقَامَ الْعَدَدِ الْكَثِيرِ مِنْ غَيْرِهِمُ وَلا يَتَشَكِّكُ مَنُ لَكَ ادُنَى مَمّارَسَتهُ بِالْعِلْمِ وَاخْبَارِ النَّاسِ انَّ مَالِكًا مَثَلا لَوْ شَافَعَهُ بِخَبْرٍ لَعُلِمَ إِنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ فَإِذَا اَنْضَافَ اللَّهِ مَا اللَّهُ مِنَ السَّهُو". (شَرَى عَبْ الْعَلْمِ اللَّهُ مَنْ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمِ اللَّهُ وَا بَعُدَ عَمَّا يُخْشَى عَلَيْهِ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمُ اللَّهُ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمُ اللَّهُ مَنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلَى مَنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمُ اللَّهُ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمُ اللَّهُ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمُ اللَّهُ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلَى اللَّهُ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلْمُ اللَّهُ مِنَ السَّهُو" . (شَرَى عَبْ الْعَلَى اللَّهُ مِنَ السَّهُو " . (شَرَى عَبْ الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَى الْلَهُ مِنَ السَّهُ وَالْمُ الْعُلْمُ الْعُلُولُ الْعَلَامُ الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَيْهِ مِنَ السَّهُ وَالْمُ الْعَلَامُ الْعَلَامُ الْعَلَامُ الْعَلَامُ الْعَلَى الْعُلَى الْعَلَى الْعَلَامُ الْعَلَى الْعُلَامُ الْعُلَى الْعَلَيْدُ الْعَلْمُ الْعَلَى الْعُلَى الْعَلَى الْعَلَامُ الْعُلَى الْعُلَامُ الْعُلَى الْعَلَى الْعَلَامُ الْعُلَى الْعَلَامُ الْعُلَى الْعَلَامُ الْعَلَامُ الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَامُ الْعَلَى الْعَلَامُ الْعَلَى الْعُلَى الْعَلَامُ الْعَلَامُ الْعُلَعُمُ الْعُلَامُ الْعُلَى الْعَلَى الْعَلَامُ الْعُرْمُ الْعُلَامُ الْعُلَامُ الْعَ

اس میں سے وہ حدیث جومسلسل مروی ہوآئمہ حفاظ انقان والوں سے اس طرح

کہ وہ غریب نہ ہو گی جیسے وہ حدیث جسے مثلاً روایت کیا احمد بن حنبل نے اور شامل ہوا اس میں اس کےعلاوہ شافعی اور پھرشریک ہوااس میں اس کےعلاوہ ما لک بن انس پس بے شک وہ سامع کوعلم کا فائد دے گی استدلال کے ساتھ اس کے راویوں کی جلالت کے سبب اس کئے کہ بلاشبہان میں ایسی صفات لائقہ ہیں جوقبول کولازم کرتی ہیں تو وہ عدو کثیر کے قائم مقام ہوجاتی ہیںان کے غیر کی بنسبت اور نہ شبہ میں آئے گا ہروہ مخص جے علم حدیث اورلوگوں کے اخبار سے پچھتعلق ہے کہ بے شک مالک مثلاً متوجہ ہوئے خبریر تو جانا جائے گا کہوہ اس میں سیح ہیں پھر جب اس نے اسے اس میں شامل کیا جے سے مقام حاصل ہے تواس روایت کی قوت بڑھ جائے گی اوراس سے بعید ہوجائے گی کہاس یر غلطی کا اندیشہ کیا جائے۔اب دیکھواصول کی روسے خبر غریب یاعزیز یقین کا فائدہ نہیں دیتی مگر جس حدیث کوامام مجتهد سے امام مجتهد نے روایت کیا وہ یقین کا فا کدہ دیتی ہے۔ اس میں وجہ بیہ بیان کی کہ آئمہ مجتهدین میں وہ صفات لائقہ ہوتی ہیں جوروایت قبول کرنے کولازم کرتی ہیں اورالی ایک ہستی عام لوگوں کےعدد کثیر کے قائم مقام ہوتی ہے حدیث کوتوی بنادیت ہے اور غلطی کے شبہ سے دور کردیتی ہے۔ تویہی مفتی صاحب رحمة الله عليہ نے فرمايا كوامام كا قبول كرنا حديث كوقوى كر ديتا ہے مگر وہابي صاحب كى سمجھ شريف ميں نه آيا۔

اہل علم کے مل سے حدیث کوتقویت ملتی ہے

دوم:

"عَنْ عَلِيٍّ وَّمُعَاذِ بُنِ جَبَلٍ رَضِى اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَّسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَّسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَى آحَدُكُمُ الصَّلُوةَ وَالْإِمَامُ عَلَى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَى آحَدُكُمُ الصَّلُوةَ وَالْإِمَامُ عَلَى عَلَى حَالٍ فَلْيَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُ آلِإِمَامُ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيْبٌ لِمَا نَعُرِفُ آحَدًا اَسْنَيْدُهُ إِلَّا مَا رُوِى مِنْ هَذَا الْوَجُهِ قَالَ وَالْعَمَلُ لِمَا نَعُرِفُ اللهَ وَالْعَمَلُ عَلَى هَا ذَا عِنْدَ اهُلِ الْعِلْمِ قَالَ النَّوْوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَعِيْفٌ نَقَلَهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللللْهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ

مِيْرَكُ فَكَانَ التِّرْمَذِيُّ يُرَيْدُ تَقُوِيَّةَ الْحَدِيْثَ بِعَمَلٍ اَهْلِ الْعِلْمِ" -(مرتات: ٢٤,٩٨ مطوع كمتبداد ديلتان)

حضرت علی اورمعاذین جبل رضی الله تعالیٰ عنهما ہے مروی که نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جبتم میں سے کوئی نماز پڑ ہے آئے توجس حال پرامام ہواس کے ساتھ شامل ہوجائے پھراس طرح کرے جس طرح امام کرتا ہو۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ بید مدیث غریب ہے ہم کسی کونہیں جانتے جواس کی سند بیان کرتا ہومگر وہی جواس سند سے روایت کی گئی ہے۔امام نووی نے فرمایا کہ سنداس کی ضعیف ہے اسے روایت کیا میرک نے پس گویا کہ امام تر مذی اہل علم کے ذکر سے حدیث کی تقویت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جب عام اہل علم کے مل سے حدیث قوی ہوجاتی ہے اوراس کے سابقہ ضعف کا تدارک ہوجاتا ہے توامام مجتهد کے مل سے توی کیوں نہ ہو۔ سوم) غیر مقلد کے اپنے گھر کی گواہی وبابيه كے محدث نذر حسين د بلوى لكھتے ہيں۔اس حديث شريف ميں اگر چ قرد مے ضعف ہے مگر تعامل اہل علم کا اس حدیث شریف کے ضعف کور فع کرتا ہے جسیا کہ اصول حدیث میں ہے کہ تعامل اہل علم سے حدیث کاضعف رفع ہوجاتا ہے۔ قاویٰ نذیریہ جا ہے ااا۔ (چہارم) انہیں کے گھر کی دوسری گواہی۔طا کفدوبابیہ کے شخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری ایک حدیث شریف کے ضعف کے جواب میں لکھتے ہیں۔امام بیہقی اورامام ابن منذر کا روایت کر کے اس سے استدلال کرنااور صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے۔ فتاوی ثنائيدج ا، ص٥٢٥ ـ اب وہائي صاحب كوچاہئے كديمي سوال اپنے گھر كے بزرگوں سے کرے کہ جناب اہل علم کے تعامل میں یا امام بیہقی وابن منذر کےاستدلال میں کونسامنتر ہے جوحدیث کے سابقہ ضعف کور فع کر کے قوی وقابل عمل بناویتا ہے۔

'' ثانیاً: امام اعظم ابوحنیفه رضی الله عنه جلیل القدر تابعی ہیں ان کے دور میں راویوں ٹانیاً: امام اعظم ابوحنیفه رضی الله عنه عمل ثقابت فقابت کثرت میں تھے اگر کوئی میں ضعف بہت کم تھا تقوی وطہارت علم وعمل ثقابت فقابت کثرت میں تھے اگر کوئی راوی بغرض کسی روایت میں ضعیف آبھی گیا ہوتب بھی امام صاحب کے ہرمسکلہ پ احادیث کثیرہ ہیں جس سے ضعف دور ہوجا تاہے۔ دوسندوں کے ملنے سے روایت کو تقویت:

خود وہابیوں کے امام ثناء اللہ امرتسری صاحب فناوی ثنائیہ جاس ۵۲۵ پر لکھتے ہیں اگر چہان دو میں کچھ کلام ہے مگر دونوں روایتوں اور دوسندوں کے ملنے سے ہرا یک کو دوسری سے تقویت حاصل ہوگئ۔ انہیں کے محدث عبد اللہ رو بڑی صاحب فناوی اہل حدیث ۲۶، ص ۱۳۷ پر لکھتے ہیں۔ اگر ضعف تھوڑا ہوتا تو مل کر حسن یا صحیح کے درجہ کو پہنچ حدیث ۲۶، ص ۱۳۷ پر لکھتے ہیں۔ اگر ضعف تھوڑا ہوتا تو مل کر حسن یا صحیح کے درجہ کو پہنچ کا جاتی ہوتا وہ کیوں نہ قوی ہوکر یا تھی کو پہنچ کا جاتی ہے تو اگر متعدد صحیح احادیث میں ایک ضعیف ہوتا وہ کیوں نہ قوی ہوکر درجہ صحت کو پہنچ گی۔

غیرمقلدصاحب کا دوسرااعتراض لکھتے ہیں۔مفتی صاحب نے اپناموقف غلط تعلیم کرلیا:مفتی صاحب نے جب بیددیکھا کہ احادیث صحیحہ تو صریحاً ہمارے مخالف ہیں اور ہم اپنے موقف پر کوئی وزنی دلیل تو کجا کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی پیش نہیں کر سکتے تو انہوں نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

'' حنفی مذہب کی دلیل بیروایات نہین بیرتہ تائیری ہیں حنفیوں کی دلیل تو تول امام ہے۔ گویامفتی صاحب نے تسلیم کرلیا ہے کہ احادیث میں تو ہمارے دلائل موجود نہیں یہاں قول امام جوحنفیوں کی اصل دلیل ہے وہ موجود ہے اور اس سے وابستہ ہمیں انکار نہیں کہ امام صاحب کا موقف واقعی عدم تورک ہے رہامفتی صاحب کا ہیہ کہنا کہ ان روایات سے امام صاحب کے موقف کی تائیر ہوتی ہے تو یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے۔ روایات سے امام صاحب کے موقف کی تائیر ہوتی ہے تو یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے۔ موایات سے امام صاحب کا موقف کی تائیر ہوتی ہے تو یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے۔ موایات سے امام صاحب کے موقف کی تائیر ہوتی ہے تو یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے۔ موایات سے امام صاحب کا موقف کی تائیر ہوتی ہے تو یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے۔ موایات سے امام صاحب کے موقف کی تائیر ہوتی ہے تو یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے۔

الجواب اولاً مفتی احمد یارخان نعیمی رحمة الله علیہ نے زیر بحث مسئلہ میں احناف کے موقف پر کثیر احادیث پیش کی میں اور ہم بفضلہ تعالی ان کی صحت ثابت کر آئے ہیں اور یہ بھی احناف کے مذہب کی دلیل ہیں نیز خود غیر مقلدوں کی کتب سے حوالے گذر ہے

جن میں نواب صدیق حسن غیر مقلد اور وحیدالز مال غیر مقلدنے احناف کے طریقہ تشھد کوسنون مانا ہے اگر اس پرکوئی دلیل نہیں تو وہ اسے مسنون کیوں کہتے ہیں -

میں حیاء نہ ہوتو جو چاہے کہہ۔ اب اس مسکلہ پر بحث ہم اختصار ختم کر کے جاءالحق سے دسواں باب بیس تراوت کے

کے بارے میں شروع کرتے ہیں مفتی احمد یارخاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں جس کا نام ہے فرماتے ہیں جم ہیں رکعت تراوح کے متعلق ایک متنقل رسالہ لکھ چکے ہیں جس کا نام ہے

لمعات المصابيح على ركعات التراوح جس ميں بہت تفصيل سے بيدمسئله بيان كيا ہے اس

کتاب کو کمل کرنے کے لئے کچھ بطوراخصاریہاں عرض کیا جاتا ہے جس کو تفصیل دیکھنی ہوہ ہ ہوہ ہارا ندکورہ رسالہ ملاحظہ کرے خیال رہے کہ ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہودہ، ہورہ، کو رامد ورہ رہ میں سے سے یہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تراور کا تھے ہیں اور کا اس پر اتفاق ہے کہ تراور کا تھے کا اس پر اتفاق ہے کہ تراور کا تھے کا اس پر اتفاق ہے کہ تراور کا تھے کا اس پر اتفاق ہے کہ تراور کا تھے کا تھے کا اس پر اتفاق ہے کہ تراور کا تھے کہ تراور کا تھے کہ تو اور کا تھے کہ تو اور کا تھے کہ تراور کا تھے کہ تو اور کا تھے کہ تو اور کا تھے کہ تراور کا تھے کہ تراور کی تو کہ تو

بعض مسلمان چالیس البته غیرمقلدو بابی وه فرقه ہے جسے نمازگراں ہے محض نفس پر بوجھ

سمجھ کرتر اور کے صرف آٹھ رکھت پڑھ کرسور ہتے ہیں اور کچھ روایتوں کا بہانہ بناتے ہیں۔ بدا فول مار میں میں است

اس لیے ہم اس مسئلہ کو دونصلوں میں بیان کرتے ہیں پہلی فصل میں ہیں رکعت تراوی کے اس مسئلہ کو دونصلوں میں وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات رب تعالی قبول کے دلائل دوسری فصل میں وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات رب تعالی قبول

فرمائے۔ آمین۔

يها فصل بيس ركعت تراوي كاثبوت

بين ركعت تراوح سنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سنت صحابه سنت عامة المسلمين

ہے آٹھ رکعت تراوح خلاف سنت ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔ حدیث نمبرا تا ۵۔ ابن ابی شیبہ طبرانی کبیر میں۔ بیہق عبدابن حمید۔اورامام بغوی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی :

حضور صلى الله عليه وسلم رمضان ميں بيس تر اور يح يرشصة تق

"اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى فِي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ وَكُنَ النَّهِ عَلْمِ فَي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ وَكُعَةً سَوِى الْوِتْرِ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ".

" ب شک نبی صلی الله علیه وسلم رمضان شریف میں بیس رکعت تر اور کے پڑھتے

وترکے علاوہ بیہ قی نے بیزیادہ فرمایا کہ بغیر جماعت تراوت کیڑھتے تھان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت تراوت کیڑھا کرتے تھے جن روایات میں آیا ہے کہ آپ صرف تین دن تراوت کیڑھیں وہاں باجماعت پڑھنا مراد ہے لیعن بغیر جماعت تو ہمیشہ پڑھتے جماعت سے صرف تین دن پڑھیں ۔لہذا احادیث میں لیعن بغیر جماعت تو ہمیشہ پڑھتے جماعت سے صرف تین دن پڑھیں ۔لہذا احادیث میں تعارض نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تراوت کے سنت مو کدہ علی العین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کورغبت بھی دی۔اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض ۔اس کی سند مین ابوشیہ ابرا ہیم اور لوگوں کورغبت بھی دی۔اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض ۔اس کی سند مین ابوشیہ ابرا ہیم روایت کو بیان کر نے کے بعد لکھا ہے :

"تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو شَيْبَةَ إِبُرَاهِيهُ مُن عُثْمَانَ الْعبسي كوفي وهو ضعيف" .

لیمنی اسے بیان کرنے میں ابراہیم منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ جماعت محدثین نے اسے ضعف ومتر وک کہاہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللّٰدعلیہ فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ اَحْمَدُ وَ يَحْيَى وَابُو دَاوُدَ ضَعِيْفٌ وَقَالَ يَحْيَى اَيْضًا لَيْسَ بِشَقَة وَقَالَ الْبُخَارِيُّ سَكَتُوا عَنْهُ وَقَالَ البِّرْمَذِيُّ مُنْكُرُ الْحَدِيْثِ

وَقَالَ النِّسَآئِيُّ وَاللَّوُلاَبِيُّ مَتُرُولُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَبُو حَاتِمٍ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ سَكَّتُوا عَنْهُ وَتَرَكُوا حَدِيْثَهُ وَقَالَ الْجَوْزِ جَانِيُّ سَاقِطٌ وَقَالَ صَالِحٌ جَزْرَة ضَعِيْفٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيْتُهُ رَولى عَنِ الْحَكَمِ اَحَادِيْتَ مَنَا كِيْر وَقَالَ اَبُو عَلِيِّ النِّيْسَا بُورِي لَيْسَ بالْقَوِيِّ . (تهذيب التهذيب عَلَى اللَّهُ عَلِي النِّيْسَا بُورِي لَيْسَ بالْقَوِيِّ . (تهذيب التهذيب عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلِي النِّيْسَا بُورِي لَيْسَ

آمام آحکہ،امام یحیٰ۔امام ابودود نے اسے ضعیف کہا ہے اور الیضا کہا یجیٰ نے کہ ثقہ نہیں۔امام بخاری رحمۃ الله علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس سے خاموش اختیار کی ہے بعنی یہ اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر بھی کیا جائے۔امام تر مذکی رحمۃ الله علیہ فرماتے ہیں کہ منکر الحدیث ہے۔امام نسائی اور دولا بی نے اسے متر وک الحدیث کہا ہے۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث ضعیف ہے اور محدثین نے اس کانام لینا پہند نہیں کیا اور اس کی روایت کو چھوڑ دیا تھا۔

امام جوز جانی فرماتے ہیں کہ اعتبار سے گراہوا ہے اور امام صالح فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے کہ اس کی روایت کھی ہی نہ جائے امام حاکم سے روایت ہے کہ اس کی روایت ہے کہ اس کی روایت ہے کہ اس کی روایات منا کیر ہیں۔ ابوعلی نیٹا پوری نے کہا کہ یہ احادیث میں پختہ نہیں (انتھی) حافظ ابن جررحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔تقریب) ۱۳۱ – امام ابن عدی امام عقیلی احناف سے مولا نا عبدالحی کھنوکی مولا نا انورشاہ کشمیری مولا نا نیموکی مرحوم نے اس عقیلی احناف سے مولا نا عبدالحی کھنوکی مرحوم نے اس کی تفعیف کی ہے (الکامل جا،م ۱۲۳ سالسطال (جاء الحق) میں ۱۲۲۳، ج۲ میں کھا ہے کہ بیحد یہ شجیح نہیں کیونکہ اس کی اسناد میں ابراہیم بن عثمان واسطی ہے جو محد ثین کے نزد کیک منکر الحدیث ہیں آیا ہے الحدیث ہیں آیا ہے تو محد ثین کے نزد کیک منکر الحدیث ہیں آیا ہے تو محد ثین کے نزد کیک منکر الحدیث ہیں آیا ہے تو محد ثین کے نزد کیک منکر الحدیث تھا لیکن یہاں مفتی صاحب کواس کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے انہوں نے خاموثی سادلی ہے تف ہے ایکی دیا نت ہے۔

اسی طرح بربلوی مکتب فکر کے مناظر اعظم مولوی محمد عمراحچھر وی نے اور مولوی مجمر بشیر نے ابوشیبہ کوضعیف کہاہے۔

(مقياس نبوت، بس اسم اوختم نبوت كابيان ١٠٠ ارنام نبهاددين الحق ٥٢٨ ٢٥٢١)

الجواب - بعون الوهاب وهو موفق للصواب.

اولاً۔مفتی صاحب رحمۃ الله علیہ پرتو وہابی صاحب تب ناراض ہوں یا ان کی دیانت پرتف کہیں جب کہانہوں نے زیر بحث حدیث کے راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کو ثقة کہا ہوا ایسانہیں تو ایسی بات کہنا محض زبان درازی ہے۔

ایک ہی راوی کی روایت و ہا ہوں کے لئے دلیل مفتی صاحب کے لئے جرم:

ثانیاً خود وہائی جی نے ابوشیہ ابراہیم بن عثان کی روایت کو نام نہادوین الحق مل ۱۷ پرچھٹی حدیث کے عنوان سے کھا ہے اور اپنے ندہب فرات فاتح علی الجازہ پر بطور دلیل پیش کیا ہے لیکن چونکہ وہائی صاحب یہاں اس پر سخت کلام کر چے بلکہ اس قدر حدگز ر چکے سے کہ کہد یا کہ محدثین ابراہیم بن عثان کا نام لینا ہی گوارانہیں کرتے سے حالا نکہ سکتو ا عند کا یہ محنی نہیں جو اس صاحب نے کیا ہے وہاں یہ فکر دلیر تھی کہ کوئی موال ہی نہ کر دے کہ وہائی جی پہلے تو آپ اس پر جرح میں جو آتا تھا کہے چکے ہیں اب سوال ہی نہ کر دے کہ وہائی جی پہلے تو آپ اس پر جرح میں جو آتا تھا کہے چکے ہیں اب یہاں اس کی روایت کو دلیل کس منہ سے بنار ہے ہولہذا کہد دیا کہ ہم نے یہاں اس کی روایت کو دلیل کس منہ سے بنار ہے ہولہذا کہد دیا کہ ہم نے یہاں اس کی روایت کو بطور شاہد پیش کیا ہے اب بتا و وہائی کے پاس تو اسے دلیل بنانے پر جواز بھی آگیا اور اسے اپنے ند ہب پر شاہد بھی بنالیا گرمفتی احمہ یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کی روایت کو بیان کرنا ہی جرم تھہرا ہیہ وہا ہوں کے تضاد کا حال۔

ٹالیاً۔اس کے علاوہ بھی غیر مقلدوں نے ابراہیم بن عثان کی ضعیف روایت کو دلیل بنایا ہے محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلدو وہائی نے اپنی کتاب صلوۃ الرسول کے صهم میں سورت فاتحہ پڑھنے کے ثبوت پراسے دلیل بنایا ہے۔عبد الوهاب دہلوی صاحب نے بھی نماز جنازہ میں فاتحہ کے ثبوت پر اسے پیش کیا

ہے۔ (سیل نماز ہے۔ (میل نماز ہوجا تا ہے: تلقی بالقبول سے حدیث کاضعف دور ہوجا تا ہے:

رابعاً: ہماری پیش کردہ زیر بحث روایت کوتلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے اس کئے جے ہے کونکہ آئمہ اربعہ اورائے مقلدین میں سے بیس تر اور کے سے کم پر سی کا بھی عمل نہیں مرف وہا بی غیر مقلد ہی اپنی نفس سے دلئے آٹھ تر اور کی پڑھے ہیں نیز وہا بی اکا بربھی مانے ہیں کتلقی بالقبول سے حدیث کا ضعف جا تارہتا ہے اور قابل عمل ہوجاتی ہے چنا نچہ امام الوہا بیہ نذیر حسین صاحب وہلوی لکھتے ہیں۔ اس حدیث شریف میں قدر نے ضعف ہے گر تعامل اہل علم کا اس حدیث شریف کے ضعف کور فع کرتا ہے جیسا فدیر یہ ہوتا ہے۔ فقاوی کہا تھوں میں ہوتا ہے۔ فقاوی نذیر یہ بی اس المام ہوتا ہے۔ فقاوی نذیر یہ بی ایس الکھتے ہیں۔ امام ہیں تی اور امام ابن منذر کا روایت کر کے اس سے استدلال کرنا ہوا کا اور پھر صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے۔ اب اس کلیہ کے تحت جے اکا بر وہا ہی ہے گئی سلیم کرتے ہیں ابر اہیم بن عثمان کی زیر بحث روایت قابل عمل ہے کونکہ صحابہ وہا ہی تھی ساتھ کی مطابق عمل چلا آر ہا تا بعین آئمہ جمجہدین فقہاء ومحدثین رضوان اللہ علیم اجمعین کا اس کے مطابق عمل چلا آر ہا تا بعین آئمہ جمجہدین فقہاء ومحدثین رضوان اللہ علیم اجمعین کا اس کے مطابق عمل چلا آر ہا تا بعین آئمہ جمجہدین فقہاء ومحدثین رضوان اللہ علیم اجمعین کا اس کے مطابق عمل چلا آر ہا تا بعین آئمہ جمہدین فقہاء ومحدثین رضوان اللہ علیم اجمعین کا اس کے مطابق عمل چلا آر ہا

مدیث کی تائیر سے ضعیف کاضعف دور ہوجا تا ہے وہابیوں کا اقرار:

خامساً: اسے احادیث محیح کی تائید حاصل ہے اور بیروہابیوں کو بھی مسلم ہے کہ صحیح حدیث علیائے سے اور بیروہابیوں کو بھی مسلم ہے کہ صحیح حدیث کی تائید سے ضعیف روایت بھی قوی بن جاتی ہے چنا نچہ فتاوی علیائے حدیث میں ۵۰ میں ۱۰ اپرایک حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں۔ حافظ نے تلخیص میں کہا کہ بیرحدیث ضعیف ہے لیکن اس کی تائید ایک حدیث سے ہو جاتی ہے۔ اب اس میں تو یہ بھی صراحت نہیں کہ وہ حدیث کی درجہ کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے جبکہ ہم تو احادیث صحیحہ سے تائید کی بات کررہے ہیں جن کی صحت کو انشآء اللہ تعالی ہم

آگے بیان کریں گے۔غیرمقلد کا دوسرااعتراض۔ بیدوایت حضرت عا کشدرضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے خالف ہے۔ لہذا حجت نہیں ہے۔ چنا نچہ علامہ زیلی حنی تخ تئے حدیث عدد میں فرماتے ہیں کہ بیر حدیث صعیف ہے اور صحیح حدیث عا کنشدرضی اللہ تعالی عنہا کے خالف ومعارض بھی ان کے الفاظ ہیں: خالف ومعارض بھی ان کے الفاظ ہیں:

"رُواى إِبُنُ آبِى شَيْبَةَ فِى مُصَنَّفِه وَالطِّبُرَانِى فِى مُعْجَمِه وَعَنُهُ الْبَيْهِ قِيَّ إِبْرَاهِيْم بَنِ عُثْمَانَ آبِى شَيْبَة عَنِ الْحَكَمِ الْبَيْهَ قِيْ مِنْ حَدِيْثِ إِبْرَاهِيْم بَنِ عُثْمَانَ آبِى شَيْبَة عَنِ الْحَكَمِ عَنُ مَقْسَمٍ عَنُ إِبْنِ عَبَّاسٍ آنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْه وَسَلَّم كَانَ يُصَلِّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْه وَسَلَّم كَانَ يُصَلِّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْه وَسَلَّم وَكَانَ يُصَلِّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْه وَسَلَّم وَكَانَ يُصَلِّى اللهُ تَعَالِى عَلَيْه وَسَلَّم وَلَيْ اللهُ عَلَيْهِ الْرَافِي فِى كِتَابِ الرَّافِيقِيه آبُو الْفَتْحِ سَلِيْم بُنُ ايُّوْبَ الرَّازِي فِى كِتَابِ الرَّغِيْبِ فَقَالَ ؟؟؟ بِثَلَاثِ وَهُو مَعْلُولٌ بِابِي شَيْبَةَ اِبْرَاهِيْم بُنِ اللهُ عَلَى ضَعْفِه الرَّغِيْبِ فَقَالَ ؟؟؟ بِثَلَاثِ وَهُو مَعْلُولٌ بِابِي شَيْبَةَ وَهُو مُتَفَقٌ عَلَى ضَعْفِه الرَّغِيْبِ فَقَالَ ؟؟؟ بِثَلَاثِ وَهُو مَعْلُولٌ بِابِي شَيْبَةَ وَهُو مُتَفَقٌ عَلَى ضَعْفِه وَكَنَّ مَانَ جَدِّ الْإِمَامِ آبِى بَكُرِ بْنِ آبِى شَيْبَةَ وَهُو مُتَفَقٌ عَلَى ضَعْفِه وَكَنَّ مَانَ جَدِّ الْإِمَامِ آبِى بُكُرِ بْنِ آبِى شَيْبَة وَهُو مُتَفَقٌ عَلَى ضَعْفِه وَلَيَّ مَانَ جَدِ الْإِمَامِ آبِى بَكُرِ بْنِ آبِى شَيْبَة وَهُو مُتَفَقٌ عَلَى ضَعْفِه وَلَيَّ مَالَ عَائِشَة كَيْف كَانَتُ صَلُوة وَلَيْ اللهُ عَلَى الْمَامِ وَلاَ فِى غَيْرِه عَلَى الْحَداى عَشَرَ رَكُعَةً .

(نصب الرابيج ٢ ، ص١٥٣)

''ابن ابی شیبہ اور طبر انی اور ان سے بیہی نے ابراہیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس کے طریق سے روایت کی ہے کہ نبی صلی الله علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعات وتر کے علاوہ پڑھتے تھے اور فقیہ الوقتی سلیم بن ایوب نے اپنی تالیف الرغیب میں روایت کی ہے کہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے لیکن میروایت معلول ہے ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے کیونکہ اس کی ضعیف ہونے پرمحد ثین کا اتفاق ہے اور ضعیف کہا ہے امام ابن عدی

نے الکامل میں اس کے علاوہ پیچے حدیث کے مخالف ومعارض بھی ہے کہ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان المبارک میں کیسی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر مضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے''۔ انتھی)

علامدابن مام هدايدى شرح مين تحريكرت بي كيز

"وَامَّا مَا رَوْى إِبُنُ آبِى شَيْبَةَ فِى مُصَنَّفِه وَالطِّبْرَانِيُّ وَعِنْدَ الْبَيْهَ قِي مِنُ حَدِيْثِ إِبْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْبَيْهَ قِي مِنُ حَدِيْثِ إِبْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى فِي وَى الْوِتْرِ . فَضَعِيْفٌ بِاَبِي شَيْبَةَ ابْرَاهِيْمَ بُنِ عُثْمَانَ جَدِّ الْإِمَامِ آبِي بَكُرِ بُنِ آبِي شَيْبَةَ مُتَّفَقٌ شَيْبَةَ إِبْرَاهِيْمَ بُنِ عُثْمَانَ جَدِّ الْإِمَامِ آبِي بَكُرِ بُنِ آبِي شَيْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضُعْفِهِ مَعَ مُخَالِفَةِ فَتَخْصِلُ مِنْ هَذَا إِنَّ قِيامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ عَلَى ضُعْفِهِ مَعَ مُخَالِفَةِ فَتَحْصِلُ مِنْ هَذَا إِنَّ قِيامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ إِحْدَاى عَشَرَةً رَكَعَةَ بِالْوِتُر فِى جَمَاعَةٍ فَعَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَكَهُ لِعُذُرٍ" - (تُالقدينَ مُن 20)

''اور جوروایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور طبر انی اور بیہ ق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں بیس رکعتیں وتر کے علاوہ پڑھیں توبیہ (روایت) ہے ضعیف ابن ابی شیبہ کے دادا ابر اہیم بن عثمان کی وجہ ہے جس کی تفعیف برمحد ثین کرام منفق ہیں اور میصیح حدیث (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے مخالف بھی ہے اور اس تقریر ہے یہ بات حاصل ہوگئ کہ گیارہ رکعتیں قیام رمضان سنت ہے وتر کے ساتھ جماعت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتن رکعت پڑھیں پھر عذر کی وجہ سے (کہ کہیں فرض ہی نہ ہو جائیں) جھوڑ دیں''۔ راضیں کیر عذر کی وجہ سے (کہ کہیں فرض ہی نہ ہو جائیں) جھوڑ دیں''۔ مولا ناعبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"وَلَمْ يَثْبُتُ رَوَايَةُ عِشْرِيْنَ رَكُعَةٍ مِّنَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُمَا هُوَ الْمُتَعَارَفُ إِلَانَ إِلَّا فِي إِبْنِ آبِي شَيْبَةَ مِنْ حَدِيْثِ إِبْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكُعةً وَالْوِتُر . وَقَالُوا إِسْنَادُهُ صَعِيْفٌ وَقَدْ عَارِضَةٌ عِشْرِيْنَ رَكُعةً وَالْوِتُر . وَقَالُوا إِسْنَادُهُ صَعِيْفٌ وَقَدْ عَارِضَةٌ عَشْرِيْنَ رَكُعةً وَالْوِتُر . وَقَالُوا إِسْنَادُهُ صَعِيْفٌ وَقَدْ عَارِضَةٌ حَدِيثَ عَآئِشَةَ اَعْلَمُ بِحَالِ النّبيِّ حَدِيثًى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِهَا وَقَدْ كَانَ الْامْرُ فِي زَمَنِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذَلِكَ".

(فضرالمنان فی تائیدند ب العمان ۱۹۹۳ بلی بحواله فاتم اختلاف می در ایعنی حضور نبی کریم صلی الله علیہ وسلم سے بیس رکعت فابت نہیں جیسا کہ آج کل کا مام معمول ہے صرف ابن عباس رضی الله عنها کی روایت میں بیس رکعت آئی ہیں لیکن بیر روایت ضعیف ہونے کے ساتھ حضرت عاکثہ رضی الله عنها کی صحیح حدیث کے معارض بھی ہے (جس میں گیارہ رکعت بڑھنے کا ثبوت ہے) اس پر آپ صلی الله علیہ وسلم کے زمانہ میں عمل تفاور طاہر ہے کہ حضرت عاکثہ رضی الله عنها نبی صلی الله علیہ وسلم کی کیفیت نماز کو میں میں کہا تھا اور ظاہر ہے کہ حضرت عاکثہ رضی الله عنها نبی صلی الله علیہ وسلم کی کیفیت نماز کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتی تھیں ۔ اسی طرح علامہ سیوطی اور زرقانی نے موطا کی شرح میں کہا ہے کہ ۔ حدیث ابن عباس رضی الله عنهما ضعیف ہونے کے علاوہ تھی حدیث میں کہا ہے کہ ۔ حدیث ابن عباس رضی الله عنهما ضعیف ہونے کے علاوہ تھی حضرت عاکثہ رضی الله عنها کے مخالف ومعارض بھی ہے ۔ چنانچہ مولا نا عبدالحی ککھنوی حفی سے ۔ چنانچہ مولا نا عبدالحی کلائے ہیں :

"وقال جماعة من العلماء منهم الذيلعى وابن همام والسبوطى وزرقانى ان هذا الحديث مع ضعفه معارض بحديث عائشة الصحيح التعليق الممجد ١١٣) "علاءكى ايك جماعت ني كهام جن بين سي ذيلعي سيوطى اورزرقاني بين

کہ بی حدیث (ابن عباس رضی اللہ عنہما) ضعیف ہونے کے علاوہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے خالف و معارض ہے'۔ (انتھی)

یمی بات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج ۴، ص ۲۰۵ میں کہی ہے۔
معروف بریلوی عالم مولا ناغلام رسول سعید فرماتے ہیں کہ ہیں تراوی کی حدیث مرفوع
معروف بریلوی عالم مولا ناغلام رسول سعید فرماتے ہیں کہ ہیں تراوی کی حدیث مرفوع
سندا ضعیف ہے (شرح صحیح مسلم ۲۶ بی ۴۵ مردوں ابو یوسف محمد شریف بریلوی لکھتا ہے کہ
سندا ضعیف ہے (شرح صحیح مسلم ۲۶ بی ۴۵ مردوں ابو یوسف محمد شریف بریلوی لکھتا ہے کہ
سندا ضعیف ہے دردلاک المسائل ص ۱۹) نام نہاددین الحق ص ۱۹۳۸ میں
سندا شعیف ہے دردلاک المسائل ص ۱۹) نام نہاددین الحق ص ۱۹۳۸ میں اللہ عنہا کی حدیث کوتر اور کے کے بارے مانوں
تو یہ تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں رمضان اور اسکے علاوہ رسول اللہ صلی انلہ علیہ
وسلم کا رات کی نماز کا معمول گیارہ رکعت ندکور ہوا ہے اگر آٹھ رکعت اور وتر ایک رکعت
وتر ثابت ہوتے ہیں لیکن تم نفس پرستی کے لئے تر اور کی آٹھ رکعت اور وتر ایک رکعت

مسوع ہوگا جبکہ احناف کی طرح تین وتر تسلیم کرو۔ بیس تر اور کے کی حدیث اور حدیث عائشہ صدیقہ میں کوئی تعارض نہیں:

يرصح موتوباقي دوركعت كس كهاتے ميں ڈالتے ہوتمہارا آٹھ ركعت تراوح كا دعوى تب

ثانیاً نمبرا: توجیهات حضرت عائشہ رضی الله عنها کی حدیث اور ان احادیث میں جن میں بیں رکعت تر اور کی کا ثبوت ہے کوئی تعارض نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی الله عنها کی حدیث میں تصریح موجود ہے کہ اس میں اس نماز کا ذکر ہے جور مضان کی را توں میں بھی پڑھی جاتی ہے اور رمضان کے علاوہ بھی جب کہ تر اور محصرف رمضان المبارک میں بھی پڑھی جاتی ہیں لہذا حدیث عائشہ میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی تہجد کا تنایا گیا ہے نہ کہ تر اور سم کا الله علیہ وسلم کی تہجد کا تنایا گیا ہے نہ کہ تر اور سم کا کا اس لیے امام تر مذی رحمۃ الله علیہ نے اسے باب صلو ق اللیل یعنی تہجد کے باب میں ذکر کیا اور امام بخاری رحمۃ الله علیہ نے باب قیام النبی صلی الله علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ میں نقل کیا تر اور سم قو غیر رمضان میں نہیر کا ذکر ہے وہ میں نمبر کا) حدیث کی اندرونی شہادت بھی واضح کرتی ہے کہ اس میں تہجد کا ذکر ہے وہ میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ اندرونی شہادت بھی واضح کرتی ہے کہ اس میں تہجد کا ذکر ہے وہ میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہانے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ میری آئکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا لعنی میری نیند تمہاری نیند جیسی نہیں کہ دل پر غفلت طاری ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ جس نماز کا ذکرز ریجث حدیث میں ہےاہے رسول الله صلی الله علیه وسلم محوخواب ہونے کے بعد ادا فرماتے تھے حالانکہ تر اوت کے عشاء کے بعد سونے سے قبل ادا ہوتی ہیں لہذا معلوم ہوا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کوتر اوت کے پرمحمول کرنا خلاف حقیقت ہے نمبرس حضرت عا کشدرضی الله عنها کی حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے اور پھرتین وتر پڑھنے کا آیا ہے اس کے درمیان یا آخر میں ترویحہ (آرام) کا ذکر نہیں حالانکہ تراویج کی ہرجار رکعت پرتر و بچہ ہے جس کی جمع تر اور کے ہے اور بیصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے طریقہ چلا آ رہاہےمعلوم ہوا کہ جس نماز کا ذکر حدیث عا کشد منی اللہ عنہا میں ہے وہ تنجد ہے۔ نمبر م) اس حدیث کے تمام طرق دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوسلمہ نے حضور صلی الله عليه وسلم كى رمضان شريف ميں تهجد كا يو چھااوراسى كا جواب حضرت ام المؤمنين عا ئشہ رضی اللہ عنہانے دیا البنۃ راویوں میں کی نے بہسب اختصار لفظ اللیل کوچھوڑ دیا اور س نے لفظ مضان کو چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سوال کے لفظ یہ ہیں: كَيْفَ كَانَتُ صَلُو ةُ رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَليْهِ وَسَلَّمَ فِي

اس حدیث میں راوی نے اللیل کا ذکر نہیں کیالیکن امام بخاری نے باب میں اللیل کا ذکر کیا ہے چنانچیفر مایا۔ (باب قیام النی صلی اللہ علیہ دسلم باللیل فی رمضان وغیرہ)

اہل علم پر مخفی نہیں کہ امام بخاری ترجمہ ابواب میں ایسے لفظ ہی ذکر کرتے ہیں جو احادیث میں دوسری سند میں موجود ہوں دیکھو یہی حدیث مند امام احمد ج ۲،ص۲۰۰۰ بروایت کیجیٰ عن ابی سلمہ ان الفاظ سے آئی ہے:

"فَالَ سَأَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ صَلُوةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّى قَلْكَ عَشَرَةً رَكْعَةً" (الحديث)

اس حديث بيں سوال بيں ليل كالفظ موجود ہے۔اس ہے معلوم ہوا كہ ابوسلمہ كا

سوال تہجد سے تھا لہذا جواب بيں بھی تہجد ہى كا بتايا گيا ہے كيونكہ جواب سوال كے موافق

ہوتا ہے۔اب ان عبارات كا جائزہ ليتے ہيں جوغير مقلد كے اعتراض كے ضمن بيں اس

وعيٰ كے ثبوت پر لائى گئيں كہ ابراہيم بن عثان كی حضرت ابن ابن عباس رضى اللہ عنہا

معديث ضعيف ہے اور حضرت عائشہ رضى اللہ عنہا كی صحح حدیث كے مخالف ہے۔ اور

وہابى صاحب نے العليق المحجد سے عبارت لائے مگروہى جس سے مقصد پوراہوتا تھا اس

عدائحى كھنوى صاحب نے اس پراعتراض كرتے ہوئے كھا ہے۔

عبدائحى كھنوى صاحب نے اس پراعتراض كرتے ہوئے كھا ہے۔

"وَفِيهِ نَظُرٌ إِذْ لَا شَكَّ فِى صِحَةِ حَدِيثِ عَآئِشَةَ وَفِى ضُعُفِ حَدِيثِ عَآئِشَةَ وَفِى ضُعُفِ حَدِيث عَآئِشَةَ وَفِى ضُعُفِ حَدِيث وَتَرُكَ الْمَرُجُوح إِنَّمَا يَتَعَيَّنُ إِذَا تَعَارَضًا تَعَارَضًا لَا يُمْكِنُ الْجَمْعَ وَهُنَا الْجَمْعُ مُمْكِنُ الْجَمْعَ وَهُنَا الْجَمْعُ مُمْكِنُ الْجَمْعَ وَهُنَا الْجَمْعُ مُمْكِنُ . (إَعْلِينَ أَمِد مَ مواص ١٣٢)

''لینی بیرکہنا کہ حدیث ابن عباس حدیث حضرت عائشہ کے معارض ہے کل نظر ہے جبکہ حضرت عائشہ کی حدیث کی صحت اور حضرت ابن عباس کی حدیث کے ضعف میں کوئی شک نہیں لیکن رائج کو اختیار کرنا اور مرجوح کو ترک کرنا اس وقت ہے جب کہ دو کے درمیان ایبا تعارض ہو کہ جمع ناممکن میں

اس میں تو دہائی صاحب کے دعویٰ تعارض کاردہے۔

دوم: دلائل المسائل سے صرف ایک جملہ اپنے مطلب کا لکھ لیا کہ اگر چہ بیا عدیث بلخا ظ سند ضعیف ہے۔ گرصا حب کتاب حضرت علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی نے اعتر اض ضعف کے رفع کے لئے جو مدلل جوابات دیئے ان کوخلاف مذہب جان کرچھوڑ

دیا فقیر قارئین پرحقیقت واضح کرنے کوانہیں من وعن لکھ رہا ہے فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اگر چہ بلحاظ سندضعیف ہے لیکن امت کاعمل اس کوتقویت دیتا ہے۔امام سیوطی شرح نظم الدررمیں فرماتے ہیں:

المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح _ که حدیث مقبول وه ہے جس کوعلاء نے قبول کرلیا ہوا گر چہاس کی سند سیح نہ ہو۔ حافظ سخاوی شرح الفیہ میں فرماتے ہیں:

اذا تلقت الامت الصعیف بالقبول یعمل به علی الصحح۔ جس ضعیف حدیث کوامت نے قبول کرلیا ہو یعنی عملاً توضیح مذہب میں اس پڑمل کیا جائے گاچونکہ اس حدیث کوعلاءامت نے قبول فر مایا صحابہ اس پڑمل کیاا تمہار بعہ نے اس کو اپنامعمول بھی تشہر ایا لہذا لامحالہ بیر حدیث مقبول ہوگی۔علامہ ابن مرعی البشرهیتمی مالکی شرح اربعین نوویہ میں لکھتے ہیں:

محل كونه لا يعمل بالفعيف في الاحكام مالم يكن تلقته الناس بالقبول فان كان كذلك تعين و صادر حجة بعمل به في الاحكام وغيرها ـ (التقة الرئيم: ٣٢٢٠)

یعیٰ ضعیف حدیث پراحکام میں عمل نہ کیا جانا اس صورت میں ہے کہ لوگوں نے قبول نہ کیا ہو۔اگر قبول کرلیا ہوتو وہ احکام میں وغیر ھامیں جحت ہوتی ہے اور اس پڑمل کیا جاتا ہے امام سبوطی تعقبات میں نماز تشبیج کے ذکر میں بیہجی نے قل کرتے ہیں۔

تداولها الصلحون بعصنهم عن بعض وفي ذلك تقويه للحديث المرفوع_

اس مدیث (تبیع) کوصالحین نے دست بدست لیااوراس میں مدیث مرفوع کی تقویت ہے ملی قاری رحمۃ اللہ علیه مرقاۃ باب ما علی الماموم میں بحوالہ نووی لکھتے ہیں۔ و کان الترمذی یرید تقویة الحدیث

بعمل اهل العلم - ترمذى الل علم كم عمل كرنے سے حدیث كى تقویت كا ارادہ كرتے تھے۔علامہ نووی تعقبات میں فرماتے ہیں۔وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحديث قبول اهل العلم وان لم يكن اسناد يعتبد على مثله-یعنی بہت محدثین نے تصریح کی ہے کہ حدیث کی صحت کی دلیل اہل علم کا اس رعمل ہے اگرچەاس كى سند قابل اعتاد نە ہومولوى ثناءاللەر سالەابل ھدىيە 119يرىل 20ء كے ص ١٠ ميں لکھتے ہيں بعض ضعف ایسے ہيں جوامت كى تلقى بالقبول سے رفع ہو گئے ہيں انتھی میں کہتا ہوں نجاست کے ساتھ یانی کارنگ ومزہ بوبد لنے سے یانی کا نایاک ہونا حدیث ضعیف سے ثابت ہے مگرامت نے اس پڑمل کیا اور اسے قبول کرلیا تو حدیث اگرچہ ضعف تھی۔ اہل علم کے عمل کرنے سے اس کو تقویت ہوگئی اس طرح سونے کے نصاب کی حدیث ضعیف ہے گر علماء نے اسے قبول کیا اور اس پیمل کیا۔اس طرح بعض حدیثیں ایسی ہیں جوسندا صحیح ہیں ۔ مگران برعمل نہیں ۔ مثلاً بلاعذر جمع بین الصلو تین کہاس کی حدیث سی ہے مگر عملاً متروک ہے دیکھوتر مذی کتاب العلل _قاضی ثناء الله یانی پی تفسير مظهري مين زيرآيت قل يا الل الكتاب تعالوا لكھتے ہيں فتر تھم العمل بحديث دليل على كونه منسوخاً اومؤوّلا _ يعنى ائمه اربعه اورا كابرعلاء كاسى حديث يرعمل نه كرنا اس بات پردلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی یا مؤوّل دلائل المسائل ص ٩١ تا ٩٣ ـان دلائل سے تو بیر ثابت ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جس میں بیس تراوی کا ثبوت ہے پیر جحت اور قابل عمل عمر غیر مقلدصاحب اسے مقصود کے حصول کے لئے ضعف ثابت کرنے کے دریے ہیں۔

غير مقلد كي خيانت:

سوم: فتح القدير سے بھی غير مقلد اپنے مقصد کی عبارت لکھی جوخلاف مقصد تھی اسے خياتناً نہ لکھا حالانکہ اس کے ساتھ ہی صاحب فتح القدیر علامہ ابن جام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے

بين تراوح كالمح حديث سے ثبوت:

"نَعَمُ ثَبَتَتِ الْعِشْرِينَ رَكْعَةً مِّنُ زَمَنِ عُمَرَ فِي الْمَوْطَاعَنُ يَزِيلَا بُنِ رَوَّمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بُنِ الْحَطَّابِ بَنْ رَوَّمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِي زَمَنِ عُمَرَ الْمَعْرِفَةِ عَنِ السَّآئِبِ بِتَلْثٍ وَّعِشُرِينَ رَكْعَةً وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنِ السَّآئِبِ بَنْ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بُنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بُنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِعِشْدِينَ الْحُلَاصَةِ إِسْنَادُهُ بِعِشْدِينَ رَكْعَةَ وَالْوِتُ رَقَ اللهُ عَلْمَ اللهُ وَي فِي الْحَلَاصَةِ إِسْنَادُهُ وَمَعِيثٌ " . (ثَاللهُ يَرَامُ ٢٠٥٥)

ہاں بیس رکعت تر اور کے خابت ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے موطا میں برید بن رومان سے روایت ہے کہ کہالوگ حضرت عمر بن خطاب کی خلافت کے دور میں بیس رکعت (باجماعت) پڑھتے تھے یعنی تین وتر سمیت ۔ اور امام بیہ قی نے معرفة السنن والاً خار میں سائب بن برید سے روایت کیا کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تر اور کا وروتر پڑھتے تھے۔علامہ نووی شافعی نے خلاصہ میں فر مایا کہ اسناداس حدیث کی صحیح ہے۔

(چہارم) علامہ سعیدی صاحب کی شرح مسلم سے بھی وہابی نے اپنے مطلب کا صرف ایک جملہ لکھ لیا آگے مضر مذہب جان کر چھوڑ دیا حالانکہ آگے انہوں نے بیس رکعت تر اور کے کی مشروعیت کو ثابت کیا ہے ملاحظہ ہو ہر چند کہ بیں رکعت کی حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر حضرت عثان اور حضرت علی سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعت تر اور کے تمام عجابہ کا بیس رکعت تر اور کے پراجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکشرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس کئے بیس رکعت تر اور کے کی مشروعیت بے غبار ہے۔ شرح صحیح مسلم للعلا مہسعیدی جسم صحابہ کے میں رکعت تر اور کے کی مشروعیت بے غبار ہے۔ شرح صحیح مسلم للعلا مہسعیدی جسم صحابہ کے میں رکعت تر اور کے کی مشروعیت بے غبار ہے۔ شرح صحیح مسلم للعلا مہسعیدی جسم صحابہ کے

حضرت عائشہ کی روایت تہجد کے بارے ہے نہ کہ تر اور کے کے بارے: (پنجم) یہ بھی غلط ہے کہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیس تر وا یح کی روایت کوحفرت عائشہ کی حدیث کے معارض کہتے ہیں سیجے میہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو تہجد کے بارے میں مانتے ہیں۔

چنانچاشعة اللمعات شرح مشكوه باب قيام شهر رمضان كة غاز مين فرماتے بين الله عليه والله على الله عليه والله والله

خلافت فاروقی میں بیس تراوی پڑھی جاتی تھیں:

امام ما لك في يزيدابن رومان سے روايت كى:

"كُانَ النَّاسُ يَقُوْمُونَ فِي زَمَنِ عُمَرِ بُنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلْثٍ وَعِشْرِيْنَ رَكُعَةً".

'' حضرت عمر رضَّی الله عنه کے زمانہ میں رمضان میں لوگ تیس رکعت پڑھا کرتے تھے''۔

اس سے دومسئے معلوم ہوئے ایک بیر کہ تراوت کی بیں رکعت ہیں۔ دوسرے بیر کہ وتر تین رکعت ہیں۔ دوسرے بیر کہ وتر تین رکعت ہیں اس لیے کل تیس رکعتیں ہوئیں۔ اس پرغیر مقلد کے اعتراض میں لکھتے ہیں۔ بیر دوایت منقطع ہے کیونکہ راوی اس کے بزید بن رومان ہیں اور انہوں نے حضرت عمر فاروق کا زمانہ نہیں پایا جیسا کہ علامہ ذیعلی (صحیح زیلعی ہے) اور علامہ نیموی حفی رحمت الله علیہ نے صراحت کی ہے بزید بن رومان کم یورک عمر۔ بزید بن رومان نے حضرت عمر الله علیہ نے صراحت کی ہے بزید بن رومان کم یورک عمر۔ بزید بن رومان نے حضرت عمر

رضی الله عنه کا زمان نمیس پایا فسب الرامی ۱۵، ۲۵ واتعلیق الحن ۲۵۳ علامه نووی رحمة الله علیه فرمات بیل که دواه مالك عن یزید بن رومان ورواه البیه قی لكنه مرسل فان یزید بن رومان لم یدرك عمر مجموع شرح المحذب جمم سس امام مالک رحمة الله علیه نے موطامین اور امام بیمی نے یزید بن رومان سے روایت كی ہے۔

کیکن میرسل ہے کیونکہ بزید بن رومان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کونہیں پایا۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں پانچویں طبقہ کا راوی قرار دیا ہے تقریب ص۲۸۰ اور مقدمہ تقریب میں انہوں نے صراحت کی ہے کہ:

الخامسة الصغراي منهم الذي راؤ الواحد والا ثنين ولم يثبت لبعضهم السماع من الصحابة ،ص ، يعنى يانچول طقد صغار تابعين كاب جنهول نے ایک آ دھ صحابہ کودیکھا ہواور زیادہ سے ساع ثابت نہ ہو۔ یزید کی بالا تفاق ۱۳۰ میں و فات ہو کی تھی (تہذیب التہذیب جاا،ص۳۲۵) وخلاصہ ج ۲۳،ص ۱۲۹_اور عمر فاروق رضی اللَّه عنه كي شهادت كاسمانحه مكيم محرم ٢٣ ججري مين پيش آيا۔ (الفاروق ١٨٠) اگر جم بالفرض یزید کی عمرایک صدی بھی تتلیم کرلیں تو تب بھی ان کی پیدائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کےسات سال بعد ہوئی ہےلہٰ ذااصول حدیث کی روسےان کی روایت منقطع ہے اور منقطع کے بارے میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ بیرحدیث ضعیف ہی نہیں بلکہ محض گڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس کاراوی بہت بڑا جھوٹا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوحمیداور قبّادہ سے سنا حالانکہ ابوقبّادہ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کے زمانہ میں شہیر ہوئے اور بیہ خلافت حیدری کے بعد پیدا ہوتا ہے پھر ابوقادہ سے کیسے ملا؟ ایبا جھوٹا آ دی ہرگز قابل اعتماد نہیں اور نداس کی حدیث قابل عمل ہے۔فیکذلك نقول هذا حدیث ضعیف جــدا لان يــزيد بن رومان ولد بعد خلافة عمر بن الخطاب وكيف يقول كان الناس يقومون في زمن عمر في رمضان بثلث و عشرين ركعة ـ

ثانیاً: پہلے تفصیل کے ساتھ میچ سند سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ جفزت عمر اروق رضى الله عندنے گیارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھالہذا اس سیح روایت کے سامنے اس منقطع ى كوئى حيثيت نهيس _ نام نهاددين الحق ص٥٣١_

الجواب اولاً: وما بي صاحب نے حافظ ابن حجر رحمة الله عليه كي عبارت كا خياناً ترجمه غلط كرديا عبارت كالميح ترجمه به كريانجول طبقه صغارتا بعين كام جنهول نے الك يادو صحابہ کودیکھا اور پچھ کے لئے ساع ثابت نہ ہوا۔ جب کہ وہائی جی اس کا ترجمہ کررہے ہیں۔ پانچوں طبقہ صغار تابعین کا ہے جنہوں نے ایک آ دھ صحابہ کودیکھا ہواور زیادہ سے ماع ثابت نہ ہو۔اس میں ایک یادو کی جگہ ترجمہ ایک آ دھ کر دیا اور بعض کامعنی کچھ ہے

جس کا ترجمہ زیادہ گھڑ دیا۔ تا کہ مقصود یانے میں آسانی ہو۔

ٹانیا: وہانی جی کا پیچھوٹ ہے کہ مفتی صاحب منقطع روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ بیر راھی ہوئی ہے وہ تو ایک مخصوص روایت کے بارے میں گڑھی ہوئی فرماتے ہیں کیونکہ اس میں اس کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء کا جھوٹ ثابت ہے۔ جاءالحق حصہ دوم ، صفحها ۱۰) پر منقطع روایت کوکوئی بھی جھوٹی نہیں کہتا مگر وہا بیوں کا جیسے مقصد حاصل ہو ويسي كه دية بين العياذ بالله من ذلك

ثالثًا: امام بہم تی نے بزید بن رومان کی زیر بحث روایت کوروایت کیا ہے مگراس کی صحت پرکوئی اعتر اضنہیں کیا بلکہ السائب بن پزید کی روایت جس میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللّٰدعنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللّٰدعنهما کورمضان میں گیارہ

ركعت يرهانے كاحكم ديااس موافقت كرتے ہوئے كہا:

"وَيُهُمْ كِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ الرَّوَيَتَيْنِ فَإِنَّهُمْ كَانُوْ ا يَقُوْمُوْنَ بِٱحْداى عَشَرَةَ ثُمَّ كَانُوا يَقُوْمُونَ بِعِشْرِيْنَ وَ يُؤْتِرُونَ بِعَلْثٍ " ـ

(بيهي جهم ١٩٩٦)

ان دوروا بیوں میں موافقت ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑہتے ہوں پھر ہیں

رکعت تراوت کا در تین وتر کومعمول بنالیا۔ بیان کا مقصد سے کہا گریز بد بن رو مان کی روایت قابل مجت نہ ہوتی اور گیارہ رکعت والی وہابی کے دعویٰ کے مطابق زیادہ صحیح ہوتی تو امام بیہ بھی رحمۃ اللہ علیہ ان میں جمع وموافقت کیوں کرتے سیدھا کہددیتے کہ یزید بن رو مان کی روایت کے معارض نہیں ہوسکتی لہذا بیقا بل عمل نہیں _ غیر مدة اللہ خال نہیں _ غیر مدة اللہ خال نہیں ہوسکتی لہذا بیقا بل عمل نہیں _

غيرمقلدنے خلاف مذہب عبارت کوخیانتاً جھوڑ دیا:

رابعاً غیرمقلدصاحب نے علامہ نیموی کی انتعلیق الحسن سے مفیدالمذ ہب عبارت کوتو بطور دلیل لکھ لیا مگراس جگہ علامہ نے بزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت لکھنے کے بعد فرمایا ۔ رواہ مالک واسنا دہ مرسل قوی ۔ (آثار السنوس ۲۰۰۰) امام مالک نے روایت کیا اور اسنا داس کی مرسل قوی ہے اسے خلاف مذہب جان کر چھوڑ دیا۔ بہر حال جب زیر بحث روایت علامہ نیموی وہ ہیں جو بلا رعایت مذہب روایت علامہ نیموی کی تحقیق پر مرسل قوی ہے اور علامہ نیموی وہ ہیں جو بلا رعایت مذہب محدیث کا مقام بیان کر دیتے ہیں اس لئے غیر مقلد صاحب بھی ان سے اکثر حوالے دیتے رہے ہیں۔ تو بید کھنا ہے مرسل روایت کا حکم کیا ہے اس کے بارے حافظ ابن حجر عسقلانی نے نخیۃ الفکر اور الشاہ عبد الحق محدث دہلوی مقدمہ شکلو ق میں لکھا ہے کہ:

مرسل حديث كاحكم:

احناف اور مالکیہ کے ہاں مرسل مطلقاً مقبول ہے اور امام شافعی کے نزدیک بھی مقبول ہے اور امام شافعی کے نزدیک بھی مقبول ہے جبکہ یہی روایت کسی اور طریق سے آئے جو اس مرسل کے تائید کرے عام ازیں کہ وہ بھی مرسل ہویا مند۔اس بنا پریزید بن رومان کے روایت امام شافعی کے ہاں بھی مقبول ہے کیوں کہ اس کی تائید السائب بن یزید کی صحیح روایت کرتی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:

"عَنِ السَّآئِبِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلَى عَهْدِ عُمْرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِى اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً" .

(سنن البيهقي ج٢ ص ١٩٩١)

''سائب بن یزید ہے ہے کہ فرمایالوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہیں رکعت پڑھتے تھے''۔ ہیں تراوت کا راوی بالا تفاق ثقہ ہے :

اب زیر بحث روایت کے راوی حضرت بیزید بن رومان کا مقام ملاحظہ کریں تہذیب التہذیب ہے۔ج ۱۱ مص ۳۲۵ پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللّٰدعلیہ لکھتے ہیں:

"يَزِيْدُ بُنُ رُومَانَ الْاَسُدِيُّ اَبُوُ رُوحِ الْمَكَنِي مَوُلَى آلِ الزُّبَيْرِ رَوَى عَنُ اِبْنِ الزُّبَيْرِ وَانَسٍ وَعُبَيْدِ اللهِ وَ سَالِمٍ اَبْنَى عَبْدِ اللهِ بُنِ عُمْرَ وَصَالِحِ بُنِ حَوَاتِ بُنِ جُبَيْرٍ وَّ عُرُوَةَ بُنِ الزَّبَيْرِ وَالزُّهْرِيِّ عُمْرَ وَصَالِحِ بُنِ حَوَاتِ بُنِ جُبَيْرٍ وَّ عُرُوةَ بُنِ الزَّبَيْرِ وَالزُّهْرِيِّ وَهُو مَنْ اللَّهُ بِنَ الزَّبَيْرِ وَالزُّهْرِيِّ وَهُو مِنُ اِقُرَانِهِ وَارُسَلَ عَنُ آبِى هُرَيْرَةَ وَعَنْهُ هِشَامُ بُنُ عُرُوةَ وَعُبَيْدُ اللهِ بُن عُمْرَ وَ ابُو حَازِمٍ سَلْمَةَ بُنِ دِيْنَارٍ وَمُعَاوَيَةُ بُنُ مُرْرَدٍ وَ البُنُ اللهِ بَن عُمْرَ وَ ابُو حَازِجَةُ بُنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بُنِ زَيْدِ مُرَدِدٍ وَ ابْنُ اللهِ بُن سُلَمَةً بُنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بُنِ زَيْدِ بُن مُرَوْدٍ وَ ابْنُ اللهِ بَن اللهِ اللهِ بَن سُلَمَةَ بُن عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بُنِ زَيْدِ بُن مُنوانِ فِي النِّقَاتِ بُن طَالِكُ وَ يَوْيِلُهُ بُنُ عَبْدِ الْمَلْكِ اللّهِ اللهِ بْنِ سُلَمَةَ وَكَانَ فِي النِّقَاتِ بُن فَالِكُ وَ جَرِيْرُ بُنُ عَبْدِ الْمَلْكِ النَّوْفِلِيُّ وَجَرِيْرُ بُنُ عَبْدِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ

(تہذیب البہذیب جاہیں ۳۲۵ وتہذیب الکمال فی اساءالرجال ج ۳۲۹ وارانس یزید بن رو مان اسدی ابوروح المد نی آل زبیر کے غلام اس نے ابن زبیر اور انس اور عبیداللہ اور سالم بن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں اور صالح بن خوات بن جبیر اور عروہ بن زبیر اور زھری سے روایتیں کی اور اس کے جمعصر تھے اور ان سے ہشام بن عروہ اور عبیداللہ بن عمر اور ابوحازم سلمہ بن دینار معاویہ بن مزر داور ابن اسحاق اور خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت اور امام مالک اور یزید ابن عبدالملک النوفلی اور جدرین حازم اورایک جماعت نے روایتی کی اورنسائی نے کہا تقہ ہے اور ابن حبان
نے اس کا ذکر ثقات میں کیا اور ابن سعد نے واقد کی وغیرہ سے بیان کیا کہ وہ ۱۳۶۶ جری
میں فوت ہوئے اور عالم کثیر حدیث بیان کرنے والے ثقہ تھے میں کہنا ہوں کہ اسحاق بن
مضور نے ابن معین سے اس کی تو ثیق بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یزید بن
رو مان جلیل القدر تا بعی ہیں جنہوں نے متعدد صحابہ سے روایتیں کیس اور ان کی ثقابت پر
کس کو کلام نہیں اگر ان کی زیر بحث روایت مرسل بھی ہے تو پھر بھی مقویات ومؤیدات کی
موجودگی میں تمام آئمہ کے نزدیک قابل عمل ہے یہی وجہ ہے کہ بیس سے کم تر اور ج کی
امام کے ہاں مسنون نہیں اس کی مسنونیت کا قائل صرف نفس پرست وہائی ٹولہ ہے۔
جاء الحق سے حدیث نمبر کے بیہی نے معرفہ میں صحیح اسنا دسے حضرت سائب ابن
بزید سے روایت کی:

''فَالَ کُنَّا نَقُوْمُ فِی عَهْدِ عُمَرَ بِعِشُوِیْنَ رَکُعَةً وَالْوِتْرَ''۔
''ہم صحابہ کرام عمر فاروق کے زمانہ میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھ'۔
اس پر غیر مقلد کا اعتراض اس کی سند میں دوراوی ابوطا ہراور ابوعثان بصری ہیں۔
بحوالہ نصب الرابیہ ج۲ ہی ۱۵۴۔اوران کی عدالت ثقات بیان کرنا فریق ثانی پرآج تک
ادھار ہے۔اول الذکر ابوطا ہر کے بارے میں علامہ تاج الدین بکی نے لکھا ہے کہ امام
الفقہا الیکن اس سے ان کی عدالت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس قسم کے الفاظ تو مشکلم فیہ
راویوں کے متعلق بھی استعال کئے گئے ہیں۔مثلاً ہارث اعور کومن کبار التا بعین اور حس
بن عمار کومن کبار الفقہاء فی زمانہ اور نعیم بن جماد کواحد اُالائمۃ الاعلام۔

حافظ ذهبی نے میزان میں لکھا ہے خودعلائے احناف نے سب کی صراحت کے باوجود لکھا ہے کہ۔ و کسان مع ذلك فیقیہ (اتعلیق الحن میں ۲۵۲) یعنی اس کے باوجود ابوطا ہرمختاج عدالت ہے۔ اسی طرح مؤخر الذكر ابوعثان بصری كا ترجمہ بھی كتب رجال ہے نہیں ماتا جس كا اقر اركرتے ہوئے علامہ نیموی حنی فرماتے ہیں كہ:

"ولم اقف من توجم له (ایضا" "بیں نے اس کا ترجمہ کتب رجال میں نہیں پایا"۔

بعض نے اس کوعمر و بن عبداللہ قرار دیا ہے مگر کتب رجال ابوعثمان عمر و بن عبداللہ کے تراجم سے خالی ہے۔ الغرض اس روایت کی سند میں دوراوی مجھول الحال ہیں جس سے اس کاضعف اظھر من الشمس ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ درمیان میں مجھول الحال راوی ہے لہذا بیدوایت نام لینے کے قابل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس سے دلیل پکڑی جائے۔ مگر یقین جانے کہ مذکور اصول پر مفتی صاحب کا ایمان حلق کے او پر او پر ہی تھا ور نہ اس سے دلیل نہ پکڑتے ۔ نام نہاددین الحق صاحب کا ایمان حلق کے او پر او پر ہی تھا

الجواب اوّلاً: زیر بحث روایت کے راویوں کی عدالت ثقابت بیان کرنا احناف کے ذمہ تب لازم ہو جبکہ کسی محدث نے ان کی عدالت پرانگلی اٹھائی ہورہ وہائی توان کی تو کے خمہ کے نکالناعادت ہے آگریہ بات نہیں تو روایت کے ضعف پر دعویٰ کو ثابت کرتے کہ کس محدث نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ٹانیا: ہمارے پاس بالفرض ان کی ثقابت پراور نہ بھی دلیل ہویہ تو ہے کہ علامہ بھی ان بھی دلیل ہویہ تو ہے کہ علامہ بھی نے ابوطا ہر کوا مام الفقہاء لکھا ہے وہائی صاحب بتائیں کہ ان کے پاس ان کی جرح پر کون کی دلیل ہے جس کی بنا پر حدیث کوضعیف کہ دیا۔ یہ کھش مذہب پرستی ہے۔

ثالثًا: وہابی جی آنگھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھ لیس یہی روایت امام بیہی نے اپنی سنن الکبریٰ میں بھی روایت کی ہے جس میں بیدوراوی جن پر غیر مقلد کواعتر اض ہے موجود ہی نہیں بلکہ تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ملاحظہ ہو:

"وَقَدْ اَخْبَوَا اللهِ عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينورى بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السنى انبأ عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوى ثنا على بن الجعد انبأ ابن ابى ذئب عن يزيد بن حضيفه عن السائب بن يزيد قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْحَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ ركعةً " . الخ)

''لينى حضرت سائب بن يزيد ہے ہے كہ صحابہ حضرت عمر بن خطاب رضى الله عنہ كے زمانہ خلافت ميں رمضان مبارك ميں بيں ركعت تراوت و الله عنہ كے زمانہ خلافت ميں دمضان مبارك ميں بيں بكعت تراوت و (باجماعت) پڑھة تھائل ميں جن دوراويوں پرغيرمقلدكواعتراض ہے وہ موجود ہی نہيں "۔

بیں تراوح پرروایت کی سندھیج ہے:

اس روایت کو بیان کے بعد علامہ نیموں فرماتے ہیں رَوَاهُ الْبَیْهَ قِتَیُّ وَ اِسْنَادُهُ صَحِیْحٌ ۔اے امام بیہ قی نے روایت کیا اور اسنا داس کی صحیح ہے۔ (آثار السن صفحہ پراس کے حاشیہ التعلق ہیں قُلْتُ صفحہ پراس کے حاشیہ التعلق الحن میں پوری سند بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں قُلْتُ اِسْنَادُهُ کُلُّهُمْ فِقَاتٌ ۔ میں کہتا ہوں اس کی سند کے سب راوی ثقتہ ہیں۔ پھر بحوالہ ان کی توثیق ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قُلْتُ هَاذَا الْآثُرُ قَدُ صَحَّحَ إِسْنَادُهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ كَالنووى فِي الْمُصَابِيْحِ فِي الْمُصَابِيْحِ التَّقُويْبِ وَالسَّيُوْطِيُ فِي الْمَصَابِيْحِ التَّقُويْبِ وَالسَّيُوْطِيُ فِي الْمَصَابِيْحِ التَّقُويْبِ وَالسَّيُوْطِي فِي الْمَصَابِيْحِ التَّقُويُبِ وَالسَّيُوْطِي فِي الْمَصَابِيْحِ السَادَوَ فَاظَ سَ كُنْ حَرَات نَهُ حَجَى كَهَا سَهِ جَبِيا السَاءً مَن اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَى اللَّهُ عَلَى الْعَلَى الْعَلَى الْعَلَى اللَّهُ عَلَى الْعَلَى ال

بیس تراوی کی روایت کی صحت پرعلامه نو وی کی گواہی:

عَنِ السَّ آئِبِ بُنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بُنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّالُوِتُرَ قَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْحَلَاصَةَ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ _

حضرت سائب بن پزید سے ہے کہ فرمایا ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہیں رکعت تر اور کے اور وتر پڑھا کرتے تھے نووی نے خلاصہ میں کہا کہ اسنادال

ی سیجے ہے۔ اس پر غیر مقلد کے گھر کی گواہی بھی ملاحظہ ہو:

وحید الزمان غیر مقلد و بابی صاحب تسیر الباری ترجمه و تشریح سی بخاری ج۲، مسیر الباری ترجمه و تشریح بین رکعت پڑھنا مسیر سرس پڑھنا میں ہے۔ زجاجۃ المصابح باب قیام شہر مضان میں ہے : وَعَنِ السَّائِبِ بُنِ یَزِیدُ مَعْقُلُ مِی اللّٰهِ عَمْرَ بِعِشُو یُنَ رَکُعَةً وَالْوِتُو . رواه البہ قی فی المعرفة واساده می قال کُنّا نقُوْمُ فِنی عَهْدِ عُمَرَ بِعِشُو یُنَ رَکُعَةً وَالْوِتُو . رواه البہ قی فی المعرفة واساده می تال الموری فی الله عندی فالمورضی الله عندی فالعور میں الله عندی فلافت میں بیس رکعت تراوح اور وتر پڑھتے تھے۔ اسے امام بیہ ق نے معرفت میں صحیح اسادے ساتھ روایت کیا اور علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ سنداس کی صحیح ہے۔

بیں راوی کی صحت پرعلامہ عراقی کی گواہی:

علامه زين الدين ابي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي التوفى ٢٠٨ ججرى اپني طرح الترريب في شرح الترريب الجزءالثالث كے صفحه ٩٢ پر لکھتے ہيں:

وَفِى سُنَنِ الْبَيْهَقِيِّ بِإِسْنَادِ صَحِيْحٍ عَنِ السَّآئِبِ بَنِ يَزِيْدَ رَضِىَ اللَّهَ عَنْدُ الْبَيْهَ وَكُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بُنِ الْحَطَّابِ رَضِى اللهُ عَنْهُ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً -

اورسنن بیہق میں باساد سیج حضر ت سابب بن یزیدرضی اللہ عنہ سے کہ لوگ عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت میں رمضان مبارک میں ہیں رکعت قیام کرتے تھے۔اب سوچنے کی بات رہے کہ اس قدر سیج کروایت جس کی صحت پرمحدثین متفق ہیں کوضعیف کہنا محف تعصب و مذہب پرستی ہے کہ دین پرستی۔

رابعاً: اسی روایت کومحدث علی ابن الجعدرضی الله عنه نے جو کہ امام بخاری کے بھی اساتھ میں اپنی مند ابن الجعد طبع بروت ص ۱۳ پر انتھائی مختصر اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں بیراوی موجود نہیں جن پر غیر مقلد کواعتر اض ہے ملاحظہ ہو: "حدث نا علی انسا ابس ابسی ذئب عن یزید بن خُصَیْفَةَ عَنِ

السَّآئِبِ بُنِ يَزِيْدَ قَالَ: كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً" ـ الخ

''حضرت سائب بن یزید سے ہے کہ فرمایا صحابہ کرام عہد فاروقی میں رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھ''۔ایضاً

محدث جلیل عبدالرزاق رضی الله عنه جو که امام بخاری رضی الله عنه کے دادااستاد ہیں اپنی مصنف عبدالرزاق میں مختصراسناد سے زیر بحث روایت کو بیان فر ماتے ہیں :

عبد الرزاق عن الاسلمى عن الحارث بن عبد الرحمن ابن ابى ذباب عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد على عهد عمر و قددنا فروع الفجر وكان القيام على عهد عمر ثلاثة وعشرين ركعة (٣٦٠،٣٥)

حضرت سائب بن یزیدرضی الله عنه سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سائب بن یزیدرضی الله عنه سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی الله عنه کے زمانہ میں فجر کے قریب قیام رمضان یعنی تراوت گا فارغ ہوتے اور تھا قیام خلافت عمر میں ہیں تراوت کو قتین و تراس بیان سے ثابت ہوا کہ معرفة السنن والآ ثار کی جس روایت پر غیر مقلد کو اعتراض ہے اس کے نہایت ثقه متا کلا موجود ہیں جس سے اگر بالفرض ضعف مان لیا جائے تب بھی دور ہوجا تا ہے۔

خامساً: وہابی صاحب کا کہنا ہے کہ: خودعلائے احناف نے سبی صراحت کے باوجود کھا ہے کہ: و کان مع ذلك فقیر لیعنی اس کے باوجود ابوطا ہرمختاج عدالت ہے۔ وہائی کی خیانت جھوٹ:

فقیر کہتا ہے ان مذکورہ دوسطروں میں وہائی جی کا جھوٹ بھی ہے اور خیانت و جہالت بھی جھوٹ بید کے علامہ بھی جھوٹ بید کے احناف نے بیس لکھا کہ دو کان مع ذلك فقید بلکہ بید علامہ بکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الشافیۃ الکبری میں لکھا ہے علامہ نیموی خنی تو محض ناقل ہیں۔خیانت بیدی کہ نیموی نے التعلیق الحن میں علامہ بکی کی جوعبارت ابوطا ہر کے ناقل ہیں۔خیانت بیدی کہ نیموی نے التعلیق الحن میں علامہ بکی کی جوعبارت ابوطا ہر کے

متعلق تھی اے آگے اور پیچھے ہے چھوڑ کرصرف ایک جملہ ککھا وکان مع ذلک فقیرا وراسے بھی علامہ نیموی حنقی کی طرف منسوب کر دیا پوری عبارت اس خوف سے نہ کسی کہ کوئی سوال نہ کر دے کہ وہائی صاحب عبارت میں تو ابوطا ہر کے احوال واوصاف خوب انداز سے نہوں نہیں ہی ہر آپ کسے کہتے ہیں کہ وہ مجھول الحال ہے جہالت کا مظاہرہ یہ کیا کہ فقیر آگا معنی معنی عمال عدالت گھڑ دیا۔ حالانکہ یہ معنی ماس کا ہر گرنہیں ۔ نیز فقیراً کوفقیر کھو دیا حالانکہ یہ کان کی خبر ہے منصوب لکھا جائے گا پھر عبارت سے معلوم ہور ہا ہے کہ لفظ فقیراً اس جگہ کان کی خبر ہے منصوب لکھا جائے گا پھر عبارت سے معلوم ہور ہا ہے کہ لفظ فقیراً اس جگہ ابوطا ہرکی مدح میں آیا ہے جس کا معنی ہے فقیر طبع جو معنی اس کا وہائی جی نے کیا اس ہے جائے مدح کے ذم میں ہو جائے گا جبکہ کی مسلمان کی خوبی کو برائی میں بدلنا عندالشرع سخت براہے۔

غير مقلدنے ثقه راوی کومجهول کهددیا:

اب بم بحوالد حضرت ابوطا برى تقابت وعدالت كوثابت كرتے بيں پہلے بم علامہ تاج الدين ابولفر عبدالوهاب بن على بن عبدالكافى السبى الثافى المتوفى المتوفى الحكى عبارت كست بيں جس سے غير مقلد كا جموث وخيانت و جهالت عيال به وجا كيں گے كست بين محمد بن داؤد ساكنة شم ميم مكسورة ثم شين معجمة بن على بن داؤد الفقياء الشيخ ابوطاهر الزيادى ـ امام محدثين و الفقهاء بنيسابور في زمانه و كان شيخًا اديبًا عارفا بالعربية سلمت اليه الفقهاء الفتياء بمدينة نيسابور و المشيخة و له يدطولي في معرفة الشروط و مصنف فيه كتاباً و كان مع ذلك فقيراً وبقى يحملى ثلاث سنين ـ ولد سنة سبع عشرة و ثلاثمائة و بعدها وسمع الحديث سنة خمس و عشرين و ثلاثمائة و بعدها و تفقه سنة ثمان و عشرين ـ وسمع من ابى حامد بن بلال، و

محمد بن الحسين القطان، و عبد الله بن بعقوب الكرماني، والعباس بن قوهيار، ومحمد بن الحسن بن المحمد اباذي، و ابي عثمان عمرو بن عبد الله البصري، و ابي على الميداني، و حاجب بن احمد الطوسي، وعلى بن حمشاذ، وابي العباس محمد بن يعقوب الأصم، وابي عبد الله محمد بن عبد الله الصفار، وادرك ابا حامد الشرقة ولم يسمع منه وروى عنه ابوعبد الله الحاكم وذكره في تاريخه، وقدمات قبله، والحافظ ابوبكر البيهقي، وابوصالح المؤذن، والاستاذ ابوالقاسم القشيري، وعبد الجبار بن برزة، و محمد ابن محمد الساماني، وعلى بن احمد الواحدي، و ابوسعد بن رامش، و ابوبكر ابن يحيى المزكى، والقاسم بن الفضل الشقفي وحديشه يعلو في الثقفيات و خلق يطول ذكرهم. ا خى (طبقات الثانعيد الكبرى الجزء الثاني ص٠١٠)

العن محرب المحرب محرب محرب المحرب المحرب المحرب المحرب المحربي المحرب افتتاء اور مشيخت سونب ديا تها اور المصامع محرفت شروط پرعبور حاصل تها الله على المهول خيمل كتاب كهي الله على الموربي المحربي الم

ميداني اورحاجب بن احمد طوس اورعلي بن حمشا ذ اورا بوعباس محمد بن يعقوب الاصم اورا بوعبد الله محر بن عبدالله الصفار اور ابوحامد الشرقه كو پایا مگران سے ساع نه كیا۔ آپ كے تلامذہ جنہوں نے ساع حدیث کیا۔ ابوعبداللہ حاکم اوراس نے ذکر کیااس کا اپنی تاریخ میں اور ان سے پہلے فوت ہوئے اور حافظ ابو بکر الیہ قی اور ابوصالح مؤذن اور استاذ ابوالقاسم قشرى اورعبد الجبارين برزه اورمحرين محمرساماني اورعلي بن احمد الواحدي اور ابوسعد بن رامش اورابوبكرين يكى المزكى اورقاسم بن فضل ثقفي اوراس كى حديث ثقفيات ميس بلند یا پیھی اوران کے علاوہ خلق کثیر نے ساع کیا جن کا ذکر طویل ہے۔الحافظ الا مام شمس الدين محدين احدين عثمان الذهبي المتوفى ٢٨ ٤ جرى ايني سير اعلام النبلاء: ج ١٥٥ ص ٢٧٢ يرحفرت ابوطام كم متعلق لكھتے ہيں۔ ابن محمش) الفقية العلامة القدوة شيخ خرسان) ابوطا هر محمر بن محمر ابن محمش بن على بن داؤ دالزيادي الشافعي النيسا بوري الا ديب كان يسكن مجلة ميدان زياد بن عبد الرحل فنسب اليها، وكان والدومن العابدين ولد الوطا هرسنة سبع وعشرين وثلات مائة ، واسمعه البوهسنة ثمس وعشرين وبعدهامن الي حامد بن بلال ومحدين الحسين القطان ،عبدالله بن يعقوب الكرماني ، والعباس بن محمد بن قوصيار والي عثان عمروبن عبدالله البصري مجمه بن الحسن المحمد اباذي، ومحمه بن عمر بن حفض الجوجيري، وعبدوس بن الحسين وا في العباس الامم، ا في على الميد اني، وحاجب بن احمد الطّوسي وعلى بن حمشاذ، ومحمد بن عبد الله الصفار، وعدة و كاد ان يسمع من ابن الشرقى _ وكان اماماً في المذاهب متبحرأ في علم الشروط، له فيه مصنف بصيراً بالعربية كبيراً الثنان وكان امام أصحاب الحديث ومندهم مقتيهم ليعنى ابرنجمش ،فقيه علامه قد وهخراسان كے شخ ہیں۔ابوطا ہرمحمہ بن محر بن محمش بن على بن داؤ دالزيادي شافعي نيشا يوري اديب بين سيمحلّه ميدان زيد بن عبدالرحمٰن میں سکونت رکھتے تھے تو اس کی طرف منسوب ہوئے اور ان کے والد عابدوں سے تھے اور ان کے باپ نے انہیں ۳۲۵ ہجری میں اور اس کے بعد ساع حدیث کی غرض سے بھیجا ابوحامد بن بلال اور محمد بن حسین القطان اور عبد الله بن یعقوب کر مانی اور عباس

بن محمد بن قوصیاراورابوعثان عمر و بن عبدالله بھری اور محمد بن حسن المحمد اباذی اور محمد بن عمر بن محمد بن قوصیاراورابوعثان عمر و بن عبدالله بھری اور ابوعباس الاصم اورابوعلی میدانی اور حاجب بن احمد طوی اور علی بن حمشا ذاور محمد بن عبدالله الصفاراوران کے علاوہ متعدداسا تذہ کے بین احمد طوی اور علی بن حمشا ذاور محمد بن عبدالله الصفاراوران کے علاوہ متعدداسا تذہ کے پاس اور قریب تھا ابن الشرقی سے ساع کرتے اور مذہب میں امام تھے اور علم شروط میں سمندراس کی اس میں مستقل کتاب تھی اور عربی کے ماہراور بڑی بلندشان والے تھے اور اصحاب حدیث کے امام اور ملجاءاوران کے مفتی تھے۔

علاوہ ازیں عزالدین ابن الاشر الجزری متوتی بسلاھ نے بھی اٹکا ذکر خیر اللباب فی تھذیب الانساب جزء ٹانی ص ۸۴ پر کیا ہے اور صدید العارفین ج ۲ص ۵۹ پر اساعیل البغد ادی نے ان کا ترجم خوب الفاظ ہے کھا ہے مگر افسوس وھا بی جی کی حقیقت پوشی پر کہ جس حضرت ابوطا ہر محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن کمش بن علی بن واؤ درضی اللہ عنہ کا محد ثین کرام خوب انداز سے البحے القاب واوصاف کے ساتھ ذکر کیا اور جرح پر ایک لفظ بھی نہیں کہا اسے مجمول کے رہا ہے ایسے مذہب پرستوں متعصب لوگوں سے خیر کی امید کیا ہوسکتی ہے۔ سادساً دزیر بحث روایت کے ایک اور راوی ابوعثان عمر و بن عبد اللہ بھری کے بارے وہائی صاحب نے لکھا ہے کہاس کا ترجمہ بھی کتب رجال سے نہیں ملتا۔ وہائی صاحب کی عینک اتار کر دیکھیں:

فقیر جواباً کہتا ہے ضرور ملتا ہے بشرطیکہ وہائی صاحبان تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں۔چنانچہ(سراعلام النہاء: ج2اہی،۳۶۴) پرعلامہ دھی لکھتے ہیں:

الامام القدوة الزاهد الصالح، ابوعثمان عدرو بن عبد الله بن درهم النيسا بورى البطوى الغازى البعروف بالبعرى سمع محمد بن عبد الوهاب الفراء واحمد بن معاذ وغيرهما حدث عنه الحافظ ابوعلى وابو اسحاق المزكى وابو عبد الله بن مندة والحسن بن المؤمل وابو طاهر بن محمش،

والعلوى وآخرون

یعنی امام قدوه زامد صالح بین ابوعثمان عمرو بن عبدالله بن درهم نیشا بوری مطوی غازى المعروف بصرى انهول نے ساع احادیث كيامحمد بن عبدالوهاب الفراءاوراحمد بن معاذ سے اوران دونون کے علاوہ سے بھی اوراس سے حدیث بیان کی حافظ ابوعلی اور ابواسحاق المزكى اورا بوعبدالله بن منده اورحسن بن على بن مؤمل اورا بوطا برحمش اورعلوي اوردیگر محدثین نے ۔اس سے معلوم ہوا کہ ابوعثمان عمر و بن عبداللہ بصری رضی اللہ عنہ جلیل القدر محدث تنع جس سے عظیم الثان محدثین نے احادیث کا ساع کیالیکن غیر مقلدا سے ندب برسی میں مجہول کہدر ہا ہے۔سابعاً۔غیر مقلد کا بیجھی خالصاً جھوٹ ہے کہ مفتی صاحب رحمة الله عليه نے مجهول راوي كى وجه سے كہا ہے كه بيروايت نام لينے كے قابل نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے دلیل بکڑی جائے۔اس مقام پراصل بات سے کمفتی صاحب رحمة الله عليه نے وہايوں كى دليل ابوجيد ساعدى كى روايت ميں كئى خرابياں ثابت كيس آخر ميں نتيجة فرمايا _غرض بيركه اس حديث ميں ايك نہيں بہت خرابياں ہيں - بير منکر بھی ہے مضطرب بھی مدلس یا موضوع بھی ہے مجہول بھی ہے دیکھو حاشیہ ابوداؤریہی مقام الی روایت تو نام لینے کے قابل بھی نہیں چہ جائیکہ دلیل پکڑی جائے۔ جاء الحق ج٢، ص١٥ _ مگر و بابي جي نے اپنا فرہبي مقصد پورا كرنا تھا اس لئے باقى چھوڑ كرايخ مقصد کا جملہ کھ لیا آ کے پھر ہماری روایت کے دوراویوں کواینے پاس سے مجہول کہددیا تا کہلوگ دھوکا کھا کیں کہ خفی حضرات تو ایک راوی مجہول کی روایت قبول نہیں کرتے اس میں تو دوراوی مجہول ہیں بی قابل قبول کیسے ہوئی اب جاءالحق سے حدیث نمبر ۸ ملاحظہ

ائن منع نے حضرت الى بن كعب رضى الله عنه سے روایت كى - حضرت عمر نے اپنے دورخلافت میں بیس تر اوت كیا جماعت پڑھنے كا حكم دیا:

اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْحَطَّابِ اَمَرَهُ اَنْ تُصَلِّى بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ قَالَ إِنَّ

النَّاسَ يَصُومُونَ النَّهَارَ وَلاَ يُحْسِنُونَ اَنْ يَّقُرَءُ وَا فَلَوْ قَرَاتَ بِالنَّيْلِ قَالَ فَقَدُ بِالنَّيْلِ قَالَ يَكُنُ فَقَالَ فَقَدُ عِلْمِتُ وَلاَيَحُونَ اَنْ يَكُنُ فَقَالَ فَقَدُ عَلِمْتُ وَلاَيَتُهُ حَسَنٌ فَصَلَّى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ـ

حضرت عمر نے انہیں حکم دیا کہتم لوگوں کورات تراوی نماز پڑھاؤ کیونکہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے بہتر ہے ہے کہتم ان پرقرآن پڑھا کرورات میں حضرت الی نے عرض کیا کہا ہے امیرالمؤمنین بیوہ کام ہے جواس سے پہلے نہ تھا آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں لیکن بیاچھا کام ہے تو حضرت ابی نے انہیں ہیں رکعتیں پڑھا کیں۔ اس حدیث سے چند مسئے معلوم ہوئے ایک بید کہ عہد فاروتی سے پہلے مسلمانوں میں تراوی جاری تھی مگر باجماعت اہتمام سے ہمیشہ تراوی کا رواج حضرت عمرضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوااصل تراوی سنت رسول اللہ ہے اور جماعت کا اہتمام سنت فاروقی ہے۔

بیں تراوت کر تمام صحابی کا جماع ہے:

دوسرے یہ کہ بیس رکعت تر اوت کی پرتمام صحابہ کا اجماع ہوا کیونکہ حضرت ابی بن کعب
نے تمام صحابہ کو بیس رکعت پڑھا کیں۔ صحابہ کرام نے پڑھیں کسی نے اعتراض نہ کیا۔
تیسرے یہ کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا جماعت
تر اوت کے کی با قاعدہ جماعت اہتمام سے بدعت ہے اس سے پہلے نہ ہوئی۔ فاروق اعظم
نے فر مایا بالکل ٹھیک ہے واقعی یہ بدعت ہے مگر اچھی ہے۔ چو تھے یہ کہ جو کام حضور کے
نر مانہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے اگر چہ عہد صحابہ میں رائج ہو کہ تر اوت کے کی جماعت اگر چہ
نر مانہ فاروقی میں ہوئی مگر اسے بدعت حسنہ فر مایا گیا۔ نوٹ وہابی نے اس حدیث کو
نمانہ فاروقی میں ہوئی مگر اسے بدعت حسنہ فر مایا گیا۔ نوٹ وہابی نے اس حدیث کو
اعتراض کی غرض سے مفتی صاحبی چوتھی دلیل کے عنوان کے تحت کھا ہے مگر اس کے متن
کا ایسا حلیہ بگاڑا کہ اللہ کی پناہ یہ ہے ان نام نہا دا ہم کھدیثوں کا حال اگر مفتی صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سے ایک لفظ کا آگا پیچھا ہو جائے تو شور ڈالتے ہیں لیکن خود کا یہ حال ہے کہ

حدیث کا حلیہ بی بگاڑ کے رکھ دیا۔ اب وہا بی صاحب کا اعتراض ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب کو اقرار ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے ابن منج ہیں۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سن وفات ۱۹ ہجری ہے (الک مال فی اسماء المرجال) ص ۵۸۱ مام احمد بن منچ بن عبد الرحمان البغوی کی پیدائش سن ۱۹ ااور وفات ۲۲۲۲ ہجری میں ہو کی تھی (تہذیب المہذیب بی اس ساطع جدید) اور درمیان میں تقریباً ٹر شوصدی کا زمانہ ہے تو دریں صورت ابن منج کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور ساع نہ ہوا لہذا بیروایت منقطع مظہری اور کسی بھی روایت کا مقطع (صیح منقطع ہے) ہونا اس کی عدم صحت کے لئے کافی ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب کو اقرار ہے جس کی ضروری تفصیل مفتی صاحب کی دوسری دلیل میں گزریجی ہے۔ نام نہاد دین الحق بی ص

غیرمقلد جھوٹ سے ذرائہیں شرماتا:

الجواب اولاً اصل بات بہے کہ غیر مقلد جھوٹ بو لئے ذرانہیں شرماتے یہی وجہ ہے کہ اپنا مقصد پوراکر نے کوجھوٹ بول کرمنسوب مفتی صاحب کی طرف کر دیتے ہیں اس جگہ کے رہے ہیں کہ منقطع روایت کی عدم صحت کا مفتی صاحب کو اقر ارہے حالانکہ جاء الحق کے جس مقام کا حوالہ وہائی صاحب نے دلیل نمبر آئے تحت دیا ہے وہاں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مخصوص منقطع روایت کی عدم صحت کا کہا ہے جس کے راوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مخصوص منقطع روایت کی عدم صحت کا کہا ہے جس کے راوی محمد بن عمر و بن عطاء نے پوراواقعہ پاس سے گھڑا کہ میں نے حضرت ابو تمید ساعدی کو دس صحابہ جن میں ابوقادہ وضی اللہ عنہ ان کی سے بھی پہلے خلافت حضرت علی میں شہید ہو بچکے تھے۔ لہذا اس روایت کو اس پیدائش سے بھی پہلے خلافت حضرت علی میں شہید ہو بچکے تھے۔ لہذا اس روایت کو اس پر محمول کرنا رائ فرار لینا ہے۔

تانیاً: وہائی صاحب مفتی صاحب کا مقلد نہیں کہ اس کی بات کودلیل بنائے ان کا دعویٰ ہے ہم اہلحدیث کسی کی تقلید نہیں کرتے ہم قرآن وحدیث مانتے ہیں ہماری دلیل صرف قرآن وحدیث سے منقطع کی تعریف مع

الحكم پیش كریں۔

ثالثاً : امام ابن منبع بہت بڑے محدث حافظ دِلْقہ ہیں ابن حجرنے انہیں لُقہ حافظ اسلیم کیا ہے تقریب التہذیب ص ۱۷) لہذاان کی منقطع روایت حجت ہے انہوں نے درمیان کے روا ق کوتب ہی حذف کیا کہ ان کے نز دیک لُقہ تھے۔

رابعاً:اس روایت کے شواھد موجود ہیں جن سے حضرت الی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دور فاروقی میں بیس رکعت تر اوس کی طانا فدکور ہے لہذا میہ قابل حجت ہے۔مصنف ابن الی شیبہ میں ہے:

"حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن حسن عن عبد العزيز بن رفیع قال: کان ابی بن کعب بیصلی بالناس فی رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاثٍ" . (٢٦،٩٥٥) "عبدالعزيز بن رقيع سے ہے كەحفرت الى بن كعب رضى الله عنه لوگوں كو رمضان مبارک میں مدینہ شریف میں ہیں رکعت تر اور کے پڑھاتے تھے''۔ اورتین وتر امام ابن الی شیبه اپنی سند سے ایک روایت بیان کرتے ہیں: "و كيع عن نافع عن بن عمر قال كان ابن ابي مليكة يصلى بنا في رمضان عشوين ركعة" . الخ (مصنف ابن الى شيد : ٢٩٥٥م) ''حضرت نافع ابن عمر رضی الله عنهما سے روایت کرتے ہیں کرتے حضرت ابن الی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیں رکعت ر اور کے پڑھاتے تھے'۔ علامه نیموی فرماتے ہیں رواہ ابو بکرین ابی شیبہوا سنا دہ چھے ۔ آ ٹارانسنن ص۱۰۰ ابو بکر بن الى شيبه نے روايت كيا اور اساداس كي سيح ہے۔علامہ بغوى كى شرح النه كے حاشيه پر ہے۔واسادہ سی جے۔جسم مسلما۔اس روایت کی سندسی ہے۔ بیں تراوت کی صحت پرغیر مقلدوں کے گھر کی گواہی:

خودغير مقلدول كےعلامہ وحيد الزمان صاحب لكھتے ہيں۔حضرت عمر رضى الله عنه

صاحب سے بہ سند سیح بیں رکعت پڑھنا منقول ہے ترجمہ وتشریح سیح بخاری ج۲، ص۳۳۳۔امام ترفدی اہل علم کا تراوی کے متعلق معمول لکھتے ہیں جس میں آٹھ تراوی کا ذکرتک نہیں چنانچے فرماتے ہیں: کاذکرتک نہیں چنانچے فرماتے ہیں:

واختلف اهل العلم فى قيام رمضان فرائى بعضهم ان يصلى احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عند هم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روى عن على و عمر وغيرهما من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عشرين ركعةً وهو قول سفيان الثورى وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعةً عالترمذى جلد اوّل باب ما جاء فى قيام شهر مضان

اوراختلاف کیا اہل علم نے قیام رمضان میں بعض کے زدیک ہے کہ ور ول کے ساتھ اکتالیس رکعتیں بڑی جا کیں یہ قول اہل مدینہ کا ہے اور ان کے ہاں مدینہ میں اسی بڑیل ہے اور اکثر اہل علم اس پر ہیں جوروایت ہوئی حضرت علی اور حضرت عمر اور ان کے علاوہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں رکعت اور یہی قول سفیان توری ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے امام شافعی نے فر مایا کہ میں اسی پر اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو پایا کہ وہ ہیں رکعت تر اور کی بڑھتے ہے کہا مام بنوی شرح النہ جہم جس ۱۳۳۱ ہے قائدہ اول اس سے معلوم ہوا کہ امام تر فدی کے نزد یک حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہیں رکعت تر اور کے کامعمول خابت ہیں رکعت تر اور کے سے کم کسی کامعمول نابت ہیں رکعت تر اور کے سے کم کسی کامعمول نابت ہیں رکعت تر اور کے سے کم کسی کامعمول خور سے ابی بین کھی ہے تر میں ہم عرض کرتے ہیں خود و ہا بیوں کے امام ابن تیمیہ کو بھی حضرت ابی بین کعب کے تر خر میں ہم عرض کرتے ہیں خود و ہا بیوں کے امام ابن تیمیہ کو بھی صدر سے ابی بین کعب کے تر خر میں ہم عرض کرتے ہیں خود و ہا بیوں کے امام ابن تیمیہ کو بھی صدر سے ابی بین کعب کی زمن عمر بین الخطاب عشرین رکعت ہے تو کی الکبری کی اس کا کا قرار ہے چنا نچوا ہے قاوی الکبری کا ہا کہ کا اور اسے جنا نجوا ہیں تام بھی ابی کعب فی زمن عمر بین الخطاب عشرین رکعت و لین خصر سے الحقا ہے تر بین قام بھی ابی کعب فی زمن عمر بین الخطاب عشرین رکعت و لین خور سے الحقا ہیں تو م بین الحک کے الم کا بین الحک کے الم کا بین کو میں تام بھی ابی کعب فی زمن عمر بین الخطاب عشرین رکعت کے دور کی حضر سے الحق کے دور کے دور کی دور کی دور کی دور کی کی دور کی کی دور کی دو

ا بی بن کعب (صحابہ تابعین) کے ساتھ ہیں رکعت تراوی قیام کیا۔اب جاءالحق ہے حدیث نمبر 9 پیش کرتے ہیں۔۔

حضرت على نے اپنی خلافت میں بیس تر اور کے کا حکم دیا:

بيہق نے اپنی سنن میں حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی سے روایت کی۔

عن على رضى الله عنه دعا القرآء في رمضان فامرمنهم رجلاً يصلى بالناس عشرين ركعة قال وكان على رضى الله عنه يوتربهم-

کے علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا پھرایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو میس رکعت پڑھاؤ حضرت علی انہیں وتر پڑھاتے تھے۔اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتریض روایت کی اصل الفاظ ملاحظہ تیجئے ۔ پیہفی نقل کرتے ہیں کہ: یعنی جوفقیر نے تھیج کے ساتھ روایت کو اوپر ککھ دیا۔آگے وہانی صاحب لکھتے ہیں۔

قار کین کرام! ملاحظہ کریں مفتی صاحب نے متن روایت میں کتنا تصرف کیا ہے عن کوان اور رضی اللہ عنہ کوابن ابی طالب بنا دیا ہے اور یو تد بھہ کا اصلی معنی چھوڑ دیا ہے اور خس ترویحات اپنی طرف سے داخل کر دیا ہے اور یو تد بھہ کامعنی کیا ہے انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ یہ بیں علم کے ٹھیکے دارجن پریٹش صادق آتی ہے لکھے نہ پڑ ہے نام محمد فاضل۔

الجواب اولاً روایت کے تیج ترجمہ سے واضح ہے کہ متن میں غلطی مصنف جاء الحق رحمۃ اللّٰہ علیہ کی نہیں کیونکہ آپ نے ترجمہ بالکل صحیح متن کے مطابق کیا ہے جومتن حدیث درست کر کے ہم نے او پر لکھا ہے۔

لہذا پیلطی کا تب کی ہےاور بیقرین القیاس بھی ہے کیونکہ جوالفاظ اس جگہ غلط لکھے گئے وہ اس کے ساتھ ہی آ گے والی روایت کے ہیں جو کا تب کی غلطی سے یہاں لکھے گئے نانیا: دہابی صاحب نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرمتن روایت میں تصرف کا الزام لگایا گریہ بھی بتاتے کہ مفتی صاحب کی غرض اس سے کیا تھی جب کہ اس کی دلیل میں دیئے گئے تھے متن میں ان کا موقف واضح ہے اصل میں وہابی صاحب دوسروں کوخود پر قیاس کرتا ہے نیز وہابی جی مفتی صاحب پر الزام تراثی سے پہلے اپنے گریبان کو جھا تک کردیے ہے ابھی پیچھے ہم نے حدیث میں اس کی فحش غلطی کی نشاندہی کی ہے۔

الله وبانی نے بدالزام بھی جھوٹالگایا ہے کہ فتی صاحب (یُوتِرُ بھم) کاغلط ترجمہ کیا ہے نقیر کہتا ہے اگر وہانی اپنے اس دعویٰ میں سچاتھا تو بتادیتا کہ اس کا تھیے معنی کیا ہے سے محصل لوگوں کو دھوکا دینے کی حرکت ہے غیر مقلد کا دوسر ااعتراض ۔ اس کی سند میں جماد بن

شعیب راوی ہے اس کے بارے میں علامہ ذھبی لکھتے ہیں۔

ضَعَّفَهُ إِبْنُ مُعِيْنٍ وَقَالَ يَحْيَى لَا يُكْتَبُ حَدِيْتُهُ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فَيْ فَوَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِيْهِ وَقَالَ اِبْنُ عدى اكْثَرُ حَدِيْتُهُ وَيَّالَ اِبْنُ عدى اكْثَرُ حَدِيْتُهُ مِسَمَّا لَا يُتَابِعُهُ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونُهُ أَوُ مِسَمَّا لَا يُتَابِعُهُ إِلَّا مَنْ هُوَ دُونُهُ أَوُ مِسَمَّا لَا يُتَابِعُهُ إِلَّا مَنْ هُو دُونُهُ أَو مِشَلُهُ وَقَالَ اِبْنُ حَاتِمٌ لَيْسَ بِالْقُويِّ . (ميزان: ١٥مهم ٥٩٧) .

اس کی امام ابن معین نے تضعیف کی ہے اور امام کی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کسی ہی نہ جائے امام بخاری کا کہنا ہے کہ فیہ نظرامام نسائی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی اکثر روایات کا کوئی متابع موجود نہیں اور عقیلی فرماتے ہیں کہ کوئی اس کا متابع نہیں گر اس سے بھی بدتر اور امام ابوحاتم انہیں لیس بالقوی یعنی احادیث میں پڑتے نہیں) قرار دیتے ہیں علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ قلت حماد بن شعیب ضعیف ہے۔ اس کے بعد نیموی صاحب نے اپنی بات کومدل کرنے کی غرض سے میزان کی فرکورہ عبارت کوفل کیا ہے جس میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بھی موجود ہے کہ فیہ نظر اور امام ابن ہمام حفی نے اپنی تالیف التحریر میں صراحت کی ہے کہ جس راوی کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فیہ نظر کہیں اس سے احتجاج نہ کیا

جائے ان کے الفاظ ہیں:

" إِذْ قَالَ الْبُحَارِيُّ فِيْهِ نَظَرٌّ فَحَدِيْتُهُ لَا يُحْتَجُّ بِهِ وَلَا يُسْتَشُهَدُ بِهِ وَلَا يُصْلِحُ لِلْإِغْتِبَار "بحوالة تخذالا حوذي ٢٥ص ٧٥_

کیعنی جس راوی کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللّٰه علیہ فیہ نظر کے الفاظ کہہ دیں تو اس کی روایت سے نہ تو احتجاج کیا جاسکتا ہے اور نہ لطور شاید کے پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ اعتبار کے لائق ہوتی ہے۔نام نہا ددین الحق ۳۳۴ھ ھ

الجواب اولاً امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اکثر اہل علم کاعمل بیس تر اوت کر ہے جو کہ مروی ہے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے لہذا اس روایت کوتلقی بالقبول حاصل ہے اور جس روایت کوتلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہووہ قو تی اور قابل حجت ہوجاتی ہے امام جلال الدین سیوطی رحمیہ اللہ علیہ کلصتے ہیں متعدد علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ انل علم کی موافقت حدیث شریف کی صحت کی دلیل بن جاتی ہے اگر چہ اس کے لئے کوئی سند قابل معاد نہ ہوتھ تبات علی الموضوعات ۱۲۔

ٹانیاً: اس روایت کواس سے بھی قوت ملتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے (شاگردوں) رمضان شریف میں لوگوں کوہیں تراوت کے ساتھ تین وتر پڑھاتے تھے جسیا کہ امام بیہ قبی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں ورویناعن شیر بن شکل د کان میں اصحاب علی دضی اللہ عندہ

" إِنَّهُ كَانَ يَوَّمُّهُمُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكُعَةٍ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثِ وَ اللهِ عَلَاثِ وَ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ المُلْمُ اللهُ الل

اور روایت کی ہم کوشتر بن شکل سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب (شگر دوں) سے تھے کہ وہ لوگوں کی امامت کرتے تھے رمضان شریف میں ہیں تر اور کے کے ساتھ تین وتر پڑھتے۔امام بیہی نے فرمایا کہ اس میں قوت ہے اس کے لئے جو ہم کو روایت کی ابوالحن بن فضل القطان بغداد نے میں آگے پوری سند سے زیر بحث روایت کو بان كيااب بيهقى شريف نے حضرت الوالحناء سے روايت كى ۔ ''اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ آبِي طَالِبِ اَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّى بِالنَّاسِ خَبْسَ تَرُويْحَاتِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً "

حضرت علی رضی اللّه عند نے ایک شخص کو تھم دیا کہ لوگوں کو پانچ تر اور کے لیعنی ہیں رکعت پڑھا ئیں۔ اس پر غیر مقلد کے اعتراض ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب نے امام بیہق کے الفاظ نقل کرنے میں بد دیانتی کی ہے کیونکہ انہوں نے نقل روایت کے بعد آتے اپنا محد ثانہ فیصلہ بھی دیا ہے کہ فی ھذا الا سنا دضعف (اسنن الکبر کی للیہ تھی (صحیح بیہق ہے) ج ماص کے میان اللہ (صحیح بیہق ہے) ج ماص کے میان اللہ (صحیح اناللہ کے اللہ اللہ وصحیح اناللہ ہے)

ثانياً ندكوره جرح پرنفتركرت بوئ علامه ابن التركماني حفى فرمات بيل كه الاظهر ان ضعفه من جهة ابي سعد سعيد بن المرزبان البقال فانه متكلم فيه فان كان كذلك فقد تابعه عليه غيرة قال ابن ابي شيبة ثنا وكيع عن الحسن صالح عن عمروبن قيس ابي الحسناء ان عليا الخ (الجرم التي جم ١٩٧٧)

واضح رہے کہ اس سند کاضعف سعید بن مرزبان کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ منظم فیہ ہے اگر بات یہی ہے تو اس کا متابع موجود ہے جیسا کہ امام ابن الی شیبہ نے وکیع عن الحسن عن عمد و عن ابی الحسناء کے طریق سے روایت کی ہے (انتھی) علامہ ابن التر کمانی کا یہ معارضہ کی وجہ سے مردود ہے۔

اولاً بات صرف ابوسعد البقال كنهيں بلكه ان كے استاد الى الحسنا بھى متكلم فيه ہيں چناچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہيں كہ مجہول الحال اور ساتويں طبقہ كے راويوں سے ہے (تقريب ص ٢٩٣ نی اللی) حافظ صاحب كی اس صراحت سے معلوم ہوا كہ الى الحسناء مجہول ہونے كے علاوہ اس كاعلى رضى اللہ عنہ خليفه راشد سے ساع بھى ثابت نہيں ہے كيونكه

ساتواں طبقہ اتباع النابعین کا ہے جیسا کہ خودانہوں نے مقدمہ میں صراحت کی ہے کہ کبارا تباع التابعین کما لک والثوری (مقدمة قریب ص۳) یعنی میہ کبارا تباع تابعین کا ہے جیسے امام مالک اور سفیان توری ہیں ۔ گویا پیروایت سنڈ امتقطع ہے۔

ثانیاً فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ کتب رجال سے ایسے ابی الحسناء کی نشائد ہی کرے جس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ساع ثابت ہواوراس کے شگر دعمر و بن قیس اور ابوسعد البقال ہوں محض بیہ کہہ دینے سے کہ ابن ابی شیبہ میں ابوسعد کا عمر و بن قیس متابع موجود ہے بات نہیں چلے گی کیونکہ ابوسعد بقال اور عمر و بن قیس جو بظاہر ابوالحسناء کے شگر و معلوم ہوتے ہیں ان دونوں کی سندوں میں عن ابی الحسناء کا لفظ موجود ہوتا ہے اور عن کے متعلق اصول حدیث میں بیصراحت ہے کہ اس لفظ کے ساتھ روایت کرنے کی صورت متعلق اصول حدیث میں بیصراحت ہے کہ اس لفظ کے ساتھ روایت کرنے کی صورت میں راوی مروی عنہ کے مابین لقاء اور عدم القاء ساع اور عدم ساع دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ چناچہ جافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

وعنعنة المعاصر محمولة على السماع بخلاف غير المعاصر فانها تكون مرسلة اومنقطعة فشرط حملها على السماع ثبت المعاصر الامن المدلس فانها ليست محمولة على السماع

(شرح نخبص ۹۸)

یعنی معاصر کا ہیں۔اس کاعن عن تو مرسل منقطع ہوگا۔لہذاکسی راوی کےعن عن کو ساع پرمحمول کرنے کے لئے (معاصرت کا ثبوت شرط ہے یہاں اگر راوی مدلس ہوتو معاصرت کے ثبوت کے باوجود)اس کاعن عن ساع پرمحمول نہیں ہوگا۔انتھی)اس اصول پرخاصی طویل اور پرمغز گفتگو کے بعد مولا نا نذیراحدر جمانی رحمۃ الله علیہ لکھتے ہیں کہاگراصول کی میربا تیں ذہن نثین ہوگئ تو اب سنئے کہ جب آپ پورے جزم یقین کے ساتھ یہ دعو کی کرتے ہیں کہ ابوسعد بقال کی متابعت عمر و بن قیس نے کی ہے تو اس کامعنی میں دونوں ابوالحناء کے یہوا کہ آپ یہ ہی دعو کی کررہے ہیں کہ ابوسعد بقال اور عمر و بن قیس دونوں ابوالحناء کے یہوا کہ آپ یہ ہی دعو کی کررہے ہیں کہ ابوسعد بقال اور عمر و بن قیس دونوں ابوالحناء کے بہوا کہ آپ یہ ہی دونوں ابوالحناء کے

معاصر بیں اور میروایت انہوں نے بلاارسال وانقطاع کے براہ راست ابوالحسناء سے لی کیان کیاان دعووں میں سے کوئی ایک دعولی بھی آپ رجال کی کتابوں سے ثابت کر سے بیں؟ اور ایک آپ کیا میں کہتا ہوں کہ اگر سار ہے علاء احناف مل کر بھی زور لگا ئیں تو ان دعووں کا ثبوت رجال کی کتابوں سے ناممکن ہے اس لئے کہ رجال کی تمام متد اول سے تابیں کھنگال ڈالئے آپ کو کہیں بھی کسی ایسے راوی کا تذکرہ نہیں ملے گاجس کا نام یا کنیت ابوالحسناء ہواور اسکے استاذ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شکر دابوسعد بقال اور عمرو بن قیس ہوں انوار مصان ہے بچواب رکعات تر اور کے ص ۲۸۲) ۔ نام نہاد دین الحق ص ۵۳۷۵۔ الجواب اولاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خیانت تو تب بتی کہ وہ متن راویت میں کی وزیاد تی کرتے نیز اس جگہ ان کا عنوان حدیث سے دلائل دینا ہے نہ کہ محدثین کے اقوال پیش کرنا۔

ٹانیاً: وہابی صاحب کو موافق فدہب کے وقت تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا محدثانہ فیصلہ نظر آیالیکن اسی باب میں جوامام بیہق نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگر و فتیر بن شکل کارمضان مبارک میں لوگوں کو ہیں تر اور کی پڑھانا اس روایت کو قوت دیتا ہے جو عطاء بن سائب کے طریق عن ابی عبدالرحمٰن سلمی عن علی رضی اللہ عنہ عنہ مروی ہے جس میں ہے کہ حضرت علی نے ایک شخص کورمضان میں لوگوں کو ہیں تر اور کی پڑھانے کا حکم دیا نظرنہ آیا کیونکہ بی خلاف فد ہہ ہے تو وہابی صاحبان خلاف فد جب کسی کی نہیں مانتے۔ فار مایا کہ فاللہ غلیہ نے فرمایا کہ

(وَاكْتُرُ اَهُلُ الْعِلْمِ عَلَى مَا رُوِى عَنْ عَلِيٍّ وَّ عُمَرَ وَ غَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً)-

اورا کثر اَبَل علمَ کَاعمل اس پر ہے جوحضرت علی اور حضرت عمر اور ان دو کے علاوہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے بیس رکعت اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تر اور کے کو بیان کرنے والے کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم ہیں اور پھران سے بے شار تبع تا بعین نے بیان کیا اور اسے معمول بنایا اسی ظرح بیسلسلہ ہم تک جاری ہے مسلمان اس پرمشرق مغرب اور شال جنوب میں عمل کرتے ہیں رمضان مبارک میں بیس رکعت تر اور کے پڑھے ہیں لہذا بیروایت جوتو اتر کو پنچی ہوئی ہے اور بیاصول حدیث ہے کہ خبر متو اتر کے راویوں پر بحث نہیں ہوتی اسے قبول کرنا واجب ہوتا ہے۔

جس حدیث کوامت قبول کر لے درجہ تواتر کو بھنے جاتی ہے

امام سخاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب امت کسی ضعیف حدیث کو قبول کریے ہو صحیح بیہے کہ اس پڑمل کیا جائے گا اور وہ حدیث شریف بمنز لہ حدیث متواتر ہوگی اور اس سے قطعی حکم کومنسوخ کردیا جائے گا۔ (فتح المغیثے جاس ۳۳۳)۔

جب امت کے ممل ضعیف حدیث کومتواتر کا درجہ مل جاتا جو ہو ہی متواتر خلفائے ثلاثہ کے دور میں بے ثار صحابہ نے لیبس تراوت کے کومعمول باجماعت بنایا۔

رابعاً:اگرابوالحسناءمجہول ہےتو پھر حافظ ابن حجرنے اسے ساتویں طبقہ میں کیسے شار کیاا سے یہ کیونکرمعلوم ہوا میساتویں طبقہ کے دور میں ہواہے۔

خامساً: ہم ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالحسناء مجہول نہیں ان کاتر جمہ موجود ہے۔ چنانچہ۔ تہذیب الکمال فی اساءالرجال جسس کے صفحہ ۲۳ تا ۲۳۹ پر حافظ جمال الدین لکھتے ہیں:

ابوالحسناء الكوفى اسمه الحسن، ويقال الحسين روى عن المحكم بن عتيبة، روى عنه شريك بن عبد الله النخعى روى له ابو داؤد، والترمذى والنسائى فى (مسند على) وقد وقع لنا حديث بعلو اخبرنا به ابوالفرج بن قدامة وابو الحسن ابن البخارى، و ابوالغنائم بن علان، واحمد بن شيبان و زينب بنت مكى، قالوا اخبرنا حنبل بن عبد الله قال اخبرنا ابوالقاسم بن الحصين قال اخبرنا ابوعلى المذهب، قال احبرنا ابوبكر ابن مالك، قال حدثنا عبد الله بن احمد، قال حدثنى عثمان ابن

ابی شیبة، قال حدثنا شریك، عن ابی الحسناء عن الحكم عن حنش، قال رأیت علی بن ابی طالب یضحی بكبشین فقلت له ما هذا؟ فقال: اوصانی رسول الله ان اضحی عنه . رواه ابو داؤد عن عثمان فوافقناه فیه بعلو ورواه الترمذی والنسائی عن محمد بن عبید المحاربی عن شریك بعلو ورقه الترمذی والنسائی عن محمد بن عبید المحاربی عن شریك نحوه فوقع لنا بدلاً علیاً وقال الترمذی غریب لا نعرفه الا من حدیث شریك . امام ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی المتوفی ۱۳۱۰ شریك . امام ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی المتوفی ۱۳۱۰ بجری نے حفز ت ابوالحناء کا ترجمه بی التی والاساء تا، ک۳۲۳ پراین سند کر ساتھ بول بیان کیا ہے حدث نا العباس بن محمد عن یحیی بن معین قال: ابوالحسناء روی عنه شریك والحسن بن صالح کوفی۔

ماشا ءاللہ کیاخوب ترجمہ (حال) ہے امام ابوالحناء رضی اللہ عنہ کا جس سے معلوم ہوا کہ ان کے دومعروف و ثقہ شاگر دہیں شریک بن عبداللہ نختی اور حسن بن صالح کوفی اور ان کی روایت سیدناعلی کرم اللہ وجہہ سے منقطع نہیں بلکہ بواسط تھم بن عتیبہ عن حنش اور حضرت علی کو دومینڈ ھے قربانی کرتے دیکھا۔ گر وہابی کی جہالت دیکھوکہ انہیں مجہول اور ان کی روایت کو منقطع کہ درہا ہے۔

سادساً: محدثین وفقہاء کرام نے کلیہ بیان کیا ہے جس سے دوثقہ راوی روایت کر <mark>لیں وہ مجہول نہیں</mark> رہتا بلکہ معروف ہوجا تاہے۔

- (۱) واقل ما ترتفع به الجهالة ان يروى عن الرجل اثنان من المشهورين بالعلم التصرليف من قسم السنن الى الصحيح والضعيف آ، ص ٢٥٤ يمي خطيب بغدادى نے کہا ہے۔
 - (٢) النكت على مقدمه ابن الصلاح ـ ٢٢٥٠ـ
- (٣) ومن روى عنه عدلان وعيناه لا فقد ارتفعت عنه عنده الجهالة المنكت على مقدمه ابن الصلاح للامام بدر الدين محمد بن عبد الله

بن بهادر الذر كشي ص٢٦٨

- (۳) وعبارة الدارقطنى: من روى عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته وثبتت عدالته (فتح المغيث شرح الغية الحديث للامام شمس الدين محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوى جلد اص ا ۳۵ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان) (واقبل ما يرفع المجهالة) عنه (رواية اثنين مشهورين) فاكثر عنه (حدريب الراوى في شرح تقريب النواوى جلدا ٣٥ اللامام جلال الدين اليولم طبع قركي كتب فانكرايي)
 - (۵) ثم من روى عنه عدلان عيناه ارتفعت جهالة عينه

(تقريب النوادي جلدا م ١٤٢)

- (۲) قال الخطيب: المجهول عند اهل الحديث من لم يعرفه العلماء ولا يعرف حديثه من جهة واحد واقبل ما يرفع الجهالة رواية اثنين مشهورين (تقريب النوادي جلماء م ١٥٠٤ تاص ١٤٣ تأل السلام ابوزكر ياالنوادي)_
- (2) ان الراوى قد يخرج عن كو نه مجهو لا مردودا برواية واحدة عنه (مقدمه ابن صلاح في علوم الحديث لابن صلاح ص١٢٠)

شکورہ بالاحوالوں سے معلوم ہوا کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کرلیں اس سے جہالت اٹھ جاتی ہے عدالت ثابت ہوجاتی ہے اس کلیہ کے تحت بھی حضرت ابوالحسناء کی عدالت ثابت ہو چکا ہے۔ عدالت ثابت ہو چکا ہے۔

سابعاً: اس وہائی ہے قبل اس کے بڑے ناصر الدین البانی نے بھی علامہ ذھی و حافظ این حجر کی تقلید میں ابوالحسناء کی جہالت کا دعویٰ کیا تھا جس کے جواب میں الشخ اسماعیل بن محمد انصاری نے لکھا جواس جگہ کی مناسبت سے نقل کردیتا ہوں:

واما اعتماد الالباني في اثر ابي الحسناء على الذهبي في ابي الحسناء لا يعرف و قول الحافظ فيه مجهول فالجواب عنه ان الدولابي روى في الاسماء والكنى) عن العباس بن محمد عن يحيى بن معين انه قال: ابوالحسناء روى عنه شريك والحسن بن صالح الكوفي ، والمقرر في قواعد الحديث ان رواية اثنين عن الراوى ترفع عنه اسم الجهالة كما بينه الدار قطني في (سننه) وابن عبد البر (في الاستذكار) والخطيب رفي الكفاية) وغيرهم تصحيح حديث صلاة التراويح عشرين ركعة والرد على الالباني في تضعيفه) ص٢٦-

ناشر دارالا فراء بالریاض سعودی عرب، یعنی البانی کا ذهبی کے قول که ابوالحسنا کا حال معلوم نہیں اوراس کے بارے میں حافظ ابن جمر کے قول کہ مجبول ہے پراعتما دکر کے ابوالحسناء کی روایت کوضعیف کہنا۔ تو اس کا جواب ہے کہ علامہ دولا فی نے (الاسماء والکنی) میں روایت کیا عباس بن حجہ سے اس نے بیان کیا کہ ابوالحسناء میں روایت کیا عباس بن حجہ سے اس نے بیان کیا کہ ابوالحسناء سے شریک اور حسن بن صالح کوفی نے روایت کیا اور بیقواعد حدیث میں ثابت ہے کہ جس راوی سے دو شخص روایت کریں اس پرسے جہالت کا اطلاق اٹھ جاتا ہے جسیا کہ دارقطنی نے اسے اپنی سنن اور ابن عبد البرنے (الاستذکار) اور خطیب نے الکفایہ میں بیان کیا اور ان کے علاوہ نے بھی۔

مفتی احمد یارخان تعیمی رحمة الله علیه نے اپنے موقف بیس رکعت تر اور کی پر احادیث سے دلاکل دینے کے بعد فر مایا کہ لطور نمونہ چند حدیثیں پیش کی گئیں ور نہیں رکعت کی احادیث بہت ہیں اگر شوق ہوتو ہماری لمعات المصابح اور صحح البہاری ملاحظہ کریں اس پر غیر مقلد کے اعتراض لکھتے ہیں۔

قارئین کرام اولاً مفتی صاحب نے صرف ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہا کی پیش کی ہے جو محد ثین اور علائے احناف کے علاوہ خود گجراتی خراد پر بھی ضعیف ہے اور سے محصلے صدیث کے عالف ومعارض بھی ہے اور پانچ آثار پیش کئے ہیں جن کے ضعیف ومردود

اور منقطع السند ہونے کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ثانیاً: رہایہ کہ فلاں فلاں کتاب کا مطالعہ فر مائے۔

توہم اپنے قارئین کو جزویقین (صیح جزم ویقین ہے) کے ساتھ بتاتے ہیں کہ یہ مفتی صاحب نے رعب جمانے اور فتح حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کیونکہ اگران میں کوئی صحح حدیث موجود ہوتی تو مفتی صاحب یقیناً اسے پیش کرتے اور ایسی روایت (ابن عباس رضی اللہ عنہما) قطعاً پیش نہ کرتے جس کے راوی کو وہ خود جاء الباطل (جاء البحق) میں ضعیف کہے جھے ان کا ضعیف راوی کی روایت کو پیش کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کا براحناف دلیل ہیں کوئی صحح روایت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اکا براحناف دلیل ہے کہ ان کا براحناف نے پرزور الفاظ میں لکھا ہے کہ نماز تراوت کی گیارہ رکعات ہی ہیں چنا نچہ ملاعلی قاری مشکلو ق کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان التراويح في الاصل احدى عشر بالوتر في جماعة فعله صلى الله تعالى عليه وسلم . (مرقاة بحواله حاشيه مشكوه ص١١٥)

بلاشبه نمازتر اوت کاصل گیارہ رکعات ہی ہے وتر اور جماعت کے ساتھ یہی رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے پڑھیں (آٹھ تر اوت کا اور تین وتر) علامہ ابن ہمام ھدا ہیہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله صلى الله عليه وسلم (فق القدير: ١٠٥٥م)

ترجمہ وہی ہے جو ملاعلی قاری کی عبارت کا ہے) علامہ شامی در مختار کی شرح میں ککھتے ہیں:

و ذکر فی الفتح ان مقتضی الدلیل کون المسنون منها ثمانیة و الباقی مستحبًا (ناوگاٹای ۲۶،۳۵) یعنی فتح میں ذکر کیا گیا ہے کہ دلیل کے اعتبار سے تر اور کے آٹھ رکعت ہی مسنون ہے اورباقی متحب نین الدین الشهر بابن نجیم حقی کنز الدقائق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: قد ثبت ان ذلك كان احدى عشرة ركعة كما ثبت فى الصحيحين من حديث عائشه فاذن يكون المسنون على اصول مشائخنا ثمانية منها والمستحب اثنا عشرة۔

الجرارة ائق (صحح الجرارائق م) ٢٢،٩٥٧

لینی اس سے بیٹابت ہوتا ہے کہ بیر (نماز تروائی) وتر کے ساتھ گیارہ رکعات ہی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث حضرت عاکشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے لہذا ہمارے مشاکخ کے اصول کے مطابق آٹھ مسنون اور بارہ رکعات مستحب بیں۔ (انتھی) (نام نہاددین الحق ص ۵۳۰۲۵۳۸)

خلفائے راشدین کے دور میں بالا تفاق صحابہ بیس تراوی کیا جماعت

يرهى جاتى تھيں:

الجواب اولاً: خلفائے راشدین رضوان الله علیهم کے مبارک دور میں بیس رکعت تراوح باجماعت پڑھا جانا اور کسی صحابی کا اس پراعتراض نہ کرنا حضرت ابن عباس رضی الله عنهما کی اس حدیث کی صحت کو ثابت کرتا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم رمضان شریف میں بیس تراوح اور وتر پڑھتے تھے۔

ثانیاً حضرت سائب بن یزید کی روایت کوہم پیش کر چکے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ بیس تراوت کا اور و تر پڑھتے تھے اور اس کی صحت پر محدثین کی شہادتیں بھی ہم نے لکھ دیں ہیں اور موطا امام مالک میں امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ حضرت بزید بن رومان سے روایت کی جس میں خلافت فاروقی میں ہیں رکعت تراوت کے دوتر باجماعت پڑھنے کا ثبوت ہے۔ موطا امام مالک وہ کتاب ہے جس کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث وہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حجۃ اللہ البالغہ کے ص ۲۰ اپر فرماتے ہیں:
قَالَ الشَّافَ عِنْ اَصِح الکتب بعد کتاب اللہ مؤطا مالک و اتّفَقَ

اَهْلُ الْحَدِيْثِ عَلَى اَنَّ جَمِيْعَ مَا فِيْهِ صَحِيْحٌ عَلَى رَأْي مَالِكِ وَمَنْ اِتَّفَقَهُ وَامَّا عَلَى رَأى غَيْرِهِ فَلَيْسَ فِيْهِ مُرْسَلٌ وَلاَ مُنْقَطَعٌ اِلَّا قَدُ اِتَّصَلَ السَّنَدُ بِهِ مِنْ طُرُقِ أُخُرِى فَلَا جرم إِنَّهَا صَحِيْحَةٌ مِّنْ هَذَا الْوَجْهِ انْتَى)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ قرآن کے بعد سب کتب سے زیادہ صحیح موطا مالک ہے اور محد ثین کا اس پراتفاق ہوا ہے کہ موطا میں جنتی حدیثیں ہیں امام مالک اور ان کے موافقین کے نزدیک سب صحیح ہیں ان کے علاوہ دوسرے محدثین کے نزدیک موطا میں کوئی حدیث مرسل اور منقطع نہیں جس کی سند دوسر سے طرق سے متصل نہ ہواس وجہ سے وہ بھی صحیح ہے۔

الثان معرت فتر بن شکل جو کھلی رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ہیں کی روایت کہ وہ رمضان مبارک میں لوگوں کو ہیں تر اوج اور تین و تر پڑھاتے تھے کوامام بیہ قی نے قل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں قوت ہے اس روایت کے لئے (جوای کے ساتھ ہے کہ) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے قاریوں کو بلا کرایک شخص کو تھم دیا کہ وہ لوگوں کو ہیں تر اوت کی پڑھاتے تھے۔ دوسری روایت ہیں تر اوت کی پڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں و تر پڑھاتے تھے۔ دوسری روایت مضرت علی کرم اللہ وجہدالکریم سے ہیں رکعت کے بوت پر حضرت ابوالحسناء سے ہاس براعتراض کا ہم نے بفضلہ تعالی جواب دیا ہے۔ نیز خود غیر مقلدوں کے امام وحیدالز مان کا حوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہیں تر اوت کی صحت پر ہم نے اس بحث میں کا حوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہیں تر اوت کی کی سب کا حوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہیں تر اوت کی کی سب کا حوالہ حضرت عمر دود کہ در ہا ہے شاید ہیں جھ ہیڑھا ہے کہ قبر وحشر میں وہا بی دین کے بیش کردیا ہے۔ مگر نام نہا دائل حدیث کی ہٹ دھری دیکھو کہ ہیں رکعت تر اوت کی کی سب روایات کوضعیف مردود کہ در ہا ہے شاید ہیں جھ ہیڑھا ہے کہ قبر وحشر میں وہا بی دین کے بارے۔ بیر مقلد کی نقل عبارات میں خیانت:

رابعاً وہانی صاحب نے اپنے مذہب کوتقویت دینے کے لئے کتب احناف میں

سے ملاعلی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوۃ اور ابن ہمام کی فتح القدیر اور فتاوی شامی اور بحر الرائق کے حوالے دیئے مگرسب میں ڈنڈی مار گئے صرف اپنے مقصد کی عبارتیں لکھ لیس ہماس کی خیانت ظاہر کرنے کو فہ کورہ کتب کے ساتھ وہ بھی عبارتیں لکھ رہے ہیں جن کو دہابی جی نے خلاف فد بہب جان کر چھوڑ دیا۔ ملاحظہ ہو۔ ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ الباری کستے ہیں:

(مرقاة شرح مشكوة جسم ١٩٥٠) _

يبي علامه ابن مام نے لکھا ہے۔

فتح القديرج ا، ص ٢٦٨) امام بيہق نے اپنی معرفق ميں حضرت سائب بن يزيد سے روايت کی کہتھی ہم حضرت عمر بن خطاب کے دور ميں بيس رکعت تر اور گا اور وتر پڑھتے امام نووی نے خلاصہ ميں فرمايا کہ سنداس روايت کی صحیح ہے اور موطا کی ایک روايت ميں گيارہ رکعت آياان دو کے درميان جمع کيا گيا کہ بير پہلے واقع ہوا پھر امر بيس رکعت برگھر اپس بيسلے واقع ہوا پھر امر بيس رکعت برگھر اپس بيسلے اتر م اپس اس مقاص ميں عاصل ہوا کہ قيام رمضان وتر کے ساتھ

گیارہ رکعت سنت ہے جماعت میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھر عذر کے سبب ترک فر مایا یعنی جماعت کواس سے فائدہ بیہ حاصل ہوا کہا گریہ خوف نہ ہوتا یعنی جماعت فرض ہونے کا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہار ہے ساتھ ضروراس پر بھیشگی فر ماتے اوراس سے امن کی تحقیق میں کوئی شبہ نہیں رہا آپ علیہ الصلاق و السلام کے وصال کے بعد تو اب بیسنت ہوا یعنی جماعت) اور ہونا اس کا خلفائے راشدین کی سنت اور حضور علیہ الصلاق والسلام کا ارشاد ہے کہ تم پر میر کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ فرانسلام کا ارشاد ہے کہ تم پر میر کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ فرانسلام کا ارشاد ہے کہ تم پر میر کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ فرانسلام کا ارشاد ہے کہ تم پر میر کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

علامه شامی فرماتے ہیں:

قَولُهُ هِى عِشُرُونَ رَكْعَةً هُوَ قُولُ الْجَمُهُورِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرُقًا وَ غُرَبًا وَّعَنُ مَّالِكِ سِتُّ وَّ ثَلَاثُونَ وَ ذُكِرَ فِى الْفَتْحِ إِنَّ مَعْتَ ضَى النَّائِي كُونُ الْمَسْنُونُ مِنْهَا ثَمَانِيَّةٌ وَّالْبَاقِيُّ مُسْتَحَبًّا وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ وَ ذَكُرُتُ جَوَابَهُ فِيْمَا عَلَقْتُهُ عَلَيْهِ.

(فآوي شاي ج اجس ۲۵۱)

اورصاحب درالخار کا قول که تراوح بیس رکعت بین اوروه قول جمہور کا ہے اوراسی پرلوگوں کا مملا ہے اوراسی پرلوگوں کا ممل ہے شرقاً وغر با اورامام مالک سے چھتیس رکعت منقول ہے اور فئے میں ذکر ہوا کہ مقتضی دلیل ہے کہ اس سے گیارہ رکعت مسنون ہیں اور باقی مستحب ہیں اور اس کا تمام بیان بحر میں ہے اور میں نے اس پر تعلیق کمسی۔

کسی ۔

بح الرائق میں امام ابوالبر کات عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں:

ثُمَّ وَقَعَتِ الْمَوَاظِبَةُ عَلَيْهَا فِي إِثْنَاءِ حَلَافَةِ عُمَرَ رَضِىَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنُهُمْ كَمَا وَرَدَ عَنْهُ وَوَافَقَهُ عَامَةُ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمْ كَمَا وَرَدَ ذَلِكَ فِي السُّنَيْنِ ثُمَّ مَا زَالَ النَّاسُ مِنْ ذَلِكَ الصَّدُرِ إِلَى يَوْمِنَا

هٰذَا عَلْى إِقَامَتِهَا مِنْ غَيْرِ نَكِيْرِ وَّكَيْفَ لَا وَقَلْدُ ثَبَتَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّالُو-ةُ وَالسَّلاُّمُ (عَلَيْكُمْ بِسُنِّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْ لِدِينُ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِي كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاؤِد وَاطْلَقَهُ فَشَـمُلَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ كَمَا صُرِّحَ بِهِ فِي (الحانية و الطهيرية) وقوله (عشرون ركعة) بيَان لِكُمِّيْتِهَا وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُ ور لِمَا فِي الْمَوْطَا عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ رَوْمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُونَ فِي زَمَنِ عُمَ مَرَ بُنِ الْخَطَّابِ بِثَلاَثِ وَعِشُرِيْنَ رَكْعَةً) وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْقًا وَّغَرْبًا للِّكِنَّ ذَكَرَ الْمُحَقِّقُ فِي (فتح القدير) مَا حَاصِلُهُ إِنَّ الدَّلِيْلَ يَقْتَضِى آنُ تَكُوْنَ سُنَةُ مِنَ الْعِشْرِيْنَ مَا فَعَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا ثُمَّ تَرَكَهُ خَشْيَةً أَنْ تُكُتَبَ عَلَيْنَا وَالْبَاقِي مُسْتَحَبُّ وَقَدْ ثَبَتَ إِنَّ ذَٰلِكَ كَانَ إِحْدَى وَعَشُرَـةُ رَكُعَةً بِالْوِتُرِ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ حَدِيْثِ عَـ آئِشَةَ فَـاِنُ يَّكُونَ الْمَسْنُونُ عَلَى اَصُولِ مُشَائِخِنَا ثَمَانِيَّةُ مِنْهَا وَالْـمُسْتَحَبُّ إِثْنَا عَشْرَ (انتهى) وَذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْحَلْبِيُّ آنَّ الْحِكْمَةَ فِي كُونِهَا عِشْرِيْنَ إِنَّ السُّنَنَ شُرِعَتْ مُكَمِّلاتُ لِـلُوَاجِبَاتِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ بِالْوِتْرِ فَكَانَتِ التَّرَاوِيُحُ كَذَٰلِكَ لِنَفْع الْمَسَاوَاةِ بَيْنَ الْمُكَمَّلِ وَالْمُكَمِّلِ - انْتَحَى)

کیرواقع ہوئی اس پڑیکگی تینی تراویج کی جماعت پر) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور موافقت کی اس پر عامۃ الصحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے جیسا کہ یہ وارد ہوا کتب سنن میں پھر ہمیشہ رہے اس پرلوگ اس دور سے ہمارے اس دن تک اس کی اقامت پر بغیر کسی کے انکار کے اور یہ کسے نہ ہوتا تحقیق ٹابت ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیار شاد کہتم پرلازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت اسے

مضبوطی سے تھامو۔جبیبا کہ اسے روایت کیا امام ابوداؤ دنے اور اسے اطلاق پر چھوڑ اتو اس حکم میں مردوعورت سب شامل ہیں جس طرح کہاس کی تصریح خانیہ وظھیر یہ میں ہے اوراس کا قول کہ بیں رکعت بیرتعداد کا بیان ہے اور وہ جمہور کا قول ہے اس بنا پر جوموطا میں ہے بزید بن رومان سے روایت کہ فر مایا لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہیں تراوی اور تین وتر پڑھتے تھے اورای پرلوگوں کا شرقاً وغر باعمل ہے۔ کیکن شیخ محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا جس کا حاصل ہیہے کہ بے شک دلیل کا مقتضاء ہیہ ہے کہبیں میں سے وہ سنت ہو جواس ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھرا ہے ترک کیا اس خوف سے کہ ہم پر فرض نہ ہو جائیں اور باتی متحب ہوں اور تحقیق پیژابت ہوا کہوہ گیاره رکعات ہیں وتروں سمیت جبیبا کہ صحیحین میں ثابت ہے حضرت عاکثہ کی حدیث ہے پس ہومسنون ہمارے مشائخ کے اصول پراس سے آٹھ رکعت اور باقی بارہ متحب۔ اورعلام چلبی نے بیان کیا کہ بیس رکعت تروا کے میں حکمت پہ ہے کہ سنتیں مشروع ہوئی ہیں واجبات کو مکمل کرنے کے لیے اور ریہ (واجبات) وتروں سمیت بیس رکعت ہیں تو تر او یکے بھی ای طرح ہوئیں تا کہ مکمل کرنے والے اور کممل ہونے والے میں برابری کا فائده دس

ان عبارات سے نابت ہے کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیم کے دور مبارکہ سے امت کا عمل بیں تر اور کی ہے سوال ہیہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ تر اور کی معین تھیں تو خلفائے راشدین نے اس پر اضافہ کیوں کیا اور کسی صحابی نے اس اضافہ کا انکار کیوں نہ کیا؟ ایسا ہر گرخمی نہیں بات سے ہے کہ یا تو ان کے زدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیں رکعت تر اور کی فابت تھیں جیسا کہ حضر ت ابن عباس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے یا پھر کوئی تعداد معین نہ تھی مگر خلفاء راشدین نے اسے معین کر دیا پھر حدیث میں آیا ہے یا پھر کوئی تعداد معین نہ تھی مگر خلفاء راشدین نے اسے معین کر دیا پھر بھی امت پر عمل لازم ہے جسیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد بیان ہوا کہ تم پر میر ی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جب کہ بعض اکا بر غیر مقلداس کے قائل ہیں سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے جب کہ بعض اکا برغیر مقلداس کے قائل ہیں

کے حدیث مرفوع میں تراوی کی تعداد معین نہیں۔

بعض ا كابرغير مقلدول كانظريه ب كه تعدادتر او ي معين نهيس:

چانچ غيرمقلدول كعلام شوكانى صاحب نيل الاوطار جسم م م مين الفقين الم قصر الصلوة المسماة بالتراويح على عدد معين وتخصيصها بقرأة محصوصة لم يرد به سنة

''لینی نماز جس کا نام تراوج ہے کے عدد معین پر اور اسکی تخصیص قر اُت مخصوصہ پر کوئی سنت وار زمیں ہوئی''۔

اورغیرمقلدول کے نواب صدیق حسن خان بھو پالی لکھتے ہیں وہالجملہ عدد معین در مرفوع نیامدہ عرف الجادی باب در بیان قیام رمضان ۔خلاصہ یہ کہ عدد معین حدیث میں نہیں آیا۔غیرمقلدول کے علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں و لا یہ عیس لے سلوة لیالی و مضان لیمن التراوی کا عدد معین (زل الابرانجام ۱۲۲)۔ رمضان کی راتوں کی نماز یعنی تراوی کا کوئی عدد معین نہیں ہوا۔

برانے وہابیوں کانظریدادر نے وہانی کااور:

مگر نیاو ہابی نام نہا ددین الحق کا مصنف دعو کی کرتا ہے کہ حدیث صحیح میں آٹھ تراو تک کا عدد معین ہے اس سے سوال ہے کہ تہارے ان بڑوں کوئی حدیث نہیں ملی مفتی احمد یار خال نعیمی رحمة الله علیہ اپنے موقف ہیں رکعت تراو تکے پر مزید عقلی و نقلی دلائل پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

بين تراوت كريعقلي دلائل:

عقل کا تقاضا بھی ہے ہے کہ تر اوج بیس رکعت ہوں نہ کہ آٹھ چندوجوہ ہے ایک بیہ کہ دن رات میں بیس رکعت فرض تین رکعت واجب ماہ کہ دن رات میں بیس رکعت فرض وواجب ہیں۔ کا رکعت فرض تین رکعت واجب ماہ رمضان میں بیس تر اوج پڑھی جائیں۔ان رکعات کی پیمیل اور مدارج بڑھانے کے لیخدا آٹھ رکعات تر اوج کی بالکل خلاف قیاس ہیں۔دوسرے بیر کہ صحابہ کرام تر اوج کے

کی ہردکعت میں ایک دکوع پڑھتے تھے بلکہ قرآن کریم کے دکوع کورکوع اس لئے کہتے ہیں کہ اتن آیات میں حضرت عمروعثمان وصحابہ کرام دکوع کرتے تھے اور ستائیسویں شب کوختم قرآن ہوتا تھا۔ آٹھ دکعت ہوتیں تو چاہیے تھا کہ قرآن کریم کے دکوع کل دوسوسولہ ہوتے۔ حالانکہ قرآن کریم کے کل دکوع کی دوسوسولہ ہوتے۔ حالانکہ قرآن کریم کے کل دکوع کی مان کرقرآن کریم کے دکوع کی دکوع ہوتے ہیں۔ کوئی وہائی صاحب آٹھ درکعت تراوی مان کرقرآن کریم کے دکوع کی تعداد کی وجہ بیان فرمائیس تیسرے یہ کہ تراوی ترویحہ کی جمع ہے ترویحہ ہر چا درکعت کے بعد کچھ دریا بیٹھ کر داحت کرنے کو کہتے ہیں اگر تراوی آٹھ دکھ دریا بیٹھ کر داحت کرنے کو کہتے ہیں اگر تراوی آٹھ دکھت ہوتیں تو بچھ میں ایک ترویحہ ہوتا اس صورت میں اس کا نام تراوی جمع نہ ہوتا جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے۔ علاء امت کا ممل ۔ ہمیشہ سے قریباً ساری امت کا ممل میں دکعت تراوی پر رہا۔ چنا نچہ تر ذری شریف باب شہر دمضان میں اس طرح فرماتے ہیں:

وَاكْثَرُ اَهُلُ عِلْمِ عَلَى مَا رُوِى عَنْ عَلِيّ وَّ عُمَرَ وَ غَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيّ وَإِبْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هَاكَذَا الشَّافِعِيُّ هَاكَذَا الدَّاكَةَ يُصَلُّونَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ـ

اوراکشر علاء کاعمل اس پرہے جوحضرت عمر وعلی و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے منقول ہے یعنی بیس رکعت تر اور گاور یہی سفیان توری ابن مبارک اور شافعی رحمة الله علیه کا فرمان ہے امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو بیس رکعت تر اور کی پڑھتے پایا۔

عدة القارى شرح بخارى جلد پنجم صفحه ٣٥٥ ميں ارشاد فرمايا:

قَالَ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَهُوَ قَوْلُ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَبِهِ قَالَ الْكُوْفِيُوْنَ وَالشَّافِعِيُّ وَاكْثَرُ الْفُقَهَاءِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ مِنْ غَيْرِ حَلَافٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ہیں رکعت تر اور کے ہی جمہور علماء کا قول ہے یہی کو فی حضرات اور امام شافعی اور اکثر علماء فقہاء فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے ابی بن کعب سے منقول ہے اس میں صحابہ کا اختلاف نہیں۔

بين ركعت راور كيراجماع ب

مولا ناعلی قاری شرح نقایہ میں میں رکعت تراوی کے بارے میں فرماتے ہیں: فصار اجماعا لما روى البيهقي باسناد صحيح كانوا يقيمون على عهد عمر عشرین رکعة وعلی عهد عثمان و علی عشرین بیس رکعت راوت کیر ملمانوں کا اجماع ہے کیونکہ بیہق نے سیح اسناد سے روایت کی صحابہ کرام اور سارے مسلمان حضرت عمروعثان وعلی رضی الله تعالی عنهم کے زمانہ میں بیس رکعت تراوی کے پڑھا كرتے تھے علامدابن فجر بیتمی فرماتے ہیں۔ اجتماع الصحباب على ان التراويع عشرون ركعة تمام صحابه كاس يراتفاق ہے كه تراوت ميں ركعت ہيں۔ ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا بیس رکعت تر اور کے سنت رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہے۔ بیں رکعت تراوح کر صحابہ کا اجماع ہے بیس رکعت تراوح کر عام مسلمانوں کاعمل ہے بیس رکعت تراوت کے حرمین شریفین میں پڑھی جاتی ہیں ہیں رکعت تراوی عقل کے مطابق ہیں۔ بیس رکعت تراوی حقر آنی رکوعات کی تعداد کے مناسب ہیں۔ بلکہ آج حرمین طیبین میں نجدیوں کی سلطنت ہے مگر اب بھی وہاں ہیں رکعت تر اوت کے پڑھی جاتی ہے۔جس کا جی جا ہے جا کر د مکھ لے نہ معلوم ہمارے یہاں کے وہابی کس غیر مقلد کی تقلید کرتے ہیں۔جوآٹھ تراوی پڑھتے ہیں۔آٹھ رکعت تراوی سنت رسول کے خلاف سنت صحابہ کے خلاف سنت مسلمین کے خلاف سنت علماء مجتهدین کے خلاف سنت حرمین طیبین کے خلاف ہاں ہوانفس کےمطابق ہے کہ نمازنفس امارہ پر بوجھ ہے۔رب تعالیٰ نفس امارہ کے پھندوں سے نکا لے اور سنت رسول پڑمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

واضح رہے کہ حضرت علامہ حکیم الامت مفتی احمد یار خال نعیمی رحمیۃ اللہ علیہ کے

ندکورہ عالمانہ محققانہ علی دلائل کاغیر مقلد کوئی جواب نہیں دے سکا جو کہ مذہب احناف کی فتح مبین ہے نیزاس سے معلوم ہوا کہ وہائی مذہب نقل کے علاوہ خلاف عقل بھی ہے۔

البعۃ جوعبارتیں مفتی صاحب رحمۃ الله علیہ نے بیس تراور کی پراجماع امت ثابت کرنے کو پیش کی ہیں ان پراس نے بہت بھونڈے اور دل سوز الفاظ میں اعتراض کیے ہیں ملاحظہ ہوں لکھتا ہے: چونکہ علامہ بدر الدین حفی رحمۃ الله علیہ کی عبارت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے لے کرتا بعین عظام رحمۃ الله علیہ کی عبارت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے لے کرتا بعین عظام رحمۃ الله عنہم (صحیح علیہم ہے) اور نسل بعد نسل عامۃ المسلمین کے وسیع پیانہ تعالی امت پر کافی روشی پڑتی ہے اس لئے ہم یہاں ان کا مکمل کلام نقل کرتے ہیں تاک گجرات کے اس منہ پھٹ مفتی کی بددیا نتی ، فریب کاری ، مکاری ، عیاری ، غلط بیانی بلکہ دجل و تبلیس سے پورا پورا پردہ اٹھ سکے جو انہوں کاری ، مکاری ، عیاری ، غلط بیانی بلکہ دجل و تبلیس سے پورا پورا پردہ اٹھ سکے جو انہوں نے علامہ عینی کا ادھورا کلام نقل کر کے عوام کو مخالطہ دیا ہے کہ بیس رکعت پر امت اسلام کا اجماع ہے چنا نچے علامہ موصوف ککھتے ہیں:

وَقَلِهِ اخْتَلَفَ اللهُ لَمَاءُ فِي الْعَدَدِ الْمُسْتَحَبِّ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ عَلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُلَى الْعُوال كَثِيرُو

(ا) فَقِيْلَ اِحْداى وَارْبَعُونَ وَقَالَ التِّرُمَذِيُّ رَالى بَعْضُهُمُ اَنُ يَّصَلِّى إَحُداى وَارْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَّعَ الُوتُرِ وَهُو قَوْلُ اَهُلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلَى هِذَا عِنْدَهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ شَيْخُنَا رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى وَالْعَمَلُ عَلَى هِذَا عِنْدَهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ شَيْخُنَا رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ شَيْخُنَا رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى وَهُو الْعَمْدُ مَا قِيْلَ قُلْتُ ذَكَرَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْإِسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارَ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ الْاسْتِذَكَارِ عَنِ اللهِ اللهُ اللهُ

(٢) فَقِيْلَ ثَمَانُ وَ ثَلَاثُونَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بُنُ نَصْرٍ مِّنُ طَرِيْقِ ابْنِ إِيْنِ الْمَنَ عَنُ مَّالِكٍ قَالَ يَسْتَجِتُ اَنْ يَقُومُ النَّاسُ فِي رَمَضَانَ بِثَمَانِ وَثَكَرْنِيْنَ رَكَعَةً وَيُسَلِّمُ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ ثُمَّ يُوْتِرُبِهِمْ بِوَاحِدَةٍ قَالَ

هٰذَا الْعَمَلُ بِالْمَدِيْنَةِ قَبُلَ الْحِرَّةِ مُنْذَبَضْعٍ وَّمِائَةٍ سَنَةً إِلَى الْيَوْمِ هُلَذَا الْعَمَلَ وَكَانَّهُ جَمَعَ رَكَعَتَيْنِ مِنَ الْوِتُوِ مُنَدَارَفُهُ جَمَعَ رَكَعَتَيْنِ مِنَ الْوِتُو مَعَ قَيَامٍ رَمَضَانَ وَإِلَّا فَالْمَشُهُورُ عَنُ مَعَ قِيَامٍ رَمَضَانَ وَإِلَّا فَالْمَشُهُورُ عَنُ مَالِكِ سِتٌ وَّلَلَا فَالْمَشُهُورُ عَنُ مَالِكِ سِتٌ وَّلَلا فَالْمَشُهُورُ عَنُ مَالِكِ سِتٌ وَالْمَدَو وَاحد

(٣) وَقِيْلَ اَرْبَعٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ عَلَى مَا حُكِى عَنْ زرارة بْنِ اَوْفَى إِنَّهُ كِذَالِكَ كَانَ يُصَلِّى بِهِمْ فِي الْعَشْرِ الآخِيْرِ .

(۵) فَقِيْلَ ثَمَانٌ وَّعِشُرُوْنَ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنُ زَرَارَة بْنِ اَوْفَى فِى اللهِ اللهِ فَى اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ

(٢) وَقِيْلَ اَرْبَعٌ وَّعِشُرُونَ وَهُو مَرُوِيٌّ عَنْ سَعِيْدِ بَنِ جُبَيْرٍ . (٢) وَقِيْلَ اَرْبَعٌ وَعَشُرُونَ وَحَكَاهُ التِّرْمَذِيُّ عَنْ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ فَإِنَّهُ رَوِي عَنْ عُمْرَ وَعَلِي وَ غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَهُو قَوْلُ رُوِي عَنْ عُمْرَ وَعَلِي وَ غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَهُو قَوْلُ الْمَحَابِنَا الْحَنْفِيَّةِ اَمَّا اَثْرُ عُمَرَ رُضِي اللهُ عَنْهُ فَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوطَا بِإِسْنَادٍ مُنْقَطَعٍ فَإِنْ قُلْتَ رَواى عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي الْمُصَنَّفِ الْمُوطَا بِإِسْنَادٍ مُنْقَطَعٍ فَإِنْ قُلْتَ رَواى عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي الْمُصَنَّفِ عَنْ دَاوْدَ بنِ يُوسُفَ عَنِ السَّآئِبِ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ يُوسُفَ عَنِ السَّآئِبِ عَنْ دَاوْدَ بنِ يَوْسُفَ عَنِ السَّآئِبِ بَنِ يَعْدُ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي عَنْ دَاوْدَ بنِ يَوْسُفَ عَنِ السَّآئِبِ بَنِ يَعْدُ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي اللهُ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ يُوسُفَ عَنِ السَّآئِبِ بَنِ يَعْدُ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي الْمُعَنِي وَيَنْ مِنْ عَلْمَ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي الْمُعَنْفِ وَيَعْمِ وَعَلَى تَمِيمِ اللهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي الْمُونَ بِالْمِئَتِيْنِ وَ يَنْصَرِ فُونُ نَ بِفُرُوعٍ عِ الْفَجُو . وَعِلْمَ وَعَلَى اللهُ عَنْ مُعْرَفُونَ بِالْمَعَتِيْنِ وَ يَنْصَرِ فُونُ نَ بِفُرُوعٍ عِ الْفَجُودِ . وَعِمْ اللهُ الْمَارِقِ عَلْمُ الْمُعَلِى اللهُ اللهُ الْمَوْدُ عِ الْفَجُودِ . وَعَلَى الْمُؤْلِ عَلْقُومُ وَاللَّهُ الْمُؤْلِى الْمُؤْلُولُ الْمَالِقُ الْمُؤْلِى الْمُعَلِي عَلَيْنَامُ وَاللَّهُ الْمُؤْلِقُ الْمُولِ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُولَ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُولُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ الْمُ

قُلْتُ قَالَ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِ وَرَوَى الْحَارِثُ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ هِ لَهَا مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّ الْوَاحِدَةَ لِلْوِتْرِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبُرِّ وَرَوَى الْحَارِثُ بُنُ عَبُدِ الرَّحْمَٰنِ ابْنِ اَبِي زَبابِ عَن السَّ آئِبِ بُنِ يَزِيُدَ قَالَ كَانَ قِيَامُ عَلَى عَهُدِ عُمَرَ بِثَلاَثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ هٰذَا مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّ الثَّلاَتَ لِلُوتُ رِوَقَالَ شَيْخُنَا وَمَا حَمَلَهُ عَلَيْهِ فِي الْحَدِيثَيْنِ صَحِيعٌ بــَدَلِيْــلِ مَا رَولِى مُحَمَّدُ بُنُ نَصْرِ مِّنْ رَوَايَةِ يَزِيْدَ بُنِ خُصْيُفَةَ عَنِ السَّـآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ إِنَّهُمْ يَقُوْمُوْنَ فِى رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكُعَةً فِي زَمَانِ عُـمُرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاَمَّا ٱثْرُ عَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرَهُ وَكِيْعِ عَنْ حَسَنِ بُنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بُنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِي الْحَسنَاءِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ آنَّهُ اَمَرَ رَجُلاًّ يُّصَلِّى بِهِمُ فِيْ رَمَ ضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّاَمَّا غَيْرُهُمَا مِنَ الصَّحَابَةِ فَرُوى ذَٰ لِكَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بُنِ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بُنُ نَصْرِ الْمَرُوْزِي قَالَ آخُبَونَا يَحْيَى بُنَ يَحْيلى آخْبَوَنَا حَفْصُ بُنُ غِيَّاثٍ عَن الْاَعْمَشِ عَنْ يَنْزِيْدَ بُنِ وَهُبٍ قَالَ كَانَ عَبُدُ اللهِ بُنِ مَسْعُودٍ يُّصَلِّي لَنَا فِي شَهُرِ رَمَضَانَ فَلْيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيُلُّ قَالَ الْاَعْمَشُ كَانَ يُصَلِّى عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُ بِشَلَاثٍ وَآمَّا الْقَآئِلُوْنَ بِهِ مِنَ التَّابِعِيْنَ فَشتير بُنُ شكل وَإِبْنُ آبِي مَلِيْكَةَ وَالْحَارِثُ الْهَمُدَانِي وَعَطَاءُ بْنُ آبِي رِيَاحٍ وَ أَبُو الْبَحْتَرِي وَسَعِيْدُ ابْنُ آبِي الْحَسَنِ الْبَصَرِى ٱخُوا الْحَسَنِ وَعَبُدُ الرَّحُمٰنِ بُنُ اَبِى بَكْرٍ وَّعِمْرَانَ الْعَبْدِي وَقَالَ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَهُوَ قَوْلُ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ وَبِهِ قَالَ الْكُوْفِيُوْنَ وَالشَّافِعِيُّ وَاكْثَرُ الْفُقَهَآءِ وَهُوَ صَحِيْحٌ عَنْ أُبَيِّ بُنِ

كَعْبِ مِّنْ غَيْرِ خَلَافٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ

(٨) وَقِيْلَ سِتُّ وَعِشُرُونَ فَهُوَ مَرُوِيٌّ عَنْ اَبِي مَجْلَذِ اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّمَ فِي اللَّهُ كَانَ يُصَلِّمَ بِهِمُ اَرْبَعَ تَرُوِيْحَات وَيَقُرَءُ لَهُمْ سَبْعَ الْقُرْآن فِي كُلِّ لَيْسَاتٍ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بُنُ نَصْرٍ مِنْ رَّوَايَةِ عِمْرَانَ بُنِ حُدَيْرٍ عَنْ اَبِي مَجْلَذِ .

(٩) وَقِيْل ثَلَاتَ عَشَرَةَ وَ اَخْتَ ارَهُ مُ حَمَّدُ بُنُ اِسْحَاقَ رَوَى مُحَمَّدُ بُنُ اِسْحَاقَ رَوَى مُحَمَّدُ بُنُ اللهِ بُنِ نَصْرِ مِّنَ طَرِيْقِ اِبْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثِينَى مُحَمَّدُ بُنُ يُوسُفَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بُنِ يَزِيْدَ ابْنَ اُخْتِ نَمْر عَنْ جَدِّهِ السَّآئِبِ بُنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّى فِى زَمَنِ عُمَرٌ بُنِ الْخَطَّابِ رَضِى اللهُ بُنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنّا نُصلِّى فِى زَمَنِ عُمَرٌ بُنِ الْخَطَّابِ رَضِى اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِى رَمَضَانَ ثَلاَتَ عَشَرَ ةَ رَكْعَةً . وَلَـٰكِنَّ وَاللهِ مَا كُنّا نَصُلِى عَنْهُ فِى رَمَضَانَ ثَلاَتَ عَشَرَ ةَ رَكْعَةً . وَلَـٰكِنَّ وَاللهِ مَا كُنّا نَصُلِى عَنْهُ فِى وَجَاهِ الصَّبْحِ كَانَ قَارِيٌ يَقُرَهُ فِى كُلِّ رَكْعَةِ لَا لَكُبْحِ كَانَ قَارِيٌ يَقُرَهُ فِى كُلِّ رَكْعَةِ لَا اللهِ مَا يَنَا يَكُونَ مِنْ حَدِيْثِ بِحَمْسِيْنَ آيَةً وَسِيِّيُنَ آيَةً قَالَ ابْنُ السَّحَاقَ وَمَا سَمِعْتُ فِى اللهُ عَمْرَ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ عَمْرَ اوَلاً تَعْمَر اوَلاً لَقَلْ هُذَا كَانَ عَشَرَةً رَكْعَةً وَقَالَ شَيْخُنَا لَعَلَّ هَذَا كَانَ فَعُلُ عُمْرَ اوَّلاً لَا لَيْ قَلَهُمْ إِلَى ثَلَاتَ وَعِشْرِيْنَ .

(۱) وَقِيْلَ احِدُى وَعَشَر ةَ رَكَعَةً أَخْسَارَهُ مَالِكٌ لِنَفْسِهِ اِخْتِيَارُ الْوَبَكُرِ بَنُ الْعَرَبِيُ، (عمة القارى شرح سح بخارى: ٥٥،٥٠ ٣٥٤ ٢٥) اور حقيق اختلاف كياعلاء نے قيام رمضان كمستحب عدد ميں اور بيا قوال كثرت

سے ہیں۔

اولاً بعض نے کہا کہ اکتالیس اور تر مذی نے کہا ہے کہ بعض علاء کا خیال ہے کہ وترسمیت اکتالیس رکعتیں پڑتے ہے اہل مدینہ کا قول ہے اور ان کے یہاں اسی پڑھل ہے

ہمارے(عینی کے)استاذمحتر م کا کہناہے کہ قیا مرمضان کےعددرکعات کے اقوال میں سے بیقول زیادہ تعداد کا ہے۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ ابن عبدالبرنے (موطاامام مالک کی شرح) استذکار میں اسود بن بزید کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ چالیس رکعت (تراوی کی اور سات وتر پڑھتے تھے۔راوی نے اسی طرح کہا ہے بینہیں کہ وتر چالیس میں شامل تھے۔

ثانیا: اور بعض کہتے ہیں (اڑ تمیں) اسے محمد بن نصر نے ابن ایمن کے طریق سے مالک سے ذکر کیا فرمایا کہ مستحب ہیہ ہے کہ رمضان میں لوگوں کو (اڑ تمیں) پڑھائے۔ پھر امام اور لوگ سلام پھیر دیں پھر انہیں (امام) ایک رکعت وتر پڑھائے۔ مالک نے فرمایا کہ مدینہ میں بیمل واقعہ حرہ سے قبل آج تک ایک سوسال سے زیادہ چلا آرہا ہے۔ ابن ایمن نے مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وتر کی دو رکعتیں قیام رمضان کے ساتھ شامل کر دی ہیں اور انہیں قیام رمضان کا نام دے دیا ہے ور نہیں قیام رمضان کا نام دے دیا ہے ور نہیں قیام رمضان کا نام دے دیا ہے حبہر کون اور نہیں وتر کی ہے۔ بہر حال دونوں صور توں میں تعداد ایک ہی ہے۔

ٹالٹاً بعض نے کہا کہ چھتیں رکعات اور اس پڑمل ہے اہل مدینہ کا اور ابن وھب نے روایت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے سناوہ نافع سے بیان کرتے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کواس طرح ہی پایا کہ وہ انتالیس رکعت پڑھتے تھے جس میں تین وتر ہوتے تھے۔

رابعاً بعض کہتے ہیں چونتیس رکعات جیسا کہ زرارہ بن اوفی سے بیان کیا گیا ہے کہوہ آخری عشرہ میں لوگوں کواس طرح پڑھاتے تھے۔

خامساً: بعض کہتے ہیں کہ اٹھائیس رکعات اور بیےعدد زرارہ بن اوفی سے رمضان کے پہلے دوعشروں میں بیان کیا گیا ہے اور سعید بن جبیر بھی آخری عشرہ میں اتنی رکعات پڑھتے تھے۔ سادساً بعض کہتے ہیں کہ چوہیں رکعات اور سے سید بن جیر سے مروی ہے۔ سابعاً:
بعض کہتے ہیں ہیں رکعات امام تر فدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیقول اکثر اہل علم سے بیان کیا
ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے
بیان کیا گیا ہے اور کی ہمارے خفی ساتھیوں کا قول ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا
اثر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں منقطع سند کے ساتھ بیان کیا ہے اگر کہو کہ عبد
الرزاق نے مصنف میں داؤر بن قیس وغیرہ سے محمد بن یوسف سے بیان کیا ہے کہ عمر
فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری اکیس رکعات پر
فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری اکیس رکعات پر
(مسجد سے گھروں کو) بیلئتے تھے۔ (وہابی لکھتا) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ بیروایت شاذ
ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔

میں (عینی) کہتا ہوں کہ ابن عبد البرنے کہا ہے کہ بیاس امر پرمحمول ہے کہ ایک رکھت کے لئے ہوتی تھی اور فر مایا کہ حارث بن عبد الرحمٰن بن البی زباب نے سائب بن بن بید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیس رکھت قیام تھا۔ ابن عبد البرنے فر مایا ہے کہ بیاس پرمحمول ہے کہ اس میں وتر تین تھے اور ہمارے شخ فی مایا کہ ابن عبد البرنے دونوں اثر وں کوجس امر پرمحمول کیا ہے وہ درست ہے اس کی دلیل وہ روایت ہے جومحر بن نفر نے یزید بن خفیفہ سے اور انہوں نے سائب بن بیزید سے بیان کی ہے کہ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکھت قیام کرتے تھے۔ اور جوحضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے وہ وکیج نے حسن سے انہوں نے عمر و سے انہوں نے ابوالحناء سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک آ دمی کو حکم دیا کہ وہ انہیں رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔ اور جو ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ م بیں تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیت عداد بیان کی گئی۔ اسے تھر بن فرمروزی نے روایت کیا ہے کہ کی بن کی گئی۔ نے خبر اسے بید تعداد بیان کی گئی۔ اسے تھر بن فرمروزی نے روایت کیا ہے کہ کی بن کی گئی۔ نے خبر سے بیت عداد بیان کی گئی۔ اسے تھر بن فرمروزی نے روایت کیا ہے کہ کی بن کی بین کے خبر سے بیت عداد بیان کی گئی۔ اسے تھر بن فرمروزی نے روایت کیا ہے کہ کی بن کی بین کے خبر سے بیت عداد بیان کی گئی۔ اسے تھر بن فرمروزی نے روایت کیا ہے کہ کی بن کی بین کے خبر

دی انہوں نے زید بن وهب سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان المبارک میں نماز پڑھاتے تھے تو وہ نماز سے فارغ ہوتے تو ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہوتا اعمش نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں رکعات اور تین و تر پڑھاتے تھے اور تابعین میں سے اسے عدد کے قائل ابن شکل، ابن الی ملیکہ، حارث، عطاء، ابو بختری، سعید، عبدالرحمٰن، عمران عبدی اور کہا ابن عبدالبر نے کہ بیہ جمہور کا قول ہے اور ابن کونہ اور شافعی اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے اور الی بن کعب سے بھی یہی ثابت ہے اور صحابہ کہتے ہیں کہ سولہ رکعت بیہ ابو مجلد سے مروی ہے کہ وہ لوگوں کو چار ترویجات پڑھاتے تھا اسے محمد بن نصر نے عمران بن جریر نے ابو مجلد سے بیان کیا ہے۔

تامعاً بعض کہتے ہیں کہ تیرہ رکعات اسے تھر بن اسحاق نے پیند کیا ہے تھر بن نظر نے ابن اسحاق کے طریق سے روایت کی ہے کہ تھر بن یوسف نے اپنے داداسائب بن بن ید سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم رمضان المبارک میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے لیکن اللہ کا قسم ہے شبح کے بالکل قریب جاکر فارغ ہوتے تھے۔ قاری ہر رکعت میں پچاس سے لے کرساٹھ آیات کی تلاوت کرتا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں جنتی احادیث تی ہیں ان میں سے میر سے زد دیک سب نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں جنتی احادیث تی ہونے میں یہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعت تھی اور میر سے (عینی) کے شخ نے فرمایا کہ شاید حضر سے مر فرمایا کہ شاید حضر سے فاروق رضی اللہ عنہ کا مواور بعد میں آپ نے انہیں تئیس کی طرف منتقل کردیا فاروق رضی اللہ عنہ کا فعال پہلے کا ہواور بعد میں آپ نے انہیں تئیس کی طرف منتقل کردیا

عاشراً بعض کہتے ہیں کہ گیارہ رکعات اور بیامام مالک نے اس کواختیار کیا ہے انتھی) عینی کی عبارت اوراس کے ترجمہ کے بعد وہائی بطور تبصرہ لکھتے ہیں۔ قارئین کرام! ملاحظہ کریں کہ مفتی جی نے علامہ عینی کا ادھورا کلام نقل کر کے عوام کو مغالطہ دیا ہے۔ بیس رکعت نماز تر اوت کی پرامت کا اجماع ہے حالانکہ علام عینی کے کلام کا واضح مفہوم ہیہ ہے کہ بیس رکعت پرامت اسلام کا قطعاً اجماع نہیں بلکہ علائے ملت کے کم از کم تراوی کی تعداد کے متعلق دس اقوال ہیں وہ عددسنت میں نہیں بلکہ مستحب عدد میں ہیں طرکمال ہے کہ مفتی صاحب الی گڑگا بہارہے ہیں۔ (نام نہاددین الحق ص ۵۲۵۲۵۳۹)

قارئین حضرات! وہابی تہذیب کا خود نظارہ کرلیں کہ نام نہاداہلحدیث نے مذکورہ تحریک خور نظارہ کرلیں کہ نام نہاداہلحدیث نے مذکورہ تحریک خور کے بیرے بیر کے بیرے بیر کے بیرے بیر کے بیرے بیر کے بیرے بیری خور کے اللہ استعمال کر کے اپنی گندی ذھنیت کا اظہار کیا۔

اب مذکورہ عبارت کے جوابات ملاحظہ ہول۔

اولاً: اگرمفتی احمد یارخال نعیمی رحمة الله علیه علامه عینی کی عمدة القاری شرح بخاری اسے اپنے موقف سے متعلقہ عبارت نقل کریں اور غیر متعلقہ کو چھوڑیں تو وہ بددیانی، فریب کاری، مکاری، عیاری، غلط بیانی، بلکہ دجل و تبلیس گھہرے جب خود وہائی جی کا وطیرہ ہی یہ بہوکہ کتب سے مفید مذہب عبارات لکھ کراپنے خود ساختہ مذہب کودلیل مہیا کر دیں اور آگے چچھے سے خلاف مذہب عبارات کو قصداً چھوڑ دیں تو ان پر ان جملوں کا اطلاق نہیں ہوتا جو کام دوسروں کے لئے برا اور شیطانی ہے وہا بیوں کے حق وہی عین عبادت و تو اب بن جاتا ہے لگتا ہے وہا بیوں نے شرع مظھرہ کو اپنے باپ کی وراثت سمجھ لیا ہے کہ جو چاہیں جائز قرار دیں اور جو چاہیں نا جائز وحرام۔

ٹانیا: رکعات تر اور کے میں اختلاف جس کا ذکر علام عینی نے کیا یہ ہمارے اس دعویٰ کے خلاف کے خلاف نہیں کہ بیس تر اور کے پر اجماع امت ہے بلکہ غیر مقلد کے اس دعویٰ کے خلاف ہے جو کہتا ہے کہ آٹھ رکعت تر اور کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث سے ثابت ہیں اگر اس حدیث سے آٹھ تر اور کے ثابت ہوتے ہیں تو پھر تیرویں صدی کی بیدا وارغیر مقلدوں سے پہلے صحابہ، تابعین تبع تابعین ، آئم کھتدین ، فقہاء و محدثین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو معلوم نہ ہوا کہ حدیث صحیح سے آٹھ رکعت تر اور کے ثابت ہیں۔ نیز تعالٰی علیہم اجمعین کو معلوم نہ ہوا کہ حدیث صحیح سے آٹھ رکعت تر اور کے ثابت ہیں۔ نیز تعالٰی علیہم اجمعین کو معلوم نہ ہوا کہ حدیث صحیح سے آٹھ رکعت تر اور کے ثابت ہیں۔ نیز

تعداد رکعات تراوح کی جینے اقوال مذکورہ ہوئے ان میں صرف امام مالک اور ابو بحرابن العربی کے متعلق آیا کہ وہ گیارہ رکعت کو اختیار کرتے تھے اور امام مالک رضی اللہ عنہ صرف اپنی ذات کے لیے گیارہ رکعت اختیار کرتے تھے نتوی ان کا چھیس رکعت تراوح کی پھا حالا نکہ یہ بھی خلاف عقل ہے کہ فتوی اور عمل کچھاور ہو۔ پھر لطف کی بات یہ کہ حضرت عالثہ رضی اللہ عنہ اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر ماکثہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد رات کی نماز نہ پڑھتے تھے، غیر مقلد حضرات اس حدیث شریف سے آٹھ رکعت تراوح کا تعین نہیں ہوتیں میہ ہو ہائی مانے حالانکہ تین وتر معین نہ مانے سے آٹھ رکعت بھی متعین نہیں ہوتیں میہ ہو ہائی مانے حالانکہ تین وتر معین نہ مانے سے آٹھ رکعت بھی متعین نہیں ہوتیں میہ ہو ہائی مانے دہائی کہ کے خالات کہ تین وتر معین نہ مانے سے آٹھ رکعت بھی متعین نہیں ہوتیں میہ ہو ہائی مانے حالانکہ تین وتر معین نہ مانے سے آٹھ رکعت بھی متعین نہیں ہوتیں میہ ہو ہائی

ٹالٹُ بیں رکعات تراوح پر اجماع کا دعویٰ مفتی صاحب رحمۃ اللّه علیہ کانہیں کہ وہائی صاحب اسے اپنی تنقیدات کا نشانی بنا کر دل کی بھڑ اس نکالے بلکہ بیں رکعت پر اجماع محدثین وفقہاءکرام کی عبارت سے ثابت ہے۔

بيس تراوح پراجماع پردلاک

(۱) حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں:

اَدُرَكُتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلثاً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ. مصنف ابن ابى شيبه : ٢٥، بإب كم يصلى فى رمضان من ركعة)

میں نے لوگوں کو (رمضان میں) پایا کہ وہ وتروں سمیت تنیس رکعت پڑھتے تھے۔

آ ثار السنن میں اسی روایت کے بارے میں ہے کہ رواہ ابن الی شیبۃ و اسنادہ حسن اسے ابن الی شیبۃ و اسنادہ حسن اسے ابن الی شیبہ نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔
(۲) امام ابو یوسف رحمۃ اللّٰدعلیہ اپنی کتاب اللّٰ ثار صفحہ اللّٰم کرتے ہیں:

عَنْ آبِيهِ عَنْ آبِي حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ آنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَمْسَ تَرُويْحَاتٍ فِي رَمَضَانَ حضرت امام اعظم ابوضيفه حضرت حماد سے وہ حضرت ابراہیم خفی سے روایت

حضرت امام اعظم ابوحنیفه حضرت جماد سے وہ حضرت ابراہیم محفی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ یعنی صحابہ و تابعین کرام رمضان شریف میں پانچ ترویحہ یعنی ہیں رکعت تر اوس کیڑھتے تھے۔

(٣) امام بخارى كاستادامام ابن الى شيبا پى سند صحديث بيان فرمات ين الله حدثنا حميد بن عبد الرحمٰن عن حسن عبد العزيز بن رفيع قَالَ كَانَ أُبَى بُنُ كَعْبٍ يُصَلِّى بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ (بالمدينة عشرين ركعةً ويوتر بثلاثٍ -

(مصنف ابن البشیبه ۲۰، باب کیمیصلی فی دمضان من دکعة) حضرت حسن عبد العزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ حضرت البی بن کعب رضی الله عنه رمضان شریف میں مدینه منوره میں لوگوں کو بیس رکعت تر اور کی اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(٣) امام بررالدین عینی امام محر بن نفر مروزی کی سند سے روایت بیان فرماتے ہیں احب رنا یحیی بن یحیی احب رنا حفص بن غیاث عَنِ الْاَعْمَشِ عن زید بن وهب قَالَ: کَانَ عَبْدُ اللهِ بَنُ مَسُعُودٍ یُصَلِّی لَنَا فِی شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْیَنْصَرِفُ وَعَلَیْهِ اللَّیْلُ قَالَ الْاَعْمَشُ کَانَ یُصَلِّی شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْیَنْصَرِفُ وَعَلَیْهِ اللَّیْلُ قَالَ الْاَعْمَشُ کَانَ یُصَلِّی شَهْرِ یَشَوی رَمَضَانَ فَلْیَنْصَرِفُ وَعَلَیْهِ اللَّیْلُ قَالَ الْاَعْمَشُ کَانَ یُصَلِّی عِشْرِیْنَ رَکُعَةً وَیُوْتِرُ بِشَلَاثٍ . (عمة القاری شرح بخاری: ۵۵می ۲۵۵ عِشْرِیْنَ رَکُعَةً وَیُوْتِرُ بِشَلَاثٍ . (عمة القاری شرح بخاری: ۵۵می می نماز حضرت عبد الله بن مسعود رضی الله عنه بهیں ماہ رمضان المبارک میں نماز پڑھاتے ہوتی (امام) اعمش نے فرمایا کرتے ہیں اللہ عنه بین رکعات تراوی اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

وَرَوَيْنَا عَنُ شتيربن شكل وَكَانَ مِنُ اَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ يَوَمَّهُمُ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكَعَةً وَّيُوْتِرُ بِثَلْثٍ . (النن الكبرئ لليمِثْنَ ٢٠ص ٢٩ طبع بروت)

روایت کیا ہم نے حضرت ختیر بن شکل سے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے وہ رمضان مبارک میں ان کی امامت کرتے تھے اور بیس رکعت تراوح کا در تین وتر پڑھاتے تھے۔

فذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعب جو کہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں صحابہ کو ہیں رکعت تر اوت کے اور تین وتر پڑھایا کرتے سے اور صحابہ ان کے ہیں رکعات تر اوت کے اور تین وتر پڑھائے کے معرض نہیں ہوتے سے اور حضرت اللہ عنہ وہ صحابہ ہیں جن کو حضرت عمر فرمعترض نہیں ہوتے سے اور حضرت اللہ عنہ وہ صحابہ ہیں جن کو حضرت عمل فرادوق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو ہیں تر اوت کی پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت علی مرتضی سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے ہیں رکعت تر اوت کی پڑھل سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے ہیں رکعت تر اوت کی کا حکم دیا یہ ہیں رکعت تر اوت کی پڑھل سے جاری رہا حضرت عطاء تا بعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہیں نے لوگوں کو سمیت شکیس رکعات پڑھتے پایا ہے اجماع امت اور تعامل امت اور تعامل امت اور تعامل امت اور تعامل امت نواور کیا ہے۔

(٢) علامه كاساني حفى التوفى ٥٨٨ هفرمات مين بين:

وَامَّا قَدُرُهَا فَعِشُرُونَ رَكْعَةً فِي عَشَرِ تَسُلِيْمَاتٍ فِي خَمْسِ تَسُلِيْمَاتٍ فِي خَمْسِ تَسُرُويُ حَاتٍ كُلِّ تَسُلِيْمَتَيْنِ تَرُويُ حَةٌ وَّهِ لَذَا قَوْلُ عَامَةِ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ مَالِكٌ فِي قَوْلٍ سِتَّةٌ وَّ ثَلْتُونَ رَكْعَةً وَّفِي قَوْلٍ سِتَّةٌ وَ ثَلْتُونَ رَكْعَةً وَفِي قَوْلٍ سِتَّةٌ وَعَشُرُونَ رَكْعَةً وَالصَّحِيثُ قَوْلُ الْعَامَةِ لِمَا رُوِى اَنَّ عُمَرَ وَعِشُرُونَ رَكْعَةً وَّالصَّحِيثُ قَوْلُ الْعَامَةِ لِمَا رُوى اَنَّ عُمَرَ رَضِى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَضِى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمْضَانَ عَلَي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمْضَانَ عَلَى اللهُ عَلَي اللهُ عَلَي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَى اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَى اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَى اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ اللهُ عَلْمَ لِي اللهُ عَلَيْهُ وَسَلَّمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ ال

عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّلَمْ يُنْكِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ فَيَكُوْنُ اِجْمَاعًا مِّنْهُمْ عَلَى ذلك ـ (برائع السنائع، جا الم ٢٨٨)

یعنی تراوی کی تعداد میں رکعت ہے دس سلاموں اور پانچ تر و یحات میں ہر دوسلام کے بعد تر و یحادی ہوں عامة العلماء کا ہے اور امام مالک کے ایک قول میں چھبیں رکعت آیا ہے اور شیح قول عامة العلماء کا ہے اس لئے کہ روایت میں آیا ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت الی بن کعب کی امامت پر جمع کیا اور وہ آئییں رمضان کی ہر رات بیس رکعات تراوی پڑھاتے تھے تواس کا اکارکسی صحابی نے نہ کیا تو یہ اس پرا جماع ہوا۔

(2) مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے:

هِى عِشْرُونَ رَكْعَةً بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُم- ثَ عاشِهُ عَلَا وَلَا ٣٣٦ ـ يعنى رَ اوْ يَ بِيس ركعت بِيس حابرضى الله عنهم كا جماع كساته-

(۸)علامه نووی شافعی فرماتے ہیں:

اِعُكُمُ أَنَّ صَلُو قِ التَّوَاوِيْحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَآءِ وَهِيَ عِشُرُونَ رَكُعَةً . كتاب الاذكار باب اذكار صلواة التراويح-

جان لے كه ر اور كالا تفاق علاء سنت ہے اور وہ بيس ركعت ہيں۔

(٩) شاه عبدالحق محدث د بلوي رحمة الله عليه ما شبت بالسنة مين فرما تضيين:

وَالَّذِى إِنَّ فَ قُوا الْآمُرَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمِنْ بَعْدِهِمْ هُوَ الْعَيْرِونَ مِنَ الصَّدِر الْآوَلِ إِلَى الْآن-

محابہ کرام کے صدراول سے کے کرآج تک جس بات پراتفاق ہو گیا وہ ہیں رکعت تراوی جیں۔

(١٠) امام بيهقي السنن الكبرى ج٢ م ٢٩٨ - برفر مات بين:

وَيُمْكِنُ الْحَمْعُ بَيْنَ الرَّوَايَتَيْنِ فَاِنَّهُمْ كَانُوْ ا يَقُوْمُوْنَ بِاحْدَى عَشْرَةَ ثُمَّ كَانُوْ ا يَقُوْمُوْنَ بِعِشْرِيْنَ وَيُؤْتِرُوْنَ بِثَلْثٍ

لینی ان دو روایتوں میں اتفاق اس طرح ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے رہے پھر بیس رکعت تراوت کا اور تین وتر پڑھتے تھے لیعنی بیس رکعت تراوت کے مقرر ہوئیں۔

(۱۱) ملاعلی قاری نے بھی فر مایا ہے کہ آخرا مرمیں بیس رکعت ترادی معین ہوئیں۔ مرقاۃ شرح مفکاوۃ جسم ۱۹۳

(۱۲)علامه شامی فرماتے ہیں:

وَهِى عِشْرُونَ رَكْعَةً هُوَ قَوْلُ الْجَمْهُوْرِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْقًا ۚ وَّغَرْبًا۔

اوروہ تعنی تر اوی بیں رکعتیں ہیں یہ قول جمہور اور اسی پرشر قاً اور غرباً لوگوں کاعمل ہے۔ (ناوی شامی جام ۱۹۱۵)

(۱۳) بحرالرائق شرح کنز العقائق میں بھی ہے کہ یہ جمہورعلاء کا قول ہے اوراسی پرشرقا و غربالوگوں کاعمل ہے۔

(۱۴) علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں علامہ ابن عبد
البر کا قول نقل کیا جیسا کہ ان کی عبارت گذر چکی کہ جمہور علاء کا قول ہے کہ تراوت کے
بیس رکعت ہیں اور یہی کوفی علاء اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور اکثر فقہاء اسی پر
ہیں اور یہ حضرت ابی بن کعت سے سے حضم منقول ہے بلاا ختلاف صحابہ کرام۔

(١٥) السيدسالق غير مقلدصاحب لكھتے ہيں:

وَصَحَّ اَنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ عِشْرِيْنَ رَكُعَةً، وَهُوَ رَأْيُ جَمْهُوْرِ الْفُقَهَآءِ مِنَ الْحَنْفِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ وَدَاؤُدَ قَالَ التِّرُمَذِيُّ وَاكْتَرُ اَهُلُ الْعِلْمِ عَلَى مَا رُوِي عَنْ عُمَرَ وَعَلِيِّ وَدَاؤُدَ قَالَ التِّرُمَذِيُّ وَآكُثَرُ اَهُلُ الْعِلْمِ عَلَى مَا رُوِي عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ

وَّغَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكَعَةً وَهُوَ قَالَ هَكَذَا اَدُرَكُتُ وَهُوَ قَالَ هَكَذَا اَدُرَكُتُ النَّاسَ بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكُعَة .

اور سیح آیا کہ بے شک لوگ عمر وعثمان وعلی رضی الله عنہم کے دور خلافت میں بیس رکھت تر اور کی پڑھے تھے اور وہی رائے ہے جمہور فقہاء احتاف وحتابلہ سے اور امام داؤدگی امام تر فدی نے فر مایا کہ اکثر اہل علم اس پر ہیں کہ جور وایت ہوئی حضرت عمر اور حضرت علی اور ان کے علاوہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت اور وہ بی قول امام ثوری وامام ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے امام شافعی نے فر مایا کہ میس نے اہل مکہ کو بیس رکعت پڑھتے پایا۔

مجددالو بإبينواب صديق حسن بين تراوي كراجماع مانة بين

(۱۲) مجددالوہابینواب صدیق حسن بھویالی لکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ہیں رکعات تراوت کے پڑھانے کا حکم دیا اس پر اجماع ہے۔ عون الباری صدیق سے ۲۰۰۰، جس) اب دیکھنا ہے ہے کہ ان فقہاء حضرات کو اختلاف معلوم نہیں تھا جس کی بات وہائی صاحب کرتے ہیں انہوں نے ہیں رکعت پر اجماع کا اقرار کس لئے کیا اصل بات ہے کہ تھوڑے لوگوں کا عمل مختلف ہونا اجماع امت کونہیں تو ڈتا کشر کوکل کے مقام پر رکھ کرا جماع کا درجہ دیا جاتا ہے۔

اجماع كي شمين

چانچ علامہ شامی رحمۃ الشعلیہ نے اجماع کے کی ورجہ بیان کیے ہیں لکھتے ہیں۔
اَوُ لَـمُ یَـکُنِ الْاِنْجُـمَاعُ اِجُمَاعُ جَمِیْعِ اَوْ کَانَ وَلَمْ یَکُنُ اِجْمَاعُ
السَّحْ عَابَةِ اَوْ کَانَ وَلَـمُ یَکُنُ اِجْمَاعُ جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ اَوْ کَانَ اَجْمَاعُ جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ اَوْ کَانَ اَجْمَاعُ جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ اَوْ کَانَ اَجْمَاعُ جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ یَکُنُ قَطِیْعًا بِاَنَّ لَّمْ یَشُتُ بِطُرِیْقِ اَجْمَاعُ جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ یَکُنُ قَطِیْعًا بِاَنَّ لَمْ یَشُتُ بِطُرِیْقِ

التَّوَاتُرِ أَوْ كَانَ قَطِينُعًا لَّكِنَّ كَانَ إِجْمَاعًا سُكُوْتِيَّا۔ يعنى ياده اجماع سب كانه هو ياسب كامهو مگر صحابه كااجماع نه هو يا صحابه كا تو هو مگر سب صحابه كانه هو يا سب صحابه كا تو موليكن اجماع قطعى نه هو كه بطريق تواتر ثابت نه هو ياقطعى موليكن سكوتى هو۔

اب بددیکھیں مذکورہ سب در ہے اجماع کے ہیں جس پرسب کا اجماع نہ ہواا کشر کا ہواا ہے بھی اجماع میں شامل رکھا گیا ہے مگر وہا بی صاحب اپنی جہالت سے ہیں تر اوج یراجماع کامنکر ہے حالانکہ اس کے گھر کا امام بھویالی صاحب اس کا اقراری ہے۔غیر مقلد مفتی صاحب رحمة الله علیه براعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام ترمذی نے حضرت على رضى الله عنه اور فاروق اعظم رضى الله عنه سے منقول رکعات كى روايت كوصيفه مجہول (ماروی) استعال کر ٹے اُس کی تضعیف کر دی ہے کیونکہ محدثین کے نز دیک اگر روایت ضعیف ہوتو تمریض ہوتو تمریض کے صینے استعمال ہوتے ہیں۔مثلًا دوی نیقیل حکم بلغنا يقال يذكر يحكي يروي يرفع يعزي وغيره (مجموعه شرح المهذب ٦٣، ص ج اللنوى (صحيح للنووى هر) وتدريب الراوى ص٢٩٧ ج ا) اور ا رضيح موتوجزم كے صينے لكھتے ہيں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہيں كه: قَلْهُ نَـقَلَ النَّووِيُّ إِتُّ فَاقَ مُحَقِّقِي الْمُحَلِّذِيْنَ وَغَيْرِهِمْ عَلَى إِعْتِبَارِهِمَا (هدى السارى مقدمه فتح البادي ص ١ ا و تعليق التعليق) ج ١ ، ص ١ ٠ ٣) يعني امام تو وي ني ان دونو ل صيغول ك اعتبارولحاظ واجتمام پرمحقق محدثين وغيره كاانفاق نقل كياہے۔

عَـلَى مَا رُوِيَ عَنْ عَـلِيّ وَّ عُمَرَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ ٱصْحَابِ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ النَّوْرِيّ وَإِبْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافَعِيِّ وَقَالَ الشَّافَعِيِّ هَاكَذَا آدُرَكُتُ بِبَلَدِنَا مَكَّةَ وَقَالَ آحُمَدُ رُوِيَ فِي هَذَا ٱلْوَانُ لَمْ يُقْضَ فِيْهِ بِشَيْءٍ وَّقَالَ اِسْحَاقُ بَلْ نَخْتَارُ اِحْدَى وَارْبَعِيْنَ رَكْعَةً عَلَى مَا رُوِي عَنْ أُبَيِّ بُنِ كَعْبِ وَّ إِخْتِيَارُ إِبْنِ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ الصَّلُوةَ مَعَ الْإِمَام فِي شَهْ رِ رَمَضَانَ وَإِخْتِيَارُ الشَّافَعِيِّ آنُ يُصَلِّى الرَّجُلُ

وَحْدَهُ إِذَا كَانَ قَارِيًّا - (تندى معتضح ٢٩٥٢)

اوراختلاف کیا ہے اہل علم نے قیام رمضان میں سوبعض نے دیکھا کہوہ اکتیں (صحیح اکتالیس ہے) رکعتیں وز کے ساتھ پڑھتے تھے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا اور اس بر ہی عمل ہے ان کے یہاں اور اکثر اہل علم اس پر ہیں جومروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہ بیس رکعات اور یبی قول ہے سفیان توری ابن مبارک اور شافعی کا اور کہا امام شافع نے کہ ہم نے ای طرح دیکھا مکہ میں اور کہاا مام احد نے مروی ہیں اس میں کئی روایات اور ہم کچھ فیصلہ ہیں کر سکتے اور امام اسحاق نے کہا کہ ہم اختیار کرتے ہیں جالیس رکعات جیسا کہ مردی ہے ابی بن کعب سے اور اختیار کیاامام احداور اسحاق اور ابن مبارک کریرهنا جماعت سے اور اختیار کیاامام شافعی نے کہ آ دمی اگرخود حافظ قر آن ہوتو اکیلا پڑھے۔

قارئین کرام! ملاحظه کریں کہ مفتی صاحب نے امام تر مذی رحمة الله عليه كا دهورا کلام نقل کر کے بیں رکعت پراجماع کا دعویٰ کیا ہے ان کی اس بددیا نتی پراسکے علاوہ اور کیا

كهاجاسكنام

باندهی ہے تو نے زیر فلک جھوٹ پر کمر

ا مام تر مذی نے اہل مدینہ کا اکتالیس رکعت کا قول عمل نقل کیا ہے اور ان کی وفات و ۲۷ هیں ہوئی تھی آپ کی شہادت سے معلوم ہوا کہ امام تر مذی کے زمانہ تک اہل مدینہ كاتعامل اكتاليس ركعات تفاراب بريلوي علاء بي بتاسكتے ہيں كيه جب اہل مدينه كا تعامل ا کتالیس رکعت ہے۔لیکن بایں ہمہ مفتی صاحب کا پیلکھنا کہ حرمین شریفین میں آج تک بیں رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ بدویانتی نہیں تو اور کیا ہے پھر امام احمد بن حنبل جو کہ امام المحدثین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں نے عددرکعات قیام رمضان میں کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ اگر میں رکعت پرصحابہ کرام رضی الله عنهم سے لے کرنسل درنسل عامة المسلمین کا وسيع پیانه پرمسلسل تعامل چلا آر ہاتھا آپضرورکوئی فیصلہصا درفر ماتے اور فی صذ االوان کہدکراس مقام سے گزرنہ جاتے۔اس کا فیصلہ بھی علمائے بریلوی ہی کر سکتے ہیں کہان کا فیصلہ نہ فرماناان کی واقفیت پر مبنی ہے۔ نیزمفتی صاحب کے مزعوم دعویٰ اجماع کواہمیت دینا ہے کہ نفی کرنا ہے پھرسو چنے کی بات تو یہ ہے کہ امت کے اجماع کاعلم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللّٰہ علیہ جیسی (صحیح جیسے ہے)عظیم محدث اور جلیل القدر فقہی (صحیح فقیہ ہے) کوزیادہ ہے پاعصر حاضر کے بقلم خودمفتی جی کو جوعلم حدیث کے ابجد سے بھی ناواقف تھے۔نام نہاددین الحق ص۵۵۵ تا ۵۴۷_

الجواب اولاً غیر مقلد مفتی صاحب رحمة الله علیه کی شان میں زبان درازی کرتے ہوئے حیاء نہیں کرتا مگر خوداس کا بیر حال ہے کہ چند سطر عربی کا ترجمہ کرنے میں متعدد غلطیاں کردیں ۔ فسری بعضهم ان یصلی احدی و اربعین رکعة بالوتر) کا ترجمہ کیا ۔ سوبعض نے دیکھا کہ وہ اکتیس رکعتیں وتر کے ساتھ پڑھتے تھے۔ حالا تکہ اس کا صحیح ترجمہ بیہ ہے۔ پس بعض کی رائے ہے کہ اکتالیس رکعتیں وتر کے ساتھ پڑھی جا تیں ۔ آگے پھر (من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم کا ترجمہ ہی سرے جا تیں ۔ آگے پھر (من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم کا ترجمہ ہی سرے جھوڑ دیا آگے (ادبوکت) واحد منظم ہے جس کا معنی ہے میں نے پایا تو اسے جمع بنادیا کہ ہم نے پایا ۔ پھر لم یہ قص فیہ بھئی) کا معنی ہے اس میں کوئی یا کچھ فیصل نہیں کیا کہ ہم نے پایا ۔ پھر لم یہ قص فیہ بھئی) کا معنی ہے اس میں کوئی یا کچھ فیصل نہیں کیا

گیااے امام احمد کی طرف منسوب کر دیا کہ وہ کہتے ہیں ہم کچھ فیصلہ نہیں کرتے۔ بیرحال ہے اس صاحب کا جوتر جمہ میں غلطیاں کر جاتا ہے علاوہ ازیں اس کی تحریری غلطیاں بہت ہیں گرہم طول ہے بچنے کو بعض جگہوں پرصرف اس پراکتفاء کرتے ہیں کہ صحیح بیدلفظ

منیاً: دیکھنا ہے ہے کہ غیر مقلد صاحب علامہ نووی کی تقلید پر قائم رہتے ہیں کہ محدثین کرام جب صیغہ مجھول لائیں تو روایت کے ضعف کی دلیل ہوتا ہے اگر بیر قاعدہ مسلمہ ہے توامام پہنی لکھتے ہیں:

باب مَا رُوِی فِی عَدَدِ رَکْعَاتِ الْقِیَامِ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ (اسن البهتی ۲۰)

باب ہے۔ جوروایت کیا گیارمضان کے مہینہ میں قیام کی رکعات کے عدد میں۔
اس میں روی مجھول ہے اس کے بعد متصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنها کی روایت کوامام
بیہتی نے بیان کیا جے غیر مقلد بزعم خود آٹھ تر اور کی پراپنی بنیا دی دلیل جانتے ہیں مذکورہ
کلیہ کوچے مانتے ہیں تو حضرت عائشہ کی روایت کو بھی ضعیف مان لیں ورنہ جو جواب ان کا
بہال ہوگا وہی ہمارا مان لیں کیونکہ کلیہ دونوں مقام پرایک ہی جاری ہوتا ہے۔

ثالثاً اگر بقول وہابی (ماروی) سے امام تر فدی کی مراد بیس تر اوت کی روایت کا ضعف واضح کرنا ہے تو پھر ہے آئمہ مجھ تی یہ وعلائے امت کو حدیث سے ناواقف کہنے کے مترادف ہے جوامام تر فدی جیسے ظیم الشان محدث سے بعید ہے کیونکہ اس جگہ امام تر فدی خود فر مار ہے ہیں کہ اس پر یعنی ہیں رکعات تر اوت کی پراکٹر اہل علم کا عمل ہے اور اس کے قائل امام سفیان توری اور امام ابن مبارک اور امام شافعی ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس پر (بیس تر اوت کی پر اہل مکہ کو پایا۔ اگر امام تر فدی کا مقصد حدیث کا ضعف ہوگا کہ حدیث توضعیف ہے مگر اکثر علمائے امت نے اور امام توری اور ابن مبارک۔ امام شافعی اور اہل مکہ نے نا تمجھی سے معاذ اللہ امر پر عمل کر لیا ہے ایسا وہا بی تو کہ سکتے ہیں مگر امام تر فدی نہیں کہہ سکتے۔ اس پر عمل کر لیا ہے ایسا وہا بی تو کہ سکتے ہیں مگر امام تر فدی نہیں کہہ سکتے۔

رابعاً جب امام ترمذی فرمائیں کہ اس پراکٹر اہل علم کاعمل ہے تو مقصد حدیث کی صحت ثابت کرنا ہوتا ہے۔ محدث جلیل ملاعلی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام نووی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے میرک سے نقل کیا گیا ہے مگرامام ترمذی اہل علم کے عمل کی وجہ سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کرتے ہیں۔ (مرقاۃ المصابح جسم میں ۱۹۸۸) اگر مطلق اہل علم کے عمل کے ذکر سے ضعیف کی تقویت کا ارادہ فرماتے ہیں اور مراد تقویت ثابت کرنا ہوتا ہے تو جہاں اکثر اہل علم اور آئم مجتہدین کے عمل کا ذکر کریں اور روایت ضعیف کرنا ہوتا ہے تو جہاں اکثر اہل علم اور آئم ہم جہتہدین کے عمل کا ذکر کریں اور روایت ضعیف گئی مقام ثابت ہوگا مگر وہا بی مذہب پرستی کے جنون میں المی گئی اہم اور آئم کے اس مقام ثابت ہوگا مگر وہا بی مذہب پرستی کے جنون میں المی گئی اہم اور آئم کے کہنوں میں المی کے کہنوں میں المی کے گئی المی مقام ثابت ہوگا مگر وہا بی مذہب پرستی کے جنون میں المی گئی اہم تا ہے۔

خامساً: امام ترمذی کی زیر بحث عبارت بهار بے خلاف نہیں غیر مقلدوں کے خلاف ہے کیونکہ ان کامعمول آٹھ تراوت ہے جالا نکہ امام ترمذی نے امت میں سے کسی کا قول و عمل آٹھ تراوت کیر ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت نماز سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔کوفقہاء و محدثین تراوت کے بارنہیں جانتے ورنہ صحابہ و تا بعین اور بعد کے فقہاء و محدثین تراوت کے بارنہیں جانتے اور آٹھ تراوت کی پر کی و کے فقہاء و محدثین رضوان اللہ علیم اسے ضرور اپنا معمول بتاتے اور آٹھ تراوت کی پر کی و زیادتی نہ کرتے۔ (جاء الحق ہے دو مری فصل)

بیں رکعت تر اور کی پراعتر اضات و جوابات میں مفتی احمد یارخاں تعبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں :حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدوں کے پاس آٹھ رکعت تر اور کی کوئی قوی دلیل نہیں کچھاو ہام رکیکہ اور کچھشبھات فاسدہ ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ہم ان کا ذکر کریں مگر بحث مکمل کرنے کے لئے ان کے اعتر اضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالی انہیں ہدایت نصیب کرے اعتر اض نمبرا: امام مالک نے سائب ابن پریدرضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"أَنَّهُ قَالَ آمَرَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ أُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ وَّ تَمِيْمَ الدَّارِيَّ

آنُ يَّقُوْمًا لِلنَّاسِ بِالحُدَّى عَشَرَةً رَكْعَةً النَّهِ"

دو فرمات بين كه عررض الله عنه في ابن كعب اورتميم دارى كوظم دياكه

لوگوں كوگياره ركعت پڑھايا كريں "
اس حديث سے معلوم ہواكہ حضرت فاروق اعظم رضى الله عنه في آخھ تراوت اس حديث بينے معلوم ہواكہ حضرت فاروق اعظم رضى الله عنه في آخھ تراوت كا

اس حدیث ہے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آٹھ تر اوج گر پڑانے کا حکم دیا تھاا گرتر اوج ہیں رکعت ہوتیں تو کل رکعات ۲۳ تیس مع وتر کے۔ حضرت عاکشہ کی روایت آٹھ تر اوچ کے تعین میں غیر مقلدوں

یجهی خلاف ہے:

ددوسرے یہ کہ اس حدیث کے راوی محمد ابن پوسف ہیں ان کی روایات میں سخت اضطراب ہے۔ موطا امام مالک کی اس روایت میں تو ان سے گیارہ رکعتیں منقول ہوئیں۔اور محمد ابن نصر مروزی نے انہیں سے تیرہ رکعات نقل کیں۔محدث عبد الرزاق نے انہیں سے اکیس رکعتیں نقل فرمائیں دیکھوفتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ نمبر فی الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ نمبر مطبوعہ مطبع خیریہ مصر لہذا ان کی کوئی روایت معتبر نہیں تعجب ہے کہ آپ نفس امارہ کی خواہش پوری فرمانے کے لئے ایسی وھیات روایتوں کی آڑ پکڑتے ہیں۔

تیسرے بیک عہدفاروتی میں اولاً آٹھ رکعت کا تھم ہوا پھر بارہ رکعت کا پھر آخر میں بیس رکعت کا پھر آخر میں بیس رکعت پر ہمیشہ کے لئے عمل ہوا۔ چنانچہ اسی موطا امام مالک میں حضرت اعرج سے ایک طویل حدیث نقل فرمائی جس کے آخرالفاظ میہ ہیں:

وَكَانَ قَارِى يَقْرَءُ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِى ثَمَانٍ رَكْعَاتٍ فَإِذَا اَقَامَهَا فِي إِثْنِي عَشَرَةَ رَكْعَةً رَائَى النَّاسُ آنَّهُ قَدُ خُفِّفَ

قاری آٹھ رکعت تراوت کے میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے پھر جب بارہ رکعتوں میں پڑھنے گلےتولوگوں نے محسوں کیا کہان پرآسانی ہوگئ۔

اس حدیث کی شرح میں مولا ناعلی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

ثَبَتَ الْعِشُرُوْنَ فِى زَمَنِ عُمَرَ وَفِى الْمَوْطَا رِوَايَةٌ بِاحْداى عَشَرَةَ رَكْعَةً وَّجُمِعَ بَيْنَهُ مَا اَنَّهُ وَقَعَ اَوَّلاً ثُمَّ اسْتَقَرَّ الْاَمُرُ عَلَى الْعِشُرِيْنَ فَإِنَّهُ الْمُتَوَرَّتُ۔

یہاں بیس کا تھم حضرت عمر کے زمانہ میں ثابت ہوا موطا شریف میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ عہد فاروتی میں پہلے تو آٹھ لاکھت کا تھم تھا پھر بیس رکعت پرتر اور تح کا قرار ہوا بہی مسلمانوں میں رائے ہے ۔ معلوم ہوا کہ آٹھ رکعت تر اور تح صحابہ کرام اور تمام مسلمانوں میں معمول ۔ غیر مقلد کا اس پر پہلا اعتراض ۔ مفتی صاحب کا محمد بن یوسف کے بارے میں میہ گئاری کوئی روایت معتر نہیں ۔ فلط محض ہے کیونکہ یہ صحیح بخاری کے راوی اور میں یہ گئاری کوئی روایت معتر نہیں ۔ فلط محض ہے کیونکہ یہ صحیح بخاری کے راوی اور امام مالک کے استاد ہیں ۔ امام ابن معین) امام احمد ، امام نسائی اور علی بن مدینی اور امام بخاری میں ہیں ۔ حافظ جمر فرماتے ہیں ثقہ اور ثبت ہیں ان کی ۱۲ احادیث صحیح بخاری میں ہیں ۔ ر تہذیب جہ ص ۵۳۵ و تقریب البند یب سے مہام راوی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں اجماع ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں اور اس کے تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں اجماع ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں اور اس کے تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں البند امنی صاحب کی ان کے حق میں جرح جو کہ بلادلیل ہے قطعی طور باطل اور مردود ہے۔ البند امنی صاحب کی ان کے حق میں جرح جو کہ بلادلیل ہے قطعی طور باطل اور مردود ہے۔ البند امنی صحیح میں ای کے تمام میں جرح جو کہ بلادلیل ہے قطعی طور باطل اور مردود ہے۔ البند امنی صحیح معلور باطل اور مردود ہے۔ (نام نہادہ بن الحق صحیح)

الجواب اولاً: جناب وَہا بی صاحب امام مالک کے استاد صرف محمد یوسف ہی نہیں جس سے انہوں نے گیارہ رکعتیں نقل کیس امام مالک کے استاد حضرت یزید بن رومان

مجى بيں جن سے آپ نے بيس ركعات تراوئ كوروايت كيا_ (موطاامام ٩٨) اورامام مالک رضی اللہ عنہ کے استاد حضرت کیجیٰ بن سعید بھی ہیں جن سے آپ ہیں تراوی روایت فرماتے ہیں چنانچدام ابن ابی شیبایی سندے بیان کرتے ہیں: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَنَّسِ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْحَطَّابِ آمَرَ رَجُلاً يُصَلِّى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً - (مصف ابن البشير rz)باب كم يصلى في رمضان من ركعة ـ

امام مالك بن انس نے حضرت ميكيٰ بن سعيد سے روايت كى كہ بے شك حضرت عمر بن خطاب رضی الله عند نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ہیں

امام مالک کے استادیزید بن رومان کے متابع یزید بن خفیفہ بھی ہیں جوحضرت سائب بزید سے بیس رکعت تراوی فقل فرماتے بیں (اسن الکبری للبیقی جم، ۲۵ ۱۳۹۷) اب منصف مزاج قارئین حضرات خود فیصله فرمائیس که امام مالک کے استاد محمد بن پوسف کی روایت جس میں اضطراب بھی ہے بعنی انہیں سے بارہ اور اکیس رکعت بھی منقول ہے جيا كمفتى صاحب رحمة الله عليه في الله كانثاندهي بحواله فرمائي بياس كمقابله ميس قابل عمل ہوسکتی ہے جسے امام مالک نے اپنے دواستادوں یزید بن رومان اور یکیٰ بن سعیرے بیان کیا اور اس میں ان کا ثقه متابع بزید بن خفیفہ بھی موجود ہے جن کی ہیں رکعت تراوح پرروایت کومتعدد محدثین نے سیح کہاہے جبیبا کہ حوالہ جات گز رے مگر غیر مقلدكويية نظرآيا كهمربن يوسف امام الك كاستاد بي ليكن بيد كهائي ندديا كه حضرت یزید بن رومان اور حضرت کیجیٰ بن سعید بھی امام مالک کے استاد ہیں جن ہے آپ نے بیں رکعت تراوی روایت کیں ہیں۔ نیز امام بیبقی رحمۃ الله علیہ جنہوں نے عدد رکعات تراوی پرروایات کوجع کیا ہے انہوں نے گیارہ رکعت تراوی والی روایت کومتروک العمل اوربیں رکعت والی روایت کو جاری العمل قرار دیا ہے چنانچیامام مالک کی محمد بن

یوسف سے گیارہ پروایت اور امام مالک کی یزید بن رومان سے بیس رکعت پر روایت اور یر بین دومان سے بیس رکعت پر روایت اور یزید بن خفیفہ سے بیس رکعت والی رکعت تر اور کا پر روایت بیان کے بعد فرماتے ہیں ؟ امام بیہ قی نے آٹھ اور بیس تر اور کا میں فیصلہ کر دیا:

ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانو يقومون باحدى عشرة ثم كانو يقومون بعشرين و يوترون بثلاث (بيهي جهم ٣٩٢)

اورمکن ہے موافقت ان دوروا بیوں میں کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر (اسے ترک کر کے) صحابہ نے بیس رکعات تراوی معمول بنالیا اور تین

وتر

یادرہے کہ ترع مطہرہ میں طریقہ متر و کہ پڑھل نہیں کیا جاتا بلکہ طریقہ مسلوکہ پڑھل کیا جاتا ہے البندا گیارہ رکعت والی روایت دربارہ تراوی قابل جمت نہیں کیونکہ اس صحابہ وتا بعین وقع تا بعین رضوان الدعلیم اور بعد کے مسلمانوں نے متر وک کر دیا ہے۔ ثانیاً: غیر مقلد کی میہ بات بھی حقائق سے بعید ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحح اور اس کی تمام راوی اعلیٰ ورجہ کے ثقہ ہیں کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے خود کتاب الضعفاء میں اپنی صحح بخاری کے بعض رواۃ کوضعیف کہا ہے نمبراا براہیم بن اسمعیل بن مجمع بن جاربۃ الانصاری کی روایت کو بخاری جام ۲۲۷ کتاب بدء المخلق باب قول اللہ تعالیٰ میں روایت کیا اور کماب الضعفاء کے ص کے بہریا سے کثیرا اوھم کہا۔

نمبر۳: حارث بن شبل کی روایت بخاری ج ایس۱۲۰باب شهی عن الکلام میں نقل کی اور کتاب الضعفاء کے س۳۲ پراس کی جرح میں فر مایا: کئیسسس بسمَعُ رُوُفِ الْحَدِیْثِ بیرحدیث میں معروف نہیں یعنی مجبول ہے۔

مُنَرِس معيد بن الى عروبكى روايت كو بخارى جاص الم بنقل كيا اور الضعفاء كم ص ١٨٨ براس كم معلق لكها مسمِعُتُ أبكا نُعَيْمٍ يُقُولُ كَتَبُتُ عَنْهُ بَعْدَ مَا أَخْتَلَطَ حَدِثْيَيْنِ مِي فَيْ مِي فَاللَّهِ عَنْ اللَّهِ عَمْ كَمَةِ منا كريل في ان سے يعنى سعيد بن الى عروب ساس

وت حدیث کھی جب انہیں دوحدوثوں میں امتیاز ندر ہا۔

الله على الله على المام بخارى بركتنا يقين ہان كے هركم مقل وافظ زير رئى نے امام بخارى كى كتاب الضعفاء برحاشيد كھاہے جس كانام (تحفة الاقوياء فى تحقيق كتاب الضعفاء) ركھا ہے اس ميں امام بخارى ايك راوى برجرح ميں كچھفر ماتے ہيں اور رئى صاحب بچھاور حكم لگاتے ہيں ملاحظہ وہ خالد بن رباح كو امام بخارى نے مذكورہ كتاب كے صفح نبر ٢٨٨ برقدرى كہا اور وہا بى محشى نے اسے حسن الحديث كہا۔ طلق بن حب كو امام بخارى مذكورہ كتاب كے صفح الله عن عربی خفته الاقوياء فى تحقيق كتاب الضعفاء كے صفح نبر ١٠٠ برامام بخارى رضى الله عند عبد الله بن عمر بن حفص العمرى كوقدرى كھتے ہيں جبد وہا بي اس بخارى رضى الله عند عبد الله بن عمر بن حفص العمرى كوقدرى كھتے ہيں جبد وہا بى مشى السے مقتی الحدیث کہتا ہے ہیہ وہا بيوں كا امام بخارى بریقین ۔

غیر مقلدصاحب دوسر ہے اعتراض کے تحت ککھتے ہیں۔ رہا بیاعتراض کہ امام عبد الرزاق نے ان سے اکیس رکعتیں نقل کی ہیں تو بیاعتراض علل حدیث سے نا آشنائی کا نتیجہ ہے کیونکہ محمد بن یوسف سے اکیس رکعت روایت کرنے والے داؤ دبن قیس ہیں اور اصول حدیث کا بیقاعدہ ہے کہ جب امام مالک رحمۃ الله علیہ اور امام داؤد کا اختلاف ہو جائے تو امام مالک کی روایت مقدم اور قابل عمل ہوگی (علی الحدیث لابن البی عاتم جائے ہوں اس میں فرف استرین البی عاتم ہوں اس میں فرف استرین البی عاتم ہوں اس میں فرف استرین البی عاتم جائے ہوں اس میں فرف استرین البی عاتم ہوں البی کی دوایت میں استرین البی عاتم ہوں البی کی دوایت مقدم اور قابل عمل میں فرف استرین البی عاتم ہوں البی کی دوایت میں میں فرف استرین البی کی دوایت میں میں فرف استرین البی کی دوایت میں میں فرف استرین البی کی دوایت میں استرین البی کی دوایت میں میں میں فرف استرین البی کی دوایت میں میں فرف استرین البی کی دوایت میں کی دوایت کی دوایت میں کی دوایت کی دوای

حافظ ابن حجرامام مالک کے بارے میں فرماتے ہیں:

"الفقيه امام دار الهجرة راسه المتقين كبير المثبتين حتى قال البخارى اصح الاسانيد كلها مالك عن نافع عن ابن عمر" -

(تقريب التهذيب: ص٢٣٩)

''فقہی (صیح فقیہ) امام دارالجرت متفین کا سردار بہت بڑا ثقہ یہاں تک کہ امام بخاری نے کہا کہ سب سے زیادہ صیح اسانید تمام کی تمام مالک عن نافع عن ابن عمر کی بین' ۔ انتھی تیسر اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔ امام مالک گیارہ رکعت نقل کرنے میں منظرہ بھی نہیں بلکہ امام مالک رحمۃ الله علیہ کے دومتا بع موجود ہیں۔ ایک تو امام جرح وتعدیل امام یحی بن سعیدالقطان جیسا کہ مصنف ابن الی شیبہ میں ان کی روایت احدی عشرة رکعہ فی رمضان موجود ہے۔ مصنف ابن الی شیبہ کا ، ۳۹۲ میں ۱۹۸۹ اور دومرامتا بع عبدالعزیز بن محمد ہے جیسا کہ سن سعید بن منصور میں ہے۔ (فتح الباری: جمع، ۱۹۵۰، حاثیة تارالمن میں ۵۰۰ میں کمر ہے جیسا کہ سن سعید بن منصور میں ہے۔ (فتح الباری: جمع، ۱۹۵۰، حاثیة تارالمن میں ۵۰۰ کی دور تقدراوی اپنے سے اوقت کی مخالفت کر سے تو اس کی وہ روایت شافہ ہو گی (الدریب الرادی جاء میں بلکہ ان کے دو تقدمتا بع موجود ہیں جنہوں نے گیارہ درکعت روایت کی ہے لہٰذا اصول حدیث اور فتی لحاظ سے اکیس رکعت والی روایت شافہ و ضعیف ہے قابل قبول نہیں ہے۔ رہا امام مروزی کا تیرہ رکعات روایت کرنا تو بیاعتراض ضعیف ہے قابل قبول نہیں ہے۔ رہا امام مروزی کا تیرہ رکعات روایت کرنا تو بیاعتراض بھی علمی بصیرت سے کورا ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس میں عشاء کے بعدوالی دور کعات سنت کاذکر ہے جس کا اقرار کرتے ہوئے علامہ نیموی حنی کلاھتے ہیں کہ:

"وَاَخُرَجَ مُحَمَّدُ بُنُ نَصُرِ الْمروزى فِي قِيَامِ اللَّيْلِ مِنْ طَرِيْقِ مُحَمَّدُ بُنُ يُوسُفَ عَنْ جَدِهِ السَّائِبِ بَنِ يَوْيُدُ فَى رَمَضَانَ ثَلَاتَ عَشَرَةً بَنِ يَوْيُدُ فَى رَمَضَانَ ثَلَاتَ عَشَرَةً بَنِ يَوْيُدُ فَالَ كُنَّا نُصَلِّى فِي زَمَنِ عُمَرَ فِي رَمَضَانَ ثَلَاتَ عَشَرَةً رَكُعَةً (انتهى) قُلْتُ هَلَا قَرِيْبٌ مِّمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بُنِ رَكُعَةً (انتهى) قُلْتُ هلَا قَرِيْبٌ مِّمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بُنِ يُوسُفَ اَى مَعَ الرَّكُعَتِيْنِ بَعُدَ الْعِشَآءِ" . (العلق الحن من من المحال على مع من من المحال على من من المحال على من من المحال على من يوسف في الله عن يزيد على كوده كمّة بين كه مُحْمَل بن يوسف في الله عنه كوزمانه عن يزيد على من يوسف في الله عنه كوزمانه عن من يوسف في من الله عنه كوزمانه عن من من المن كم يوسف سے ميان كى ہے (اور على من يوسف سے ميان كى ہے (اور على من يوسف سے ميان كى ہے (اور

مطلب اس کابیہ ہے کہ)عشاء کے بعدوالی دور کعتیں ملاکر (تیرہ رکعات بنتی ہیں)''۔ وہابی نے الٹی عقل کا مظاہرہ کیا: نام نہاددین الحق ص۵۲۲۲۵۲۰۔

الجواب اولاً: ہمارا اعتراض محمد بن یوسف کی روایت پر ہے کہ ان کی روایت مضطرب ہے اس کے متن میں شدید اختلاف ہے موطا امام مالک میں ان سے گیارہ رکھت منقول ہے اور مصنف عبدالرزاق میں ان سے کیس رکعات مروی ہے جب کہ محمد بن نفر مروزی نے انہیں سے تیرہ رکعتیں بیان کیس وہائی صاحب کوتو چا ہے تھا کہ وہ محمد بن یوسف کا کوئی متابع وکھا تا جس نے حضرت سائب بن یزیدرضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعت روایت کی ہو مگر وہائی جی الٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام مالک کے متابع کی بات کرتے ہیں۔

ٹانیاً: وہائی صاحب کومصنف ابن ابی شیبہ میں امام مالک کا متابع ونظر آیا مگریہ دکھائی نہ دیا کہ امام مالک اپنے ایک اور استادیجیٰ بن سعیدرضی اللّٰدعنہ سے بیس رکعت تراوی کروایت فرماتے ہیں۔ملاحظہ ہو

"حَلَّافَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مَّالِكِ بُنِ أَنَسٍ عَنْ يَّحْيَى بُنِ سَعِيْدٍ أَنَّ عُمَرَ بُنَ الْحَطَّابِ أَمَرَ رَجُلاً يُّصَلِّى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكُعَةً"

(مصنف ابن الي شيبر ٢٥ باب كم يصلى في دمضان من ركعة)

ہمیں حدیث بیان کی وکیج نے امام مالک بن انس سے انہوں نے حضرت کجیٰ بن سعید سے کہ بے شک حضرت کجیٰ بن سعید سے کہ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تر اور کے کو ہونی چاہئے کیونکہ اسے امام مالک اپنے دواستادوں سے بیان کرتے ہیں اور اس میں اضطراب نہیں۔

ثالثاً: امام مالک رضی اللہ عنہ ایک استاد محمد بن یوسف سے گیارہ رکعت نقل کرتے شال ایک رہا ہے۔

بیں اس روایت میں اضطراب بھی ہے جیسا کہ علامہ پینی نے فتح الباری شرح بخاری میں اس کی نشاندہ ہی کی جبکہ دوسری طرف امام مالک اپنے دواستادوں حضرت بیزید بن رومان اور حضرت کیے بین سعید ہے ہیں رکعت تراوت گر دوایت کرتے ہیں اس میں امام مالک کے دواستادوں کے متابع حضرت سائب بن بیزید بھی ہیں اور امام مالک کے دواستادوں کے متابع حضرت سائب بن بیزید بھی ہیں اور امام مالک کے اُلفہ متابع حضرت بیزید بن خفیفہ ہیں جو کہ سائب بن بیزید رضی اللہ عنہ امام مالک کے اُلفہ متابع حضرت بین بیزید رضی اللہ عنہ کے اللہ مالک کے اُلفہ متابع حضرت بیزید بن خفیفہ ہیں جو کہ سائب بن بیزید رضی اللہ عنہ کے اللہ مالک کے اُلفہ متابع حضرت بیزید بن خفیفہ ہیں جو کہ سائب بن بیزید رضی اللہ عنہ کے اللہ مالک کے اُلفہ متابع حضرت بین کہ کہ اُلفہ کی ہے نہ کہ آٹھ رکعت کی لیکن وہا بی صاحب حق بیش کی کہ میں دوایت ہیں تر اور تی کی ہے نہ کہ آٹھ رکعت کی لیکن وہا بی صاحب حق بیش کی کہ میں کہ کہ آٹھ رکعت کی لیکن وہا بی صاحب حق بیش کی کہ رہے ہیں۔

رابعاً: دہائی صاحب نے مفتی احمد یار خان تعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضوط ا اعتراض کا کوئی جواب نددیا جوآ پ نے فرمایا کہ بیرحدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس بٹن جماں آٹھ رکعت وتر کا بھی فہوت ہوا اس بٹن جماں آٹھ رکعت تراوی کا فہوت ہوا وہاں بئی تین رکعت وتر کا بھی فہوت ہوا جب بن توکل گیارہ رکعتیں بتی ہیں فقیر کہتا ہے کہ وہائی بیچارہ اس کا کیا جواب دیتا کیونکہ ان کے ندجب بیس تضاوی تضاو ہے تو تضاو کا کوئی حل وجواب نہیں ہوسکتا۔

خاساً: وہائی صاحب نے اس اعتراض ہے کہ تھے بن یوسف ہے اکیس رکعت ہو اُوری ہے جو کہ اما ہو اُلک ہے کم تقد ہے اور تھے بن یوسف ہے تیرہ رکعت کی روایت کے جواب میں کہد دیا کہ اس میں دور کعت سنت عشاء کے بعد دالی کا ذکر ہے اس طرح بیر تیرہ رکعت ہیں لیکن اس کا دہائی صاحب نے موطا امام ما ک کے اس کا دہائی صاحب نے موطا امام ما ک کے والہ ہے روایت کھی تھے اس مالک نے خود اپنی سند ہے صفرت داؤد میں سیمن ہو اللہ ہوں کے دہائے میں ہوں کا جس میں ہے کہ: قاری آئے کھر کھت تراوی میں میں ہے کہ: قاری آئے کھر کھت تراوی میں میں ہے کہ: قاری آئے کھر کھت تراوی میں کیا کہ ان کے مورہ بیارہ رکعتوں میں پڑھتے گے۔ تو لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کہ مورہ بی ہوں گا کہ ان کہ ہوگئی۔

وبالى ندب كاحال كى حديث يرعمل كسى ساتكار:

فقير كہتا ہے وہانى بيجارااس كاكيا جواب ديتے مجبوري يہ ہے كدا سےخودامام مالك اپنی سند سے بیان کر رہے ہیں اور یہ وہائی مذہب آٹھ رکعت تراوی سے کسی طرح موافقت نہیں کرتی ہے ہے وہانی ندہب کا حال کی حدیث پڑھل اور کسی کا انکار۔ جاءالحق ہے غیر مقلدوں کا دوسرا اعتراض اور مفتی صاحب کی طرف سے جواب ملاحظہ ہو اعتراض نمبرا تمهاري بيش كرده احاديث عيثابت واكرهنورانوصلي الدهليوسلم بيس راوع وه فق فرد عرف يل أله ركعت راوع كاعم ي كول ديا خلاف سنت علم سحابه كى شان سے بعير بے جواب رحضورصلى القه عليه وسلم في فووتو بين ركعت رَاوِيَ رِحِينِ مِرْسِحًا بِهِ كُواسَ تَعْدادِ كَاصِرِ يَجْهِمْ نَهُ دِيا تَمَاصِرَفَ ومضان كَيْ رَاتُول مِين نما دخصوصی کی رفیت دی تھی۔ بلکہ خود جماعت میسی یا قاعدہ بھیشہ بند کرائی وجہ بیدار شاد فرالى كدر اوى فرض موجاف كالديش باس الح سحاب كرام يرزاوي كى دكعات كى تعداد ظاہر ند ہوئی حضرت عمر رضی الله عند اولاً النظ اجتبادے آتھ پھر بارہ مقرر فرائيں ميں كى مندل جائے بريس اى كادائى علم دے دياس زمان يس آج كى طرح مدیث یہ کتابوں میں جع دیتی ایک ایک مدیث بہت کوشش ومحت سے عاصل کی جاتی تحى اس كاغير مقلد نے كوئى جواب تبين ديا اب جاء الحق عير علدون كا اعتراض تمبر ٣ ملاحظه مو بخارى شريف ميس بكرابوسلمه في ام الموضين عا تشصد بقد رضى الله عنها ے پوچھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں ش مھنی رکعات پڑھے تھے توام الموضين فارتاف إلا مَناكَانَ رَسُنُ أَلَهُ صَلَّم اللَّهُ عَلَم وَسَلَّمُ عَالِمُ وَسَلَّمُ عَالِمُ فَي ومعتبان والأفني غيوه عبلي إصابي عشد ومتعانث وصورطي التدعلي وتلم رمضان اور غیر زمضان میں گیارہ رائعث سے ایدہ ندیز سے تنے اس معلوم ہوا کہ حضور صلى الله عليه وسلم تراويج أثره ركعت يزجة تح الرجي يرجة تو كل ركعات ٢٣

جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ایک بیکہ بیصدیث تمہارے بھی خلاف ہے اس لئے کہا گراس سے آٹھ رکھت تر اور کا خابت ہوئی ہے تو تین رکھت وتر بھی خابت ہوئیں تب ہی تو تین رکھت وتر بھی خابرہ ہوئیں تباؤتم وتر ایک رکھت کیونکہ پڑھتے ہو۔جواب دو کیا بعض حدیث پر ایمان ہے بعض کا افکار۔

دوسرے بیکہ حضرت ام المؤمنین یہاں نماز تبجد کا ذکر فر مار ہی ہیں نہ کہ نماز تر اوق کا کا اسی لیے آپ نے ارشاد فر مایا کہ درمضان اور غیر رمضان دیگر مہینوں میں گیارہ رکھات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ تر اوق رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کب پڑھی جاتی ہے۔ اگر آپ اس پرغور کر لیتے تو ایسی جرائت نہ کرتے۔ اسی لیے تر فری شریف نے اس حدیث کوصلو ۃ اللیل یعنی تبجد کے باب میں ذکر فر مایا۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عاکثہ صدیقہ رضی اللہ عنہ افر ماتی ہیں: میں نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر سے پہلے کیوں سوجاتے ہیں تو فر مایا کہ اے عاکشہ ماری آئی ہیں دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بینماز سرکارصلی اللہ علیہ وسلم سوکراٹھ کرادا فر ماتے تھے۔ علیہ وسلم سوکراٹھ کرادا فر ماتے تھے۔

تراوت کسونے کے بعد نہیں پڑھی جائیں تہجد پڑئی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگراس نماز سے مراد تراوت ہواں گھر اور کا حضور نے پڑھی تو حضرت عمرضی اللہ عند نے بیس تراوت کا حکم کیوں دیا اور تمام صحابہ نے بیس حضور سے پڑھی تو حضرت عمرضی اللہ عند نے بیس سب کچھ دیکھ کرکیوں نہ اعلان فر مایا کہ بیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ رکعت تراوت کی سب پڑھتے و یکھا ہے تم بیس رکعت پڑھتے ہو یہ خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے آپ کیوں خاموش رہیں ذرا ہوش کرو حدیث کو صحیح سبجھنے کی کوشش کرو غیر مقلد صاحب اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ یہ معارضہ خالص مخالطہ ہے جس کی ضروری تفصیل مسئلہ وتر میں دیکھی جاسمتی ہے کہ ہم تین عددوتر کے ہرگز مشکر نہیں ہیں۔

ثانیاً: اگر بریلوی علاء اینے ڈیرے سے نکل کراس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوتو وہ

رمضان المبارك ميں کسی بھی اہلحدیث کی مسجد میں نماز ترواج پڑھکر دیکھ لیں۔ مامنہاددین الحق ص ۱۹۵۸

الجواب اولاً: وہائی صاحب کے دلی زبان کے ساتھ کہنے سے کہ ہم تین عدد رکعت ور کے منکر نہیں ہیں اعتراض سے جان نہیں چھڑ اسکتے کیونکہ تم کہتے ہواس سیجے حدیث میں ہمٹھ رکعت تر اور کا عدد ثابت و تعین ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ ایسے ہی کھلے ول سے کہو کہاں صیح حدیث میں تین رکعت وتر کا عدد ثابت و تعین ہے۔

ولمان كاايك اعتراض سے جان چيروانے برحيله:

ٹانیا: وہابی صاحب کا کہنا کہ ہم تین عددوتر کے منکر نہیں اعتراض کے جواب سے عاجز ہوکر ایک وقت جان چھڑانا ہے ورنہ یہ صاحب اپنا موقف ایک رکعت وتر ثابت کرنے کو پیچے باب باندھ چکا ہے جس کاعنوان ہے باب الموتر بر کعقہ یعنی باب ہے ایک رکعت وتر کو ہے بیان میں ۔اس باب میں اس نے اپنے موقف ایک رکعت وتر کو ثابت کرنے پر پوری کوشش کی ہے اوراحناف کے موقف تین رکعت وتر کی مخالفت کی ہے مگر یہاں جبکہ اعتراض سے جان چھوٹی نظر نہ آئی تو کہددیا ہم تین عدد وتر کے منکر نہیں۔ وہابی صاحب تیسرے اعتراض کے تحت لکھتا ہے :

اولاً سائل نے تو صرف رمضان المبارک کی عبادت کے بارے میں سوال کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو جواب بھی اس کے سوال کے مطابق دیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے پھر مزید وضاحت کے لیے مسئلہ کے دوسر سے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے غیر رمضان کی عبادت بھی بتادی کہ جسیا نبی کر بی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں گیارہ رکعات سے زیادہ ادانہ فر ماتے تھا ور مفاق میں بھی گیارہ رکعات سے زیادہ ادانہ فر ماتے تھا ور مفتی کو بہت عاصل ہے کہ سائل کے احوال کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب میں مسئلہ کے متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کو دیا ہیں متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کے دوسر کے جس کی مثال خود ہادی برحق گرای قدر جناب محمد متعلقہ پہلوکی بھی وضاحت کی دیا ہوں کی مثال خود ہادی برحق گرای مقابلہ کی مثال خود ہادی برحق گرای میں ہوں کی مثال خود ہادی برحق گرای ہے کہ دو کر جانسان کی مثال خود ہادی برحق گرای ہوں کی مثال خود ہادی ہوں کو کو کی دیا ہوں کی مثال خود ہادی برحق گرای کی دیا ہوں کی مثال خود ہادی ہوں کیا کہ کی دیا ہوں کیا ہوں کی دیا ہوں

مصطفی صلی الله علیہ وسلم سے بھی ملتی ہے کہ صحابی نے سمندر کے بازے بیس پوچھا تو آپ صلی الله علیہ وسلم نے فر مایا کہ : هدو السطھور ماء والحل میتنه (موطانام مالک صحابی الله علیہ وسلم نے فر مایا کہ : هدو السطھور ماء والحل میتنه (موطانام مالک صحابی الم بیتی اس کا باتی باک ہے اور اس کا مردار حلال ہے وائن ماجی ماہ وزندی مع تحذج امس کا باتی اس کا باتی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے حالا نکہ سائل نے صرف بانی کے بارے میں بوچھاتھا لیکن نبی صلی الله علیہ وسلم نے بانی کے ساتھ مردہ جانور کا حکم بھی بیتا دیا اس طرف مردہ جانور کا حکم بھی بیتا دیا اس طرف مردہ جانور کا حکم بھی بیتا دیا اس طرف مردہ جانور کا حکم بھی بیتا دیا اس طرف مردہ جانور کا حکم بھی بیتا دیا اس طرف رمضان کی عبادت کے اور سلم فی رمضان کے الفاظ ہے واثنے ہے۔ وسلم فی رمضان کے الفاظ ہے واثنے ہے۔

النا الرامام ترمنی رحمة الشعلیان است تبحد کے بارے شن و کرکیا ہے تو آپ کے استاذ کرم امام المحد شین امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التراوی جی روایت کیا ہے بلکہ بیسیوں محد شین رحمة الله علیہ نے اسے تراوی شی و کرکیا ہے اورامام الوصنی رحمة الله علیہ نے اسے تراوی شی و کرکیا ہے اورامام الوصنی رحمة الله علیہ کے شاگر و خاص امام مجر رحمة الله علیہ نے موطاش ۱۲۸ بی بساب فیسام شہر رحمت الله عنها کی وہ وایت بیش کی ہے جس میں تین روز تک آمخضرت صلی الله علیہ و ملم کی باجاء سرت تراوی کی وایت بیش کی ہے جس میں تین روز تک آمخضرت صلی الله علیہ و ملم کی باجاء سرت تراوی کی الله عنها کی مذکورہ و وایت کی تعداد کا بیان شیمی اس کے بعد ہی دھرت ما الله علیہ و کم الله عنها کی مذکورہ و وایت لائے تیں۔ جس میں رکعات کا ذکر ہے ۔ امام محمد رحمة الله علیہ کے اس محمد معلوم موتا ہے کہ وہ اس حدیث کو شمار تراوی کی گئی کی تحصد شخص داور گیارہ رکھت ان کو سنت نوی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کو تراوی کی سنت نوی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کو تراوی کی سنت نوی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کو تراوی کی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کو تراوی کی سنت کوئی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کوئی سنت نوی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کوئی سنت کوئی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کوئی سنت الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کوئی سنت کوئی صلی الله علیہ و کلم خارت جان کر اس حدیث کوئی سنت کوئی صلی الله علیہ و کساب کی ان کر کرما کرما کی تراوی حدیث کوئی سنت کوئی صلی الله علیہ کی ترایت کی کرما کی دورائی میں کرما کی تراوی کی کرما کی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کی کرما کی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کی تراوی کرما کی کرما کرما کی کرما کی کرما کی کرما کی کرما کرما کی کرما کی کرما کی کرما کی کرما کی

عِلَّا: تَهْجِدُ فَى رَمْضَانُ اور رَ اورَ عِيلِ كُونَي فَرْقَ نَهِينَ سِي اور حضرت عمر قارع في رضى الله عنه بھی اس بات کے قائل تھے جیسا کہ علاء دیو ہندیں ایک بہت برسے متاز علامہ انورشاہ تشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ "ويؤيده فعل عمر رضى الله عنه فانه كان يصلى التراويح فى بيته فى آخر الليل مع انه كان امرهم ان يؤدوها بالجماعة فى المسجد ومع ذلك لم يكن يدخل فيها وذلك لانه كان يعلم ان عمل النبى صلى الله عليه وسلم كان بادائها فى آخر الليل ثم نبههم عليه قال ان الصلواة التى تقومون بها فى الليل مفضولة منها لو كنتم تقيمو نها فى آخر الليل فجعل الصلوة واحدة وفضل قيامها فى اول الليل وعامتهم لحالم يلد كوامراده جعلو دليلا على تغايرا الصلاتين وزعموا انهما كانتا صلاتين انتهى" (فين البارى ٢٢٠٠٠)

''لعنیٰ اس مسلک کی تا ئید حضرت عمر فاروق رضی الله عنه کے اس فعل ہے بھی ہوتی ہے کہ وہ تراوی آخر شب میں اپنے گھر بڑھا کرتے تھے حال تک لوگوں کو پہلم دیا تھا کہ وہ جماعت کے ساتھ مجد میں بڑھا کریں۔حفزت عمر فاروق رضی الله عنه خوداس جماعت میں شر یک نہیں ہوا کرتے تھے۔اس کی وجہ رہے کہ وہ جائے تھے کہ نی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ میری تھا کہ آپ صلی الله علیه وسلم بینماز آخرشب میں بڑھا کرنے تھے۔ چنانح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگول کومتنہ بھی کر دیا کہ جونمازتم لوگ اول شب میں پڑھتے ہواں کواگر آخر شب میں پڑھا کر وتو یہ زیادہ بہتر ہے اس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تر اور کا اور تبجد اور ۔ حبیری رمضان دونوں کوایک ہی ٹماز قرار دیا ہے۔ لیکن عام طور پرعلاء نے ان کی مراد کونبیں مجھانی لیے اس کوان دونوں نماز ون میں مغامیت نماز کی وليل بناذيااور بدزعم كر بيشي كر تتجداورتراوي دونمازين بين "_(أنتى) اور بقول شاہ صاحب امام گھر بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام الکیل میں لکھا ہے

بعض علاء سلف اس بات کے قائل ہیں کہ جو خص تراوت کی پڑھے اس کو پھر تہجہ نہیں پڑھنا چاہے اور بعض علاء نے مطلق نقل کی اجازت دی ہے اور علاء سلف کا بیا اختلاف صاف ولیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک بید دونوں نمازیں ایک ہی ہیں ان کے الفاظ ہیں:

"ثم ان محمد بن نصر وضع عدة تراجم فی قیام اللیل و کتب ان بعض السلف ذهبوا الی منع التهجد لمن صلی التراویح وبعضهم قالو اباباحة النفل المطلق فدل اختلافهم هذا علی اتحاد الصلوتین عندهم" ۔ (فیض الباری مندکورہ)

ان عبارات پراگرانساف اوردیانت کی روسے فورکری تو کوئی شبخیل ره جاتا که تراوی تبجد فی رمضان ہے بلکہ شاہ صاحب نے ڈکے کی چوٹ سے کھا ہے کہ:

"قال عامة العلماء ان التر اویح و صلواۃ اللیل نو عان مختلفان المختار عندی انهما واحد وان اختلفت صفتاهما سوجعل واخت لاف الصفات دلیلاً علی اختلاف نوعیهما لیس بجید عندی بل کانت تلک صلواۃ واحدۃ اذا تقدمت سمیت باسم التہ جد ولا بردع فی التر اویح واذا تا حرت سمیت باسم الته جد ولا بردع فی تسمیتها باسمین عند تغایر الوصفین قانه لاجعد فی التغایر الاسمی اذا جتمعت علیه الامة وانما یثبت تغایر النوعین اذا ثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم انه صلی الته جد مع اقامة بالتر اویح" . (عالد کرده)

''لینی عام طور پرعلاء (حفیہ) یہ کہتے ہیں کہ تراوت کا ورصلوٰ قالیل (تہجد) دونوں نمازیں مختلف النوع ہیں لیکن میرے نزدیک مختاریہ ہے کہ دونوں نمازیں متحد النوع ہیں اگر چہ دونوں کے اوصاف میں کچھاختلاف ہے مگر صفات کے اختلاف کونوع اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہے حقیقت میں بید دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ اول شب میں پڑھی گئ تو اس کا نام تراوی ہوااور جب اس کا نام تراوی ہوااور جب ان دونون کے اوصاف میں کچھا اختلاف بھی ہے تو اس کھاظ ہے اگر اس کے دونام بھی ہوں تو کیا تعجب ہے ہاں ان دونوں نمازوں (میں) کا متغائر النوع ہونا اس وقت تا بت ہوگا جب بیٹا بت ہوجائے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم تر اوی کے ساتھ ساتھ تہجہ بھی ادا فر ماتے تھے'۔ (انتی منظم) علیہ وسلم تر اوی کے ساتھ ساتھ تہجہ بھی ادا فر ماتے تھے'۔ (انتی منظم) بریاوی مذیب کے فقیہ اعظم مولوی ابو یوسف محمد شریف محدت کو ٹل کھتا ہے کہ قیام رمضان جیسے نماز تر اوی کے سے حاصل ہوتا ہے نماز تہجد سے بھی حاصل ہوتا ہے نماز تر اور کے سے داخل

(دلاكل المائل ص ٣٩) نام نهاددين الحق ص ٥٢١١٥١٨)_

مَا كَانَّ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلا فِي غَيْرِهِ عَلَى اِحْدَى عَشَرَةً رَكَعَةٍ للهِ الله عَلَى الله عَلَى الله عليه والم مضان اور غير رمضان عن گياره ركعت پرزياده نه كرتے تھے۔ اس ميں بھی قرينہ بيہ كہ جواب ميں اس نماز كا ذكر ہے جو رمضان اور مضان كے علاوه بھی پڑھی جاتی ہے تو وہ نماز تہجد ہے نہ كہ تراوت كے۔ نيز اگر سائل كاسوال نماز راوت كے بارے ميں ہوتا اور اس كا مقصد رسول الله صلى الله عليه وسلم كى نماز تراوت كى كيفيت معلوم كرنا ہوتا تو وہ كى صحابہ سے بوچھتے كونكہ حضور صلى الله عليه وسلم نے تين كى كيفيت معلوم كرنا ہوتا تو وہ كى صحابہ سے بوچھتے كونكہ حضور صلى الله عليه وسلم نے تين

روزنمازتراوت مجدنبوی شریف میں ادافر مائی اور بکثرت صحابہ نے اس کا مشاهدہ کیالہذا اس کے بارے حفزت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنے کی حاجت ندھی اور نماز تہجد کے بارے بنسیت رجال صحابہ کے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہازیا دہ واقف تھیں اس لیے حضرت ابوسلمہ کوان سے پوچھنے کی حاجت ہوئی۔

ٹانیاً:اگر حدیث عائشہ کا تعلق نماز تراوی سے ہوتا جیسا کہ طاکفہ وہا ہی غیر مقلدہ کا دعویٰ ہے تو صحابہ اس کے خلاف بیس تراوی کر پر مفق کیوں ہوتے اور آئمہ مذاھب اس کا خلاف کیوں کرتے جبکہ آئمہ اربعہ میں سے بیس رکعت تراوی سے کم کس کا بھی مذہب نہیں۔

آ محدر اوت حسى امام كاند بهبين:

چنانچ هداية الجبهداس الحاج ايب

"وَاخْتَلَفُوْا فِي الْمُخْتَارِ مِنْ عَدَدِ الرَّكْعَاتِ الَّتِي يَقُومُ بِهَا النَّاسُ فِي رَمَضَانَ فَاخْتَارَ مَالِكُ فِي اَحَدِ قَوْلَيْهِ وَابُو حَنِيْفَةَ وَالشَّافَعِيُّ فِي رَمَضَانَ فَاخْتَارَ مَالِكُ فِي اَحَدِ قَوْلَيْهِ وَابُو حَنِيْفَةَ وَالشَّافَعِيُّ وَاحْدَمَ لُوتُو وَ ذَكَرَ اِبْنُ وَاحْدَمَ لُ وَ دَاوُدُ الْقِيَامَ بِعِشُويُنَ رَكْعَةً سَوَى الْوِتُو وَ ذَكَرَ اِبْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ آنَّهُ كَانَ يَسْتَحْسِنُ سِتًّا وَالْكَرْفِيْنَ رَكْعَةً وَّالْوِتُو الْوِتُو تَكَرَابُنُ اللّهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللّهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الل

''لینی تراوت کی میں مختار عدد میں اختلاف ہے مالک کے دو تولوں سے ایک میں اور امام ابو حقیفہ اور امام شافعی اور امام احمد اور داؤ د ظاہری نے وتر کے علاوہ ہیں رکعات پسند کی ہیں ابن قاسم نے امام مالک سے ایک روایت کی کہ وہ چھتیں رکعات کو سخست جانتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ چاروں اماموں کا مذہب ہیں رکعت تھا۔ اگر پچھ اختلاف تھا تو وہ ہیں سے زائد تھا آ ٹھ رکعت تراوت کسی کا بھی معمول نہیں تھا اگر حدیث عائشہ تراوت کے معلق تھی تو یہ حضرات جوعلم وعمل اور زہد وتقوی میں بلند پایا رکھتے تھے نہ سمجھے؟

مدیث عائش تجد کے بارے میں ہے تراوی کے متعلق نہیں:

رابعاً: حدیث عائشہ کے آخری الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ بینماز تہجد کے بارے ہے حضرت عائشہ صدیقہ درضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ عَيْنَىَّ تَنَامَانِ وَلاَ تَنَامُ قَلْبِيْ" . (جارى ١٥،٩٠٥)

وہ ملہ عبی ، راوروں ہوں۔ ''یارسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے قبل سوجاتے ہیں فر مایا اے عائشہ میری آئکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا''۔

معلوم ہوا کہ جس نماز کا حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت پرزیادہ نہیں کرتے تھے بیسونے کے بعد آپ سلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور سونے کے بعد نماز تہجد پڑھی جاتی ہے نماز تراوت کے سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

خامساً کثیر محدثین کرام نے حدیث عائشہ کوصلوٰ قاللیل میں بیان کیا نہ کہ باب التراوی میں۔

- (۱) امام سلم نے مسلم شریف میں حدیث عائشہ کو باب صلوٰ قاللیل (تہجد) کے میں نقل کیا ہے نے کہ تراوز کے باب میں۔
- (۲) امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد شریف میں اسے باب اللیل یعنی تبجد کے باب میں روایت کیا ہے۔ تراوی کے باب میں نہیں کیا۔

- (۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو جامع تر مذی شریف کے باب صلوٰۃ اللیل میں بیان کیا ہےنہ کہ تراوز کے باب میں۔
- (۴) امام نسائی نے سنن النسائی میں تین باب (قیام رمضان) (تہجد) اور وتر الگ الگ باندھے ہیں کیکن حدیث عائشہ کو صرف وتر کے باب میں نفل کیا ہے تر اور کے میں نہیں۔
- (۵) موطاامام مالک میں تہجدور اور کے الگ الگ باب ہیں مگر حدیث عائشہ کو صرف تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے نہ کہ تر اور کے باب میں۔
- (۲) امام مروزی نے قیام اللیل ص ۷۶ میں اس حدیث کو قیام اللیل یعنی تجد کے باب میں رکھاہے نہ کہ تراوی کے باب میں۔
- (2) علامہ ولی الدین خطیب نے مشکوۃ میں تراوت کو تبجد کے الگ الگ باب قائم کیئے گر اس حدیث کو صرف تبجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔
- (۸) اسی طرح ابن قیم نے تراوی و تبجد کے دوعلیحدہ علیحدہ باب باندھے لیکن حدیث عاکشہ کو صرف تبجد کے باب میں بیان کیا۔زادالمعادج اس ۸۶۔
- (9) شاہ ولی اللہ محدث دہلولی کے نز دیک بھی حدیث عائشہ صرف تبجد کے بارے میں ہے۔ ججة اللہ البالغہ اردوتر جمہے ۲،ص ۱۹۵۔
- (۱۰) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاوی عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ حدیث عائشہ تجد کے بارے میں ہے۔ نتاوی عزیزی اردوتر جمیص ۴۵۱۔

اس پردلائل كەتىجدوتراۋى دوالگ الگ نمازىي بىي:

سادساً: غیرمقلد نے اس پرایڈی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ تبجد وتراوت کا ایک ہی چیز ہیں لیمنی ایک ہی خاب کے بھی میں میں ایک ہی جیر ہیں گئی ہے۔ ہیں کہ تبجد و ہیں کہ تبجد و تراوت کے دوالگ الگ نمازیں ہیں تراوت کے صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے جبکہ تبجد رمضان اور رمضان کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے تراوت کی کا وقت عشاء کے فرضوں کے

بعد ہے اور تہجد کا عشاء کے فرضوں کے بعد اور سونے کے بعد ہے تر اور کے لیے جماعت مسنون ہے اور تہجد بغیر جماعت کے پڑھی جاتی ہے۔ نیز محد ثین کرام نے تہجد و تراوح کے الگ الگ باب بائدھ کر ثابت کیا ہے کہ بیعلیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۱) الم بيه قي روايت كرتے بين عَنْ عَلَقِشَةَ قَالَتُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَعَيَّرَ لَوْنُهُ وَكَثُرَتُ صَلُوتُهُ وَابْتَهِلَّ فِي اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ ا

حضرت انس رضی الله عند فرماتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک اور صاحب آئے وہ بھی کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب نی صلی الله علیہ وسلم نے محسوس فر مایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے نی صلی الله علیہ وسلم نے محسوس فر مایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے

نماز کو مختر کر کے ختم کیا اور اپنے جمرہ مبار کہ ہیں تشریف لے گئے وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جوآپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے رات کو ہماری کیفیت و حالت کو شمجھ لیا تھا آپ نے فرمایا کہ ہاں اس چیز نے جھے اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف فرایت ہورہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو خابت ہورہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وہ اور تھی اور جو نماز گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی اور جو اس سے فارغ ہو کر ججرہ مبارک میں ہی پڑھا کرام کے ساتھ جو پڑھی تھی وہ اور تھی اور جو اس سے فارغ ہو کر ججرہ مبارک میں ہی پڑھا کرتے تھے چنا نچ جھرہ مبارک میں ہی پڑھا کرتے تھے چنا نچ جھرہ مبارک میں ہی پڑھا کرتے تھے چنا نچ جھرہ مبارک میں ہی پڑھا کرتے تھے چنا نچ جھرہ مبارک میں ہی پڑھا کرتے تھے چنا نچ جھرہ مبارک میں ہی پڑھا کرتے تھے چنا نچ جھرہ مبارک میں ہی ہی کہ تھی میں کہ تھی میں دوئر میں ہی ہو کرتے تھے چنا نچ جھرہ سے مائٹ ہوئی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حُجْرَتِهِ

(الحديث بخاري ج امص ١٠١)

رسول الله صلى الله عليه وسلم تهجد کی نماز اپنے حجر ہ میں ہی پڑھا کرتے تھے۔ (۳) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے:

عَنُ قَيْسِ بُنِ طَلَقٍ قَالَ زَارَنَا طَلَقُ بُنُ عَلِيٍّ فِى يَوْمٍ مِّنُ رَمَضَانَ وَامُسلى عِنْ قَيْسِ بُنِ طَلَقٍ قَالَ زَارَنَا طَلَقُ بُنُ عَلِيٍّ فِى يَوْمٍ مِّنُ رَمَضَانَ وَامُسلى عِنْدَ دَنَا وَافْطَرَ ثُمَّ قَامَ بِنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَاوْتَرَ بِنَا ثُمَّ انْحَدَرَ إلى مَسْجِدِهِ فَصَلَّى بِأَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا بَقِى الْوِتُرُ قَدَّمَ رَجُلاً فَقَالَ اَوْتِرُ بِأَصْحَابِكَ فَصَلَّى بِأَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا بَقِى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا وِتُرَانِ فِى فَاتِى شَمِعْتُ رَسُولً اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا وِتُرَانِ فِى لَيْلَةٍ (ابودادَدِحَاصُ٢٠٣)

حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہی ہاں روز ہو افسارکیا آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھرآپ اپنی معجد

میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی کیونکہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیفر ماتے ہوئے ساہے کہ ایک رات دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے جو پہلی نماز وتر سمیت پڑھی تھی وہ تر اور کھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جاکر پڑھی تھی وہ تہجر تھی۔

(م) المدخل ابن الحاج مير ع:

قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بُنُ مُحَمَّدِ الْعبدرى الفاسى المالكى رحمه الله ، وَقَدُ قَالَ مَالِكٌ رَحُمهُ اللهِ تَعَالَى حِيْنَ كَانَ يُصَلِّى مَعَ النَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ الْإِمَامُ مِمَّنُ يُوتِرُ بِعَلْثٍ لَا يُفَصِّلُ بَيْنَهُمَا بِسَلامٍ امَّا اللهَ مُسْجِدِ وَكَانَ الْإِمَامُ مِمَّنُ يُوتِرُ بِعَلْثٍ لَا يُفَصِّلُ بَيْنَهُمَا بِسَلامٍ امَّا اللهَ اللهُ اللهُ

محر بن محر عبدری (المعروف به ابن الحاج التوفی ۱۲۵ه) فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کہ آپ لوگوں کے ساتھ مبجد میں نماز پڑھتے اور امام تین ور درمیان سلام پھیرے بغیر پڑھا تا کہ ، جب لوگ ور پڑھنے لگتے ہیں تو میں درمیان سے نکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں ،انسان کے لئے امام مالک کے ساتھ اس اسوہ اور نمونہ عمل ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ (تراوی کے بعد) ور نہ پڑھتے بلکہ اپنے گھر نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد پڑھتے سیدی الوم کر رحمۃ اللہ علیہ مبجد میں لوگوں کے ساتھ بی تراوی کے بعد ور پڑھتے اور گھر آکر جوتو فیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ ور نہ پڑھتے اور وہ فرمائے آکر جوتو فیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ ور نہ پڑھتے اور وہ فرمائے

میرے شخ ابوالحن زیات بھی ایسا ہی کرتے تھے۔حضرت طلق بن علی اور شخ ابو میر اور شخ ابوالحن زیات رحمہم الله علیہم کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیہ حضرات تر اور ک کے بعد و تر با جماعت ادا فر ماکر گھر جاتے تھے۔ پھر تبجد گھر میں پڑھتے تھا ہی پر احناف کا عمل ہے بہر طور ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت طلق بن علی صحابی رضی اللہ عنہ اور امام مالک اور شیخ ابو محمد اور شیخ ابوالحن زیات رحمۃ اللہ علیہ تر اور کے کے بعد تبجد پڑھتے تھے۔

(۵) حافظ ابن جررحمة الله علية تحريفر مات بين:

كَانَ مُحَمَّدُ بُنُ اِسُمِعِيْلُ الْبُحَارِيُّ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيُلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ يَخْتَمِ عُ إِلَيْهِ اَصْحَابُهُ فَيُصَلِّى بِهِمْ وَيَقُرَءُ فِى كُلِّ رَكْعَةٍ عِشْرِيْنَ آيَةً وَكَانَ يَقْرَءُ فِى السَّحْرِ مَا بَيْنَ النِّصُفِ وَكَانَ يَقْرَءُ فِى السَّحْرِ مَا بَيْنَ النِّصُفِ إِلَى النَّكُرِ مِنَ الْقُرْانِ وَيَخْتِمُ عِنْدَ السَّحْرِ فِى كُلِّ ثَلَاثِ لِيَالِى . وَكَانَ يَقْرَءُ فِى كُلِّ ثَلَاثِ لِيَالِي .

(هدى السارى مقدمه فتح البارى ٢٥٣٥)

رمضان المبارک کی چاندرات حضرت امام بخاری رحمة الله علیه کے ہاں ان کے شاگر دواصحاب جمع ہو جاتے آپ انہیں نماز تراوت کی پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یوں ہی ختم قرآن تک سلسلہ چاتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہرتین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔
قرآن ختم کرتے۔

(۲) وحید الزمان غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں۔امام حاکم ابوعبداللہ نے بسند روایت کیا مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اساعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں ہیں آ بیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے بھر سحر کو نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین را توں میں ختم کرتے اور دن کوایک ختم کرتے۔ الخی (تیسیر الباری۔ جاس ۴۹) (2) تقریباً یمی بات عبدالسلام مبار کپورصاحب نے سیرت ابخاری ط ۸۷ پر کھی ہے غیر مقلدوں کے شخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تر اور کے کے بعد تہجد پڑھا

(٩) چنانچه اسکے سوائح نگارفضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔میاں صاحب لیالی رمضان المبارك میں دوختم قرآن مجید بحالت قیام ہرسال سنتے ایک توعشاء کے بعد تراوت کے میں جس کے امام تھے حافظ احمر عالم، فقیہ محدث، جوآپ کے شاگر درشید تھے تین سیارے روزانہ سناتے ترتیل وتجوید کے ساتھ دوسراختم سنتے نماز تہجد میں جس کے ا مام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے) (الحیاۃ بعدالمماۃ ص۱۳۸) غیر مقلدیتا ئیں کہ اگر تراوی و تہجد دونوں ایک نہیں پڑھی تو مذکورہ بالا احادیث کا کیا جواب ہوگاجن میں ثابت ہے کہ آپ سلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراوی پراکتفانہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے ثابت ہور ہاہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر اور کے بعد تہجد بھی پڑ ہی ہے نیز اگر تراویج و تهجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ ،حضرت امام ما لک،حضرت امام بخاری ان کےعلاوہ دیگر بزرگانِ دین جن کے بارے گزرا کہ ہیہ حفرات تراوی کے بعد تہجد پڑھتے۔ تھے اور خود غیر مقلدوں کے شیخ الکل نذر حسین دہلوی بھی تراوت کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔ تو ان حضرات کومعلوم نہ ہوا کہ نماز تراوت کے اورنماز تبجد دونوں ایک ہی چیز ہیں ان دونون کوالگ الگ پڑھنے کی حاجت نہیں ایک کورچھنائی کافی ہے۔

سابعاً غیرمقلدصاحب کوجس کی بات موافق مذہب لگے خواہ وہ جسیا بھی ہو پہلے اسے بڑے بوے برے بردے القاب دیتے ہیں تا کہ لوگ جانے کہ اس کی بات وزنی اور حجت ہے یکی بات ہے کہ انور شاہ کشمیری دیو بندی کی عبارت کو کیونکہ اس نے بطور دلیل پیش کرنا تھالہٰذا لکھتے ہیں علماء دیو بند میں سے ایک بہت بڑے متاز عالم ۔ آگے وہابی صاحب

نے جواس کی عبارت دلیل کے طور پرپیش کی اس میں یہ بھی ہے کہ:
قَالَ عَامَةُ الْعُلَمَآءِ إِنَّ التَّرَاوِيْحَ وَصَلَوْةِ اللَّيْلِ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَانه وَالْمُخْتَارُ عِنْدِی إِنَّهُمَا وَاحِدٌ وَّإِنْ اخْتَلَفَتْ صِفَتَاهُمَا۔

وَالْمُخْتَارُ عِنْدِی إِنَّهُمَا وَاحِدٌ وَّإِنْ اخْتَلَفَتْ صِفَتَاهُمَا۔

یعنی عامۃ العلماء نے کہا کہ بشک تراوی اور تجد دونوں مختلف نمازیں بین علمہ العلماء نے کہا کہ بشک تراوی ایک بین اگر چہان دونوں کی میں میرے نزدیک مختاریہ ہے کہ وہ دونوں ایک بین اگر چہان دونوں کی صفات مختلف ہوئی ہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ انور شاہ کشمیری وہائی صاحب کے نزدیک اسے ہی ہوئے ہم ہم ہم ان کہ عامة العلماء کی بات ہے کہ جو ہیں کہ عامة العلماء کی بات ٹھکرا کراس کی بات دلیل بنار ہے ہیں اصل بات ہے کہ جو بات وہائی مذہب کے موافق ہو وہ ہی نص قطعی بن جاتی ہے یعنی ان کے نزدیک نص قطعی کا معیار ہی ان کے خود ساختہ مذہب کے موافق ہونا ہے۔ اب جاء الحق سے مفتی احمہ یار خال تعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ سوالات پیش کیے جاتے ہیں۔ جو آپ نے مسئلہ تراوت کی کے متعلق غیر مقلد وہا بیوں پر کیئے ہیں چنانچے فرماتے ہیں۔

ومابيول كومفتى صاحب كالجيلنج:

تمام دنیا کے وہابیوں سے حسب ذیل سوالات ہیں سارے ل کران کے جوابات دیں۔

- (۱) کہ حضرت عمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم نے بیس رکعت کا حکم دیا۔ کیااس سنت کی انہیں خبر نتھی۔ آج قریباً چودہ سوسال بعدتم کو پیتہ لگا۔
- (۲) نعوذ بالله اگر خلفائے راشدین نے بدعت سینہ کا حکم دے دیاتھا تو تمام صحابہ نے بے چون و چراقبول کیوں کرلیا کیاان میں کوئی بھی متبع سنت نہ تھا آج تم اتنے عرصہ کے بعد حق گوبھی پیدا ہوئے اور متبع سنت بھی۔
- (۳) اگرتمام صحابہ بھی خاموش رہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے ایک سنت رسول کے خلاف بدعت سینہ کارواج دیکھا تو وہ کیوں خاموش رہیں۔ان پر تبلیغ حق فرض تھی یا نہیں جیسے آج تم آٹھ رکعت تراوح کے لئے ایرٹری چوٹی کا زبانی وقلمی و بدنی و مالی

زور لگا رہے ہو انہوں نے یہ کیوں نہ کیا۔ پھر تو ام المؤمنین سے تم افضل ہوئے۔(نعوذ باللہ)

(س) وہ تمام خلفائے راشدین اور سارے صحابہ بلکہ خودام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں رکعت تراوح کی پڑھ کر یا پڑھوا کر یا جاری ہوتے ہوئے دیکھ کر فاموش رہ کر ہدایت پر تھے یا نعوذ باللہ گمراہ۔اگر آج حنی ہیں رکعت تراوح کیڑھنے کی بنا پر گمراہ وبدعتی ہیں تو ان حضرات پر تمہارا کیا فتو کی ہے۔جواب دو جواب دو جواب

(۵) اگر میں رکعت تر اوج بدعت سیرے ہے اور آٹھ رکعت تر اوج سنت تو تم بہادروں نے چودہ سو برس بعد بیسنت جاری کی۔ تو بتا و حر مین طبیبن کے تمام مسلمان بدعتی و گراہ میں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں اور اگر ہیں تو تم آج نجدی و ہا بیوں کو اس کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے ہمہارے نتو ہے صرف ہندو پاکتان میں فساد پھیلانے ہی کے لئے ہیں۔

(۲) حضرات آئمہ مجہتدین اور ان کے سارے تبعین جن میں اولیاء علاء محدث فقہاء مفسرین داخل ہیں جوسب ہیں رکعت تراوح کم پڑھتے تھے۔وہ سب بدعتی یا گمراہ تھے یا نہیں۔

(2) اگر سارے یہ حضربات گراہ تھے اور ہدایت پر تمہاری مٹھی بھر جماعت ہے تو ان گراہوں کی کتابوں سے حدیث لینا حدیث پڑھنا جائز ہے یا حرام اوران کی روایت حدیث صحیح ہے پانہیں جب بڑمل کی روایت صحیح نہیں تو بدعقیدہ کی روایت کیوکر صحیح ہو سکتی ہے۔

(۸) تمام دنیا کے مسلمان جوبیس تراوت کیڑھتے ہیں۔تمہارے نزدیک گراہ اور بدعتی ہیں یا نہیں۔اگر ہیں تواس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

سواداعظم كى انتاع كرو- (الديث):

اتبعوا السود الاعظم مسلمانوں کے برے گروہ کی اتباع کرو۔ اور قرآن کریم نے عامۃ اسلمین کوخیرامت اور شہداء علی الناس کیوں فر مایا؟ امید ہے کہ حضرات وہابیہ نے نجد تک کے علماء سے ل کران سوالات کے جواب دیں ہم منتظر ہیں۔ غیر مقلد صحاح ستہ سے کوئی ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں ثابت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ تر اور کیڑھتے تھے:

(ہمارامطالبہ) ہم ساری دنیا کے نجد یوں وہا ہوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک شیح مرفوع حدیث سلم بخاری یا کم از کم صحاح ستہ کی ایسی پیش کریں جس میں صراحة مذکور ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تراوی پڑھتے تھے یا اس کا حکم فرماتے تھے۔ گر تراوی کا لفظ ہویا صحابہ کرام نے آٹھ تراوی دائی طور پر قائم فرما کیں۔اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ قیامت تک نہ دکھا سکو گے صرف ضد پر ہو۔ رب تعالی توفیق بخشے آمین بیس بیس کہ قیامت تک نہ دکھا سکو گے صرف ضد پر ہو۔ رب تعالی توفیق بخشے آمین بیس کہ قیامت تک نہ دکھا سکو گے صرف ضد پر ہو۔ رب تعالی توفیق بخشے آمین بیس کہ قیامت آمسلمین محت تراوی کا ثبوت الحمد للہ حضور کے فعل شریف صحابہ کے فرمان وعمل عامۃ المسلمین محمل یقت شرع اور عقل سے ہوا۔ والحمد للله دب العلمین (لطیفہ) غیر مقلد وہا بی جب کھی حفیوں میں بھنس جاتے ہیں۔ تو تراوی ہیں رکعت پڑھ لیتے ہیں جس کا بار ہا مشاہدہ ہوا۔اور ہور ہا ہے۔معلوم ہوا کہ آئیں خود بھی اپنے فد ہب پراعتا دئیں۔
مشاہدہ ہوا۔اور ہور ہا ہے۔معلوم ہوا کہ آئیں خود بھی اپنے فد ہب پراعتا دئیں۔

اولاً: ان اعتراضات کومکرر پڑھ لیجئے کہ مفتی صاحب نے صرف نمبر بڑھانے کی خاطران کو چار حصول میں تقسیم کیا ہے جبکہ اصولی طور پر بدایک ہی سوال ہے۔ وہانی کی عاجزی کہ ہمارا آٹھ تر اور کے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاعمل پیش کرنے

كاتفامرية حفرت عمرت ابت كرتاب:

ٹانیاً علمائے ہر ملی پیواضح ہوکہ ہم نے خلیفة راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے آٹھ رکعت کا حکم دکھا دیا ہے جبکہ مفتی صاحب نے کسی بھی خلیفہ راشد سے بیس رکعت کا حکم نہیں دکھایااورنہکوئی دکھاسکتاہے۔ صبحازل تک مہلت ہے قسمت آزمائی کردیکھئے۔ ہوا کے رخ پہنشین بنائے بیٹھے ہیں مجھی تو لائے گی باد صبا پیغام تیرا

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں کداگر ہیں رکعت بدعت ہے تو تم بہادروں نے دوسوبرس بحدسنت جاری کی ہے تو بتاؤ کہ ترمین کے مسلمان بدعتی اور گمراہ ہیں۔ یہی بات مفتی صاحب نے مختلف الفاظ سے نمبر بڑھانے کی غرض سے مکر رکھی ہے حالانکہ ریوہی بات ہے جومفتی صاحب پہلے لکھ چکے تھے اور اس ساری بحث کی وجہ رہے کہ مفتی صاحب اس غلونبی میں متلا ہیں کہ بیں رکعت پراجماع ہے حالا نکہ بدو وی قطعی طور برغلط ہاور بلا دلیل ہے ہم نے گزشتہ اوراق میں علامہ عینی حنفی کامفصل کلام نقل کیا ہے کہ امت میں تعامل دس اقوال پر ہے کھے تو بیس سے زیادہ پڑھتے ہیں اور کچھ کم اور بیہ اختلاف بھی مسنون رکعات میں نہیں بلکہ مستحب رکعات میں ہے کونکہ ہیں بڑھنے والول نے بھی تر اوت کی مسنون تعداد آٹھ تشکیم کی ہے اور امام مالک رحمة الله عليه امام المحدثین نے گیارہ کوتر جیج دی ہے۔ آمام ابو بکرابن العربی جو کہ چھٹی صدی ہجری کے ایک نامور محدث میں اور صحح بخاری و جامع التر مزی اور موطا امام ما لک جیسی اہم کتب حدیث کے شارح ہیں۔انہوں نے بھی گیارہ رکعات کو اختیار کیا ہے۔ پھرسب سے بڑھ کر حفزت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آٹھ برعمل تھالیکن بایں ہمہ مفتی ساحب کا اسے ۱۴ ویں صدی کی ایجاد کہنا افتر انہیں تو کیا ہے؟ رہا ہیں کا ہماری طرف سے بدعت کا اعلان تو اس کا جواب صاف ہے کہ جوفتو کی احناف کا اکتالیس رکعات پر ہے۔ ہاں اگر کوئی نفل سمجھ کر (سنت نہ جان کر) ہیں رکعات پر ہے۔ ہاں اگر کوئی نفل سمجھ کر (سنت نہ جان کر) ہیں رکعات پڑھتا ہے تو ہمار بے زد کیک وہ نا جائز نہیں لیکن بہر حال سنت آٹھ رکعت ہی ہے حضرت نواب صدیق الحسن خاں صاحب فرماتے ہیں کہ:

"نَعَمُ تَجُوزُ صَلُو ةُ التَّرَاوِيُحِ وَعَدَدُ الرَّكُعَاتِ فِيْهَا بِزِيَادَةٍ وَّ نُعُمَّا لِإِيَّادَةٍ وَ نُفُّ صَانِ لَكِنُ لَّا يُقَالُ إِنَّهَا سُنَّةٌ عَلَى هٰذِهِ الْحَالَةِ الطَّارِئَةِ بَلِ السُّنَّةُ الصَّحِيْحَةُ الْمُحْكِمَةُ مَا رَوَدَ فِى حَدِيْثِ عَآئِشَةِ الْمَذْكُورِ مَرُوى فِى الصَّحِيْح".

(عون الباري: جهم م ۳۷ ۳۷) (نام نها دوین الحق ص ۱۳۵ ۵ ۹۲۹۵)

الجواب اولاً: بيدوہائی جی کی غلط بیانی ہے کہ فتی صاحب نے صرف نمبر بڑھانے کی خاطر اعتراضات کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے جبکہ اصولی طور پر بیا یک ہی سوال ہے فقیر کہتا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں پر اس جگہ کل (۸) سوال کے ہیں جن میں ہرایک سوال کی مطلوب سوالیہ شق علیحدہ ہے سوال کی عبارت اور غرض و غایت میں واضح فرق ہے پھر بیا یک ہی سوال کیسے ہوا؟

ثانیا: جب وہابی صاحب سے مفتی احمہ یارخال تعیی رحمۃ الله علیہ کے عالمانہ محققانہ اور ببنی برحقیقت سوالات کا کوئی جواب نہ ہوسکا توبیہ ہا تگ دی کہ ہم نے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آٹھ رکعت کا حکم دکھا دیا ہے جبکہ مفتی صاحب نے کسی مخلیفہ راشد سے بیس کا حکم نہیں دکھایا اور نہ کوئی دکھا سکتا ہے فقیر کہتا ہے کہ جس روایت کی بنا پر غیر مقلیوصا حب کہتا ہے ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آٹھ تر اور کا کا حکم دکھا دیا ہے اس پر بیان گزر چکا کہ بیر دوایت مضطرب ہے نیز امام بیہی کا بیان گزر ہے کہ بیہ دھارت عمر نے پہلے فرمایا بعد میں بیس رکعت تر اور کی پرامر متعین ہوار ہایہ کہ مفتی صاحب حضرت عمر نے پہلے فرمایا بعد میں بیس رکعت تر اور کی پرامر متعین ہوار ہایہ کہ مفتی صاحب

خسی بھی خلیفہ راشد سے بیس کا حکم نہیں دکھایا۔اور نہ کوئی دکھا سکتا ہے۔فقیر کہتا ہے وہابی صاحب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کی اول فصل میں صدیث نمبر ۸ کے شخت بیان کیا ہے کہ حضرت البی بن کعب فرماتے ہیں : اَنَّ عُمَوَ بُنَ الْحَطَّابِ اَمَوهُ اَنُ تُحت بیان کیا ہے کہ حضرت البی بن کعب رضان کہ نے باللَّیلِ فِی دَمَضَان ۔ بشک عمر بن خطاب نے اسے حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو نماز پڑھا کیں۔اسی صدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت البی بن کعب رضی اللہ عنہ عنہ صحابہ کو بیس رکعت بڑھانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بی تھا اسی جاء الحق کی اسی فصل میں صدیث نمبر ۹ جو کہ امام بی قی نے اپنی سند سے حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی سے روایت کی اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی سے روایت کی اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک تعمل ویا مگر یہ سارا کچھو ہائی صاحب کو تب نظر آئے جبکہ ایک شخص کو بین رکعت پڑھانے کا حکم دیا مگر یہ سارا کچھو ہائی صاحب کو تب نظر آئے جبکہ تعصب کی عینک اتار کرد کھے۔

عمرفاروق کے دور میں بیس تراوی کے ثبوت کی روایت کی صحت:

ٹالٹُ وہابی جی کا بیس رکعت تر اور کے پرمفتی صاحب کی پیش کردہ روایات کومن گھڑت کہنا نراتعصب و دین دشمنی ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعت تر اور کے کے ثبوت پر روایت کومحدثین رضوان اللہ علیہم نے صحیح کہا ہے۔علامہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَرَوَى الْبَيْهَ قِيَّ فِي الْمَعُوفَةِ عَنِ السَّآئِبِ بُنِ يَزِيْدَ: قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي زَمِنِ عُمَرَ بُنِ الْحَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكُعَةً وَّالُوتُرَ-

(قال النودي في الخلاصة اسناده يح مرقاة شرح مشكلوة جسم ١٩٩٣)

امام پیہقی نے معرفہ میں حضرت سائب بن پزید سے روایت کی کہاس نے فرمایا ہم (صحابہ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیس تر اور کی اور وتر پڑھتے ہتھے۔

علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس روایت کی سندھیج ہے۔علامہ نیموی فرماتے

نال

قُلُتُ هَا ذَا الْآثُورُ قَدْ صَحَى اِسْنَادُهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ
كَالنَّووِى فِي الْمُصَابِيْحِ - (الْعَلِيّ الْعِرَاقِی فِی شَرْحِ التَّقُرِيْبِ
وَالشَّيُوطِی فِی الْمَصَابِيْحِ - (الْعَلِيّ الْحَنْ الْحَرْثِينَ سَے كُلُ فَحْ كَمَا بِ
مِیں کہتا ہوں کہ اس روایت کی اساد کو تفاظ محدثین سے کُل فے حجے کہا ہے
جیبا کہ علامہ نووی نے خلاصہ میں اور علامہ ابن عراقی نے شرح تقریب
میں اور علامہ سیوطی نے مصابح میں ۔
میں اور علامہ سیوطی نے مصابح میں ۔
اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی شیجے سندسے آئی ہے۔
چنانچ شرح النہ بغوی جسم میں الا پر ہے۔ وَعِنْ قَدَةُ اَیْفَظَا (ایعنی عند ابن الی

شية)

عَنْ نَّافِعِ ابْنِ عُمَّرَ قَالَ كَانَ اِبْنُ أَبِي مَلِيْكَةً يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَّضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً - رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً - نيزاس كِنزديك عفرت نافع ابن عمر سے نيزاس كےنزديك يعنى ابن الى شيبہ كےنزديك عفرت نافع ابن عمر سے راوى كه اس نے فرمايا ابن الى مليكہ جميں دمضان ميں بيں ركعت پڑھاتے شھے۔

اسی جگداس پر حاشیہ میں ہے واسنادہ صحیح ۔ لینی اسناداس کی صحیح ہے
اسی روایت کو علامہ نیموی نے بھی صحیح کہا ہے چنا نچہ لکھتے ہیں۔ رواہ ابو بکر ابن الی شیبہ نے روایت کیا اور اسناد
شیبۃ واسنادہ صحیح آ ٹار السنن۔ ۲۰۱ ۔ لینی اسے ابو بکر ابن الی شیبہ نے روایت کیا اور اسناد
اس کی صحیح ہے۔ وہائی صاحب اس کی صحت پر اپنے گھر کی گواہی بھی دیکھ لیس علامہ وحید
الز ماں غیر مقلد صاحب تیسیر الباری ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج۲م سسس سے بسند صحیح بخاری ج۲م سسس سے بسند سے بسند سے بیس رکعت پڑھنامنقول ہے۔
ایک غیر مقلد کا دور خلفاء را شدین میں بیس تر اور کی پڑھنے کی صحت کا اقر ار

غير مقلد دوسرى گوابى بھى وصول كر لے سيد سابق غير مقلد صاحب لكھتے ہيں: وَصَحَةَ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْ الْيُصَلُّونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (نقال نه نَامُ ١٨٢٥) اور ضيح سند سے آیا ہے كہ بے شک لوگ عمر وعثمان وعلى رضى الله تعالى عنهم كے زمانہ خلافت ميں بيس ركعت پڑھتے تھے۔

رابعاً: مفتی صاحب رحمة الله علیہ نے بیس تراوت کر پراجماع امت کو بحوالہ ابت کیا جس پر بے شار شواہد موجود ہیں مگر غیر مقلد صاحب نے اس کا انکار کر دیا اب جب اپنے نہیب کو سہارا کی ضرورت در پیش آئی بلا دلیل ہی آٹھ رکعت تراوت کر باجماع امت کا دعویٰ کر دیا۔ سے ہے جب کسی میں حیاء نہ رہ تو جو چاہے کہ اور جملہ کیسا گھڑا کہ بلاشبہ اصول فقہ حنفیہ کے مطابق یہ اجماع صحابہ ہے جس فقہ حنفیہ کے طافہ وہا بیپے غیر مقلدہ دشن کے خلاف جانتا ہے اسے ہی دلیل بنالیا بھیر کہتا ہے وہا بی جی اس سے اور اسے قرآن وسنت کے خلاف جانتا ہے اسے ہی دلیل بنالیا بھیر کہتا ہے وہا بی جی آپ قرش م وحیاء کی حدور گراور خوف خدا سے بے نیاز ہوکر آٹھ تراوت کی پراجماع صحابہ کا دعویٰ کرتے ہیں آپ اپ سارے جمایتوں کو جمع کر کے اور پوراز ورلگا کر مسلمانوں کا کوئی ایک معجد ہی خابت کر دیں جہاں دور صحابہ دور تابعین دور تبع تابعین اور اس کے بعد آٹھ تراوت کی پرشلسل سے مل رہا ہو وہا بی جی ایک تابعین دور تبع تابعین اور اس کے بعد آٹھ تراوت کی پرشلسل سے عمل رہا ہو وہا بی جی ایک اور اعتراض کے تو تابعین اور اس کے بعد آٹھ تراوت کی پرشلسل سے عمل رہا ہو وہا بی جی ایک اور اعتراض کے تو تابعین اور اس کے بعد آٹھ تراوت کی پرشلسل سے عمل رہا ہو وہا بی جی ایک اور اعتراض کے تو تابعین اور اس کے بعد آٹھ تراوت کی پرشلسل سے عمل رہا ہو وہا بی جی ایک اور اعتراض کے تو تابعین اور اس کے تو تابعین اور اسے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اسے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اسے تابعین اور اسے تابعین اور اسے تابعین اور اسے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اس کے تو تابعین اور اسے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اسے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اس کے تو تابعین اور اس کے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اس کے تابعین اور اس کے تو تابعین اور اس کی تو تابعین اور اس کی تو تابعین اور اس کی تو تابعین اور اس کے تابعین اور اس کی تو تابعین اور اس کے تو تابعین اور اس کی تابعین اور اس کی تو تابعین اور اس کی تابعین اور اس کی تابعین کی تابعین کی تابعین کی تابعین کی تابعین کے تابعین کی تا

سواداعظم كى مرادمين غير مقلد كے حيلے

علائے احناف کومسلم ہے کہ کسی مسئلہ کے ثبوت وحقانیت کے لئے صرف ادلہ اربعہ بیں بعنی قرآن وحدیث اجماع اور قیاس) اگر سواد اعظم اور اکثریت بھی دلیل ہوتو ادلہ اربعہ کا اصول بے سود ہے۔

ا نیا: قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُورُ (سورہ ساء آیت نبر۱۲) میرے بندے شکر گزار تھوڑے ہیں) لہذا اکثریت کی بناء پر سی مسلم کا ثبوت پیش

كرناجهالت ب-

ثالثاً: سواداعظم سے کون مراد ہیں اگر اکثریت ہے تو بینص قر آن سے باطل ہے بلکہ اس سے ایک خاص جماعت مراد ہے جس کی تفییر ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عندراوی ہیں کہ:

قَىالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَآئِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِى يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّدِ وَسَلَّمَ طَآئِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِى يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّدِ (صِحِملم وعَلَوْق ٩٨٠)

رسول الله صلّى الله عليه وسلم نے فرمایا كه ميرى امت سے ایک طاكفه ہميشه حق پرلڑتار ہے گا)

اس حدیث میں لفظ طا کفہ آیا ہے اور طا کفہ کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جوقلت پر دلالت کرتا ہے چنانچے علامہ ھارون مرجان حنفی فرماتے ہیں :

وَفِى الْحَدِيْثِ إِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْمُعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْمُعَلَّدُ الْمُتَمَسِّكُ بِهِ قَلِيْلاً وَالْمُعَلَّدُ الْمُتَمَسِّكُ بِهِ قَلِيْلاً وَالْمُحَرَادُ بِهِ كَثِيْرًا لِلاَنَّ الْحَقَّ مَاكَانَ عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ الْاُولِي وَهُمُ الصَّحَابَةُ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَان

(ناظورة الحق ص ١٥٤ بحواله خاتمه اختلاف ص ٩١)

لینی سواد اعظم والی روایت سے مراد انتاع حق اور لزوم حق ہے اگر چہ حق کے پکڑنے والے تھوڑے ہوں۔ پکڑنے والے تھوڑے ہوں اور مخالفین حق زیادہ ہوں۔

کیونکہ حق وہی ہے جس پرصحابہ کرام اور ان کے متبعین ہوں (انتھی)معروف لغت دان علامہ منظورا فریقی لکھتے ہیں:

"وَفِى الْحَدِيثِ لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنُ أُمَّتِى عَلَى الْحَقِّ الطَّآئِفَةُ الْجَمَاعَةِ مِنَ النَّاسِ وَتَقَعُ عَلَى الُوَاحِدِ نَفْسًا طَائِفَة".

(المان العرب: جه، ص٢٢٦)

رابعاً: بیر حدیث سرے سے دلیل ہی نصیں بن علق کیونکہ اس کی سند میں ابوطاف الاعمش ہے راوی کا صحیح نام ابوخلف الاعمی ہے فقیر راقم: ابن ماجہ ص ۲۹۱ راور بیر متروک الحدیث ہے ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں متروک ورماہ ابن معین بالکذب (تقریب الحدیث ہے ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں متروک ورماہ ابن معین بالکذب (تقریب معرب)علامہذھی لکھتے ہیں کہ:

کذب یحینی ابن معین وقال ابوالحاتم منکو الحدیث (یزان را مهر ۱۵ میران را مهر ۱۵ میران را مهر ۱۵ میران را مهر ۵۲۱ میران کاریه به ۱۳ میران کاریه به این محین نے گذاب اورامام ابوحاتم نے مئر الحدیث کہا ہے۔علاوہ ازیں حافظ ابن مجر نے سراحت کی ہے کہ مذکورہ روایت بیان کرنے میں ابوحلف منفرد ہے

(تھذیب ج١١،٩٥٨)

خامساً: اگراس حدیث کے ضعف کو بھی نظر انداز کر دیا جائے اور علائے بریلی ہمارا بیان کردہ معنی بھی شلیم نہ کریں تو پھر سنئے کہ مولوی احمد رضا فاضل بریلوی نے کہا ہے کہ حدیث عقا کد کے متعلق ہے فروع کے بارے باور کرانے والا جاہل وجہنمی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں کہ بیا تاباع سواد اعظم کا حکم اور من شذفی الناری وعید صرف دربارہ عقا کد ہے مسائل فروعیہ فقیہ کو اس سے پھھلا قہنمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہم ہور نہ ہوں سید نا ابوذر رضی اللہ عنہ کا مطلقاً جمع زرکو حرام طهر انا ابوموی اشعری رضی اللہ عنہ کا مطلقاً جمع زرکو حرام طهر انا ابوموی اشعری رضی اللہ عنہ کا نوم (نیند) کو اصلاً حدث نہ جانا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مسکد رباام ما عظم رضی اللہ عنہ کا مسکد متر وضاع امام شافعی رحمۃ اللہ عنہ کا مسکد متر وک التسمیہ عمد اامام مارک رحمۃ اللہ علیہ کا مسکد طہارت سور کلب وتعداد غسلات سیع امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نقص وضو محم جذور وغیرہ ذکل مسائل کثیرہ کو جواس وعید کا مور دجانے خود شذفی النار کا مستحق بلکہ اجماع مامت کا مخالف اور نولہ ماتو کی ونصلہ جہنم وسائت مصیر اکا موجب ہوگا۔

(أتى بلغظ فأوى رضويهج ٢،٥٥٨)

الغرض! نذکورہ روایت لائق استدال اور قابل عمل قطعاً نہیں ویسے اسے عقلی کموٹی پر بھی اگر پر کھاجائے تو اس کا باطل ہونا واضح ہے کیونکہ آج جومسلمانوں کی حالت ہے ان میں اکثریت دنیا پرستوں کی ہے اور اللہ تعالیٰ کو یا دکرنے والے کم ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے غاصب زیادہ ہیں بلکہ اگر علماء ہر یکی برامحسوس نہ کریں تو ان کی جماعت میں بے دین کثرت سے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہر بلویت جہالت کی پیداوار ہے تو میں امروا قعہ اور حقیت یہی ہے۔ (نام نہاد دین الحق ص۱۵۵۲۵۳۹)

حدیث سواد اعظم پرغیر مقلد کے اعتر اضوں کے جواب:

الجواب اولاً غیر مقلدصاحب کی مذکورہ تحریراس کی جہالت کی آئینہ دار اور بدنیتی ہر مبنی ہے خود ہی مفسر و شارح بن کر بڑی مکاری سے حدیث شریف کا مدلول و معنی ہی بدل کرر کھ دیا۔ ایک بہ جہالت و بددیا نتی کا ثبوت دیا کہ سواد الاعظم اور طا کفہ کو ہم معنی کے دیا حالا تکہ بید دونوں لفظ ہم معنی نہیں ہیں کیونکہ سواد کے ساتھ اس کی صفت الاعظم مذکور ہے جس کا معنی بڑی جماعت ہے جب کہ طاکفہ کا اطلاق گروہ پر ہوتا ہے خواہ وہ چند ہی ہوں۔ اب سواد الاعظم کا معنی و مراد ملاحظہ فرما ئیں۔ ابن ماجہ شریف کے مشی اسی زیر بحث مدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یں بیرحدیث اہل سنت و جماعت کے لئے معیار نظیم ہے اللہ ان کی کوشش قبول

فرمائے بےشک وہی سواد اعظم ہیں اور یہ کسی دلیل کا مختاج نہیں پس اگر تو تمام اہل ہوا (نفس برستوں) کو دیکھے باوجوداس کے کہوہ بہتر فرقے ہیں تو ان کی تعداد اہل سنت کے دسویں جھے کو بھی نہیں پہنچی اور بہر حال وہ اختلاف جو مجتمدین کے درمیان اوراسی طرح صوفیہ کرام کا اختلاف اور محدثین عظام کا اور قر اُ اعلام کا تو وہ ایسااختلاف ہے کہ ان کا کوئی بھی دوسرے کو گمراہ نہیں کہتا۔ اسے سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم کا معنی بڑی جماعت ہے اوراس سے مراد اہلسنّت و جماعت ہے۔

سواداعظم سے مرادمسلمانوں کی بڑی جماعت ہے:

دوم حاشی مشکوة پراس حدیث کے تحت ہے:

"فَولُلهُ إِنَّبِعُو السَّوَادَ الْآعُظَمَ يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجَمَاعَةِ الْكَثِيرَةِ وَالْمُرَادُ مَا عَلَيْهِ آكُثُرُ الْمُسْلِمِيْنَ".

حضور صلی الله علیه وسلم کاارشاد که سواداعظم کی پیردی کرواس کی مراد جماعت کثیره ہے اور مراد وہ (راستہ) ہے جس پراکثر مسلمان ہیں۔ (سوم) علامہ ملاعلی قاری لکھتے ہیں:

"قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَالَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّبِعُو السَّوَادَ اللهُ عَالَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّبِعُو السَّوَادَ اللهُ عَظَمَ) يُعَثَّرُ بِهِ عَنِ الْجَمَاعَةِ الْكَثِيْرَةِ وَالْمُرَادُ مَا عَلَيْهِ اَكُثُرُ الْاعُطَى اللهُ عُلَيْهِ اَكُثُرُ اللهُ عُلَيْهِ اَكُثُرُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ الل

لینی راوی حدیث حضرت عبدالله ابن عمرضی الله عنهمانے کہا که رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فر مایا: سواد اعظم کے پیچھے چلو۔ اس کی تعبیر (سواد اعظم کے پیچھے چلو۔ اس کی تعبیر (سواد اعظم کی) جماعت کثیرہ سے کی جاتی ہے اور مراد وہ (راستہ) ہے جس پر اکثر

مسلمان ہوں کہا گیا ہے کہ بیتکم اصول اعتقاد میں ہے جس طرح کہ ارکان اسلام برحال فروع میں مثلاً جیسے چھونے سے بطلان وضوتو اس میں اجماع کی پیروی کی حاجت نہیں بلکہ مجتهدین میں سے ہرایک کی تقلید جائز ہے جیسا کہ آئمہ اربعہ (میں سے کسی ایک کی تقلید)

چہارم شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللّه عليه (اتبعو السواد الاعظم کی شرح میں فرماتے ہیں:

بيرًوى كنيد سواد اعظم را سواد دراصل جمعنى سيابى ست وجمعنى جمهور واكثر از حردم _اشعة اللمعات (شرح مشكوة جابص ۱۳۳)

پیردی کرو بڑی جماعت کی سواد دراصل جمعنی سیاہی ہے اور جمعنی جمہور اور لوگوں میں سے اکثر ہے۔

پنجم: نواب قطب الدین دہلوی صاحب اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہماراوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، برای جماعت کی پیروی کرواس لئے کہ جو جماعت سے الگ ہوا وہ تنہا آگ میں ڈالا جائے گا (مظاہری جدیدشری مشکوۃ جائے گا (مظاہری جدیدشری مشکوۃ جاہے کا ابسواداعظم کامعنی لغات سے دیکھیں لغت کی معروف کتاب تاج العروس میں ہے:

عَلَيْكُمُ السَّوَادَ الْاَعْظَمُ السَّوَادُ الْعَدَدُ الْكَثِيْرُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تَجْتَمَعْتُ عَلَى طَاعَةِ الْإِمَامِ وَالسَّوَادُ مِنَ النَّاسِ عَامَتُهُمْ وَهُمُ الْجَمُهُورُ الْاعْظَمُ (٢٠:١ده ور)

تم پرسواداعظم کی پیروی لازم ہے سواد مسلمانوں کی کثیر تعداد کو کہتے ہیں جو کہام کی طاعت پر جمع ہوں اور سواد من الناس عامة الناس پر بولا جاتا ہے اوروہ جمہوراعظم (بڑی جماعت) ہیں۔

مفتم الغت كى معتركتاب (اسان العرب) مين ہے:

وَالسَّوَادُ الْآعُظُمُ مِنَ النَّاسِ هُمُ الْجَمْهُورُ الْآعُظُمُ وَالْعَدَدُ الْكَثِيْرُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ تَجْتَمعُواْ عَلَى طَاعَةِ الْإِمَامِ وَهُوَ السُّلُطَانُ . (٣٦١،٥٠٠٠)

سواداعظم لوگول سے ان کی بڑی جماعت اور عدد کثیر ہے مسلمانوں سے جو کہ جمع ہوئے امام کی طاعت پر اور (امام) سے مراد سلطان ہے۔

ان حوالوں سے اظھر من الشمس ہوا کہ سواد اعظم سے مراد مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے عقلاً یہم عنی مناسب ہے کیونکہ حدیث شریف میں سواد کی صفت اعظم آئی ہوا تھا ہے اور اعظم اسم تفضیل ہے جس کا معنی ہے بہت بڑی جماعت ۔ اور یہی معنی شانِ اسلام کے لائق ہے نہ کہ ایسامعنی گھڑ اجائے جس سے اہل حق کی تعداد کم جھی جائے مگر وہا بیوں پیچاروں کی مجبوری ہے اگر معنوی تحریف نبیس کرتے تو لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے کہ بیلوگ جہاروں کی مجبوری ہے اگر معنوی تحریف نبیس کرتے ہو لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے کہ بیلوگ (من شذ شذ فی النار) کے زمرہ میں آتے ہیں لیکن بیہ بے عقل بینہیں سوچتے کہ دنیا کی رسوائی سے تو بی کے جائیں گے ۔ آخرت میں کیا ہوگا۔ لہذا اپنے آپ کو درست ہی کرلیس اور سواداعظم کی اتباع کرلیں۔

ثانيًا: سواداعظم كودليل بنانا ادله اربعه كے انحصار كے منافى نہيں اور نه ہى ادله اربعه پرزيادتى ہے بلكه اتبعوا السواد الاعظم سے فقہاء نے اجماع امت كے دليل ہونے كى صحت پراستدلال كيا ہے۔

ثالثاً : وہابی صاحب کا یہ کہنا کہ بیرحدیث سرے سے دلیل ہی نہیں کیونکہ اس کی سند میں ابوطف الاعمش ہے اور بیرمتر وک الحدیث ہے۔ وہابی صاحب نے اس جگہ دوبارہ راوی کا نام غلط کھواہے۔

لیمی ابوحلف الاعمش حالانکہ راوی کا نام ابوخلف الاعمٰی ہے اس جہالت سے قطع نظر دیکھیں سیصدیث قابل ججت اور لائق دلیل ہے یانہیں۔

اوّل: ابن ماجہ نے جوروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے اس کی سند میں

ابوخلف الاعمٰیٰ ہے مگریہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہے بھی مروی ہے جو کہ حضرت انس کی حدیث کی صحت پر شاہد ہے چنانچے مشکلوۃ کے باب الاعتصام بالکتاب والسنة میں پہلے ابن عمر رضی الله عنهما کی بیروایت ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لا يَجْمَعُ أُمَّتِي اَوُ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شــٰذ فِـى الـنَّارِ _ رَوَاهُ التِّرُمَذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِتَّبِعُو السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي

النَّارِ . (رواه ابن ماجة من حديث انسٍ")

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: بے شک الله میری امت کو یا فرمایا امت محرکو گمراہی پرجمع نہیں کرے گا اور اللہ کا دست (قدرت وحمایت) جماعت پر ہےاور جوالگ ہوا وہ جہنم میں الگ گیا اسے ترمذی نے روایت كيا اور انہيں (ابن عمر) سے ہے كهرسول الله صلى الله عليه وسلم في فرمايا: بڑی جماعت کی پیروی کروتو جواس ہے الگ ہواوہ دوزخ میں الگ گیا۔ اسے ابن ماجہ شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ دوم: اس کی معنوی مؤید حضرت امیر معاوید رضی الله عنه کی حدیث بھی ہے چنانچہ مشکوة کے مذکورہ باب میں ہے:

"وَفِيْ رِوَايَةِ ٱحْمَدُ وَ ٱبُوْدَاؤُدَ عَنْ مَعَاوِيَةَ ثَنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ"

حضرت امیرمعاویہ سے احمد وابوداؤ د کی روایت میں ہے کہ بہتر ۲ کفر قے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے اس میں سواد اعظم کی جگہ جماعت مذکور ہےاور مرادتما م اہل حق کی بڑی جماعت ہے۔ سوم: علمائے امت نے حدیث سواد اعظم سے استدلال کیا ہے جو کہ اس کی صحت

ی دلیل ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔معتمد علاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت حدیث نثریف کی صحت کی دلیل بن جاتی ہے اگر چہاس سے لئے کوئی قابل اعتماد سندنہ ہو۔

(تعقبات علی الموضوعات ۱۲) طا کفه و بابید کے شخ الاسلام ثناء الله امرتسری ایک مدیث کے ضعف کے جواب میں لکھتے ہیں: امام بیہ قل اور امام ابن منذر کا روایت کر کے اس سے استدلال کرنا اور پھرصد یوں سے اس پرتعامل قابل عمل ہے۔

(فآوڭ ثائية جام ٥٢٥)

رابعاً: مفتی احمد یارخال نعیمی رحمة الله علیه نے حدیث سواداعظم سے فروی مسئلہ پر
استدلال نہیں کیا آپ نے اعتقاد پردلیل بنایا ہے جیسا کہ ان کی عبارت سے واضح ہے
کونکہ آپ نے وہا بیوں پر سوال کیا ہے کہ اگر تمام دنیا کے مسلمان ہیں تراوت کر پڑھنے
سے تمہار سے نزد یک گراہ و بدعتی ہیں اور تم مٹھی بھر وہا بی ہی حق پر ہو پھراس حدیث کا کیا
مطلب ہے۔ اتبعو السّواد الاعظم یعنی اس حدیث سے ثابت ہے کہ بڑی جماعت
حق پر ہے جبکہ تمہارے بقول اس کے بخلاف تمہارے مٹھی بر وہا بی حق پر ہیں تو بیاس حدیث کا بھی حدیث کا بھی خلاف ہے اور اہل اسلام کے اعتقاد کا بھی۔

خامساً: حدیث سواد اعظم غیر مقلد کی پیس کرده آیت: قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِی الشَّکُوْد کی تعام احوال واوقات میں اور تمام الشَّکُوْد کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں مراد ہے کہ تمام احوال واوقات میں اور تمام انواع سے اور خوب دلی کیفیت سے شکر گزار قلیل ہیں چنا نجی علامہ اساعیل حقی رحمۃ الله علیه اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"والشكور المبالغ في اداء الشكر على النعماء والالاء بان يشكر بقلبه ولسانه وجوارحه اكثر اوقاته واغلب احواله و مع ذلك لا يوفى حق لان التوفيق للشكر نعمة تستدعى شكراً آخر لا الى انهاية ولذلك قيل الشكور من يرى عجزه عن الشكر". (تفيردوح البيان: ج2م ٢٧٧)

اورشکورمبالغہ کاصیغہ ہے نعتوں پراداء شکر میں یہ کہ دل وزبان اورتمام اعضاء سے شکر کرے اورا پی اکثر اوقات اوراغلب احوال میں اس لئے کہ توفیق شکر بھی نعمت ہے جو دوسرے شکر کی مقتضی ہے اسی طرح بیسلسلہ نہ تم ہونے کو جاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ شکوروہ ہے جس نے اپنے کوشکر سے عاجز دیکھا۔

علامه عبدالله بن احمر بن محمود النسفي رحمة الله عليه لكصة بين.

(اَلشُّكُورُ) اَلْمُتَوافِرُ عَلَى اَدَاءِ الشُّكْرِ اَلْبَاذِلُ وُسُعِه فِيهِ قَدُ شَعَلَ بِهِ قَلْبَهُ وَلِسَانَهُ وَجَوَارِحَهُ اِعْتِقَادًا وَّاعْتِرَافًا وَّكُدُحًا وَّعَنِ اللهُ عَلَى اَحُوالِهِ كُلِّهَا اللهُ عَلَى اَحْوالِهِ كُلِّهَا اللهُ عَلَى اَحْوالِهِ كُلِّهَا وَقِيْلَ مَنْ يَّرَى عِجْزَهُ عَنِ وَقِيْلَ مَنْ يَرَى عِجْزَهُ عَنِ الشُّكُرِ وَقِيْلَ مَنْ يَرَى عِجْزَهُ عَنِ الشُّكُرِ وَقِيْلَ مَنْ يَرَى عِجْزَهُ عَنِ الشُّكُرِ . (تَعْيِرُنَى جَ)

زیرتفییر مذکورہ آیت شکور کامعنی ہے اداء شکر پر کشرت کرنے والا اور ا سمیں ہمت کو صرف کرنے والا تحقیق جس نے اپنے دل و زبان اور اعضاء کو اس کے ساتھ مشغول رکھا اعتقاد اور اعتراف کے طور پر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے ہے کہ فر مایا کہ جو تو فیق شکر پر بھی شکر کرے۔

اوریہ بھی کہا گیا کہ جس نے اپنے کوشکر سے عائز جاناصاحب تفسیر جامع البیان سید معین الدین محمد بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں المبالغ الباذل وسعہ فیہ لیعنی الشکور مبالغہ کا صیغہ ہے (بیاس پر صادق آتا ہے) جواپئی پوری طاقت شکر میں لگا دے۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جواللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میر سیر بندول سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔ اس سے مرادخواص اولیاء اللہ کا مل شکر گزار ہیں تو اس میں دوصف پر فائز اہل ایمان میں قلیل ہوتے ہیں جاہد ہر صحیح العقیدہ ہر مؤمن سواد اعظم میں وصف پر فائز اہل ایمان میں قلیل ہوتے ہیں جبکہ ہر صحیح العقیدہ ہر مؤمن سواد اعظم میں

داخل ہے لہذا کامل شکر گزاروں کا قلیل ہونا سواد اعظم کے قلیل ہونے کو لازم نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت سے سواد اعظم کے معنی بڑی جماعت کا بطلان بتانا غیر مقلد کی حالت ہے۔

ہے۔ سادساً وہائی جی کی بیزبان درازی کہ اگر علمائے بریلی برامحسوں نہ کریں تو ان کی جماعت میں ہے دین کثرت سے ہیں بلکہ اگر بیکہا جائے کہ بریلویت جہالت کی پیداوار ہے تو بے جانہیں امر واقعہ ادر حقیت یہی ہے۔

الجواب اولاً: وہابیوں کو یہ کیوں نہیں نظرا آتا کہ تمام اولیاء کرام علیم رحمۃ اللہ انہیں عقائد پر ہوئے ہیں جن پر بیلوی ہیں اور بریلوی عقائد کے خلاف کوئی ولی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی نجدی حضرات اپنے گروہ میں کوئی ولی دکھا سکتے ہیں۔

ٹانیا: بے دین کا طلاق بدعقیدہ پر ہوتا ہے بے عمل پرنہیں اور ہم کسی بدعقیدہ کو بریلوی نہیں سجھتے اس اعتبار سے بے دین نجدی ہیں کیونکہ یہ بدعقیدہ ہیں۔

ٹال جہالت کی پیدادار وہابیت نجدیت ہے اور ان کا اپنے کو اہلحدیث کہنا بہت برئی بدعت ہے سابقہ دور میں جو حضرات علم حدیث میں مشغول ہوتے اور اس میں مہارت حاصل کرتے ان محدثین کواہل حدیث کہا جاتا ہے اور جوعلم فقہ میں مشغول رہتے اور اس میں مہارت حاصل کرتے ان کواہل فقہ کہا جاتا ہے اس طرح اہل تفییر اہل کلام محوی صرفی وغیر ہم۔ اور بیرسب حضرات اعتقاداً اہلسنت اور مذہ با حنفی شافعی حنبلی ماکئی شھ

نام نهادا المحديثون كاحال:

مگران نام نهاد المحدیثوں کا بیرحال ہے کہ جوحدیث کامعنی نہیں جانتا وہ بھی المحدیث اور جوعملاً فاسق فاجر ہووہ بھی المحدیث اور جوعملاً فاسق فاجر ہووہ بھی المحدیث اور جوعملاً فاسق فاجر ہووہ بھی المحدیث جوان کے عقیدہ میں داخل ہوااسی وقت اسے المحدیث ہونے کا سرٹیفکیٹ مل گیا جیسے دین پران کی جیارا داری ہے۔ یہاں تک بفضلہ تعالیٰ مسکلہ تراور کے سے متعلق گیا جیسے دین پران کی جیارا داری ہے۔ یہاں تک بفضلہ تعالیٰ مسکلہ تراور کے سے متعلق

بحث پوری ہوئی اب جاءالحق حصد دوم سے گیار ہواں باب۔ ختم قرآن پرروشی کرنا شروع ہوتا ہے۔

مفتی احمد پارخال تعیمی رحمة الله علیه اس باب کے آغاز میں فرماتے ہیں۔عامیة المسلمین کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ ثواب اور روشنی قبر حاصل کرنے کے لیے یوں تو ہمیشہ ہی مگر رمضان نثریف یا شب قدراور ختم قرآن کے دن خصوصیت سے متجدوں میں چراغال لیعنی دهوم دهام سے روشنی کرتے ہیں معجدوں کوخوب آراستہ کرتے ہیں۔ وہا بیوں کی مسجدیں بے رونق بے نور رہتی ہیں۔انہیں مسجدوں میں چراغاں کرنے وہاں زینت دینے کی توفیق نہیں ملتی وہائی مسلمانوں کے اس کارثواب کو بدعت حرام بلکہ نٹرک تک کہتے ہیں اس لیے ہم اس باب کی بھی دوفصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں ان مسائل کا ثبوت دوسری فصل میں ان مسائل پراعتر اضات مع جوابات۔ ناظرین ہے تو قع انصاف اوررب تعالیٰ ہے امیر قبول ہے۔ یا در ہے کہ تا حال ۲۰۰۲مئی تک نام نہاد دین الحق کی دوجلدیں دستیاب ہیں مگران میں زیر بحث باب کاغیر مقلد کی طرف ہے کوئی جواب نہیں ملائیکن فقیرنے قارئین سے کہہ دیا ہے کہ میں نے جاءالحق کی پوری عبارت لکھنے کا التزام کیا ہوا ہے لہذا یہاں بھی حسب طریقہ قارئین کے استفادہ کے لئے پورا باب لکھر ہاہوں۔

ختم قرآن کے وقت یا مخصوص را توں میں مسجدوں میں روشی کے جواز پر دلائل: پہلی فصل:

روشنى مسجد كاثبوت

مسجدول میں ہمیشہ روشنی کرنا خصوصاً ماہ رمضان خصوصاً شب قدریا ختم قرآن شریف کے دن وہاں چراغاں کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جس کا بہت ثواب ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

- (۱) الله رب العزت قرآن كريم ميں ارشاد فرما تا ہے اِنسَمَا يَعْمُو مُسَاجِدَ اللهِ مَنْ اللهِ مَنْ اِللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِوِ ۔ الله كي مجدول كوه ولوگ آباد كرتے ہيں جوالله تعالى اور قيامت برايمان ركھتے ہيں۔ مفسرين كرام فرماتے ہيں كہ مجدول ميں جماعت نماز قائم كرنا۔ وہاں صفائى ركھنا عمدہ چٹائياں فرش وغيرہ بچھانا وہاں روشن و چراغاں وغيرہ كرناسب مسجد كى آبادى ميں داخل ہے روح البيان نے فرمايا كہ حضرت سليمان عليہ السلام مبحد بيت المقدس ميں كبريت احمركى روشنى فرماتے تھے جس كى روشنى ميں عورتيں ميلوں تك چرخه كات ليتى تھيں۔ اس آيت سے معلوم ہوا كہ مبجدوں ميں روئق چراغاں كرنا ايمان كى علامت ہے۔ تو ظاہر ہے كہ مجدوں كو بے نور بے آباد ركھنا كفاركى نشانى ہے۔

قند بلوں میں جلایا جائے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک بید کہ بیت المقدس کی مبجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کر کے جانا سنت ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی خود حضورا نورصلی اللہ علیہ وسلم اور سارے پینج برسفر کر کے وہاں نماز پڑھنے پہنچے۔ دوسرے بید کہ بیت المقدس کی مجد میں بہت قند بلیس روشن کی جاتی تھیں۔ جیسا کہ قناد بل جمع فرمانے سے معلوم ہوا۔ تیسرے بید کہ مبجد میں روشن کا ثواب وہاں نماز پڑھنے کی طرح ہے بعنی اعلی درجہ کی عبادت اور باعث ثواب ہے چوتھے بید کہ مجد میں چراغاں کرنے کے لئے دور سے تیل بھی ناسنت صحابہ ہے۔

مسجد میں روشنی کا تواب:

- (٣) حدیث امام رافعی محدث نے حضرت معاذابن جبل رضی الله عند سے روایت کی نقال قال رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنُ بَنی لِلهِ مَسْجِدًا بَنی اللهُ لَهُ بَیْتًا فِی اللهِ عَلَیْهِ صَلَّی اللهُ کَهُ بَیْتًا فِی اللهِ عَلَیْهِ سَنْعُونَ الله مَلَكِ حَتّی فِی الله عَلَیْهِ سَنْعُونَ الله مَلَكِ حَتّی فِی الله عَلیْهِ سَنْعُونَ الله مَلَكِ حَتّی یَدُ طَفِی ذَلِكَ الْقَنْدِیْلُ ۔ کفر مایا نبی صلی الله علیه وسلم نے کہ جوالله تعالی کے لئے مسجد بنائے گا الله تعالی اس کے لیے جنت میں گرین گر بنائے گا اور جو مسجد میں قندیل جلائے گا۔ اس پرستر ہزار فرشتے دعا رحمت کریں گے جب تک یہ چراغ بجھ نہ جائے۔ معلوم ہوا کہ مجدکی روشنی ستر ہزار فرشتوں کی دعا لینے کا ذریعہ ہے۔ حالے معلوم ہوا کہ مجدکی روشنی ستر ہزار فرشتوں کی دعا لینے کا ذریعہ ہے۔
- (۵) امام بخاری نے حضرت معاذا بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ قَالَ قَالَ وَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلَّقَ فِيْ مَسْجِدٍ قَنْدِيلاً صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلَّقَ فِيْ مَسْجِدٍ قَنْدِيلاً صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلَّقَ فِيْ مَسْجِدٍ قَنْدِيلاً صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اللهُ عَلَيْهِ سَبْعُونَ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْ

ہویا بہت۔

(٢) حديث ابن شاميل محدث نے حضرت الى اسحاق بهدانى سے روایت كى: قَالَ خَوجَ عَلِي مَدِيثُ ابْنُ اَبِى طَالِبٍ فِى اَوَّلِ لَيُلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانِ وَالْقَنَادِيْلُ تَوْهُرُو كِتَابُ اللهُ تُتَالَى فَقَالَ نُـوَّرَ اللهُ لَكَ يَا إِبْنَ الْحَطَّابِ فِى قَبْرِكَ كَمَا نَوَّرُتَ اللهُ تَتَالَى بِالْقُرُ آن - مَسَاجِدَ اللهِ تَعَالَى بِالْقُرُ آن -

فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی شب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے متجد نبوی میں قدر ملی اللہ عنہ تشریف لائے متحد نبوی میں قدر ملی الے عمر اللہ علی متحد اللہ تعالیٰ تمہاری قبر روش کر سے جیسے تم نے اللہ کی متجدوں کوقر آن کے وقت روش کر دیا۔

- (2) حدیث می البیاری شریف نے بعض محدثین سے روایت کی کہ آئیس امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت پنی اِنّہ فَالَ نَوْرَ اللهُ فَابُورَ عُمْوَ حُمَّا نَوْرَ اللهُ فَابُورَ عُمْوَ حُمَّا نَوْرَ اللهُ فَابُورَ عُمْوَ حُمَّا نَوْرَ اللهُ فَالُ نَوْرَ اللهُ فَابُورِ عُمْوَ حُمَّا نَوْرَ اللهُ فَالُحَ مِی الله عَلَیْ عَمِی فَمِر وَثِن کرے جیسے انہوں نے ہماری معجدوں کوروش کیا۔ ان آخری روایتوں سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں محبدوں میں چراغاں کرنا حضرت عمرضی اللہ عنہ کے ذمانہ سے مروج ہے۔ حضرات محبدوں میں چراغاں کرنا حضرت عمرضی اللہ عنہ کے اس پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس چراغاں انہیں دعا کیں دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ روشنی مسجد سے انشاء اللہ قبر منور ہوگی۔ لہذا اب جواس روشنی مسجد کورو کتا ہے۔ وہ در پر دہ سنت صحابہ پر اعتراض کرتا ہے۔ اس چراغاں سے رو کنے والے اپنی قبریں تاریک کررہے ہیں۔

ڈالنے فرش بچاھنے روشنی کرنے چراغال وغیرہ سے روکیں کہ آبادی میں ری_س چیزیں داخل ہیں۔

عقل کا تقاضا بھی ہے کہ موجودہ زمانہ میں مسجدوں کو آراستہ کرنا وہاں ہمیشہ یا بعض خصوصی موقعہ پر چراغاں کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ آج ہم اپنے مکانوں میں زیب و زینت کرتے ہیں بیاہ شادی وغیرہ پرخوب دل کھول کرروشنی و چراغاں کرتے ہیں۔ عمارتیں سجاتے ہیں جب ہمارے گھر آرائی روشنی چراغاں کے مستحق ہیں تواللہ کا گھر جوتمام گھروں سے افضل ہے اسے تمام گھروں سے زیادہ آراستہ کیا جائے تا کہ مسجدوں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو بیکا م بلیخ دین کا ذرایعہ ہے۔

ختم قرآن کے وقت یا مخصوص را توں میں مساجد میں روشنی پر و ہابیوں کے اعتر اض اور ان کے جواب: دوسری فصل:اس مئلہ پراعتراضات وجوابات

غیرمقلدوہا بیوں کے جس قدراعتر اضات اب تک ہم نے سنے ہیں۔وہ نہایت دیانتداری سے مع جوابات عرض کرتے ہیں۔رب تعالی قبول فرمائے۔

اعتراض نمبرا: مسجدوں میں چراغاں کرنا فضول خرچی واسراف ہے اور اسراف سے اور اسراف سے قر آن کریم میں نمنع فر مایا گیا۔ رب تعالی فر ما تا ہے: کُلُوْ اوَ اشْرَبُوْ اوَ لاَ تُسْرِفُوْ ا اِنَّ اللهُ لَا یُسِحِبُ الْسُمُسْ رِفِیْنَ کھا وَاور پیؤ اور فضول خرچی نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالی فضول خرچوں کو پیند نہیں فر ما تا۔ جواب مسجد کے چراغاں کو فضول خرچی کہنا غلط ہے۔ فضول خرچی اس خرچ کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی دینی یا دنیاوی نفع نہ ہو۔ مسجد کے چراغاں میں میرکی زینت ہے جوعبادت وباعث ثواب ہے۔

اعتراض نمبر ۲: جب ایک چراغ ہے روشن حاصل ہو علی ہے تو باقی چراغال بے کار

ہیں اور بے کارخرج نضول خرچی میں داخل ہے۔ جواب جب ایک قمیص و پائجامہ سے
سر حاصل ہوجاتا ہے تو چاہئے کہ چکن واسکٹ پہننا نضول خرچی وجرام ہو۔ جب چھ
گزانہ نے گاڑھے سے سرچھپ جاتا ہے تو چاہئے کہ دورو پے گزکی ململ لٹھا چکن واکل
پہننا جرام ہو۔ جب گھر دوآ نہ کے چراغ سے روثنی حاصل ہو سکتی ہے تو وہاں صدھارو پیہ
خرچ کر کے بحلی فٹنگ کرانا اور گیس کی روثنی کرنا اسراف وجرام ہونا چاہئے۔ جب تھر ڈ
کماس سے بھی راستہ طے ہوجاتا ہے تو انٹر بلکہ سینڈ فسٹ میں روپیز جرچ کرنا جرام ہونا
چاہئے۔ جناب ایک دیئے سے تو روثنی حاصل ہوتی ہے اور زیادہ چراغوں سے معجد کی
زینت ورونتی معجد کی روثنی بھی عبادت ہے اور وہاں کی زینت بھی عبادت۔

اعتراض نمبر٣: اگرمسجد میں چراغال کرنا اچھی چیز ہے تو خود نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے اپنے زمانہ شریف میں مسجد نبوی شریف میں کیوں نہ کیا کیاتم حضور صلی الله علیہ وسلم سے افضل یا دین کے زیادہ ہمدر دہو جو کام حضور نہ کریں تہمیں کرنے کا کیاحق ہے۔ جواب اگرواسک ، اچکن اعلیٰ درجه کی ململیں پہننا اچھا کام ہے تو حضورا نورصلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نداستعال فرمائیں جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا وہ اے وہا ہوتم کیوں کرتے ہوتم اپنے گھروں میں بجلی فٹنگ کیوں کرتے ہوتم اپنے گھروں میں بجلی گیس کیوں جلاتے ہو۔ جناب حضور کے زمانہ شریف میں لوگوں کے گھر بھی سارے معمولی تے جہادوں کا زمانہ تھااسطرف توجہ فرمانے کاموقعہ ہی نہ تھاجب صحابہ کرام کے زمانہ میں لوگوں نے اپنے گھر اچھے بنائے تو فقہاء صحابہ نے سوچا کہ دین تو دنیا سے اعلیٰ ہے اور اللہ کا گھر لینی معجد نبوی شریف ہمارے گھروں سے افضل۔ جب ہمارے گھر شاندار ہیں تو الله كا گھر بہت شاندار ہونا جاہئے بیسوچ كرحفرت عثمان رضى الله عنه نے مسجد نبوى شریف بہت عالی شان بنائی اور وہاں بہت زیب و زینت کی۔حضور فرماتے ہیں كر عَلَيْكُمْ بسُنتِي وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَم يرميرى اورمير عظفاء كى سنت لازم ہےاہے مضبوطی ہے پکڑو۔ جیسے حضور کی سنت قابل عمل ہے ایسے ہی حضور

کے صحابہ کرام کی سنت لائق عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی سنت لائق عمل حضور کے صحابہ کرام کی سنت لائق عمل حضور کے صحابہ کرام نے مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیا۔ بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی مسجد میں چراغاں کرنے کے لئے تیل بھیجنے کا حکم دیا۔

اعتر اصْ نمبرهم: ابوداؤ دشریف نے حضرت ابن عباس رضی الله عنهما سے روایت کی: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُمِرْتُ بِيَشْئِيْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ اِبُنُ عَبَّاسِ لَتُزَخُرِفُنَّهَا كَمَا زَخُوَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارِى فِرمَاتِ بِينَ كَفِرمَا نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے کہ مجھے مسجدیں سجانے کا حکم نہیں دیا گیا۔حضرت ابن عباس نے فرمایا کہتم یہود ونصاری کی طرح آراستہ کرو گے۔اس حدیث سے ریجھی معلوم ہوا کہ سجدیں سجانے کا حکم نہیں۔ یہ بھی پتہ لگا کہ عبادت خانے سجانا یہودونصاریٰ کی سنت ہے نہ کہ مسلماوں کا طریقة اور ظاہر ہے کہ مسجد میں چراغاں کرنا بھی سجاوٹ ہے۔لہذا ہے منع ہے۔جواب اس کے دوجواب ہیں۔ایک بیر کداگراس حدیث کا مطلب ہیہے کہ مسجدوں کی زینت اور وہاں چراغاں کرنامنع ہے تو انہیں ابن عباس رضی الله عنهمانے حضرت عمر وعثان رضی الله تعالیٰ عنهما کومسجدوں کی زینت دیتے وہاں چراغاں کرتے دیکھا اورمنع نەفر مايا_كياخود ہى اپنى روايت كى مخالفت كى نيز كيا تمام صحابه كرام اس حديث كاوه مطلب نہ مجھے جوتم سمجھے نیز اس صورت میں بیرحدیث قرآن کے مخالف ہوگی کہ رب تعالی نے مسجد کی زینت و آبادی کوایمان کی علامت قرار دیا کفر مایا نِانسَمَا يَعْمُورُ مساجدَ اللهِ النح _ يه لكاكم في حديث كامطلب غلط مجها _ دوسر عد يدكريها ل زینت کی ممانعت نہیں بلکہ ناجائز ٹیپ ٹاپ پرعتاب ہے جیسے کہ فوٹو تصویروں سے سجانا اس لئے یہود ونصاریٰ سے تشبیہ دی گئی۔ان کے عبادت خانے نصاور فوٹو سے سجائے جاتے ہیں۔ یاوہ زینت مراد ہے جواللہ کے لئے نہ ہود کھائے اور نام ونمودریا کاری کے لئے ہوجیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہورہاہے۔ مگر جوزینت و چراغال مسجد کے احترام اوررب تعالیٰ کی رضا کے لئے ہووہ بہتر ہے۔رب تعالیٰ اپنے اورا پنے محبوب کے کلام کی

صحیح فھم نصیب فر مائے۔

اعتراض نمبر 1: ابوداؤ دنسائی دارمی اور ابن ماجه نے حضرت انس سے روایت کی۔
قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ اَشُرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَتَبَاهَى
النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ وه فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی سلی الله علیه وسلم نے کہا یقیناً علامات
قیامت سے یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کریں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی زینت علامت قیامت ہے اس سے اللہ بچائے۔

جواب اس حدیث کے وہی معنی ہیں جوہم اعتراض نمبر ہ کے جواب میں عرض کر چکے بینی فخر یہ مسجد میں بنانا اور شیخی کے طور پر مسجد میں سجانا علامت قیامت ہے کہ ایک محلہ والے دوسر ہے محلہ والوں کے مقابلہ میں مسجد کوزینت دیکر انہیں طعنہ دیں کہ ہماری مسجد تمھاری مسجد سے زیادہ آراستہ ہے جناب فخر وریا کے لئے نماز پڑھنا ممنوع ہے تو اس سے بدلازم نہیں آتا کہ اخلاص کی نماز بھی منع ہوجاوے یا عدیث کے معنی یہ ہیں کہ قریب قیامت لوگ مسجدوں میں جاکر بجائے ذکر اللہ کرنے کے دنیا وی باتیں ایک دوسر سے کے مقابل شیخی مارا کریں گے۔ یہ سخت گناہ ہے اور اگر حدیث کے وہی معنے ہوں جوتم سمجھے یعنی مسجدوں کی زینت علامات قیامت ہے تو بھی اس سے ممانعت نابت نہیں ہوتی قیامت کی ہر علامت بری نہیں علیما اللہ کا نزول امام مہدی کا ظہور بھی علامت قیامت ہے مربر انہیں بلکہ بہت بابر کت ہے۔ اعتراض نمبر ۲ مسجدوں میں چراغاں کرنا قیامت ہے اور ہر بدعت گراہی

جواب۔ یہ غلط ہے بیر سنت صحابہ ہے جسیا کہ پہلی فصل میں بیان ہیں اور اگر یہ بدعت بھی ہوتو ہر بدعت نہ حرام ہے نہ گراہی بخاری شریف چھا پنا مگر حرام نہیں بلکہ تواب ہے حدیث کافن اس کی قسمیں بدعت ہیں مگر حرام نہیں بدعت کی نفیس تحقیق اس جاء الحق کے پہلے ھتہ میں دیکھو۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ آج کلمہ ونماز بلکہ ساری عبادتوں میں بہت بدعتیں شامل ہیں ان بدعتوں پر تواب ہے جسیا کہ عرض کیا ہے کہ غیر مقلد نے میں بہت بدعتیں شامل ہیں ان بدعتوں پر تواب ہے جسیا کہ عرض کیا ہے کہ غیر مقلد نے

ساباب کا کوئی جواب نہیں دیالیکن فقیر مفتی احمد یارخاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کہ مساجد میں روشنی کارثو اب اور انہیں آباد کرنے کا ذریعہ ہے کی تائید پر پچھے حوالے عرض کر دیتا ہے

مساجد میں روشی کے جواز پرتائید کے دلائل

(۱) تفير فسى من الآيت إنَّمَا يَعُمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ الخ) كَتَتَ عِنْ عَمار تهارم ماسترم منها وقمها وتنظيفها وتنويرها بالبمصابيح وصيانتها ممالم تبن له المساجد من احاديث الدنيا لانها بينت للعبادة والذكر ومن الذكر" درس العلم .

لیعنی مساجد کی آبادی سے ہے تغمیر و مرمت جس کی وہاں حاجت ہواور ان میں جھاڑ واور ہر طرح کی صفائی اور انہیں چراغوں سے روشن کرنا اور ہراس چیز سے بچانا جس کے لئے مسجد میں نہیں بنائی گئیں جس طرح دنیاوی باتیں کیونکہ مسجد میں اللہ کی عبادت و ذکر کے لئے ہیں اور علمی درس ذکر ہے

(٢) اسي آيت كے تحت ملاجيون رحمة الله علية فيرات احمريه ميں لكھتے ہيں۔

"وَقَالَ صَاحِبُ الْمَدارِكُ وَكَذَا الْقَاضِى الْاَجَلُ اَخُذًا مِنْ كَلامِ صَاحِبِ الْكَشَّافِ وَعِمَارَتُهَا تَتَنَاوَل رَمَّ هَاسْتَرَمَّ مِنْهَا وقمها وَتَنْظِيهُ فَهَا وَتَنُويُ رَهَا بِالْمَصَابِيْحِ وَصِيَانَتَهَا مِمَّالَمْ تُبْنَ لَهُ الْمَسَاجِدُ مِنْ اَحَادِيْتِ اللَّذَيْكِ الْاَتَّهَا بُينَتُ لِلْعِبَادَةِ وَاللِّذِكُرِ وَالْمُرَادُ بِاللِّكُرِ دَرْسُ الْعِلْمِ "(انتى كار)

اور کہا صاحب مدارک نے اسی طرح قاضی اجل (علامہ بیضاوی) نے صاحب کشاف کے کلام سے لیتے ہوئے کہ مساجد کی آبادی شامل ہے تعمیر ومرمت کوجس کی وہاں حاجت ہواور انہیں چراغوں سے روشن کرنے اور ہر اس چیز سے بچانے کوجس کے لئے مساجد نہیں بنائی گئیں جس طرح دنیاوی

ہاتیں کیونکہ مسجدیں عبادت وذکر کے لئے ہیں اور علم (دین) کا درس بھی ذکر ہے مساجد کی آبادی کے اسباب

ساجد ١٠٠٥ ون عرب بين الماحد بين الماحد بين الماحد الماحد بين الماحد الما

"والعمارة تتناول رمر ما سترمر منها و قبها وتنظيفها و تنوير ها بالمصابيح وتفظيفها واعتيادها للعبادة والذكر ومن الذكر درس العلم بل هذا اجله واعظمه وصيانتها ممالم تين له المساجد من الاحاديث الدنيا فضلا عن فضول الحديث".

(الكثاف جميم ١٤٩)

اورآباد کرناشامل ہے تعمیر ومرمت کوجس کی حاجت ہواوراس میں جھاڑواور صفائی کواوراس کی تعظیم کواورانہیں بنانا علم جادت و ذکر کے لئے ہاور درس علم بھی ذکر سے ہے بلکہ وہ درجہ میں اس سے بلند ہے اور اسے بچانا اس چیز سے جس کے لئے مساجد نہیں بنائی جا تیں دنیاوی باتوں سے اس سے بڑھ کر کہان میں نضول بولا جائے۔جاء جاتیں دنیاوی باتوں سے اس سے بڑھ کر کہان میں نضول بولا جائے۔جاء الحق سے بارہواں باب

شبینه پڑھنا ثواب ہے۔ شروع ہوتا ہے لیکن: غیرمقلد کا جواب سے فرار:

یہ بات یا در ہے کہ غیر مقلد و ہائی صاحب نے اس کا بھی سابقہ باب کی طرح کی گھر جواب نہیں دیا جو کہ مسلک حق اہل السنّت والجماعة کی واضح فتّح ہے مگر قار ٹین کے استدادہ کے لئے اس باب کی پوری عبارت لکھ دیتے ہیں جکیم الامت مفتی احمدیار خال نعیمی رحمة اللّٰه علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ ہمیشہ سے صالح مسلمانوں کا دستور ہے کہ رمضان المبارک میں شبینہ کرتے ہیں کہ کھی ایک رات میں ، کھی دو میں ، کھی تین راتوں میں پورا قرآن شریف تراوی میں ختم کرتے ہیں ۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ رمضان کے علاوہ بھی روزاندایک قرآن شریف پڑھ لیتے تھے یہ سب کچھ جائز اور تواب ہے بشرطیکہ اتی جلدی نہ پڑھ کہ حروف قرآن درست ادا نہ ہوں ۔ نہ ستی و کسل سے پڑھے مگر غیر مقلد وہا بی اسے بھی حرام کہتے ہیں ۔ رات بھر سینما د کھنے والوں کو برانہیں کہتے مگر تمام رات قرآن پڑھنے والوں پورانہیں کہتے مگر تمام رات قرآن پڑھنے والوں پورانہیں کہتے مگر تمام رات قرآن پڑھنے والوں پون طعن کرتے ہیں ان پڑھی والوں پھن طعن کرتے ہیں ان پرشرک و بدعت کے فتو سے لگاتے ہیں ۔ اس لیے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں ۔ پہلی فصل میں شبینہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس پر اعتراضات و جوابات ۔ پہلی فصل شبینہ کا ثبوت ایک شب میں قرآن شریف ختم کرنا باعث ثواب ہے اس کا ثبوت قرآن و صدیث و عقل بلکہ خود وہا ہوں کی کتابوں سے ہے باعث ثواب ہے اس کا ثبوت قرآن و صدیث و عقل بلکہ خود وہا ہوں کی کتابوں سے ہے دائل ملاحظہ ہوں ۔

شبینے جواز واستجاب پردلائل:

(۱) قرآن كريم الشيخبوب سلى الله عليه وسلم سے فرما تاہے:

يْنَايُّهَا الْمُزَمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً يِّصْفَهُ آوِانْقُصُ مِنْهُ اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَيِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيُلاً . الْقُرْآنَ تَرْتِيُلاً .

اے چا دراوڑھنے والے محبوب رات بھر قیام فر ماؤسوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرویا اس پر بڑھا وَاور قر آن گھبر گھبر کر پڑ ہو۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریباً تمام رات قر آن پڑھنے کا حکم دیا اور شروع اسلام میں رات بھرعبادت کرنا فرض تھا۔ کچھ تھوڑا حصہ آ رام کے لئے رکھا گیا تھا بھر ایک سال کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہوگئ ۔ گراستخباب اب بھی باقی ہے اب جو شخص شبینہ میں تمام رات جاگے بہت کم سوئے وہ اس آیت پر عامل ہے مگر جا ہے ہیہ کہ شبینہ وہ پڑ ہے جو قر آن سیح پڑھے جبیا کہ ترتیل کے تھم سے معلوم ہور ہاہے۔ (۲) حدیث مسلم و بخاری نے حضرت عبدالله ابن عباس رضی الله عنهما سے ایک طویل مديث روايت كي جس مين نماز فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةُ الْبُقَرَةِ خسوف كاذكر ہے۔اس كے بعض الفاظ يه بيں _كر بن كى نماز ميں بہت دراز قیام فرمایا قریباً سورة بقره کی بقدرمعلوم موا که حضور گربهن کی نماز میں سوره بقره لیعنی وصائی یارہ کے برابر قرات کی شبینہ میں فی رکعت ویرہ یارہ آتا ہے۔ جب ایک ركعت مين ڈھائى ياره يرھنا فابت ہے۔ توڈيرھ ياره پرھنابدرجداولى جائزہے۔ (۳) حدیث ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تبجد کے متعلق ایک بہت دراز حدیث نقل فر مائی۔جس کے آخری الفاظ میے ہیں : فَصَلَّمي ٱرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَرَءَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَائِدَةُ وَ الْإَنْعَامَ . حضور نے نماز تہجد میں جاررکعت پڑھیں جن میں سورۃ بقرہ آل عمران اور سورہ نساءادر مائدہ اورسورہ انعام پڑھیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ دسلم نے تہجد کی حیار ركعتوں میں قریباً آٹھ یارے بڑھے یعنی فی ركعت قریباً دویارے شبینہ میں ہرركعت ميں اتن قر أت نہيں ہوتی ڈيڑھ يارہ في ركعت ہوتا ہے توبيكوں حرام ہوگا. (٣) حدیث مسلم و بخاری نے حضرت مغیرہ ابن شیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ قیالَ قَـالَ النَّبيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَرَّمَتُ قَدُ مَاهُ فَقِيْلَ لَهُ لِمَا تَصْنَعُ

ا) حدیث مو و کارن کے صرف میره این عیبدری الله عدار کا کون کا کا النّبِی صَلّی الله عَلَیْه وَسَلّمَ حَتّٰی تَورَّمَتُ قَدْ مَاهُ فَقِیْلَ لَهُ لِمَا تَصْنَعُ هَا النّبِی صَلّی الله عَلَیْه وَسَلّمَ حَتّٰی تَورَّمَتُ قَدْ مَاهُ فَقِیْلَ لَهُ لِمَا تَصْنَعُ هَا النّبِی صَلّم الله عَلَیْه وَسَلّم مَنْ فَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَکُونَ عَبْدًا هَمُ مُوارِد فِي اللّه عَلَیْه مِن اتناقیام فرمایا که قدم مبارک پرورم آگیا توعرض کیا گیا که آپ کیوں الی مشقت کرتے ہیں آپ کی بدولت آپی امت کے الله بیچھلے گناہ بخش دیئے گئے تو فرمایا که کیا میں بندہ شکر گزار نہ ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں مشقت اٹھانا سنت رسول سلی الله علیہ وسلم ہے اگر کی شبینہ میں کسی مؤمن کے پاؤں پرورم آ جائے تو اس خوش نصیب کو یہ سنت نصیب ہوگئ۔ وہایوں کوخودتو عبادت کی تو فی نہیں ملتی دوسروں کو بھی عبادت سے روکتے ہیں۔

(۵) مدیث طحاوی شریف نے حفرت ابن سیرین سے روایت کی قَالَ کَانَ تَمِیمُ مُ

حضرت تميم دارى ايك ركعت مين بوراقر آن ختم كرتے:

فرماتے ہیں کہ حضرت تیمیم داری تمام رات جاگتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

ابن زبیر رضی الله عنهانے ایک رکعت میں قر آن ختم کیا:

(۲) طحاوی شریف نے حضرت اسحاق ابن سعید سے روایت کی عَن اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّهٔ قَراً الْقُرُ آنَ فِی رَکْعَهِ دوه اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالله ابن زبیر رضی الله عنهانے ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا۔

(2) مديث ابوليم نع حليد مين حضرت عثمان ابن عبد الرحمان يمى سروايت كى قَالَ لِيُ الْمِقَامِ وَلَمَّا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ تَخَلَّعُتُ إلَى الْمَقَامِ فَلَمَّا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ تَخَلَّعُتُ إلَى الْمَقَامِ حَتَّى قُدْتَى قُدُمْ ثَيْنَ كَتُفَى فَإِذَا هُوَ حَتَّى قُدُمَ ثَيْنَ كَتُفَى فَإِذَا هُوَ عُتْمَ الْقُرْآنَ وَرَكَعَ عُشَمَانُ ابْن عَفَّانَ فَبَدَءَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَقَرَءَ حَتَّى خَتَمَ الْقُرْآنَ وَرَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ اَخَذَ نَعُلَيْهِ فَلَا اَدْرِى أَصَلَّى قَبُلَ ذَلِكَ شَيْئًا اَمْ لاَ

حضرت عثمان نے قیام میں پورا قر آن پڑھا:

مجھ سے میرے والد نے فر مایا کہ آج تمام رات مقام ابراہیم پر جاگوں گا۔ جب میں نماز عشاء پڑھ چکا تو مقام ابراہیم پر پہنچا میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ اچا تک ایک صاحب نے میری پشت پر ہاتھ رکھا۔ وہ حضرت عثان ابن عفان رضی اللہ عنہ تھے آپ نے سور ہ فاتحہ سے قر آن شروع کیا۔ پس پڑھتے رہے یہاں تک کہ قر آن ختم کر لیا۔ پھر رکوع کیا اور سجدہ کیا پھر اپنے تعلین شریف اٹھائے یہ مجھے خبر نہیں کہ اس سے پہلے نماز پڑھی کنہیں۔

(۸) حدیث ابونیم نے حلیہ میں حضرت ابراہیم نحفی سے روایت کی: کَانَ اَسُودُ یَخُتُمُ الْقُواْنَ فِی رَمَضَانَ فِی کُلِّ لَیُلَتَیْنِ وَکَانَ یُنَامُ بَیْنَ الْمَغُرِب وَ الْعِشَاءِ۔

حضرت اسودرمضان کی ہررات میں قرآن ختم کرتے تھے۔

کہ حضرت اسودرضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں ہررات میں ایک قر آن ختم فرماتے تھے۔ اور مغرب وعشاء کے درمیان سوتے تھے۔

- (۹) حدیث طحاوی شریف نے حضرت ماد سے روایت کی۔ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبیْرِ اَنَّهُ قَدَءَ الْقُرْ آنَ فِی رَکُعَةِ فِی الْبَیْتِ حضرت سعیدابن جبیر صحابی نے بیت اللہ شریف میں ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اکثر رات جا گنا نماز پڑھناروز انہ قیام فرماناحتی کہ پاؤں پرورم آجائے۔

 ایک رکعت میں دھائی پارے پڑھنا سنت رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہے اور ایک رات دورات بلکہ ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھنا سنت صحابہ ہے جوشبینہ کوحرام یا شرک یافس کے وہ زاجا ہل ہے۔
- (١٠) مرقاة شرح مشكوة باب تلاوت القرآن مين صفحه ٢١٥ پر صحابه كرام كادستوراس طرح بيان فرمايا: فَخَتَمَهُ جَمَاعَةٌ فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةِ مَرَّةً وَّآخَرُوْنَ مَرَّتَيْنِ وَآخَرُوْنَ ثَلَا يُحْصَوْنَ كُوَّةً وَّآخَرُوْنَ مَرَّتَيْنِ وَآخَرُوْنَ ثَلَا يُحْصَوْنَ كُوَّةً وَ مَرَّاتَ فَي وَكَعَةٍ مَّنُ لَا يُحْصَوْنَ كُوَّةً -

ایک جماعت نے دن رات میں ایک ختم گیا ایک نے دوبار بعضوں نے تین بار اور ایک رکعت میں قرآن پڑھنے والے توبے ثاری ہیں۔

شبینه عبادت ہےاس پر عقلی دلائل:

عقلی تقاضا بھی یہی ہے کہ شبینہ عبادت ہونہ کہ حرام کیونکہ عبادت کا ثواب بقدر مشقت ماتا ہے۔ گرمیوں کے روزے تلوار کا جہاد۔ مشقت کے جج پر ثواب ملے گاعذاب نہ ہوگا۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان رب کی رضا کے لئے تمام رات نماز بھی پڑھے

قرآن شریف کی تلاوت بھی کرے اور بجائے ثواب کے عذاب پائے۔قرآن کے ایک حرف پڑھنے پردس نکیاں ہیں تو تعجب ہے کہ سارے قرآن پڑھنے پر بجائے نیکیوں کے الثاعذاب ہوحضرت داؤ دعلیہ السلام بطور مجز وتھوڑی دیر میں ساری زبورشریف پڑھ لیتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے تواگرایک شب میں قرآن پڑھنے پرعذاب ہوتا ہوتو پھرنعوذ بالله داؤ دعلیه السلام بقول وہابیہ پوری زبور پڑھنے پر گنہگار ہوتے ہوں گے رب تعالی سمجھ دے (لطیفہ) وہا بیوں نے اپنی کتاب ارواح ثلاثہ میں اپنے بانی مذہب مولوی اساعیل صاحب کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مولوی اساعیل صاحب عصر ہے مغرب تک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔لوگوں نے خودان سے اتنی دیر میں سارا قرآن سنا۔اب میں وہابیوں سے پوچھتا ہوں کہتم ہمارےامام اعظم ابوحنیفہ پراس لیے لعن طعن کرتے اوران کی جناب میں گالیاں مکتے ہو کہ وہ جناب ماہ رمضان میں روزانہ دن کو ایک قرآن شریف اورشب کوایک ختم قرآن کرتے تھے بولوتمہارے اسمغیل تو عصر سے مغرب تک ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔وہ بھی ای لعن طعن کے مستحق ہیں یانہیں۔وہ بھی فاسق وفاجر ہوئے یانہیں یا تمہاراامام جوکرے وہ مباح ہے جواب دو۔

شبينه يراعتراض وجوابات

شبینہ کے متعلق ہم وہ اعتراضات بھی نقل کرتے ہیں جوغیر مقلدو ہائی کرتے ہیں اوروہ اعتراضات بھی بیان کرتے ہیں جوآج تک ان کوسو جھے نہیں ہم ان کی وکالت میں عرض کرتے ہیں مع جوابات کے رب تعالی قبول فر مائے۔

اعتراض نمبرا قرآن كريم فرماتا ب

''وَرَتِيلِ الْقُوْآنَ قَرْتِيْلاً۔اورقرآن ياكى تلاوت كلم بركم رواور ظاہر ہے كہ جب ہررکعت میں ڈیڑھ پارہ پڑھ کرسارا قرآن ایک رات میں ختم کیا جائے گا تو حافظ کو ہت تیز پڑھنا پڑے گا۔جس سے سوائے یعلمون کے تعلمون سمجھ میں نہ آئے گا۔لہذا شبینہ پڑھنا تھم قر آن کےخلاف ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہتمہارے بانی مذہب مولوی اساعیل دہلوی عصر سے مغرب تک پورا قرآن پڑھ لیتے تھے بتاؤوہ کھہر گھہر کر پڑھتے تھے حضرت عثان غنی تمیم داری عبداللہ ابن زہیر وغیر ہم اکابر صحابہ نے ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھا ہے ۔خود حضور افور صلی اللہ علیہ وسلم تبجد کی ایک رکعت میں ڈھائی پارے تلاوت فرماتے تھے۔ جن کے حوالے پہلی فصل میں گزر گئے ۔کیا آپ کا بیاعتراض ان ہستیوں پر بھی جاری ہوگا۔ اگر نہیں تو کیوں ۔دوسراجواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بعض کو قوت انسانی ایسی بخشی ہے کہ وہ بہت تیز پڑھ کر بھی صاف اور واضح پڑھ سکتے ہیں بعض میں یہ قوت انسانی ایسی بخشی ہے کہ وہ بہت تیز پڑھ کر بھی صاف اور واضح پڑھ سکتے ہیں بعض میں یہ قوت نہیں ۔وہ اگر تیز پڑھیں تو صرف یعلمون اور تعلمون ہی سمجھ میں آئے گا شبینہ صرف پہلی فتم کے حفاظ کو پڑھیں دوسری فتم کے حفاظ ہر گزنہ پڑھیں اس آیت کر بھا جنہوں نے ایک رکعت میں بہت دراز تلاوت کی اپنی جگہ حق ہے کہ رام کا عمل شریف جنہوں نے ایک رکعت میں بہت دراز تلاوت کی اپنی جگہ حق ہے۔

اعتراض نمبرا:

حدیث تر مذی _ابوداو د_دارمی نے حضرت عبدالله ابن عمروت روایت کی - (مقلوة باب علاوة القرآن):

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهُ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ فِي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهُ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ فِي اَقَلِّ مِنْ ثَلْثٍ".

''بے شک فرمایاً رسول نے کہ تین دن ہے کم میں قرآن ہر گزنہ پڑھنا عاہیے۔کیوں کہ پھرقرآن مجھ میں نہآئے گا۔لہٰذا شبینہ بالکل منع ہے۔ جواب:اس کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے تو تین شب کا شبینہ بھی حرام کہتے ہواوراس حدیث میں اس کی اجازت آگئی دوسرے میہ کہ تمہارے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی عصر سے مغرب تک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے وہ بھی اس زدمیں آ جاتے ہیں۔ان کی صفائی پیش کرو۔ جوتمہارا جواب ہے وہ ہی ہمارا۔
تیسرے بیر کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ دسلم نے اس حدیث میں عام لوگوں کو بیان فر مائی کی علی العموم حفاظ اگرا یک یا دودن میں ختم قرآن کریں تو سمجھ نہ سکیں گے۔ بعض بندے جو اس پر قادر ہیں وہ اس حکم سے علیحدہ رہیں۔ جیسے حضرت عثمان وغیرہ ہم صحابہ کرام ایک رکھت میں قرآن ختم کرتے تھے۔اس ہی لئے اس حدوث کی شرح میں مرقات لمعات شریف میں ہے کہ بعض بزرگ ایک دن اور رات میں تین ختم کرتے تھے۔ بعض حضرات شریف میں ہے کہ بعض بزرگ ایک دن اور رات میں تین ختم کرتے تھے۔ بعض حضرات شریف میں ہے کہ بعض بزرگ ایک دن اور رات میں تین ختم کرتے تھے۔ بعض حضرات آئے ختم فرما لیتے تھے۔ اور شیخ ابو مدین مغربی ایک دن ورات میں ستر ہزار قرآن پڑھ لیتے تھے۔انہوں نے ایک دفعہ جراسود چوم کر دروازہ کعبہ پرآتے آتے قرآن ختم کرلیا۔
لیتے تھے۔انہوں نے ایک دفعہ ججراسود چوم کر دروازہ کعبہ پرآتے آتے قرآن ختم کرلیا۔

وَالْحَقَّ اَنَّ ذِلِكَ تَخْتَلِفُ بِالشِّخَاصِ

حق بیہے کہ بی محم مختلف لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔

اعتراض نمبر۳: حدیث مسلم بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عمر و سے طویل حدیث نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ ہیر ہیں :

وَقَرَأُ فِي كُلِّ سَنْعِ لِيَالٍ وَلا تَوْدُ عَلَى ذَلِكَ (عُوة صور الطوع) ترجمه بر رفعة مين ايك قر آن خم كرواس سن ياده نه كرو

دیکھوحفرت عبداللہ ابن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جلد ختم کرنے کی اجازت ما نگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً حکم دیا کہ ایک ماہ میں ایک ختم کرو۔اصرار کرنے پرارشاد ہوا کہ ایک ہفتہ ہے کم میں قرآن ختم نہ کرنا چاہئے ۔لہذا شبینہ نع ہے۔ جواب: سرکارکا یہ جواب سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حالت کے لحاظ سے وہ ایک دورات میں پڑھنے پرصاف نہ پڑھ سکتے ہوں گے یا یہاں دائی تلاوت کا ذکر ہے کہ اگر روزانہ ہرانسان ایک ختم کیا کرے تو دنیاوی کا معطل ہو جا کیں گے اگر

سال میں ایک آ دھ دن میں قرآن ختم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جن صحابہ نے ا کہ ایک رکعت میں ایک قرآن پڑھا ہے اور انہیں یہ حدیث معلوم تھی۔ پھر بھی ایک ركعت مين ختم كرتے تھے۔

اعتراض نمبر، حضور نے بھی ایک دورات میں پورا قرآن نہ پڑھا لہذا شبینہ

بدعت ہے اور بدعت سے بچنا جا ہے۔

جواب جضورانورصلی الله علیه وسلم کا ایک شب میں پورا قر آن نه پر^ه هنا دووجه سے <u>ے ایک پر کہ آ</u>پ کی اول حیات شریف میں پورا قر آن اتر ابھی نہ تھا۔ وفات سے پچھ <u>یہلے قرآن کی تعمیل ہوئی للہذاوہاں ختم قرآن کا سول ہی پیدانہیں ہوتا دوسرے یہ کہآپ ،</u> نے اپنی امت پر رحم فرمایا تا کہ شبینہ پڑھناان پر ضروری سنت نہ ہوجائے۔ پھر صحابہ نے شبینه پاها جیسے حضور صلی الله علیه وسلم نے تراوی جمیشه نه پاهی - پھر صحانه نے با قاعدہ جماعت سے پڑھی۔ (شبینسنت صحابہ ہے) جس پڑمل کرنے سے انشاء اللہ وہ ہی اتو اب ملے گا جوسنت رسول صلی الله عليه وسلم يو عمل كرنے سے ملتا ہے سنت صحاب كو بدعت كه كرمنع كرناو بابيول كوبي سجاب بم ابل سنت يمل نهيل كرسكة

اعتراض نمبر۵: آج کل شبینه کا بیرحال ہے کہ حافظ تلاوت کر رہا ہے مقتد یوں میں کوئی سورہا ہےکوئی اونگھ رہا ہے اور کوئی ست بیٹا ہے اس میں قرآن کریم کی بے ادبی الله المالي المين المرابع المالي الما

جواب بیمحض جھوٹا الزام ہے شبینہ میں بعض لوگ با قاعدہ شبنہ سننے ہی آتے ہیں وہ کھڑے ہو کرخوب شوق سے سنتے ہیں بعض شبینہ دیکھنے آتے ہیں وہ لیٹے بیٹھے رہے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں قر آن سننا فرض کفایہ ہے بعض کا کافی ہے اور اگر بالفرض مال مان بھی لیاجائے کہ سارے مسلمان ستی سے سنتے ہیں تو کوشش کر کے ستی دور کرو شبینہ بندنہ کرو۔ آج کل شادی بیاہ میں بہت گناہ کیے جاتے ہیں۔ ناچ تماشے باہے آتش بازی سب ہی کچھ ہوتی ہے۔ برائے مہر بانی نکاح بند نہ کرو۔ بلکہ ان چیز وں کو

روکنے کی کوشش کروحضور کے زمانہ میں کعبہ شریف بت تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وہلم نہ وصلیا بلکہ جب رب نے قوت دی تب بتوں کو نکال دیا۔ اگر معجد میں کتا گھس جائے تو معجد کو نہ گراؤ کتے کو نکالوا گر چار پائی میں کھٹل کپڑوں یا سر کے بالوں میں جو ئیں ہو جائیں تو یہ کپڑے اتار دو یا بالوں کو آگ نہ لگا دو۔ وہا بیوں کا یہ عجیب قاعدہ ہے کہ عبادتوں سے خرابیاں دور کرنے کی بجائے خود عبادت کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ اسی قتم کے بہانوں سے سارے امور خیر کو روکتے ہیں جیسے میلا دشریف ختم بزرگان وغیرہ اگر سی بھائیوں نے ہمارا یہ جواب یا در کھا تو انشاء اللہ وہا بیوں کے فتنوں سے بچو رہیں گے ہم شبینہ کے مسئلہ پر قدرائے تفصیل سے گفتگواس لیے کردی کہ آج کل عام طور سے وہابی اس کے بیچھے پڑے ہوئے ہیں جہاں رمضان شریف میں کسی جگہ شبینہ کا اہتمام ہوا جو جو بین جہاں رمضان شریف میں کسی جگہ شبینہ کا اہتمام ہوا جو جو بین دیو بہندی اور غیر مقلد وہا بیوں نے حرام و شرک کے فتوے جڑے۔

فقیرعرض کرتا ہے کہ حکیم الامت مفتی احمہ یارخال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ باب میں اپنے موقف کہ شبینہ کار تو اب وعبادت ہے کو دلائل قاطعہ واضحہ سے ٹابت کی اور خالفین کے اس پراعتر اضات کا خوب بھر پور طریقہ سے جواب دیا تو دریں صورت غیر مقلد و ہائی کی طرف اس کا کچھ جواب نہ آناان کی بے بسی و شکست ہے بہر حال فقیریہاں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تا ئیداور مخالفین کے ردمیں کچھ مزید دلائل عرض کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ جول فرما کر ذریعے نجات کرے آمین ۔

اَيُضًا لِمَا هُوَ مَصْرُوُف مِّنُ اَحُوَالِ السَّلْفِ رِضُوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ . فَإِنَّ الْحَشَرَهُمْ كَانُوْ ا يَخْتُمُونَ الْقُرُ آنَ فِى كُلِّ سَبْعِ لَيَالِى مَرَّةً وَّكَانَ كَثِيْرُوْنَ يَخْتُمُونَ فِى كُلِّ يَوْمٍ وَّلْيُلَةٍ خَتَمَةً وَخَتَمَ جَمَاعَةٌ فِى كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيُلَةٍ خَتَمَةً وَخَتَمَ جَمَاعَةٌ فِى كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيُلَةٍ خَتَمَةً وَخَتَمَ جَمَاعَةٌ فِى كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيُلَةٍ خَتَمَةً وَخَتَمَ جَمَاعَةٌ فِى كُلِّ يَوْمٍ وَلَيُلَةٍ ثَلْتَ خَتَمَاتٍ . وَخَتَمَ بَعْضُهُمْ فِى خَتَمَتِيْنِ وَ الْخَرُونَ فِى كُلِّ يَوْمٍ وَلَيُلَةٍ ثَلْتَ خَتَمَاتٍ . وَخَتَمَ بَعْضُهُمْ فِى

الْيُوم وَاللَّيْكَةِ ثَمَانَ حَتَمَانٍ وَرُبَعًا فِي اللَّيْلِ وَٱرْبَعًا فِي النَّهَارِ وَقَالَ النَّوَويُّ بَعُدَ ذِكُرِهِ لِذَٰلِكَ وَمِمَّنْ خَتَمَ ٱرْبَعَ خَتَمَاتٍ فِي اللَّيْلِ ٱرْبَعًا وَّفِي النَّهَ ار اَرْبَعًا السَّيَّدُ الْجَلِيْلُ إِبْنُ الْكَاتِبِ الصُّو فِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهلْذَا آكُثَ رُ مَا بَلَغَنَا فِي اللَّيْلِ وَالْيَوْمِ وَرَوَى السَّيِّدُ الْجَلِيْلُ آحُمَدُ الدَّوْرَقِيُّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ مَّنْصُورٍ بُنِ زَاذَانَ بُنِ عِبادِ مِنَ التَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمُ آنَّهُ كَانَ يَخُتُمُ الْقُرْآنَ فِيمًا بَيْنَ الظُّهُرِ وَالْعَصْرِ وَيَخْتُمُهُ آيُضًا فِيْمَا بَيْنَ الْمَعْوِبِ وَالْعِشَآءِ وَرَوْلِي إِبْنُ آبِي دَاؤَدَ بِإِسْنَادِهِ الصَّحِيْحِ أَنَّ مُجَاهِدًا رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي رَمَضَانَ فِيُمَا بَيْنَ الْمَغُوبِ وَالْعِشَاءِ وَاللَّا الَّذِي خَتَمَوا الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةِ لَا يُحْصَونَ لِكَثْرَتِهِمُ فَ مِنْهُمْ عُثْمَانُ بُنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَتَمِيْمُ الدَّارِيُّ وَسَعِيْدُ بُنُ جُبَيْر رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَالْمُخْتَارُ إِنَّ ذَٰلِكَ يَخْتَلِفُ بِإِخْتِلاَفِ الْاَشْخَاصِ فَمَنُ كَانَ لَا يَظُهُرُ لَهُ دَقِيْقُ الْمَعَانِي وَلَطَائِفُ الْمَعَارِفُ إِلَّا بِالْقَدْرِ الْيَسِيْرِ اِقْتَصَرَ عَلَيْهِ وَكَذَا مَنْ كَانَ مَشْغُوْلاً بِمَا هُوَ اَهَمَّ مِنَ الْإِسْتِكُثَارِ كَنَشُر الْعِلْمِ وَمَنْ لَيْسَ كَذَٰلِكَ فَلْيَكُثُرُ مَا اَمْكَنَهُ مِنْ غَيْرِ خُرُوْجِ اِلَى حَدِّ الْمَلِكِ وَالْهَذُرِمَةِ وَقَدْ كَرِهَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ الْحَتْمَ فِي كُلِّ لَيُلَةٍ وَّيَوْمٍ لِللَّحَبْرِ الصَّحِيْحِ لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَءَ الْقُرانَ فِي اَقَلِّ مِنْ ثَلْثِ وَهَاذَا حَاصِلُ كَلاَمِ النَّوَوِيِّ رَحِمَهُ اللهُ، وَهُوَ يَرُدُّ مَا يُوْهَمُّهُ مَا ذُكِرَ مِنْ تِلْكَ الُحَوَاشِيِّ مِنْ ذَمِّ الْإِكْشَارِ وَالْإِفْرَاطِ مِنَ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا، وَلَيْسَ كَمَا زُعِمَ إِنْ اَرَادَ ذَلِكَ وَإِنَّمَا الذَّمُّ خَاصٌ بِمَنْ يَحْصِلُ لَهُ مَلَلٌ اَوْ عَدَمُ تَدَبُّرِ اوُ هَــــــ أَرِمَةٌ بِخَلِافِ مَـنُ لَّا يَحْصِلُ لَهُ شَيْءٌ مِّنُ ذَلِكَ وَلاَ هُوَ مَشْغُولٌ بِالْاَهَمِ فَيَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَسْتَفُرِ عَ وُسُعَهُ وَيَبْذِلُ جُهْدَهُ فِي الْإِكْثَارِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّـٰهُ اَفْضَلُ مِنْ سَائِرِ الْآذُكَارِ مَا عَدَا آلَّتِي لَهَا وَقُتَّ اَوْ حَالٌ

مَّخُ صُوصٌ . وَقَدْ كَانَ الشَّافَعِيُّ رَضِى اللهُ عَنْهُ مَعَ مَا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الْهُ عَنْهُ مَعَ مَا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الْهِ شَتِعَالِ بِتِلْكَ الْعُلُومِ الْبَاهِرَةِ وَالْمَعَالِي الظَّاهِرَةِ وَالْكَمَالاتِ الْمُتَكَاثِرَةِ يَخُدُمُ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّ لَيَلَةٍ خَتَمَةً . وَفِي الْمُتَكَاثِرَةِ يَخَدُمُ فِي عَيْرِ رَمَضَانَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيَلَةٍ خَتَمَةً . وَفِي الْمُمَانَ خَتَمَةً فِي النَّهَارِ) وَهَلَذَا مَعَ مَا كَانَ بِهِ مِنَ الْامْرَاضِ الْكَثِيرَةِ الْحَطَرَةِ حَتَّى كَانَ يَقُولُ رَضِى اللهُ عَنْهُ وَارْضَاهُ فِيمًا الْامْرَاضِ الْكَثِيرَةِ الْحَطَرَةِ حَتَّى كَانَ يَقُولُ رَضِى اللهُ عَنْهُ وَارْضَاهُ فِيمًا بَيْنَ صَدُرِى وَسُرَّتِي يَسُعَةُ اَمُرَاضٍ مُّ خَوِّفَةٍ كُلِّ مِنْهَا لَوُ إِنْفَرَدَ كَانَ بَيْنَ صَدُرِي فَهُ مَا كَانَ مِنْ اللهُ عَنْهُ وَالْمَانِ الْمُعَلِقَةُ وَالْمَانِ الْمُعَلِقِ اللهُ عَنْ كَلِمَاتٍ مَعْدَلِ فَهُمُ وَإِنْمَا يَتَكَلَّمُ بِحَسُبِ وَمَا كَانُوا عَلَيْهُ وَاقَمَا يَتَكَلَّمُ بِحَسُبِ وَمُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ الله

(فآوي الحديثية صفحة ١٨٣١٨)

نیزاس لئے جو کہ سلف رضوان الد علیم کے احوال سے معروف ہے کہ اکثر ان سے ہرسات راتوں میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور کثیر (سلف) ہر دن رات میں ایک ختم کرتے تھے اور ایک جماعت نے ہر دن ورات میں دوختم کیے اور کچھ حضرات نے ہر دن ورات میں تین ختم کیے اور ان سے بعض نے دن ورات میں آ ٹھ ختم بھی کے چار دن میں اور چار رات میں نووی نے اسے ذکر کے بعد کہا اور ان میں سے جس نے چار ختم ہر دن میں اور چار ہر رات کو کے سید جلیل ابن کا تب صوفی رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ زیادہ مقد ار ہے اس سے جو ہم تک دن ورات میں پڑھنے کے متعلق پہنچا اور روایت کیا سید جلیل احمد دور تی نے اپنی اسناد کے ساتھ منصور بن زاذان بن عباد سے جو کہ تا بعین رضی ملا عنہ کے درمیان ایک قرآن ختم کرتے تھے اور نیز مغرب و عشاء کے درمیان ایک قرآن ختم کرتے تھے اور نیز مغرب و عشاء کے درمیان ایک قرآن ختم کرتے تھے اور نیز مغرب اور عشاء کے درمیان ایک قرآن ختم کرتے تھے اور بہر حال وہ حضرات جنہوں نے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے حضرت مجاہد رمضان شریف میں مغرب اور عشاء کے درمیان ایک قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے اور بہر حال وہ حضرات جنہوں نے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے اور بہر حال وہ حضرات جنہوں نے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے اور بہر حال وہ حضرات جنہوں نے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے اور بہر حال وہ حضرات جنہوں نے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے اور بہر حال وہ حضرات جنہوں نے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے سے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کثرت کے حصرات کیا کہ کیا تھیں میں قرآن ختم کیا اپنی کشرت کے سے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کئرت کے سے ایک ایک رکھت میں قرآن ختم کیا اپنی کی گھر سے دو کھرات کیا ہوں کیا ہوں کیا ہوں کیا گون کی کیا ہوں کیا گھر کیا گھر سے کیا گھر سے میں فران کیا گھر کھر کیا گھر کیا گھر

مب حد شارسے وراء ہیں تو ان میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور تمیم داری اور سعید بن جبیر رضی الله عنهما ہیں اور مختاریہ ہے کہ بے شک پیاشخاص کے احوال کے اخلاف سے مختلف ہوتا ہے لیس کوئی ان ہے وہ جس کے لئے باریک معانی اور معارف لطائف ظاہر نہیں ہوتے مگر تھوڑے تو اس نے اس پر اقتصار کیا اور ایسے ہی جومشغول ہوا اس کے ساتھ جو کثر ت ختم سے افضل ہے جبیبا کہنشر واشاعت علم تو جو جو اس طرح سے (مشغول) نه ہوتو وہ کثرت کرے بقدر جوحد ملال تک نہ جائے اور متقد مین سے ایک جماعت نے ہررات ودن میں ختم مکروہ جانااں صحیح حدیث کے سبب کہوہ قر آن کونہ سمجھا جس نے تین دن ہے کم میں پڑھا۔ بیعلامہ نووی رحمۃ الله علیہ کے کلام کا حاصل ہے اور وہ رد کرتا ہے جو وہم ہوتا ہے جس کا ذکران حواثی سے کیا گیازیادتی اور افراط قر اُت کے مطلقاً ذم میں حالانکہ اس کی مرادینہیں جس کا زعم کیا گیا (کثرت ختم کے ذم کا) اورسوا اس کے نہیں کہ ذم خاص ہے اس کے ساتھ جو ملال یا عدم تذبرے پڑھے بخلاف اس کے جسے اس سے کوئی چیز لاحق نہ ہواور نہ وہ اس سے افضل کام میں مشغول ہو ہی اسے مناسب ہے کہ این کوشش وقوت بوری لگائے کثرت قر اُت قر آن میں کیونکہ بیتمام اذ کارے افضل ہے ماسوااس کے جس کا کوئی وقت یا حال مخصوص ہواور تحقیق تھے امام شافعی رضی الله عنه باوجودعلوم باہرہ کے ساتھ اشتغال کے اور مراتب ظاہرہ اور کمالات متکا ثرہ پر فائز ہونے کے رمضان کے علاوہ ہرشب وروز میں ایک قر آن فتم کرتے اور رمضان میں ایک دن اور ایک رات میں ختم کرتے اور یہ پرخطر کثر ت امراض کے باوجود تھا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے سینداور ناف کے درمیان پرنو (۹) امراض الیی خطرناک ہیں کہ ان سے ایک ہی ہوتو ہلاکت کو کافی ہے اور سلف (صالحین) کی سیرت برغور کرواور جس معمول پر تھے اور ان باتوں پر توجہ نہ کرو جوایسے سے صادر ہوئیں جس کوان کے واقعات کاعلم نہیں اوران کے معارف کونہ چکھاوہ تو نری اپنی کم مجھی اورغلطنہی کی بناپر ہاتیں بنا تاہے محض ظن ہے۔

- (٣) شَخُ الاسلام ابوزكريا يَحَىٰ بن شرف نووى دمشقى شافعى لَكِصة بَيْن : وَرَوْى اِبْسنُ اَبِسىُ دَاوُدَ بِالسنَ ابُورَى اِبْسنُ اللهُ كَانَ يَخْتُمُ الْقُوْآنَ فِى دَاوُدَ بِالسنَادِهِ الصَّحِيْحِ اَنَّ مُجَاهِدًا رَحِمَهُ اللهُ كَانَ يَخْتُمُ الْقُوْآنَ فِى رَمَ صَسَانَ فِي مَتَمُوا الْقُرُآنَ فِي رَمَ صَسَانَ فِي مَتَمُوا الْقُرُآنَ فِي رَمَ صَسَانَ فِي مَتَمُوا الْقُرُآنَ فِي رَمَ صَسَانَ فِي مَنْ مَنْ اللهُ مُعْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ حَتَمُوا الْقُرُآنَ فِي رَمَعَ فَي اللهُ اللهُ اللهُ وَمَن اللهُ اللهُ اللهُ وَمَن اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ وَاللهُ مُن اللهُ اللهُ

ابن ابوداؤ دنے اپنی صحیح اسناد سے روایت کیا کہ حضرت مجاہد (تابعی) رحمة الله علیه رمضان مبارک میں مغرب اوعشاء کے درمیان قر آن ختم فرماتے تھے او وہ حضرات جنہوں نے ایک رکعت میں قر آن ختم کیاان کی کثرت کے سبب شار نہیں ہوسکتے ہیں ان میں عثمان بن عفان اور تمیم الداری اوسعید بن جبیر رضی الله عنہم ہیں۔

اب جاالحق سے تیر ہواں باب

بوقت جماعت سنت فجر يرط هنا

شروع ہوتا ہے مفتی احمد یارخال نعیمی رحمۃ اللّٰدعلیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ نقہی مسئلہ ہیہ ہے کہ

اگر کوئی شخص فجر کے وقت مسجد میں آئے جبکہ جماعت ہور ہی ہواور ابھی اس نے

من فجرنہ پڑھی ہوں تو اسے چاہئے کہ جماعت سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوکر سنت فجر پڑھ لے بشر طیکہ جماعت مل جانے کی قوی امید ہوا گرالتحیات بھی مل جائے تب بھی سنت فجر پڑھ لے مگر وہا بی غیر مقلد اس کے سخت خلاف ہیں اور اسی مسئلہ کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر سنت فجر چھوڑ دے اور جماعت میں شرکت کرئے ہم نہایت دیا نتداری سے اس باب کی دو فصلیں کرتے ہیں کہ ایسے فصل میں غیر مقلد وہا ہیوں کے کرتے ہیں کہ ایسے موقعہ کے دلائل دوسری فصل میں غیر مقلد وہا ہیوں کے سوالات مع جوابات رب تعالی قبول فرمائے۔

بوت جماعت سنت فجر برسط پراحناف کے دلاکل:

(۱) طَحاوى شريف نے حضرت عبدالله ابن الى موى اشعرى سے روايت كى:

"عَنْ اَبِيْهِ حِيْنَ دَعَاهُمْ سَعِيْدُ ابْنُ الْعَاصِ دَعَا اَبَا مُوسلى

وَحُدَدُيْ فَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّى الْعَدَةَ ثُمَّ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِهِ وَقَدُ اُقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَجَلَسَ عَبْدُ اللهِ إلى اسْطُوانَةِ مِنَ مِنْ عِنْدِهِ وَقَدُ الْقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَجَلَسَ عَبْدُ اللهِ إلى اسْطُوانَةِ مِنَ

الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلوةِ".

''وہ اپنے والد حضرت ابوموی اشعری ہے روایت کرتے ہیں۔ جب آئمیس سعید ابن عاص نے بلایا اس نے حضرت ابوموی حضرت حذیفہ اور عبد الله ابن مسعود کو بلایا نماز فجر پڑھنے سے پہلے یہ حضرات سعید ابن عاص کے پاس سے والیس ہوئے حالانکہ فجر کی تکبیر ہو چکی تھی حضرت ابن مسعود مسجد کے باس بیٹھ گئے پھر وہاں دور کعتیں پڑیں پھر نماز میں شامل ہوئے''۔

دیکھوعبداللہ ابن مسعود نے جونقیہ صحابی ہیں حضرت ابوموی اشعری اور حضرت حذیفہ کی موجودگی میں جماعت نجر ہوتے ہوئے سنت فجر پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے اور اس پرنہ تو ان دونوں صحابیوں نے پچھاعتراض کیانہ کسی اور نے معلوم ہوا تمام صحابه کاعام طریقه یمی تھا کہ بوقت جماعت فجر سنت فجر پڑھتے پھر جماعت میں شامل ہوتے تھے۔ اور صحابہ کرام بغیر حضور کے حکم کے ایبانہ کر سکتے تھے۔ غرضیکہ یہ فعل سنت صحابہ ہے۔ اس پر غیر مقلد کے اعتراض اس کی سند میں ابوا سحاق عمرو بن عبد اللہ الیسبعی ہے۔ (طحادی جائم میں اور ان کا آخری عمر میں حافظ خراب ہوگیا تھا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ '' ثقه عابد اختلط باخرہ''۔ ثقه اور عابد ہے کین حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ '' ثقه عابد اختلط باخرہ''۔ ثقہ اور عابد ہے کین آخری عمر میں اس کا حافظ خراب ہوگیا تھا۔ (تقریب ص ۱۹۵)

 موجود ہے تو جواباعرض ہے کہ اس کی سندمیں خالد بن عبد الرحمٰن ہے۔

(طحاوی: جام ۱۵۷)

جو کہ متروک الحدیث ہے چنا نچہ حافظ ابن جحرفر ماتے ہیں کہ: خالد بن عبد الرحمٰن خالد بن سلمہ مخذوی المکی متروک (تقریب ۱۹۵) لیعنی خالد مخذوی متروک ہے۔ علاوہ ازیں امام بخاری۔ امام ابوحاتم اسے ذاھب الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام صالح اسے منکر الحدیث بتاتے ہیں امام دارقطنی نے اس کی تضعیف کی ہے۔ (تہذیب ۲۳،۵،۳۰۱) حقیقت یہ ہے کہ ذھیر بن معاویہ کی بجائے سفیان کہنے میں خالد نے غلطی کی ہے کیونکہ محدثین نے صراحت کی ہے کہ بیسند میں گڈمڈ کرتا ہے۔ چنا نچہ امام عقبلی نے مثال دینے کے بعد کلاھا ہے کہ: ''ول مد غیر حدیث منکو عن الشقات ''۔ (الفعفاء الکبیر: ۲۳،۵۸۸) کے بعد کامہ ذھی اس کی ثقات سے منکر روایات موجود ہیں کہی بات علامہ ذھی فرماتے ہیں۔ (بیزان: جا،م ۲۳۳) خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ روایت ہر کیا ظرے مردود ہے۔ فرماتے ہیں۔ (بیزان: جا،م ۲۳۳) خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ روایت ہر کیا ظرے مردود ہے۔ (بیزان: جا،م ۲۳۳) خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ روایت ہر کیا ظرے مردود ہے۔

خراب ہونے کے بعد ہے تو پھر زیر بحث حدیث میں ضعف کیسے باتی رہا جب کہ خود غیر مقلدصا حب نے امام سفیان توری رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ '' آئم منقاد اور تمام محدثین عظام کے نزدیک امام سفیان توری امام شعبہ سے زیادہ حافظ اور ضبط والے ہیں''۔ (نام نہاددین الحق ص ۱۹۳) مگر افسوس ہے کہ یہاں خلاف مذہب جان کروہا بی حضرت سفیان توری کی روایت بھی نہیں مانتے۔

ثالثاً: غیر مقلد کا اعتراض که حضرت سفیان توری کی روایت میں خالد بن عبد الرحمٰن مخزوی ہے جسے حافظ ابن حجرنے متروک الحدیث لکھا ہے تو فقیر جواباً کہتا ہے کہ ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی کا متباع سفیان توری ہے جس کی ثقابت کا آپ کو بھی اقرار ہے اگر بقول تمہارے بعد میں خالد بن عبد الرحمٰن کے سند میں آنے سے ضعف آیا ہے تو بعد کا ضعف پہلے کو مفز نہیں ہوتا لہذا ہے اعتراض لغواور غیر مسموع ہے۔ جاء الحق سے حدیث نمبر کا اس طحاوی نے حضرت ابو مجلز سے روایت کی:

"قَالَ دَحَلُتُ الْمَسْجِدَ فِى صَلُوةِ الْغَدَاةِ مَعَ إِبْنِ عُمَرَ وَإِبْنِ عَبَّاسٍ وَالْإِمَامُ يُصَلِّى فَامَّا إِبْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِى الصَّفِّ وَامَّا اِبْنُ عَبَّاسٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامُ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ إِبْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ". بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے میں ابن عباس کا ممل:

وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور عبد اللہ ابن عباس کے ساتھ مسجد میں گیا۔ حالانکہ امام نماز پڑھ رہا تھا حضرت ابن عمر توصف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت ابن عباس نے اولاً دوسنتیں پڑھیں پھرامام کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت ابن عمر وہاں ہی بیٹھے رہے۔ جب سورج نکل آیا تو دور کعت نفل پڑھیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے جو بڑے فقیہ صحابی اور حضور کے اہل بیت اطہار میں سے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وتمام صحابہ کی موجود گی میں جماعت فجر کے وقت دوسنتی پڑھ کر جماعت میں شرکت فرمائی اور کسی نے آپ پراعتراض نہ کیا۔ غیر مقلداس پراعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس کی سند میں حسین بن واقد ہے جو کہ منعلم فیہ ہے چنا نچہ فافظ ابن حجر فرماتے ہیں: (لہ اوهام) (تقریب عمہ ۵) امام احمہ نے اس کی بعض روایات سے انکار کیا ہے۔ (بیزان جمامی ہانیا روایت فدکور کا واضح مفادیہ ہے کہ صبح کی سنت کی تضا کی جاسکتی ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہر حال سورج طلوع ہونے کے بعد قضاء ہی ادا کی ہیں حالانکہ مفتی صاحب ان کی قضا کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ (جاء الباطل) صبح جاء الحق ہے جہم ۱۳۳۳) یہ تو صریحاً اصول سے انحراف ہے کہ ایک ہی روایت کے ایک حصہ کوتو تسلیم کیا جائے مگر دوسر کے واس لئے رد کر دیا جائے کہ وہ اپنی نفسی خواہش کے خلاف ہے بہتو وہی شرمناک نعل ہے جس کی قرآن جیم نے پرزور فرمت کی ہے ارشاد ہوتا ہے:

"اَفَتُوهُ مِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتْبِ وَ تَكُفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَعْضِ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَعْفَ فُكُ دُلِكَ مِنْكُمُ إِلَّا حِزْيٌ فِي الْحَيْوةِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اللّي اللّهِ مَهْرهُم (٨٥)

کیا تم آدهی کتاب کو مانتے ہواور کچھ حصہ سے انکار کرتے ہو پس جو کوئی تم میں سے بیدوطرہ اختیار کرے اس کو دنیا میں خواری اور ذلت کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگااور قیامت کے روز سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔

(ثنائی)

ثالثاً: حضرت ابن عباس رضی الله عنهما سے سیح سند کے ساتھ مروی ہے آپ صلی الله علیہ وسلم جماعت کے ہوتے ہوئے نفل پڑھنے سے منع فر مایا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی ملکیہ راوی ہیں کہ

"اُقِيْمَتِ الصَّلُوةُ وَلَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ يَعْنِى صَلُوةَ الصَّبْحِ وَرَكْعَتَى الْفَجُرِقَالَ إِبْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ لِأُصَلَّيْهَا

فَجَذَبَنِيْ وَقَالَ اَتُرِيدُ اَنْ تُصَلِّى الصَّبْحَ اَرْبَعًا قِيلَ اَنْبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ اِبْنَ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ "(الحلی بالآثار ج۲، ۱۵۰) نمازی تکبیر کهی جا چی قی اور میں نے شخ کی دور تعتیں ابھی نہیں پڑھی تھیں اور میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا کہ کیا میں انہیں پرھ نہ لوں تو الب نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کیا تو صبح کی چار کعتیں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے (راوی حدیث امام) ابوعامر سے کہا گیا کہ آیا نبی سلی اللہ علیہ وسلم رختا ہے (راوی حدیث امام) ابوعامر سے کہا گیا کہ آیا نبی سلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابنی عباس کوائی طرح ڈانٹا تھا تو ااپ نے فرمایا کہ ہاں۔

(نام نهاددين الحق ص ١٨٥٥٨٨)

وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت:

الجواب اولاً: وہائی صاحب نے خیانت کرتے ہوء شرم و حیاء اور خوف خدا کو بالائے طاق رکھ دیا کہ حسین بن واقد کے متعلق تقریب اور میزان سے اپنے مطلب کی عبارت کوفقل کرلیا مگر وہ عبارت جس میں حسین بن واقد کی ثقابت وشان وعظمت کا بیان ہے اسے خلاف فد بہب جان کر چھوڑ دیا چنانچ تقریب میں جہاں سے لہ وھام (اس کے لیے وہم بیں) لکھا اس کے ساتھ ہی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'الحسین بن واقد المروزی ابوعبد اللہ قاضی ثقہ ہے'۔ ایسے ہی میزان میں علامہ ذھی فرماتے ہیں۔ وثقہ ابن معین وغیرہ یعنی امام ابن معین وغرہ نے حسین بن واقد کو ثقة قرار دیا ہے ایسناً۔ (تہذیب التہذیب: ۲۶سے ۲۳س سے ساتھ دیا ہے ایسناً۔ (تہذیب التہذیب تا ہے سے ۲۰سے ساتھ دیا ہے ایسنا۔ (تہذیب التہذیب تا ہے ساتھ دیا ہے ایسنا۔ (تہذیب التہذیب تا ہے ساتھ کے ساتھ دیا ہے ایسناً۔ (تہذیب التہذیب تا ہے ساتھ کے ساتھ دیا ہے ایسناً۔ (تہذیب التہذیب التہد التہد التہاں التہاں التہد التہاں التہا التہا التہاں التہد التہا التہا

"وقال ابن ابى خيشمة عن ابن معين ثقة وقال ابوزرعة والنسائى ليس به باس وقال ابن حبان كان على قضاء مرو وكان من خيار الناس و ربما اخطاء فى الروايات قلت و جزم ابن حبان فى الثقات"

ابن ابی خیشہ نے امام ابن معین سے قل کیا کہ حسین بن واقد ثقہ تھے اور ابوزر عداور نمائی نے فرمایا کہ ان میں کوئی خامی نہیں اور ابن حبان نے فرمایا کہ وہ قصائت پر فائز رہے اور لوگوں میں افضل تھے اور بعض روا تیوں میں خطا کرجاتے (ابن حجر) کہتے ہیں کہتا ہوں ابن حبان نے انہیں وثوق کے ساتھ ثقات میں لکھا ہے یعنی جب ابن حبان کا حسین بن واقد کو ثقات میں لکھنا ثات ہے تو پھر یہ بات ابن حبان کی طرف منسوب کرنا عجیب ہے کہ وہ بعض اوقات خطا کرجاتے تھے۔

ٹانیا: غیر مقلد کا بیالزام کہ مفتی صاحب سرے سے سنت فجر کی قضا کے منکر ہیں۔
جوابا کہتا ہوں کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصول کے مطابق بات کی ہے کیونکہ قضاء
فرض و واجب کی ہے سنتوں کی نہیں لیکن سنت فجر کی احادیث مبار کہ میں بہت تا کید آئی
ہے لہذا بعض مسائل میں ان کا حکم واجب جسیا ہے مثلا بلا عذر واجب کی طرح ہے بھی بیٹھ
کرنہیں پڑھی جا سکتیں اور نہ سوار کی پران کی قضا کے متعلق فقہاء فر ماتے ہیں کہ اگر فجر کے
فرضوں کے ساتھ قضا ہوں تو نصف النہار کے زوال سے پہلے تک ان کی قضاء سنت ہے
بعد میں نہیں نیز سنتیں تنہاء رہیں ہوں تو بعد میں بعد از طلوع آفیاب زوال کا وقت ختم
ہونے پران کا پڑھنام سحب ہے واجب ولا زمنہیں۔

سنت فجرير صنع مين ماراموقف:

چنانچہ بہار شریعت میں ہے: فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ کی تو سنتیں بھی پڑھ ہوں تو سنتیں بھی پڑھ ہوں ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ کی سنتیں بھی پڑھ ہوں ہوں ہوئی اور فرض پڑھ کے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلوع آفناب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ (بہار شریعت: جلد ۴، ص۱۳) امام اہل سنت مجدد دین وملت بعد پڑھ لے امام احمد رضا خال فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صف سے دور سنتیں پڑھ نے کو جگہ ہے تو پڑھ کے ملے ور نہ جبار بھے پھر بعد بلندی آفناب پڑھے اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے (فادی رضویہ شریف جلد بہار بھے)

رم ص۳۷۰)ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرالزام کہ وہ سنت فجر کے منکر ہیں بے بنیا داور موقف احناف سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

الله على الله الله على الله ع

'عَنْ مُحَمَّدِ بَنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِعَبْدِ اللهِ بُنِ مَالِكِ بُنِ بُحَيْنَةَ ولهبول مُنْتَصِبٌ ثَمَّهُ بَيْنَ يَسَدَّى نَدَاءِ الصَّبْحِ فَقَالَ لَا تَجْعَلُوا هلِذِهِ الصَّلُوةَ كَصَلُوةِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَبَعْدَهَا وَاجْعَلُوا بَيْنَهُمَا فَصُلاً ' (طحاوى: ١٥١ص١٥٢)

محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مالک بحسینہ پرگزرے اور وہ وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تھے تکبیر فجر کے وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فر مایا کہ اس سنت فجر کوظہر کی پہلی اور پچھلی سنتوں کی طرح نہ بناؤ سنت فجر اور فرض فجر میں فاصلہ کرو۔ اس حدیث نے صورت ممنوعہ کو واضح کر دیا کہ یہ منع اس وقت ہے جب کہ جہاں جماعت ہورہی ہو وہیں سنت فجر پڑھنے کھڑا ہو جائے اور اسے ہم احناف بھی جائز نہیں کہتے پھر ہم پر پچھ تھ گئے تھ مانے اور پچھ سے انکار کا الزام کیسے درست ہوگا جبکہ نام نہا والمحدیث اس جگہ تو بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے سے اس کے لئے منع کرتے ہیں کہ اس میں امام کی مخالفت ہے اس کی قر اُت نہیں سنتا اپنی قر اُت کر نا ہے جبکہ دوسرے مقام پر اس کا خلاف کرتے ہوئے خلف الا مام مقتدی کو فاتحہ کا تھم

رتے ہیں۔ الہذابية بت وان وہابيك كروت يرصادق آئى:

"اَفَتُ وَّ مِنْ وَنَ بِمَعْضِ الْكِتْبِ وَ تَكُفُرُونَ بِبَعْضِ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَعْفُ وَلَا مِنْكُمُ الْكَيْفُ وَلَا الْكَيْفُوةِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ إلى لَكَيْفُ الْحَيْفِةِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ إلى الشّي اللهِ مِنْمُ (٨٥)

"تو کیا خدا کے کچھ حکموں پرایمان لاتے ہواور کچھ سے انکارکرتے ہوتو جو تم سے الیا کرے اس کا کیا بدلہ ہے گریہ کہ دنیا میں رسوا ہواور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے"۔

(كنز الايمان للا مام احدم رضاخال فاضل بريلوي رضي الله عنه)

جوروایت و ہابیوں کی دلیل بنتی ہو وہی شخے ہو جاتی ہے یہی بات ہے کہ وہابی صاحب حفرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر بلاکسی محدث کا قول پیش کیے اپنے پاس سے صحت کا تھم صا در فر مارہے ہیں حالا نکہ متن روایت ہی اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے یہی بات ہے کہ وہابی صاحب کو اس کا بیز جمہ گھڑ نا پڑا (اور میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ کیا میں انہیں پڑھ نہ لوں) حالا نکہ بیز جمہ متن روایت پر زیادتی ہے مگر وہابی صاحب کو مذکور ترجمہ گھڑتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ساملا حظہ ہو۔ اسی طحاوی نے حضرت ابوعثمان انصاری سے روایت کی۔

حفرت ابن عباس نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھیں:

"فَالَ جَآءَ عَبُدُاللهِ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَ الْإِمَامُ فِى صَلُوةِ الْغَدَاةِ فَلَمْ يَكُنُ صَلَّى الرَّكْ عَتَيْنِ فَصَلَّى اِبْنُ عَبَّاسٍ اَلرَّكْ عَتَيْنِ خَلْفَ الْإِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ".

''کرحفرت عبداللہ بن عباس معجد میں اس حال میں آئے کہ امام نماز فجر میں تھے اور حضرت ابن عباس نے ابھی سنت فجر نہ پڑھی تھیں۔ آپ نے امام کے پیچھے (دور) دو رکعتیں پڑھیں پھر ان سب کے ساتھ شامل

اس پر غیر مقلد کے اعتراض اس کی سند منقطع ہے کیونکہ ابوعثان انصاری کی حضرت عبدالله بن عباس رضی الله عنهما ہے ملا قات اور ساع ثابت نہیں ہے حافظ ابن حجر نے انہیں چوتھے طبقہ کے رایوں میں شار کیا ہے۔ (تقریب: ص٣٠٥) اور اس طبقہ کے راویوں کے متعلق انہوں نے صراحت کی ہے کہ جنہوں نے کبائر تابعین مثلاً امام زھری وقماره وغيره كوريكها مواوركسي صحافي سے ساع ثابت نه مو۔ (مقدمة قريب العهذيب ص٣)

ثانیاً: اس کی سند میں ابوعمر الضریر ہے۔ (طحاوی جام ۲۵۸) جو کہ متکلم فیہ ہے اور کم از کم منفر د کی صورت میں جت نہیں ہے۔

ثالثٌ ان عیوب کے علاوہ روایت مذکورہ مفتی صاحب کےموافق نہیں بلکہ مخالف م كونكه روايت كالفاظ بين " فَصَلَّى إبْنُ عَبَّاسِ اَلرَّكْعَيِّنِ خَلْفَ الْإِمَامِ". لعنی ابن عباس نے دور کعتیں امام کے پیچھے پڑھیں عیاں ہے کہ خلاف (صحیح خلف ہے) الامام سے مرادیہی ہے کہ جماعت کے متصل نمازیوں کی صف میں دور کعت نماز ادا کی نہ په که مجد کی کسی ایسی جگه پر جهان امام کی قر اُت کی آواز نه جاتی تھی کیونکہ اگراہیا ہوتا تو فی ناحية المسجد في جانب المسجد جيسے الفاظ ہوتے ليكن آپ ديكھ رہے ہيں كہ ايسا ہر گزنہيں ہے۔خلاصہ کلام بیر کہ روایت مذکورہ سند کے لحاظ سے کمزور ہونے کے علاوہ متن کے اعتبار ہے بھی مفتی صاحب کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے خودلکھا ہے کہ ''جماعت کے متصل پڑھنامنع ہے''جبکہ مذکورہ روایت میں متصل پڑھنے کا ذکر ہے۔ غيرمقلد كابلا تحقيق اعتراض:

الجواب اولاً: غير مقلد كا ابوعثان انصاري كي حضرت ابن عباس رضي الله عنها 🖚 ملاقات سے انکار بلاتحقیق ہے کیونکہ تہذیب الکمال فی اساء الرجال میں ہے: ''دای ابن عباس وابن عمر "رج۲۱، ص۳۷۴) لین حضرت ابوعثان انصاری نے حضرت ابن عباس اورحضرت ابن عمر رضی الله عنهما کی زیارت کی ہے۔ نیز ابوعثان انصاری بلند پایا

القديمي ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

'فَالَ الآجرى سَالُتُ اَبَا دَاؤُدَ عَنُ اَبِي عُثْمَانَ فَقَالَ قَاضِيٌ مرو ثقة إسْمُهُ عَمْرُو بُنُ سَالِمٍ قُلْتُ إسْمُهُ عُمَرُ بُنُ سَالِمٍ قَالَ عَمْرُو ذَكَرَهُ اِبْنُ حِبَّانٍ فِي الشِّقَاتِ ''-(تهذيب التهذيب: ١٢٥، ١٢٠) ان كي بارك اس طرح كي عبارت (تهذيب الكمال) مِن بحى ہے۔ ان كے بارك اس طرح كي عبارت (تهذيب الكمال) مِن بحى ہے۔

(アンパーカーンコー)

ٹانیاً: حافظ ابن حجرعسقلانی رحمۃ الله علیہ نے وضاحت کی ہے کہ ابو عمر الضریر کنیت والے ستر سے زائد اشخاص ہیں۔ (تقریب البندیب ص۸۷) للہذا غیر مقلد کو بادلیل ثابت کرنا چاہئے تھا کہ متکلم فیہ ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی سند میں ہیں بلا دلیل ان کی بات غیر مسموع ہے۔

ٹالٹُ اس کا متابع جاءالحق کے اس باب کی حدیث نمبر اطحاوی کے حوالے سے حطرت ابو کجلز سے گزری جس میں بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنا حضرت ابن عباس رضی الله عنها سے ثابت ہے جوزیر بحث روایت کوقوت دیتی ہے۔

رابعاً: خلف الامام سے غیر مقلد کا جماعت سے متصل مراد لیناان کے گھرکی لغات میں ہوگا ورند حقیقت یہ ہے کہ خلف ان اساء ستہ میں سے ہے جوغیر نہا یہ جھات کے لئے آتے ہیں البتہ قرب یا اتصال کا کوئی قرینہ پایا جائے تو اسوقت اس معنی پرمحمول ہو سکتے ہیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ جملت الثیا ب فوق راسی میں نے کپڑوں کو اپنے سر پراٹھایا تو یہ اتصال کا قرینہ ہے کیونکہ وزن فضا پرنہیں رکھا جا تا سر پر ہی رکھا جا تا ہے تو اس جگہ خلف بمعنی جماعت سے دور پڑھنے پرقرینہ بھی موجود ہے جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جماعت سے دور سنت فجر ادا کرنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جلیل القدر صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات بعید القیاس ہے کہ وہ ایسی جگہ کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھیں جہاں امام کی قرائت کی آواز کا نوں تک آئے اور اس طرح قرآن و صدیث کا پڑھیں جہاں امام کی قرائت کی آواز کا نوں تک آئے اور اس طرح قرآن و صدیث کا

خلاف کریں جس میں خاموش رہے کہ قر اُت سنن کا حکم ہے۔(جاءالحق سے حدیث نمبر ۴) طحاوی شریف نے حضرت محمد بن کعب سے روایت کی :

"قَالَ خَرَجَ إِبْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهِ فَاُقِيْمَتْ صَلُوةُ الصَّبِحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَدُخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ ثَرْجَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصَّبْحَ مَعَ النَّاسِ".

"فرماتے ہیں کہ حفرت ابن عمراپ گھرے نظے ادھر نماز صبح کی تکبیر ہوئی تو آپ نے مسجد میں آنے سے پہلے ہی دوسنتیں پڑھیں حالانکہ آپ راستہ میں تھے پھر مسجد میں آئے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس پرغیر مقلد کے اعتراض: اس کی سند میں عبد اللہ بن صالح کا تب اللیث ہے۔ (طحادی:ج۱،ص ۲۵۸)

اوربية تكلم فيه بحافظ ابن حجر فرمات بي كه

"صدوق كثير الغلط ثبت في كتابه وكانت فيه غفلة"

(تقريب التهذيب ١٣١)

یعن سچا تو ہے لیکن بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے اپنی کتات میں تو ثابت ہے البتہ اس میں بھی غفلت ہے۔ امام صالح بن محم کا کہنا ہے کہ حدیث میں جھوٹ بولتا ہے امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کوترک کر دیا امام احمد بن صالح کا ارشاد ہے تھم بالکذب ہے امام نسائی کا کہنا ہے تقة نہیں امام احمد کہتے ہیں لیس بشکی ہی محض ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ:

"منكر الحديث جداً يروى عن اثبات ما ليس من حديث الشقات كان صدوقا في نفس واما وقعت المناكير حديثه من قبل جارله كان يضع الحديث عل شيخ عبد الله بن صالح و يكتب بخط يشبه خط عبد الله و يرميه في داره بينه كتبه

فتيوهم عبد الله انه خطه فيحدث به".

(تهذيب: ج٥،٥ ١٥٠ تا ٢٠٠٠ ميزان: ٢٥،٥ ١٥٠)

بہت زیادہ منکر الحدیث ہے ثقات سے وہ روایات کرتا ہے جوان کی احادیث میں نہیں ہوتی فی نفسہ (اپنی ذات میں) تو صدوق (سچا) ہے اور اس کی روایات میں منا کیراس لئے واقعہ ہوگئی ہیں کہ اس کا ہمسایدان کے استاذ کے نام سے احادیث وضع کرتا اور پھران کوعبداللہ کی تحریر جیسا لکھتا اور ان کے گھر کی لائبر رہی میں ڈال دیتا اور عبداللہ کو وہم ہوجاتا کہ اس نے یہ خود ہی لکھا ہے اس لئے وہ انہیں بیان کر دیتا۔ علامہ ماردینی حفی نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ (الجوهرائتی جا ہے ہے)

ٹانیاً: روایت مذکورہ سے مفتی صاحب کا موقف بھی ٹابت نہیں ہوتا کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہا نے مسجد سے باہر راستہ میں سنتیں پڑھیں جبکہ مفتی صاحب مسجد میں پڑھنے کے قائل ہیں۔ (نام نہاددین الحق ۴۸۷)

غيرمقلد كي ميرا پھيري:

الجواب اولاً: غير مقلد صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اس جگہ بھی عظیم بددیا نتی کی ہے کہ میزان اور تہذیب النہذیب سے وہ اقوال کھے ہیں۔ جس سے امام عبداللہ بن صالح کا تب اللیث مصری پر جرح ثابت ہولیکن انہیں کتابوں میں ان کے متعلق آئمہ محدثین کرام سے وہ اقوال بھی موجود ہیں جن سے امام عبداللہ بن صالح کا تب اللیث کی عدالت و ثقابت ثابت ہے ملاحظہ ہوں حافظ ابن جرعسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کلصتے ہیں۔ عبداللہ بن صالح بن محمد بن مسلم الجھنی مولاهم ابوصالح مصری کا تب اللیث کان یذکر اند رای عمر بن الحارت روی عن معاویة بن صالح الحضر می وموسی بن علی الحارت روی عن معاویة بن صالح الحضر می وموسی بن علی بن رباح وحرملة بن عمر ان النجیبی وسعید ابن عبدالعزیز بن رباح وحرملة بن عمر ان النجیبی وسعید ابن عبدالعزیز

التنوخي والليث بن سعد والمفضل بن فضالة و أبن لهيعة وابي وهب وبشربن السرى ويحيي ابن ايوب وابي شريح وعبدالعزيز بن عبد الله ابن ابي سلمة المأجشون وجماعة واستشهد به البخاري في الصحيح وقيل انه روى عنه فيه وروى عنه في جزء القراء 8 خلف الامام وغير وروى له ابوداؤد والترمذى وابن ماجة بواسطة الحسن بن على خلال وعبدالله الدارمي ومحمد بن يحي الذهلي وعلى بن داؤد القنطرى والمكتوم بن العباس المروزي محمد بن ابي الحسن السبناني وابو حاتم الرازى وابو الازهر النيسابوري وابو عبيه القاسم بن سلام ويحي بن معين وابو مسعود الرازي واحمد بن الحسن الترمذي واحمد بن منصور الرمادي وحبيد بن انجویه وخشیش ابن اصرم والربیح بن سلیبان ورجاء ابن مرجى وحيم ومحمد بن اسماعيل الترمذي و محمد بن اسحاق الصغاني و محمد بن مسلم ابن وارة ويعقوب بن سفيان واسماعيل بن عبدالله سمويه ابوزرعةالدمشقى ويحي ابن عثبان بن صالح السهبي وهارون بن الكامل المصرى ابوبكر بن ابي عتاب الاعين وعلى بن عبد الرحين المخزومي علان وابو الحسن محمد بن عثمان بن سعيد بن ابي اسودا البصرى وهو آخرمن حدث عنه وغيرهم وحدث عنه شيخاه الليث و ابن وهب قال ابوحاتم الرازي سبعت ابالاسود النضر بن عبدالجبار وسعيد بن عفير يثنيان على كاتب الليث يقول ابوصالح ثقة مامون قدسمع جدى حديثه وكان يحض على التحديث وكان يحدث بحضرة ابي"

(تهذیبالتهذیبجه، ۱۲۲۲۲۲۳)

لين معاويد بن صالح الحضر مي سےعبدالعزيز بن عبدالله بن الى سلمة الماجنون لكاشيوخ سامام عبدالله بن صالح كاتب الليث رحمة الله عليه نے احادیث بیان کیں اور امام بخاری سے ابوالحس محد بن عثان ۱۳۸ محدثین نے ان سے احادیث بیان کیں اور دوحضرات لیث اور ابن وهبآپ کے شخ بھی ہیں پھر انہوں نے بھی ان سے روایات بیان کیں ہیں اور ابوحاتم رازی نے کہا کہ میں نے ابوالاسود العضر بن عبدالجبار اورسعید بن عفیر کو عبداللدين صالح كى خوبيال بيان كرتے سانيز امام ابوعاتم رازى نے كہا كرمين في عبدالملك بن شعيب بن ليث كو كهت سنا كه عبدالله بن صالح تقد مامون ہیں اس نے میرے داداسے احادیث ساعت کیں اور وہ انہیں حدیث بیان کرنے پر رغبت دیتے تھے اور وہ میرے باپ کی موجودگی میں مدیث بیان کرتے تھے۔اس میں یہ بات امام عبداللہ بن صالح کاتب الليث كو ثقة ابت كرتى بے كدامام بخارى اور محدثين كرام كى ايك برى <mark>جماعت نے ان سے احادیث بیان کی ہیں جبکہ امام بخاری کے متعلق خود</mark> غیرمقلدصاحب لکھ چکا ہے کہ (اجماع امت ہے کہ بخاری کی تمام روایات مستحج بیں) نام نہاددین الحق ص۵۲۵_

لہذااس جگداپ بی اس اقرار کا پاس رکھ لے اور زیر بحث روایت کو بیجی سلیم کرلے اور ضد چھوڑ دے گران جیسے تعصب کے مریضوں سے ایسی اُمیرعبث ہے میزان الاعتدال سے امام عبدالله صالح کا تب اللیث کی تقاہت وعدالت پراقوال دیکھیں۔عبدالملک بن شعیب بن لیث فرماتے ہیں ثقہ مامون ہے امام ابوحاتم فرماتے ہیں میرے علم میں سیچ امین ہیں میں شعیب کا میں سیچ امین ہیں میں اسے امام ابوحاتم فرماتے ہیں میرے علم میں سیچ امین ہیں

امام ابوزرعہ نے فرمایا میرے پاس ان کے کذب پر کوئی دلیل نہیں اوروہ حسن الحدیث ہیں۔ (جمعں ۴۲۵ سوم)

كتاب الجرح والتعديل ج٢ص٨٦) پرالا مام الحافظ شُخ الاسلم ابومُرعبدالرحن بن ابي حاتم محمد بن ادريس بن المنذ راتميحي الحفظليا لرازي التو في ٣٢٧ هه لكھتے ہيں :

"ناعبدالرحمن قَالَ سَمِعْتُ اَبِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبُدَالْمَلُكِ بُنَ شُعَيْبِ اللَّيْتِ يَقُولُ: اَبُو صَالِحٍ كَاتِب اللَّيْتِ ثِقَةٌ مَّامُونٌ قَدُ سَمِعَ مِنْ جَدِّى حَدِيْثَهُ وَكَانَ يُحَدِّثُ بِحَضْرَةِ اَبِى وَاَبِى يَحِصُّهُ عَلَى التَّحْدِيْثِ '

عبدالرحل نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالملک

بن شعیب بن لیث کو فرماتے سنا کہ ابوصالح کا تب اللیث ثقد مامون ہے

اس نے میرے دادا سے احادیث سیں اوروہ میرے باپ کی موجودگی میں
احادیث بیان کرتے تھے اور میرا باپ اسے حدیث بیان کرنے پر رغبت
دیتا تھا۔ یہی عبدالرحلن اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ
میں نے اسود بن نظر بن عبدالجبار اور سعید بن عفیر کوعبد اللہ بن صالح
کا تب اللیث کی خوبیال بیان کرتے سنا۔ عبدالرحلٰ بی فرماتے ہیں کہ۔
"سَالْتُ اَبُازُرُعلَة عَنْ اَبِیْ صَالِح کَاتِبِ اللَّیْثِ فَقَالَ لَمْ یَکُنْ
عِنْدِیْ مِمَّنْ یَعْتَمِدُ الْکِذُبَ وَکَانَ حَسَنُ الْحَدِیْثِ "

''میں نے ابوزرعۃ سے ابوصالح کا تب اللیث کے احوال کا پوچھا تو اس نے فرمایا میرے پاس ان کے کذب پر کوئی قابل اعتاد دلیل نہیں البتة ان کی حدیث حسن ہے۔

چہارم: (لمعلم بشیوخ ابخاری دمسلم) میں الا مام الحافظ ابو بکر محمد بن اساعیل بن خلفون المتوفی ۲۳۲ ھ لکھتے ہیں'' "وَقَالَ اِبْنُ آبِی حَاتِمِ الرَّاذِی سَالُتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ آبِی صَالِحِ عَرِی اللَّیْثِ فَقَالَ لَمْ یَکُنْ عِنْدِی مِمَّنْ یَتَصَمَّدُ الْکِذْبِ" ابن الی عاتم نے کہا کہ میں نے امام ابوزرعہ سے ابوصالے کا تب کے بارے پوچھا تو اس نے فرمایا میرے نزدیک ان کا عمدًا جھوٹ ثابت نہیں ہوا (دوسرے حوالول میں)

حفرت ابوزرعد سے يہ بھی گزر چکا ہے کہ ابوصالح کا تب الليث کی حديث حسى ہے اوراس پر ہے کہ:

"فَالَ مُحَمَّدٌ عَبُدُ اللهِ بُنُ صَالِحٍ ابُوْ صَالِحٍ كَاتِبُ اللَّيْثِ مِنْ الْمُلِ مِنْ اللَّيْثِ مِنْ الْمُلِ الطِّدُقِ وَالْإَمَانَةِ".

''عَبِدِ اللّٰهِ بِنَ صَالِحُ ابوصالِحُ كاتبِ اللَّيثِ اللَّصِدِقِ وامانت سے ہيں''۔ معرب مدر الله بازی نے بازی فیار تابع

اسی پر بی امام این الی حاتم رازی فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ آبِى يُقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَالْمَلَكِ بُنِ شُعَيْبِ بُنِ اللَّيْثِ يَقُولُ اللَّيْثِ يَقُولُ اللَّيْثِ يَقُولُ اللَّيْثِ فَقَةٌ مَّامُونٌ" .

"میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کہا میں نے عبدالملک بن شعیب بن لییث کو ا کہتے سنا کہ ابوصالح کا تب اللیث ثقہ مامون ہے '۔

بنجم تهذيب الكمال في اسماء الرجال ١٥٥ الم ١٠ الرعافظ جمال الدين لكصة بين:

"قَالَ ابُو حَاتِمِ الرَّازِيُّ سَمِعْتُ اَبَا الْاسُودِ النَّضُرِبُنِ عَبُدِ الْحَبَّارِ وَسَعِيْدَ بُنَ عُفَيْرٍ يُثْنِيَانِ عَلَى كَاتِبِ اللَّيْثِ وَقَالَ ايُضًا سَمِعْتُ عَبُدَالُمَلِكِ بُنِ شُعَيْبِ بُنِ اللَّيْثِ يَقُولُ ابُوْ صَالِحٍ ثِقَةٌ مَّامُونٌ قَدْ سَمِعَ جَدِّى حَدِيْقَةُ وَكَانَ يُحَدِّتُ بِحَضَرَةِ اَبِى وَآبِى مَّامُونٌ قَدْ سَمِعَ جَدِّى حَدِيْقَةُ وَكَانَ يُحَدِّتُ بِحَضَرَةِ آبِى وَآبِى يَحُضُّهُ عَلَى التَّحُدِيْتِ".

''ابو حاتم رازی نے بیان کیا کہ میں نے ابواسود نفر بن عبدالجبار اور سعید بن عفیر کوکا تب اللیث کی تعریف کرتے سنا اور نیز کہا کہ میں نے عبدالملک بن شعیب بن لیث کوفر ماتے سنا کہ ابوصالح کا تب اللیث ثقه مامون ہے اس نے میرے دادا سے احادیث سنیں اور میرے باپ کی موجودگی میں حدیث بیان کرتے تھے اور وہ انہیں حدیث بیان کرنے کی ترغیب دیے''۔

اس کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوزرعہ سے عبداللہ بن صالح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے نزدیک وہ عمراً جھوٹ بولنے والوں سے نہیں تھے اور وہ حسن حدیث والے تھے۔ اور امام ابوابراہیم القطان نے فرمایا کہ میں نے محمد بن یجیٰ کو فرماتے سنا کہ اللہ نے میرے اور ابوصالح کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ مجھے ان کی بیان کردہ حسن حدیث کے ساتھ مشغول کیا۔

اور الفضل بن محمد الشعرانى نے فرمایا كه: 'ما رَءَ يُتُ عَبُدَ اللهِ بُنَ صَالِحِ إلَّا وَهُوَ يُحَدِّثُ أَوْ يُسَبِّحُ" ''میں نے جب بھی عبداللہ بن صالح كو دیکھا یا حدیث بیان كرتے ہوتے یا سبیج كرتے ہوتے''۔

متکلم فیدراوی کی روایت عندالحد ثین مقبول ہے:

فانياً: غير مقلد صاحب كا اعتراض كه عبدالله بن صالح كاتب الليث منظم فيه عبد واضح رب كه متكلم فيه عبد واضح رب كه متكلم فيه وه راوى ب جس مين آئمه جرح وتعديل نے كلام كيا ہو ليعنى بعض نے توثيق كى ہواور بعض نے غير ثقه كہا ہوتو ايسے راوى كى روايت عبد المصحد ثين مردود نہيں بلكہ حسن ہے جو كه فضائل واحكام سب ميں مقبول ہے۔ال اصول ير دلائل ملاحظہ ہوں۔

محدثين كامسلمداصول:

ا) امام منذری کا فرمان

الامام الحافظ زكى الدين عبد العظيم بن عبد القوى المنذري التوفى ٢٥٢ هفرمات

ين:

"فَاقُولُ إِذَا كَانَ رَوَاةُ إِسْنَادِ الْحَدِيْثِ ثِقَاتٌ وَّ فِيْهِمْ مَنُ اُخْتُلِفَ فِيْهِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ أَوْ مُسْتَقِيْمٌ اَوْلاَ بَأْسَ بِهِ" .

دوپس میں کہتا ہوں کہ جب سند حدیث میں راوی ثقہ ہوں اور ان میں ایسے راوی بھی ہوں اور ان میں ایسے راوی بھی ہوں جن کی تو ثق وتضعیف میں اختلاف ہوا ہوتو ان کی روایت سندً احسن یا مستقیم یا اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا''۔ (الرغیب والتر ہیب للحدیث الشریف للمنذری جام ۱۰

مقدمة المؤلف طبع داراحياءالتراث العربي بيروت لبنان)_

۲) امام ابن دقیق العید کا فرمان:

ایک مدیث جس کے الفاظ ہیں:

"إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاً فَمَسَحَ اُذُنَيْهِ مَعَ الرَّءُ سِ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّءُ سِ " -

ك بار (امام زيلى) امام ابن دقيق العيد كا قول فل كرتے بي كه "قَالَ اِبْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ فِي الْإِمَامِ وَ هَلْذَا حَدِيْتُ مَعْلُولٌ بِوَجْهَيْنِ الْحَدَهُ مَا الْكَلاَمُ فِي شَهْرِ بْنِ حوشبِ وَالثَّانِيُّ الشَّكُ فِي رَفْعِهِ وَلَلْ بِيَ مَعْهُ وَ يَحْيَى وَالْعَجلي وَ يَعْقُولُ بُنُ شَيْبَةَ وَللْ بِيَ مَعْنَ لَنْ اللهَ اللهِ اللهَ اللهِ اللهِ وَاللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ الله

لیمی امام ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الامام میں فرمایا کہ سے حدیث دو

وجہ سے معلول ہے ایک بیر کہ اس کے راوی شہر بن حوشب میں کلام ہے دوسری بیر کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے۔ لیکن شہر بن حوشب کو حوشب کو امام ابن حنبل، امام یجی، امام عجلی، امام یحقوب بن شیبہ اور امام سنان بن رئیج نے ثقہ کہا ہے۔ اور امام بخاری نے شہر بن حوشب کی بخاری شریف میں حدیث لی ہے اور وہ راوی اگر کمز ور بھی ہوتو امام ابن عدی نے فرمایا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس راوی سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام بن معین نے فرمایا کہ اس راوی میں ضعف ہے۔ پس ہمارے نزدیک حدیث درجہ حسن کی ہے۔

٣) امام ترمذي كافرمان:

شهر بن حوشب متكلم فيه راوى ہيں۔

لیکن امام ترمذی نے بھی اس کی حدیث کوحسن بلکہ سیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام زیلعی لکھتے ہیں:

"قُلْتُ وَ قَدْ صَحَّحَ البَّرْمَذِيُّ فِي كِتَابِه حَدِيْتُ شَهْرِ بُنِ حَوْشِبٍ عَنُ أُمِّ سَلْمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفَّ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كساوا وَقَالَ هُوُلَاءِ آهُلُ بَيْتِي مُ ثُمَّ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

''میں (امام زیلعی) کہتا ہوں کہ امام تر ندی نے شہر بن حوشب کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کو تر ندی میں حسن صحیح کہا ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن امام حسین اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہم کو اپنی چا در کے نیچے فرمایا اور فرمایا ہیں میرے اہل بیت ہیں۔ پھرامام تر ندی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

(نصب الرايللزيلعي حفي ج اص ١٩) -

م) امام ابن قطان كافرمان:

امام زیلعی ایک حدیث کے بارے امام ابن قطان سے قل فرماتے ہوئے لکھتے

U

۵) امام این جام کا فرمان:

امام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام الحقى شرح فتح القديم مين ايك حديث معلق لكهة بين:

"وَاَخُرَجَ دَارُقُطنِتٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بُنِ عَبْدِ اللهِ بُنِ عَبَّاسٍ إنَّمَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ مَن المَيْتَةِ لَحْمَهَا فَامَّا الْجَعْرَمُ وَسُولُ اللهِ مَن الْمَيْتَةِ لَحْمَهَا فَامَّا الْجِعْدُ وَالشَّوْفُ فَلاَ بَأْسَ بِهِ وَاعَلَّهُ بِتَضْعِيْفِ عَبْدِ

الْجَبَّارِ بْنِ مُسْلِمٍ وَ هُوَ مَمْنُوعٌ فَقَدْ ذَكَرَهُ اِبْنُ حَبَّانَ فِي الشِّقَاتِ فَلَا يَنْزِلُ الْحَدِيثُ عَنِ الْحَسَنِ"

''امام دارقطنی نے حضرت عبید الله بن عبدالله بن عباس رضی الله عنها سے
یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے مردار سے اس
کے گوشت کو حرام فرمایا ہے لیس بہر حال کھال اور بال اور اون کے
استعال میں کوئی حرج نہیں اور اس حدیث کوعبد الجبار بن مسلم کے ضعف
کے سبب معلول کہا ہے اور وہ ممنوع ہے لیس اس راوی کو امام ابن حبان
کے سبب معلول کہا ہے اور وہ ممنوع ہے لیس اس راوی کو امام ابن حبان
کے قفہ راویوں میں ذکر کیا ہے لہذا حدیث درجہ حسن سے نیچ نہیں
کرتی ''۔ (شرح فتح القدیللامام ابن الہمام خاص اوطبع دار الکتب العلمیہ بیروت)
کرتی ''۔ (شرح فتح القدیللامام ابن الہمام خاص اور کھی فرمان:

امام جلال الدين سيوطي لكھتے ہيں:

"فِى حَدِيْتٍ عَآئِشَةَ مَرُفُوعًا لَا يَنْبَغِى لِقَوْمٍ فِيهِمُ ابُو بَكْرٍ اَنْ يُوعَمُّهُمُ غَيْرُهُ رَدَّا عَلَى ابْنِ الْجَوْزِيِّ حَيْثُ اَعَلَهُ بِعِيْسَى بْنِ مَامُونِ النَّهُ مَتْرُولُكُ نَصَّهُ مَامُونِ النَّهُ مَتْرُولُكُ نَصَّهُ الْحَدِيْثُ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَاحْمَدُ بُنُ بِشُو اِنَّهُ مَتْرُولُكُ نَصَّهُ الْحَدِيثُ الْحَدِيثُ وَاحْمَدُ بُنُ بِشُو اِنَّهُ مَتْرُولُكُ نَصَّهُ الْحَدِيثِ وَاحْمَدُ بُنُ بِشُو اللَّهُ الْمُخَارِيُّ وَاحْمَدُ بُنُ بِشُو اللَّهُ الْمُخَارِيُّ وَوَتَّقَهُ الْاكْتُورُ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِيُّ ضَعِيْفٌ يُعْتَبُرُ بِحَدِيثِهِ وَ وَصَعَفَهُ وَوَالَ يَحْيَى مَرَّةً لَا بَاسَ بِهِ وَ ضَعَفَهُ وَعِيْسُى) قَالَ فِيهِ حَمَّادٌ ثِقَةٌ وَقَالَ يَحْيَى مَرَّةً لَا بَاسَ بِهِ وَ ضَعَفَهُ وَعِيْسُى) قَالَ فِيهِ حَمَّادٌ ثِقَةٌ وَقَالَ يَحْيَى مَرَّةً لَا بَاسَ بِهِ وَ ضَعَفَهُ عَيْرُهُمَا وَلَمْ يُتُهَمْ بِكِذُبِ فَالْحَدِيثُ حَسَنٌ "

''مرفوع حدیث حضرت عا تُشه صدیقه رضی الله عنها که سرکار دو عالم صلی الله علیه وسلم کا فرمان ہے کہ کسی کو لائق نہیں کہ ابو بکر رضی الله عنه کی موجودگی میں لوگوں کی امامت کرائے۔ ابن جوزی کی جرح کا رد کیا جواس نے کہا کہ اس حدیث کے راوی عیسی بن مامون نا قابل احتجاج ہیں اور راوی احمد بن بشر متر وک ہے اس حدیث کو

ام ترفدی نے نقل کیا ہے اور راوی احمد بن بشر کے ساتھ امام بخاری نے احتجاج فرایا ہے اور اکثر محدثین کرام نے اس راوی کو ثقة قرار دیا ہے امام داقطنی نے کہا یہ راوی ضعیف ہے مگر اس کی حدیث کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور راوی عیسی بن مامون کے بارے امام حماد نے فرمایا کہ ثقہ ہے اور امام بحیٰ نے ایک پار فرمایا کہ اس کی روایت بیں کوئی حرج نہیں اور امام حماد اور امام بحیٰ کے علاوہ محدثین نے عیسیٰ بن مامون کو ضعیف قرار دیا ہے مگر اسے کسی نے متہم با لکذب نہیں کیا الہذا اس راوی کی حدیث صعیف قرار دیا ہے مگر اسے کسی نے متہم با لکذب نہیں کیا الہذا اس راوی کی حدیث حسن درجہ میں ہے۔ (العقبات السیوطی سم ۱۹۵)

2) امام ابن حجر عسقلانی کافرمان:

امام ابن مجرعسقلانى تهذيب التهذيب مين اس راوى جس پرغير مقلدكو اعتراض بعبدالله بن صالح بن محد بن مسلم جمنى كاتب الليث كم متعلق لكستة بين -"قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ هُوَ صُدُوقٌ وَّلَمْ يَثُبُثُ عَلَيْهِ مَا يَسْقُطُ لَهُ حَدِيْقَهُ إِلَّا إِنَّهُ مُخْتَلِفٌ فِيْهِ فَحَدِيْتُهُ حَسَنٌ"

''لین امام ابن قطان نے فر مایا که راوی عبدالله بن صالح صدوق ہے اور اس پر پچھ ثابت نہیں جو اس کی حدیث کو ساقط کرے مگر بیر راوی متعلم فیہ ہے پس اس کی حدیث حسن ہے''۔

(تهذيب التهذيب للعقل ني ج ۵ص ۲۲۸)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ متکلم فیہ راوی کی روایت عند المحد ثین درجہ حسن سے نہیں گر ق مگر وہابی صاحب اکثر متکلم فیہ راوی کی روایت سے انکار کرتا ہے اسے قابل جمت نہیں جانتا تو بیر دین چھوڑ کر خواہش پر چلنا ہے۔ اللہ ایسوں سے محفوظ

ثالثًا: طحاوی شریف میں حضرت عبدالله ابن عمر رضی الله عنها سے زیر بحث روایت کے علاوہ بھی دوروایتیں مختلف اساد سے آئی ہیں۔ جن میں سیدنا وابن سیدنا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی الله عنهما ہے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کا ثبوت.

"حَـدَّدُنَا فَهَـدٌ قَالَ ثَنَا آبُوْ نعيم قَالَ ثنا مالك بن مغول قَالَ سَمِعُتُ نَافِعًا يَّقُولُ آيَقَطُتُ إِبْنَ عُمَرَ لِصَلُوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ" ـ طادى ١٥٨ الرَّكُعَتَيْنِ" ـ طادى ١٥٨ الرَّكُعَتَيْنِ " ـ طادى ١٥٨ الرَّكُعَتَيْنِ " ـ طادى ١٥٨ الرَّكُعَتَيْنِ اللَّهُ اللَّلَةُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْعُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْعُلْمُ اللَّلْمُ اللَّلْمُ اللْعُلْمُ اللَّهُ الْعُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ الْعُلْمُ الْعُلِمُ اللْعُلْمُ اللْعُلْمُ الْعُلْمُ اللْعُلْمُ اللَّهُ الْعُلْمُ اللَّهُ الْعُلْمُ اللَّهُ اللْعُلْمُ اللْعُلِمُ اللَّهُ اللْعُلِمُ اللْعُلِمُ اللْعُلِمُ اللْعُلْمُ اللْعُلُمُ اللْعُلْمُ الْعُلُولُ الْعُلْمُ الْعُلْمُ اللَّهُ اللْعُلْمُ اللَّهُ اللْعُلْم

'' جصرت نافع نے بیان کیا کہ میں نے حصرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کونماز فجر کے لئے بیدار کیا اورنماز اس وقت قائم ہو چکی تھی تو آپ کھڑے ہوئے پس دور کعت سنتیں اداکیں''۔

"حدثنا على بن شيبة قَالَ ثنا الحسن بن موسى قَالَ ثنا شيبان بن عبدالرحمن عن يحيى بن ابى كثير عن زيد بن اسلم عن ابن عبدالرحمن عن يحيى بن ابى كثير عن زيد بن اسلم عن ابن عبمر آنَّهُ جَآءَ وَالْإِمَامُ يُصَلِّى الصُّبُحَ وَلَمْ يَكُنُ صَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ قَبْلَ صَلُوةِ الصُّبُحِ فَصَلَّاهُمَا فِي حُجْرَةِ حَفْصَةَ ثُمَّ آنَهُ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ"

(طحاوی جلد وصفحه مذکوره)

'' حضرت زید بن اسلم حضرت ابن عمر رضی الله عنهما سے رادی کہ وہ مسجد میں آئے اور امام اس وقت جماعت قائم کر چکا تھا اور ابن عمر نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو آپ نے انہیں حضرت هصه رضی الله عنها کے حجرہ میں ادا کیا پھرامام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے''۔
اس روایت کے متصل ہی امام طحاوی فرماتے ہیں:

د'فی فر '' دا اَ کا اُ کہ ' مُن مَن اُور کُرائے ہیں:

"فَفِى هَٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ ابْنَ عُمَرَ آنَّهُ صَلَّاهُمَا فِي الْمَسْجِدِ لِلَآنَّ حُجُرَةَ حَفْصَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدُ وَافَقَ ذلِكَ مَا ذَكَرُنَاهُ عَنْ

اِبْنِ عَبَّاسٍ" -

'' پُس ابنَ عمرضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے دو رکعت سنت فجر کو مسجد میں پڑھا کیونکہ حضرت حفصہ بنت عمر) کا حجرہ مبارک مسجد نبوی) شریف میں ہے تو یہ موافق ہوئی اس کے جو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہماکی روایت بیان کی'۔

یعنی آپ نے بوقت جماعت مبجد میں سنت فجر کو پڑھا۔اب اس وہانی جی کا بیہ بہانہ جاتار ہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہمانے سنت فجر کو راستہ میں پڑھامسجد میں نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ بوقت جماعت گوشہ مبجد میں سنت فجر ادا فرماتے تھے۔ جاءالحق سے حدیث نمبر ۵:

"عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ فِي صَلُوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّى الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدُخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلُوةِ".

'' کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لاتے تھے حالانکہ لوگ نماز فجر میں صف بستہ ہوتے تھے تو آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت پڑھ لیتے تھے پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے''۔

اس پر غیر مقلد کے اعتراض لکھتے ہیں۔ بیروایت خودمفتی صاحب کے نزدیک ضعیف ہے تفصیل اس اجمال کی بیہ ہے کہ مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی رفع الیدین کی اس وجہ سے تضعیف کی تھی کہ اس کی سند میں شعیب بن اسحاق مرجیہ مذہب کا تھا جس کی ضروری تفصیل بمع جواب گزرچکی ہے۔ اور زیر بحث روایت میں مسعود بن کدام راوی ہے۔ طحاوی ج اص ۲۵۸)

جوغالی شم کا مرجیه تھا۔ (تہذیب العہذیب ج ۱۱ص ۱۱۵)

انصاف ہے کہ آیا مفتی صاحب اور ان کے ہم مشرب علماء بریلوی یہاں بھی۔

راوی کے مرجیہ ہونے کی بنا پر اسے ضعیف تشکیم کرتے ہیں یانہیں۔اک نگاہ پہ تھہرا ہے فیصلہ دل کا۔نام نہاد دین الحق ص ۴۸۸)

الله بن عمر رضی الله عنها ہے کہ مفتی احمد یارخان تعیمی رحمۃ الله علیہ نے حضرت عبر الله بن عمر رضی الله عنها سے مروی رفع الیدین کی حدیث کو محض شعیب بن اسحاق کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے حضرت ابن عمر رضی الله عنهما سے مروی روایت کے ضعف کی چند وجوہ ذکر فر مائی ہیں ملاحظہ ہو۔ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنهما سے چند اسنادوں سے مروی ہے اور وہ سخت ضعیف ہیں کیونکہ ایک روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے جسیا کہ تہذیب میں ہے۔ اس کی دوسری اسناد میں ابوقلا ہہ ہے جو خارجی المذہب تھا لیعنی ناصبی و کیھو تہذیب) تیسری اسنا و میں عبداللہ ہیں یہ بی رافضی تھا چوتھی اسناد میں شعیب بن اسحاق ہے یہ بھی مرجیہ میں عبداللہ ہیں یہ بی رافضی تھا چوتھی اسناد میں شعیب بن اسحاق ہے یہ بھی مرجیہ مدہب کا تھا۔ (جاء الحق صد دم میں ۱۸۸)

اس سےمعلوم ہوا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللّٰدعلیہ نے جاررواۃ کے غیر ثقہ ہونے کی بنا پرابن عمر رضی اللّٰہ عنہما کی روایت کوضعیف قرار دیا۔

انیا وہابی صاحب کو حدیث سے فرار کے لئے یہ سہارا کافی نہیں کہ مفتی صاحب نے اس کے رادی شعیب بن اسحاق کو مرجیہ کہنا ہے کیونکہ یہ صاحب مفتی احمہ یارخان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے نخالف ہیں موافق یا مقلد نہیں کہ ان کی بات کو دلیل بنا کیں وہابی صاحب کو مناسب ہے کہ اپنا نظریہ بیان کریں آیا وہ مرجیہ کی روایت کو رد کرتے ہیں یا نہیں؟ اول صورت میں تو حق اعتراض حاصل ہے مگر صورت نانی میں ہر گر نہیں جب کہ ان سے فابت صورت اول ہے یعنی مرجیہ کی روایت کا قبول کرنا کیونکہ جس روایت کی بابت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کی سند روایت کا قبول کرنا کیونکہ جس روایت کی بابت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کی سند میں شعیب بن اسحاق مرجیہ ہے اس کی متعلق وہابی صاحب یہ لکھتے ہیں ہم نے میں شعیب بن اسحاق مرجیہ ہے اس کی متعلق وہابی صاحب یہ لکھتے ہیں ہم نے ماحاضر کتب حدیث کے نام وصفحات لکھ دے ہیں ان کوایک بار پھر سے دکھ لیا جائے ماحاضر کتب حدیث کے نام وصفحات لکھ دے ہیں ان کوایک بار پھر سے دکھ لیا جائے ماحاضر کتب حدیث کے نام وصفحات لکھ دے ہیں ان کوایک بار پھر سے دکھ لیا جائے ماحاضر کتب حدیث کے نام وصفحات لکھ دے ہیں ان کوایک بار پھر سے دکھ لیا جائے ماحاضر کتب حدیث کے نام وصفحات لکھ دے ہیں ان کوایک بار پھر سے دکھ لیا جائے ماحاضر کتب حدیث کے نام وصفحات لکھ دے ہیں ان کوایک بار پھر سے دکھ کے لیا جائے کا مقال کے بیں ان کوایک بار پھر سے دکھ کیا جائے کا معام کے دیث کے نام وصفحات کو بیات کو بی ایات کو بیات کو بیت کو بیات کے دیں کیات کو بیات کو بیت کی بار کی بیت کو بیات کی کر بیات کو بیت کو بیات کو بیت کہ کو بیت کو بیت کی بار کی بیت کو بیت کو بیت کو بیت کو بیت کیونکہ کی بیت کی بیت کو بیت کی بیت کو بیت کی بیت کی بیت کو بیت کو بیت کو بیت کو بیت کی بیت کو بیت کی بیت کو بیت کی بیت کی

اگراس مدیث کے مراجع پر مزید محنت کی جائے تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہماکے لئے صد ہاکتب کے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی شاذ ہی الی حدیث کی سی سی ہوگی جو احکام پر لکھی گئی ہو اس میں حدیث نہ ہو ورنہ تمام کتابوں میں بیصحت پر بھی کوئی کلام نہیں! دنیا بھر کے منکرین حدیث موجود ہے پھر اس حدیث کی صحت پر بھی کوئی کلام نہیں! دنیا بھر کے منکرین رفع الیدین کی گاڑی اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی مگر اس پر کوئی آئے نہیں ہو جائے گی مگر اس پر کوئی آئے نہیں ہو جائے گی مگر اس پر کوئی آئے نہیں ہے گئے۔ (نام نہاددین الحق میں میں ا

زرا اندازہ کروان کے مذہب پر جب دلیل بنتی ہوتو پھر خارجی رافضی، مرجئی رواق کی موجودگی کے باوجود بھی حدیث صحیح رہتی ہے۔اس کی صحت پر کوئی کلام نہیں ہوتی مگر جب خلاف مذہب روایت میں ایسے راوی ہوں تو ان پر اعتراض کرتے ہیں

ہوں موبیب مات کہ بہب رویت میں سے موان دیا ہے۔ اور اصول ونظریئے بدل دیئے جاتے ہیں یہ ہیں ان وہابیوں کے کرتوت۔ تقریب میں مصرف

ثالث حضرت ابودرداءرضی الله عنه کی زیر بحث روایت میں مسعود بن کدام نامی کوئی رادی موجود نہیں البتہ رادی کا نام مسعر بن کدام ہے جسے وہابی صاحب جہالت سے مسعود بن کرام لکھ رہے ہیں۔

وہائی نے جس راوی کوضعیف کہا محدثین اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں:
اب ان کے متعلق کتب اساء الرجال دیکھیں کہ فقہاء ومحدثین کرام ان کی کس طرح خوبیاں اور ثقابت وعدالت بیان فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حجرعسقلانی لکھتے ہیں:
"مسسعر بن کدام بن ظھیر بن عبیدة بن الحارث بن ھلال بن

"مسعر بن كدام بن ظهير بن عبيدة بن الحارث بن هلال بن عامر ابن صعصعة الهلالي العامري الرواسي ابوسلمة الكوفي احدالاعلام"

"مسعر بن كدام بن طبير بن عبيدة بن الحارث بن بلال بن عامر ابن صعصعة بلالى عامرى رواسى ابوسلمة كوفى اعلام محدثين ميس سے ايك بن"

اس کے بعد مسعر بن کدام کے شیوخ وتلامذہ کی کمبی فہرست بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فَالَ حَفْصُ بُنُ غَيَّاثٍ عَنْ هَشَّامٍ بُنِ عُرُوَّةَ مَا قَدِمَ عَلَيْنَا مِنَ الْعِرَاقِ اَفْضَلُ مِنُ اَيُّوْبَ وَمِنْ ذَٰلِكَ الرَّوَّاسِيِّ يَعْنِي مَسْعِرِ ٱلْانَ رَأْسُهُ كَانَ كَبِيْرًا وَقَالَ إِبْنُ الْمَدِيْنِيِّ قُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَيُّمَا أَثْبَتُ هشام الدستوائي او مسعرٌ قَالَ مَا رَءَ يُتُ مِثْلَ مسعر كَانَ مسعرٌ من اَثْبَتُ النَّاسِ وَقَالَ عَمْرُ وبْنُ عَلِيِّ سَمِعْتُ إِبْنِ مَهُ دِيّ يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ فَقَالَ لَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلِ كَانَ ثِقَةً وَّكَانَ مُوَّدِّبًا وَّ كَانَ خَيَارًا الْثِقَةِ شُعْبَةٌ وَّ مسعرٌ وَقَالَ الْحَرِّبي عَنِ النَّوْرِيِّ كُنَّا إِذَا آخُتَ لَفْنَا فِي شَيْءٍ سَأَلْنَا عَنْهُ مسعرًا قَالَ وَقَالَ شُعْبَةٌ كُنَّا نُسَمِّى مَسْعِرًا الْمُصْحَفَ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بُنُ سَعِيْدِ الْجُوهِرِيُّ كَانَ يُسَمَّى مِيْزَانُ وَقَالَ اَبُو زُرْعَةَ الرَّازِيِّ سَمِعْتُ أَبَا نَعِيْمِ يَقُوْلُ كَانَ مَسْعَرٌ شَكَاكًا فِي حَدِيْتِهِ وَ لَيْسَ يُخْطِئي فِي شَيْءٍ مِّنْ حَدِيْتِهِ إِلَّا فِي حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ وَّقَالَ ٱبُوْبَكُو بُنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ وَّكِيْعِ شَكُّ مَسْعَرِ كَيَقِيْنِ غَيْرِهِ وَقَالَ الْعجلي كُوْفِيِّ ثِقَةٌ ثَبُتٌ فِي الْحَدِيْثِ وَكَانَ الْآعُمَشُ يَقُولُ شَيْطَانُ مسعر يَسْتَضْعَفُهُ فَيُشَكِّكُهُ فِي الْحَدِيْثِ وَكَانَ يَقُولُ الشِّعْرَ وَ قَىالَ عَبُدُ الْحَبَّارِ بُنِ الْعُلاَءِ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كَانَ مِنْ مَّعَادِنِ الصِّدُقِ وَقَالَ آبُو طَالِبِ عَنْ آحُمَدَ كَانَ ثِقَةً خَيَارًا حَدِيثُهُ حَدِيْثَ أَهْلَ الصِّدُقِ وَقَالَ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرِ عَنْ اِبْنِ معنِ ثِقَةٌ وَّ قَالَ اِبْنُ عَمَّارِ مسعرٌ حُجَّةٌ وَّ مَنْ بِالْكُوْفَةِ مِثْلُهُ وَ قَالَ اِبْنُ آبِي حَاتِم عَنْ اَبِي زُرْعَةَ ثِقَةٌ قَالَ وَسُئِلَ بِي عَنْ مسعرٍ وَّ سُفْيَانَ

فَقَالَ مسعرُ آعُلَى اِسْنَادًا وَّآجُوَدُ حَدِيثًا وَّآتُقَنُ وَمسعرُ آتْقُنُ مِنْ حَمَّادِ بُنِ زَيْدٍ وَّ قَالَ الْآجِرِيُّ عَنْ اَبِي دَاؤُدَ مسعر صاحب شُيُوْخ رَواى عَنْ مِائِّةِ وَلَمْ يَرُو عَنْهُمْ سُفْيَانُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بُنُ عَمَّار بُنِ الْحَارِثِ الرَّازِيُّ سَمِعْتُ آبَا نَعَيْمٍ يَّقُولُ سَمِعْتُ الشَّوْرِيَّ يَقُولُ الْإِيْمَانُ يَزِيدُ وَ يَنْقُصُ ثُمَّ قَالَ اَقُولُ بِقَول سُفْيَانَ وَلَقَدُ مَاتَ مسعرٌ وَكَانَ مِنْ خِيَارِهِمْ فَمَا شَهِدَ سُفْيَانُ بِجَنَازَتِهِ يعنى من أَجَلِ الْإِرْجَآءِ قَالَ عَمْرُو بُنُ عَلِيٍّ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثَ وَحَمْسِيْنَ وَ قَالَ اَبُو نُعَيْمِ مَّاتَ سَنَةَ خَمْسَ وَخَمسِيْنَ (قُلْتُ) وَقَالَ آبُو مسهر حَدَّثَنَا الْحَكُمُ بْنُ هِشَام حَدَّثَنَا مسعرٌ دَعَانِي آبُوْ جَعُفَ وِلِيُ وَلِيَ نِي فَقُلُتُ إِنَّ آهُلِي يَقُولُونَ لِي لَا نَرْضِي اِشْتِرَاءَكَ فِي شَيْءٍ بِكَرُهَمَيْنِ وَآنُتَ تَوَلِيَنِي فَاعْفَانِي وَقَالَ معنُ مَسْعُودِيٌّ مَا رَ ءَيْتُ مسعرً فِي يَوْمِ إِلَّا هُوَ فِيهِ ٱفْضَلُ مِنْ سَعْدٍ وَّقَالَ شُعْبَةُ مسعرٌ فِي الْكُولِينَ كَابُنُ عَوْن فِي الْبَصْرَيِينَ وَفِيْهِ يَقُولُ إِبْنُ الْمُبَارَكَ (مَنْ كَانَ مُلْتَمِسًا جَلِيسًا صَالِحًا فَلْيَأْتِ حَلْقَةَ مسعرِ بْنِ كَدَامٍ فِي اِبْيَاتِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مسعرٍ كَانَ اَبِي لَايُنَامُ حَتَّى يَقُرَءَ نِصُفَ الْقُرْآن وَذَكَرَهُ اِبْنُ حَبَّانَ فِي الشِّقَاتِ وَقَالَ كَانَ مَرْحَبًا ثَبَّا فِي الْحَدِيْثِ سَمِعْتُ اِبْنَ قحطبة يَقُولُ سَمِعْتُ نَصْرَ ابْنَ عَلِيِّ يَّقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ دَاوْدَ يَقُولُ كَانَ مَسعرٌ يُسَمَّى الْمُصْحَفُ لِقِلَّةِ خَطَاءِ ٥ وَحِفْظِه وَقَالَ اِبُنُ آبِي تَحَاتِمٍ سَاَلُتُ اَبِي عَنْ مَّسْعِرِ إِذَا خَالَفَهُ الثَّوْرِيُّ فَقَالَ الْحَكُمُ لِمَسْعِرِ فَإِنَّهُ الْمُصْحَفُ"

حفص بن غیاث نے امام ہشام بن عروہ سے بیان کیا کہ ہمارے پاس عراق سے اب تک ایوب ومسعر سے افضل کوئی نہ آیا اور امام ابن مدینی نے کہا کہ میں نے حضرت کیجیٰ بن سعید سے یوچھا کہ ہشام دستوائی ما مسعر دونوں میں سے حدیث میں زیادہ اثبت کون تھے اس نے فرمایا میں نے مسعر کی مثل کوئی نہ دیکھامسعر سب لوگوں سے اثبت تھے اور عمروین علی نے کہا کہ میں نے ابن مہدی کوفر ماتے سنا کہ جمیں ابوخلدہ نے بیان کیا تو اسے امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور مؤدب تھے۔اور شعبہ ومسعر ثقات میں بھی بہتر تھے اور حربی نے امام توری سے بیان کیا کہ جب ہم کسی بات میں اختلاف کرتے تو اس کے متعلق امام مسعر سے یو چھتے کہا اور امام شعبہ نے فرمایا کہ ہم مسعر کومصحف کے لقب سے یاد کرتے اور ابراہیم بن سعید الجوہری نے کہا کہ ان کومیزان کا نام دیا گیا اور امام ابوزرعدرازی نے کہا کہ میں نے ابونعیم کو کہتے سنا کہ مسر اپنی حدیث میں تر دو کرتے مگراس نے حدیث میں کوئی خطانہیں کی سواایک حدیث کے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے امام وکیج سے بیان کیا کہ مسعر کا شک بھی اس کے غیر کے یقین جیسا ہے اور علامہ عجلی نے کہا کہ مسعر کوفی ثقہ ثبت فی الحدیث ہے اور امام اعمش کہتے کہ شیطان مسعر کوضعیف بنانے کے لئے حدیث میں شبہ ڈالٹا اور عبدالجبار بن علاء نے امام عیینہ سے بیان کیا کہ حضرت مسعر سچائی کا خزانہ تھے اور ابوطالب نے احمہ ہے بیان کیا کہ وہ تقد خیار تھے اس کی حدیث اہل صدق کی حدیث تھی اور اسحاق بن منصور نے ابن معین سے بیان کیا کہ ثقہ ہیں اور امام ابن عمار نے کہا کہ مسعر جحت ہیں اور کوفیہ میں ان کی مثل کون ہے اور ابن الی حاتم نے ابوزرعہ سے ان کا ثقہ ہونا بیان کیا کہا اور میرے باپ سے

مسعر وسفیان کے بارے پوچھا گیا تو فرمایامسعر اسناڈ اعلیٰ اور از روئے مدیث اجود اور اتقان والا ہے اور مسع حماد بن زید سے بھی زیادہ اتقان والا ہے اور آجری نے ابوداؤر سے بیان کیا کہ مسعر نے ان سو ۱۰ شیوخ ہے روایت کی جن سے سفیان نے نہ کی اور محد بن عمار بن حارث رازی نے کہا کہ میں نے ابوقعم سے سنا کہ کہا میں نے توری سے سنا کہ ایمان زیادہ وکم ہوتا ہے پھر ابوقیم) نے کہا کہ میں توری کا قول بیان کرتا ہوں اورمعراس حال برفوت ہوئے کہوہ ان سے بہتر تھے تو سفیان ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے لینی ان کے ارجاء کے سبب عمر و بن علی نے بیان کیا کو ۱۵۳ او فوت ہوئے اور ابونیم نے کہا کر ۵۵ او کوفوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں ابومسع نے کہا ہمیں حکم بن ہشام نے بیان کیا کہ ہمیں مسر نے بیان کیا کہ مجھے ابوجعفر نے عہدہ سوینے کے لئے بلایا تو میں نے کہا میرے گھر والے جھ برکسی چیز کی خریداری میں خوش نہیں ہوتے خواہ دو درہم کی ہوتو تم مجھے عہدہ دینا جاہتے ہو۔ پس مجھے معاف رکھواور معین مسعودی نے کہا کہ میں نے مسعر کو کسی دن نہ دیکھا مگر وہ اس دن میں سعد سے انصل تھے اور امام شعبہ نے فرمایا کہ مسر کوفیوں میں اس طرح ہیں جس طرح ابن عون بھر یوں میں ہیں اور اس کی شان میں ابن مبارک نے فر مایا اگر کوئی صالح مجلس جاہتا ہوتو وہ مسعر بن کدام كى مجلس ميں آئے اور محد بن مسع نے كہا كه ميرا باپ رات اس وقت تک نہ سوتا کہ نصف قرآن ختم نہ کر لے اور ابن حبان نے امام مسعر کو ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ مرجئ حدیث میں ثبت بختہ تھے میں نے ابن تحطبہ کو کہتے سنا کہ میں نے نصر بن علی کو کہتے سنا اس نے کہا میں نے عبدالله بن داؤ د کو کہتے سنا کہ مسعر کومصحف کا لقب دیا گیا قلت خطاء اور

بختہ حافظہ کی بدولت اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے مسعر کے متعلق اس وقت پوچھا جب سفیان نے ان کی مخالفت کی تو کہا مسعر مصحف تھے۔

حواله نمبرا:

الحافظ الامام المحدث جمال الدين لكهت بين:

"وَقَالَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ بْنِ عُرُوةَ مَا قَدِمَ عَلَيْنَا مِنَ الْعِرَاقِ اَفْضَلُ مِنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَمِنْ ذَٰلِكَ الرَّوَاسِيِّ يَعْنِي مِسْعَوَّا لِلَانَّ رَأْسُهُ كَانَ كَبِيْرًا وَّقَالَ عَلِيٌّ بُنُ الْمَدِيْنِيُّ قُلْتُ لِيَحْيَى بُن سَعِيْدٍ أَيُّمَا ٱثْبَتُ هشامُ الدَّسُتُوَائِيٌّ أَوْ مِسْعَرٌ ؟ قَالَ مَا رَءَيْتُ مِثْلَ مِسْعَرِ كَانَ مِنْ آثْبَتُ النَّاسِ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيّ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحُمْنِ بْنَ مَهْدِيِّ يَّقُولُ حَدَّثَنَا ٱبُوْ خَلْدَةَ فَقَالَ لَهُ آحُـمَـدُ بُنُ حَـنُبَـلِ كَانَ ثقةٌ قَالَ كَانَ مُؤَدِّبًا وَّكَانَ خِيَارًا الثقةُ شُعْبَةُ وَمِسْعَرٌ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بَنُ دَاؤِدَ النُّويِيُّ قَالَ سُفْيَانُ الشُّوريُّ كُنَّا إِذَا إِخْتَكَفْنَا فِي شَيْءٍ سَالْنَا مِسْعَرًا عَنْهُ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ كُنَّا نُسَمِّى مِسْعَرًا الْمُصْحَفَ وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَ رِيٌّ كَانَ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ إِذَا اِخْتَلَفْنَا قَالَ اِذْهَبْ بِنَا إِلَى الْمِيْـزَان مِسْعَر وَّقَالَ اَبُوزُرْعَةَ الرَّازِيُّ سَمِعْتُ اَبَا نُعَيْمٍ يَّقُوْلُ مِسْعَرٌ ٱثْبَتُ ثُرَّمَ سُفْيَانُ ثُمَّ شُعْبَةُ وَقَالَ ٱبُوْ زُرْعَةَ الدَّمِشُقِيُّ سَمِعْتُ آبَا نُعَيْمٍ يَّقُولُ كَانَ مِسْعَرٌ شَكَآكًا فِي حَدِيثِهِ وَلَيْسَ يُخُطِئي فِي شَيْءٍ مِّنْ حَدِيْتِهِ إِلَّا حَدِيْتٍ وَّاحِدٍ وَّقَالَ ٱبُوْ بَكُر بُنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ وَّكِيْعِ شَكُّ مِسْعَرٍ كَيَقِيْنِ رَجُلٍ وَّقَالَ الْعِجْلِيُّ كُوْفِيٌّ ثِقَةٌ ثَبُتٌ فِي الْحَدِيْثِ وَكَانَ الْاَعْمَشُ يَقُولُ شَيْطَانُ

مِسْعَرًا يَسْتَضْعَفُهُ يُشَكَّكُهُ فِي الْحَدِيْثِ وَكَانَ يَقُولُ الشَّعْرَ وَقَالَ عَبْدُالْ جَبَّارِ بُنُ الْعَلاءِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ كَانَ مِسْعَرٌ عِنْدَنَا مِنْ مَّعَادِنِ الصِّدُقِ وَقَالَ آبُو طَالِبِ عَنْ آحُمَدَ بُن حَنْبَل ثِقَةً خَيَارًا حَدِيثُهُ حَدِيثَ اَهُلِ الصِّدُقِ وَقَالَ اِسْحَاقُ بُنُ مَنْصُوْرٍ عَنُ يَحْيَى بُنِ معينِ ثِقَةٌ وَّقَالَ مُحَمَّدُ بُنُ عَبُدِ اللهِ بُن عَمَّار الْمَوْصَلِيُّ مِسْعَرٌ حُجَّةٌ وَّمَنْ بِالْكُوْفَةِ مِثْلُهُ؟ وَقَالَ عَبُدُ الرَّحْمِن بْنُ أَبِي حَاتِم سُئِئلِ أَبُوزُرُعَةَ عَنْهُ فَقَالَ ثِقَةٌ وَّسُئِلَ أَبِي عَنْ مِّسْعَرٌ وَسُفْيَانَ فَقَالَ مِسْعَرِ أَتَّقَنُ وَأَجْوَدُ حَدِيْثًا وَأَعْلَى اِسْنَادًا وَّمِسْعُوٌّ آتَ قَنُ مِنْ حَمَّادِ بُنِ زَيْدٍ وَّقَالَ آبُو عُبَيْدِ الْآجِرِيُّ عَنْ آبِي دَاؤُدَ مِسْعَرٌ صَاحِبُ شُيُون خ رَواى مِسْعَرٌ عَنْ مِئَةِ لَمْ يَرُو عَنْهُمْ سُفْيَانُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بُنُ عَمَّارِ بُنِ الْحَارِثِ الرَّازِيُّ سَمِعْتُ آبَا نُعَيْم يَّقُولُ سَمِعُتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ: ٱلْإِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ ـ قُلْتُ مَا تَقُولُ ٱنْتَ يَا اَبَا نُعَيْعٍ؟ فَنَظَرَ اِلَيَّ نَظُرًا مُنْكَرًا ثُمَّ قَالَ ٱقُولُ بِقَول سُفْيَانَ وَلَقَهُ مَاتَ مِسْعَرُ بُنُ كِدَامٍ وَّكَانَ مِنْ خِيَارِهِمْ وَسُفْيَانُ وَشَرِيْكٌ شَاهِدَانِ فَمَا حَضَرَا جَنَازَتَهُ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيّ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاتَ وَخَمَسِيْنَ وَمِئَةَ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بُنِ بِلاَلِ عَنُ مَّصْعَب بُنِ الْمِقْدَامِ رَءَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَسُفْيَانُ آخِذٌ بيَدِهِ وَهُمَا يَطُوْفَان فَقَالَ لَهُ سُفْيَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاتَ مِسْعَرٌ؟ قَالَ نَعَمُ وَاسْتَبُشِرَ بِمَوْتِهِ اَهْلُ السَّمَآءِ رَواى لَهُ جَمَاعَةٌ".

(تهذيب الكمال في اساء الرجال ج ١٨ص ١٥٣ تا ٢٩٩)

"حضرت حفص بن غیاث نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا کہاس نے

فرمایا جارے پاس عراق سے ابوب سختیانی اور امام مِسْعُر سے افضل کوئی نہ آیا اور رواس اسے کشادہ سر ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور علی بن مدینی نے بیان کیا کہ میں نے بیخی بن سعید سے پوچھا کہ ہشام دستوائی یامِنع میں سے زیادہ بختہ کون ہے تو اس نے فرمایا میں نے مِسْعُر کی مثل اور کوئی نہ دیکھاوہ سب لوگوں سے حدیث میں) اثبت تھے اور عمرو بن علی نے کہا گہ میں نے عبد الرحلٰ بن مہدی کو بیان کرتے سنا کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ اے امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ مِسْعَر ثقة اور مؤدب تھے اور ثقة محدثین) ہے بہتر شعبہ ومسعر تھے اور عبد اللہ بن داؤر الخریبی سے ہے کہ حضرت سفیان توری نے فرمایا جب ہم کسی بات میں اختلاف کرتے تو اس کے متعلق امام مِسْعُر سے پوچھ لیتے نیز کہا کہ امام شعبہ نے فرمایا ہم مِنْعُر کومصحف کے لقب سے یاد کرتے اور ابراہیم بن سعید الجوہری نے کہا کہ شعبہ اور سفیان جب کسی بات میں اختلاف کرتے تو کہتا ہمیں میزان یعنی مِسْعُر کے پاس لے چلواور امام ابوزرعہ رازی نے کہا کہ میں نے ابونعیم سے سنا اول مِسْعُر بختہ ہے پھر سفیان پھر شعبہ اور ابوزرعہ دمشقی نے بیان کیا کہ میں نے ابونیم سے سنا کہ مِسْعُر اپنی حدیث میں تر دو کرتے لیکن انہوں نے اپنی کسی حدیث میں کوئی غلطی نہیں کی۔سوا ایک حدیث کے اور ابو بکر ابی شیبہ نے امام وکیع سے بیان کیا کہ مِسْعُر کا شک بھی دوسرے آ دمی کے یقین جیسا ہے اور امام عجل نے فرمایا کہ مِسْعُر کوفی تقد حدیث میں پختہ ہے اور امام اعمش فرماتے کہ شیطان مِسْعُر کاضعف حابهٔ اے کہ انہیں حدیث میں شہبے ڈالتا ہے۔اور تھا وہ منظوم کلام کہتا اور عبدالجبار بن علاء نے سفیان بن عیدینہ سے بیان کیا کہ امام مِسْعُ جارے یاس صدق کے خزانے ہے اور ابوطالب نے

امام احد بن عنبل سے بیان کیا کہ مِسْعُر تقد وخیار ہے اور اس کی حدیث اہل صدق کی حدیث ہے اور اسحاق بن منصور نے امام یجیٰ بن معین سے بان کیا کہ ثقہ ہے اور محد بن عبداللہ بن عمار الموسلی نے فرمایا کہ مِسْعَر جت ہے اور کون ہے جو کوفہ میں اس کی مثل ہو؟ اور عبدالرجمان بن الی عاتم نے کہا کہ امام ابوزرعہ سے ان کے بارے بوچھا گیا تو فرمایا ثقہ ہے اور میرے باب ابوحاتم) سے مِسْعُر وسفیان کے بارے یو چھا گیا تو فرمایا مِسْعَر حدیث میں زیادہ انقان والا اور زیادہ مضبوط ہے اور اسناؤا اعلی ہے اور مِسْعُر تو اتقان میں حماد بن زید سے بھی بڑھ کر ہے اور ابوعبید الاجرى نے ابوداؤد سے بیان کیا کہ امام مِسْعُر وہ صاحب شیوخ ہے کہ اس نے ان ایک سو ۱۰۰ شیوخ سے روایات کیں جن سے سفیان نے نہیں کیں اور محر بن ممار بن حارث رازی نے کہا کہ میں نے ابوقعیم سے سنا کہ میں امام سفیان کو کہتے سنا کہ ایمان زیادتی اور کمی قبول کرتا ہے تو میں نے کہا اے ابونعیم یہ کسی بات کرتے ہوتو اس نے میری طرف بنظر تعجب ديكها اور بولا ميس سفيان كا قول بيان كرتا مون اور البنة مِسْعُر بن كدام نے وصال كيا اور وہ محدثين) ميں بہترين تھے اور سفيان وشريك دونوں موجود تھے مگران کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے اور عمرو بن علی نے کہا کہ مِسْتُر سے اھ میں فوت ہوئے اور ابونعیم نے کہا کہ ۱۵۵ھ میں وصال کیا اور احمد بن محمد بن بلال نے مصعب بن مقدام سے بیان کیا کہ میں نے نبی کر میم صلی الله علیہ وسلم کوخواب میں اس شان میں ویکھا كرسفيان ان كا دست مبارك تهام بوئ اور وه دونول طواف كرت ہیں تو سفیان نے آپ سے عرض کی کہ یا رسول الله مِسْعُر فوت ہو چکے ہیں فرمایا یہاں اورآسان والے ان کے وصال پرخوشی کررہے ہیں یعنی

ان کا استقبال کر رہے ہیں اس واقعہ) کو ان سے ایک جماعت نے روایت کیا''۔

حواله نمبرس:

الحافظ العالم شيخ العراق الوحفص عمر بن احمد بن عثان المعروف ابن شابين الهوفي ٣٨٥ ججرى لكھتے ہيں:

"مِسْعَو بْنِ كِكَامٍ كَانَ مِنْ مَعَادِنِ الصِّدُقِ" . (تارجُ اساءاثقات ص اسم) " (تارجُ اساءاثقات ص اسم) " دلين امام مِسْعُر بن كدام سي الى كخرَ الول سے تھ"۔

قارئین کرام نے اسماء الرجال کی کتب معتبرہ سے امام مِسْعَر بن کدام کے متعلق آئمہ محدثین رضوان الله علیهم کے اقوال دکھ لئے کی نے انہیں تقد کہا کور انہیں مصحف کا نام دیا بیس تقد کہا کور انہیں مصحف کا نام دیا بڑے بڑے آئمہ تقات مثل سفیان و شعبہ و حماد بن زید سے انہیں افضل مانا مگر وہائی صاحب حق پوتی وخیانت کی حد گزر کر محض مرجیہ کہدرہا ہے بیرحال ہے اس تعصب کے مریض کا اب آخر میں علامہ ذہبی کی بھی سن لیس لکھتے ہیں:

"مِسْعَرَ بُنِ كِدَامٍ فَحُجَّةٌ إِمَامٌ وَّلاَ عِبْرَةَ بِقُولِ السُّلَيْمَانِيِّ كَانَ مِنَ الْمِرْجَئِةِ" . مِزان الاعتدال جمس ٩٩) .

''لعنی مِسْعُر بن کدام پس جحت ہے امام ہے اور سلیمانی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ مرجیہ سے تھے''۔

اب بتائيں وہائي كى بات كا اعتباركريں كے كدامام جرح وتعديل علامد ذہبى

صحابہ سنت فجر بوقت جماعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے تھے:

اب جاءالحق سے حدیث نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔طحاوی شریف نے ابوعثان نہدی سے روایت کی: "قَالَ كُنَّا نَاتِي عُمَرَ بُنَ الْحَطَّابِ قَبْلَ أَنْ نُّصَلِّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصَّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلُوةِ فَنُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلُوتِهِمُ".

''فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق کے پاس سنت فجر پڑھنے سے پہلے آتے تھے حالانکہ حضرت عمر نماز میں ہوتے تھے تو ہم مسجد کے کنارے سنت فجر پڑھ لیتے تھے پھر قوم کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہوجاتے تھے''۔

ال يرغير مقلد كااعتراض:

اس کی سند میں جعفر نامی راوی ہے جو کہ ابوعثان النہدی عبدالرحمان بن مل کا شاگر د ہے اور ہشام بن ابوعبداللہ کا استاد ہے۔طحاوی ج اص ۲۵۸)

اور یہ مجہول ہے تہذیب العہذیب میں اس نام کا کوئی راوی ابوعثان النہدی) نہ تو شاگرد ہے اور نہ امام دستوائی کا استاد بنایا گیا ہے۔

ثانیا: روایت مذکورہ امام ابوبکر نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے جس کے الفاظ میہ ہیں:

"رَءَيْتُ الرَّجُلَ يَجِيءَ وَعُمَرَ بْنُ الْحَطَّابِ فِي صَلَوْةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّى الرَّكُعَتَيْنِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَحَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلَوْتِهِمْ" . مَصَفَّا بِن الْبِشِدِجَ ٢٥ (٢٥١) .

'دلینی امام عبدالرجمان بن مل بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز فخر کی امام اصل امامت ہے) کروارہے تھے تو اس شخص نے پہلے دور کعت مسجد کے ایک گوشہ میں ادا کی پھرلوگوں کے ساتھ نماز میں داخل ہوا''۔

گویہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں حماد بن اسامہ ہیں جو کہ

مركس بين تهذيب التهذيب جساص وطبقات ص ٣٠)_

اور روایت عن سے ہے لیکن اس سے کم از کم بیتو ثابت ہو گیا کہ روایت فرکورہ کے متن میں اضطراب ہے کیونکہ طحاوی کی روایت میں اپنافعل بیان کیا گیا ہے تو اس میں کسی مجہول آ دمی کا بطور عجو بہ بتایا گیا ہے۔ (نام نہاددین الحق ۴۸۹)

وہانی کی اساء الرجال سے جہالت:

الجواب اوّلاً: ابوعثان نهدی کے شاگر دجعفر کو مجہول لکھنا غیر مقلد صاحب کی منہ بولتی جہالت اور اساء الرجال سے بے خبری ہے اساء الرجال پر مصروف کتاب میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"جعفر بن ميمون البصرى بيّاع الانماط عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ وَاَبِيُ عُثْمَانَ النَّهُدِى وَجَمَاعَةٍ وَعَنْهُ غُنْدَرٌ وَيَحْيَى الْقُطَّانُ قَالَ اَحْمَدُ وَلَيْحَيَى الْقُطَّانُ قَالَ اَحْمَدُ وَالنِّسَائِيُّ لَيُسَ بِذَلِكَ وَقَالَ مَرَّةً وَالنِّسَائِيُّ لَيُسَ بِذَلِكَ وَقَالَ مَرَّةً صَالِحُ الْحَدِيثِ وَقَالَ الدَّارُ قُطُنِيُّ يُعْتَبَرُ بِهِ وَقَالَ اِبْنُ عدى لَمْ اللَّارُ اللَّارُ قُطُنِيُّ يُعْتَبَرُ بِهِ وَقَالَ اِبْنُ عدى لَمْ اللَّامُ الدَّارُ قُطْنِيُّ يُعْتَبَرُ بِهِ وَقَالَ اِبْنُ عدى لَمْ اللَّامُ اللَّامُ اللَّامُ اللَّامُ اللَّامُ اللَّامُ اللَّامُ اللَّامُ اللَّهُ اللِّهُ اللَّهُ اللْعُلْلُ اللْلُهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللِّهُ اللْعُلِيْلُولَ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللْعُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللْعُلِمُ اللَّهُ اللْعُلِمُ اللْعُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ ا

'دلینی جعفر بن میمون انماط ایک قسم کی چادریں) بیچتے سے اس نے ابوالعالیہ اور ابوعثان النہدی اور محدثین کی ایک جماعت سے احادیث بیان کیں اور ان سے غندر اور یکی القطان نے احادیث لیں۔ اور اما م بیان کیں اور ان سے غندر اور یکی القطان نے احادیث لیں۔ اور اما م احمد اور نسائی نے کہا قوی نہیں اور ابن معین کے ان کے متعلق دوقول ہیں) ایک یہ کہ ان کی حدیث بیں) ایک یہ کہ ان کی حدیث استدلال) کے لئے درست ہے'۔

امام دار قطنی نے فرمایا کہ ان کا اعتبار کیا جائے گا اور امام ابن عدی نے کہا کہ میں نے ان کی احادیث منکرہ نہیں دیکھیں۔غور کریں کہ جس کے باپ کا نام اور شیوخ و تلامٰدہ کے نام اور پیشہ کا ذکر دیا اور محدثین نے ان کے متعلق اپنی آراء قائم

سیں اسے کوئی بھی عقل مندمجہول کیج سکتا ہے مگر وہابی صاحب اسے مجہول لکھ رہے ہیں بیرحال ہے اس کی جہالت و بے عقلی کا کہتے ہیں تہذیب التہذیب میں ایسے جعفر ناي كاكوئي ذكرنبيل جو ابوعثان الهندي كاشاگرد مواب ديكه ليل تهذيب التهذيب میں ان کا ذکر موجود ہے مانہیں جناب حافظ ابن جرعسقلانی رحمة الله عليه لکھتے ہيں: "جعفر بن ميمون التميمي ابوعلى وَيُقَالُ آبُو الْعَوَامِ الْأَنْمَاطِيُ بَيَّاعُ الْاَنْمَاطِ رَوِى عَنْ عَبْدِالرَّحْمَان بُن اَبِي بَكُرَةَ وَاَبِي التِّمِيَّ مَةَ الْهِجِيمِي وَأَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ وَٱبُو الْعَالِيَّةِ زبيان خَلِيْفَةَ بُنِ كَعُبِ وَغَيْرِهِمْ وَعَنْهُ إِبْنُ آبِي عُرُوْبَةَ وَالسُّفْيَانَان وَعِيْسَى بُنُ يُوْنُسَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقُطَّانِ وَعِدَةُ وَقَالَ آحُمَدُ لَيْسَ بِقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ وَقَالَ إِبْنُ معين لَيْسَ بِذَٰلِكَ وَقَالَ فِي مَوْضَعِ آخَرِصَالَحُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ مَرَّةً لَّيْسَ بِثِقَةٍ وَّقَالَ ٱبُوْحَاتِم صَالِحٌ وَّقَالَ النِّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ الدَّارُ قُطُنِيٌّ يُعْتَبُرُ بِهِ وَقَالَ إِبْنُ عَدى لَمْ آرَ آحَادِيْثَهُ مُنْكَرَةً وَّآرُجُو آنَّهُ لَا بَأْسَ به وَيُكْتَبُ حَدِيثُهُ فِي الضَّعَفَاءِ قُلْتُ وَقَالَ الْبُحَارِيُّ لَيْسَ بشَيْءٍ وَذَكَ رَهُ يَعْقُولُ فِي بَابِ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ رَّوَايَةِ عَنْهُمْ وَقَالَ عَبْدُ اللُّهِ بُنُ ٱحْمَدَ عَنْ اَبِيْهِ إِخْشَى اَنْ يَكُونَ ضَعِيفًا وَّقَالَ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدُرَكِ هُوَ مِنْ ثِقَاتِ الْبَصْرِييْنَ وَذَكَرَهُ اِبْنُ حِبَانِ وَّابْنُ فِي البَّقَاتِ" . (تهذيب التهذيب ج ٢ص ١٠٤) «جعفر بن میمون کی کنیت ابوعلی ہے اور ابوالعوام بھی بتایا جاتا ہے نسبت انماطر ہے اس کئے) کہ انماط خاص شم کی چاوریں) بیچتے تھے اس نے عبدالرحمان بن ابي مكره اور الوتميمه الجهيم اور ابوعثان نهدى اور ابوالعاليه اور ذبیان خلیفہ بن کعب اور ان کے علاوہ سے احادیث بیان کیس اور اس

سے ابوعرو بہ اور دوسفیان اور عیسیٰ بن یونس اور یکیٰ بن سعید القطان اور متعدد نے روایات کیس اور احمد نے کہا یہ حدیث میں قوی نہیں اور ابن معین نے کہا صلاحیت نہیں رکھتا اور دوسرے مقام پر کہا اس کی حدیث درست ہے۔ اور ایک بار کہا تقہ نہیں اور امام دار قطنی نے کہا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور امام ابن عدی نے کہا میں نے ان کی احادیث منکرہ نہیں در کیا جائے گا اور امام ابن عدی نے کہا میں نے ان کی احادیث منکرہ نہیں در کیا جائے گا اور امام ابن عدی کے کہا میں نے ان کی احادیث منکرہ نہیں در کیا جائے گا اور امام ابن عدی نے کہا میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے کہا وہ کوئی حدیث نہیں اور ایعقوب بن سفیان نے اسے اس باب میں ذکر کیا جن کی روایت سے اعراض کیا جائے اور عبدا للہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت سے اعراض کیا جائے اور عبدا للہ بن احمد نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ میں اس کے ضعف کا اندیشہ کرتا ہوں اور حاکم نے اپنی متدرک میں کہا کہ وہ ثقہ بھر یوں سے ہے اور ابن حبان اور ابن شاہین متدرک میں کہا کہ وہ ثقہ بھر یوں سے ہے اور ابن حبان اور ابن شاہین نے اسے ثقات میں ذکر کیا '۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ محدثین کے امام جعفر بن میمون کے متعلق جرح وتعدیل میں اقوال مختلف ہیں بیض نے جرح کی اور بعض نے تعدیل وتوثیق بیان کی مگر جن حضرات نے جرح کی وہ غیر مفسر ہے جو کہ عند الاصول توثیق کے مقابلہ میں معتر نہیں دوسرے یہ کہ جس راوی کے بارے جرح وتعدیل دونوں طرف اقوال ہوں اسے متعلم فیہ کہتے ہیں اور متعلم فیہ کے بارے ہم نے ابھی بچھی حدیث پر بحث میں محدثین کا مسلمہ اصول بیان کیا کہ اس کی روایت درجہ حسن سے نہیں گرتی۔

وماني كافضول واويله

انیاً: غیر مقلد کا به واویله بھی بے عقلی ہے کہ زیر بحث روایت کے متن میں اضطراب ہے کیونکہ بیمتن میں اضطراب نہیں بلکہ بید دو روایتیں ہیں طحاری شریف میں ابوعثان سے روایت کرنے والے راوی اور ہیں اور مصنف ابن الی شیبہ میں اور

ہیں متن دونوں کا پیچھے آچکا ہے سنداب ملاحظہ کرلیں۔ طحاوی کی سند:

"حدثنا ابوبكرة قال حدثنا ابوداؤد قال حدثنا هشام بن عبدالله بن جعفر عن ابي عثمان النهدى" ـ جاص ۲۵۸)-

ابن الى شيبه كاسند

"حدثنا ابواسامه عن عشمان بن غياث قَالَ حدثنى ابوعثمان" . (٢٥٠٥)

متن وسند سے معلوم ہوا کہ طحاوی وابن ابی شیبہ کی دوالگ الگ روایتیں ہیں جنہیں غیر مقلدا کی سمجھا کھر بلا دلیل اس کے اضطراب کا دعوٰ کی کیا جب کہ حقیقةٔ میہ دوروایتیں ہیں جوآلیں میں ایک دوسری کوتقویّت دیتی ہیں۔

عالیاً وہانی جی کا ایک اور بڑا جھوٹ۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے متعلق لکھتا ہے گو بیر وایت کے متعلق لکھتا ہے گو بیر وایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں جماد بن اسامہ ہیں جو کہ مدلس ہیں۔ تہذیب المتہذیب جسم سس وطبقات مسسس کے سام نہاد دین الحق ص ۴۸۹) جب کہ طبقات میں امام حافظ ابن حجرنے ان کی اس طرح شان وعظمت بیان جب کہ طبقات میں امام حافظ ابن حجرنے ان کی اس طرح شان وعظمت بیان

فرمائی ہے:

"حسمّادُ بُنُ اُسَامَةَ: - اَبُو اُسَامَةَ الْكُوفِيُّ مِنَ الْحُقَّاظِ مِنْ اِتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ مَشْهُ وُرٌ بِكُنْيَتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَى الْإِحْتِجَاجِ بِهِ مَاتَ سَنَةَ مِائَتَيْنِ وَصَفَّهُ بِذَلِكَ قَطْبِيُّ فَقَالَ كَانَ كَثِيْرُ التَّدُلِيْسِ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْهُ وَقَالَ اِبْنُ سَعْدٍ كَانَ كَثِيْرُ الْحَدِيْثِ وَيُدَلِّسُ وَيُبَيِّنُ تَدُلِيْسَهُ عَنْهُ وَقَالَ اِبْنُ سَعْدٍ كَانَ كَثِيْرُ الْحَدِيْثِ وَيُدَلِّسُ وَيُبِيِّنُ تَدُلِيْسَهُ انتهى . وَقَدْ قَالَ اَحْمَدُ كَانَ صَحِيْحُ الْكِتَابِ ضَابِطًا لِحَدِيْتُهِ انتهى . وَقَدْ قَالَ اَحْمَدُ كَانَ صَحِيْحُ الْكِتَابِ ضَابِطًا لِحَدِيْتُهِ وَقَالَ ايُنْ النَّهُ الْمَالَةُ لَا يَكُادُ يُخْطِئَى مَاتَ سَنَةَ وَقَالَ ايُخَالَ اللَّيْنُ اللَّهُ الْمَالَةُ لَا يَكُادُ يُخْطِئًى مَاتَ سَنَةَ الْمَدِي وَمِائَتَيْنَ " . (طبقات الدلسين ٣٠٣)

''لینی حماد بن اسامہ ابواسامہ کوفی حفاظ سے ہے اتباع التابعین سے اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہےان کے ججت ہونے پرمحدثین کا اتفاق ہے دو سو ۲۰۰ جری میں وصال ہوا اس کے ساتھ اس کا وصف قطبی نے بیان کیا تو کہا کثیرالند لیس تھا پھر تدلیس ہے رجوع کرلیا اور امام ابن سعد نے فرمایا کہ کثیر الحدیث تھے اور تدلیس کرتے اور اپنی تدلیس کو بیان فرما دیتے اور امام احمد نے فر مایاضح کے الکتاب تھے اور اپنی حدیث کو ضبط رکھنے والے نیز فرمایا کہ ثبت تھے ایسے پختہ کہ غلطی کے قریب نہ جاتے اور ان کا وصال دوسوایک ۲۰۱ ہجری میں ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام حماد بن اسامہ ابواسامہ کے جحت ہونے پر اتفاق فر مایا ہے اور تدلیس سے انہوں نے رجوع فرما لیا تھا اور اپنی تدلیس کو ظاہر بھی کر دیتے تھے اور بیان کے بعد تدلیس مضر نہیں ہوتی اب دیکھیں کہ وہابی صاحب کا محدثین پر یقین کیا ہوا محدثین حماد بن اسامہ کو ججت مانتے ہیں کیکن وہائی صاحب اسے ضعیف کہتا ہے جحت نہیں مانتا۔اب جاءالحق سے حدیث نمبر کے ملاحظہ ہو۔

طحاوی شریف نے حضرت یونس سے روایت کی:

"قَالَ كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ يُصَلِّيهِمَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدُخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلوتِهِمْ".

"كەامام حسن فرماتے تھے كەسنت فجرمسجد كے ايك گوشہ ميں پڑھ لے پھرقوم کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جاوے''۔

ال يرغير مقلد كا اعتراض:

بيرامام حسن بن على رضى الله عنه نهيس جيسا كه مفتى صاحب عوام كوامام حسن لكهركر باور کرارہے ہیں بلکہ حسن بھری ہیں جو کہ تابعی ہیں۔ ثانياً: اس كاراوي يونس بن اسحاق متكلم فيه ہے۔

صُدُوْقٌ يُوْهَمُ قَلِيلًا . تقريب ١٨١٠)-

''بعنی سچا تو ہے کیکن بھی کھار وہم کرتا ہے'۔

اور اسے راویوں کی روایت منفرد ہونے کی صورت میں جحت نہیں ہوا کرتی خصوصاً جب کہ امام بیخی نے ان کے حق میں بھی کہدرکھا ہے کہ:

"فِيْهِ غَفْلَةٌ شَدِيدٌ" . تهذيب ١٥ ١١٥ ٢٣٣) -

''لینی ان میں سخت خفلت پائی جاتی ہے اور ایسے راولیوں کی روایت متابعت کے بغیر قابل قبول نہیں ہوتی''۔(نام نہاد دین الحق ص ۱۹۸۹) الجواب اوّلاً: امام حسن بھری رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضے کرم اللہ وجہہ کے بیعت یافتہ روحانی بیٹے اور جلیل القدر تابعی ہیں انہیں امام لکھنے میں کون کی قباحت آئی جس پروہابی صاحب کواعتراض ہے جب کہ خود وہابی صاحب خواہ کوئی چودویں صدی کا مولوی ان کے موافق فد ہہب بات کرے تو اسے بھی امام لکھ دیتے

غیرمقلدنے خلاف مذہب عبارت کو چھوڑ دیا۔

ثانیاً: غیر مقلد کو تہذیب التہذیب سے یکیٰ کا قول تو نظر آیا کہ یونس بن ابی اسحاق میں غفلت پائی جاتی ہے اور یہ نظر نہ آیا جواسی جگہ ہے کہ:

"وَقَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ عَنْ معينٍ ثِقَةٌ" .

''امام بن عثمان دارمی نے ابن معین سے پونس بن ابی اسحاق) کا ثفتہ ہونا روایت کیا''۔

نیزعثان دارمی کا ارشاد کہ میں نے ابن معین سے بوچھا یونس یا اسرائیل دونوں میں سے آپ کوزیادہ کون پسند ہے۔ "قَالَ کُلَّ ثِقَةً"،

"پيرسب ثفته ٻين"۔

"وَقَالَ اِسْحَاقُ بُنِ مَنْصُوْرٍ عَنِ ابْنِ معينٍ ثِقَةٌ".

''اوراسحاق بن منصور نے إمام ابن معین سے تقدروایت کیا''۔

"وَقَالَ النِّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ"

''امام نسائی نے فرمایا کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں''۔

"وَقَالَ إِبْنُ عدى لَهُ اَحَادِيْتُ حَسَّانٌ".

"اس كى احاديث بهت خوب بين" ـ

''وَذَكَرَهُ اِبْنُ حَبَّانَ فِي الثِّقَاتِ"

''امام ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا''۔

"وَقَالَ الْعِجْلِيُّ جَائِزُ الْحَدِيْثِ" _

"علامه عجل نے فرمایا ان کی روایات سے احتجاج جائز ہے"۔

"وَقَالَ ابْنُ شَاهِيْنِ فِي الثِّقَاتِ".

''امام ابن شابین نے انہیں ثقات میں بیان کیا''۔ (تہذیب التهذیب ج ۱۱ ص ۲۳۳)

اب ان محدثین کرام کے امام پونس بن ابی اسحاق کی ثقایت وعدالت میں ارشادات

چھوڑ کراپنے مقصد کا اکا دکا قول ذکر کردینا کس قدر عظیم خیانت وسم بالاستم ہے۔

الله علامه نیموی طحاوی کی اس حدیث کو بیان کے بعد لکھتے ہیں:

"اِسْنَادُهٔ صَحِيْحٌ".

''اس کی اسناد سیجے ہے''۔ آثار السنن ص ۱۸۱)۔

رابعاً: یونس بن ابی اسحاق کے متابع امام یزید بن ابراہیم موجود ہیں جوامام حسن

بھری رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کرتے ہیں:

"إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تَصَلِّ رَكْعَتَى الْفَجْرِ

فَصَلِّهِمَا وَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّى ثُمَّ ادْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ".

(طحاوی ج ا ص ۲۵۸).

دو آپ فرمایا کرتے کہ جب تم معجد میں داخل ہواور سنت فجر نہ پڑھی تخیس تو ان کو پڑھ کے ساتھ تخیس تو ان کو پڑھ کے ساتھ شامل ہو جائے''۔

الے نقل کرنے کے بعد علامہ نیوی فرماتے ہیں:

"رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ"

"اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور سنداس کی صحیح ہے '۔ (آثار اسنن ص۱۸۰)۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے حضرت نافع سے سے کی:

"يَقُولُ اَيْقَطُتُ إِبْنَ عُمَرَ لِصَلْوِةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ"

''فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز فجر کے لئے بیدار کیا حالانکہ فجر کی تکبیر ہو رہی تھی تو آپ نے پہلے سنت فجر راحد ''

ال برغير مقلد كا اعتراض:

اولاً: حضرت ابن عمر رضی الله عنهما نے سنت فجر کہاں اداکی روایت فدکورہ میں بہر حال اس کا ذکر نہیں ہے اور اگر مفتی صاحب کی دلیل م کے موافق اس کی تطبیق دی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی الله عنهما مسجد سے باہر پڑھا کرتے تھے جو کہ مفتی صاحب کے موافق نہیں ہے۔

ٹانیاً: پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جماعت کے کھڑے ہوئے ہوئے کے بعد فجر کی سنت نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ منع فرمایا کرتے تھے لبندا ان میں موافقت کی ایک ہی صورت ہے کہ جب آپ کو مرفوع حدیث کاعلم نہیں تھا تو آپ گھر میں پڑھ لیا کرتے تھے لیکن جب اس کاعلم ہوگیا تو خود بھی عمل ترک کر دیا اور

لوگوں کو بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ (نام نہاددیں الحق ص ۴۹۰) غیر مقلد کے بیجا اعتراضوں کے جواب:

الجواب اولاً: ہم اس فصل میں غیر مقلد کے اس اعتراض کے جواب میں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بوتت جماعت مسجد میں سنت فجر پڑھا فابت نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طحاوی سے روایت کھی آئے ہیں جس میں علی حابت نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بوقت جماعت سنت فجر کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بوقت جماعت سنت فجر کو حضرت حفصہ کے حجرہ میں پڑھا اور امام طحاوی کی تصریح بھی اس جگہ لکھ آئے ہیں کہ حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کا جو مسجد نبوی شریف سے ہے لہذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بوقت جماعت سنت مسجد میں پڑھنا ثابت ہے وہائی جی کو چاہئے کہ ضد چھوڑ دے اور بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھنا ثابت ہے وہائی جی کو چاہئے کہ ضد چھوڑ دے اور بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھنا کا جواز مان لے۔

الله عنی الله عنها سنت فجر مقلد صاحب کی خود ساخته توجیه که ابن عمر رضی الله عنها سنت فجر بوقت جماعت اپ گھر پڑھتے تو خلاف عقل بھی ہے کیونکہ اقامت حاضرین مبجد کو اعلام کے لئے ہوتی ہے کہ اب جماعت قائم ہورہی تو حضرت عبدالله ابن عمر رضی الله عنها اپ گھر میں کیے معلوم کر لیتے کہ اقامت ہو چکی ہے حالانکہ روایت میں تصریح ہے کہ آپ جماعت قائم ہونے کے بعد پڑھتے نیز اس دور میں گھڑی ٹیم پر تصریح ہے کہ آپ جماعت قائم ہونے کے بعد پڑھتے نیز اس دور میں گھڑی ٹیم پر بھی جماعت نہیں ہوتی تھی کہ آپ ٹیم وقت) دیکھ کر اندازہ کر لیتے کہ اب اقامت ہو چکی ہے پھر آپ کو یہ کس طرح اندازہ ہوتا کہ سنت فجر پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکوں گا اس کا مطلب ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنها معاذ الله جماعت سے لا پروائی کرتے ہے کہتے ہوسکتا ہے۔

الله على الله على الله على الله على الله على بالآثار كے حوالہ سے الله على بالآثار كے حوالہ سے حفرت ابن عمر رضى الله عنها سے روایت لکھى ہے جس میں ہے كه آپ نے ايک شخص كو بوقت جماعت سنت فجر پڑھتے ديكھا تو فرمايا كيا تم صبح كى چار ركعت فرض)

پڑھتے ہوگریہاں میں ہرگز مذکورنہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بوقت جماعت سنت فجر نہیں پڑھتے تھے یہ غیر مقلد صاحب اپنے مذہب کو تقویت دینے کو پاس سے اضافہ کر لیا۔ یہ ہے ان نام نہا داہلحد ثوں کا حال۔

اپانہ ہیانے کے لئے غیرمقلد کے حلے:

رابعاً: غیر مقلد صاحب کوابن عمر رضی الله عنهما کی دو مخلف روایتوں کے درمیالا موافقت کی ایک ہی صورت نظر آئی ہے جو کہ ان کے مذہب کے موافق ہے آگر چہ عند اہل ادب وعقل غیر مرضی وغیر مناسب ہے کہ جلیل القدر صحابی سیدنا وابن سیدنا وابن سیدنا وابن سیدنا وابن سیدنا حضرت عبدالله ابن عمر رضی الله عنهما کو مرفوع حدیث کا علم نہیں تھا اس لئے بوقت جاعت سنت فجر گھر میں پڑھ لیتے تھے جب علم ہوا تو خود بھی عمل ترک کر دیا اور بوگوں کو بھی منع فر مایا کرتے تھے۔ اس پرسوال ہوگا کہ ابن عمر رضی الله عنهما کوخود بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے میں منع کی مرفوع حدیث کا علم نہیں تھا تو کسی سے مسئلہ بوچھا بھی نہ لا پروائی میں اپنی رائے سے گھر میں بوقت جماعت سنتیں پڑھتے رہے گر اس کے علاوہ منع و جواز پر روایات کے درمیان تظیق کی ایک سے بھی صورت تھی جو وہا بی صاحب کو ثباید اس لئے نظر نہ آئے کہ خلاف نہ نہ ہے وہ سے جے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کی روایتوں کے جواب میں ذکر کیا کہ منع اس صورت میں ہے جب اللہ علیہ نے منع کی روایتوں کے جواب میں ذکر کیا کہ منع اس صورت میں ہے جب اللہ علیہ نے منع کی روایتوں کے جواب میں ذکر کیا کہ منع اس صورت میں ہے جب کوئی جاعت سے متصل سنت فجر پڑھے چنا نچہ لکھتے ہیں:

"قَدْ يَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَرَهَ ذَٰلِكَ لِلَّذَة صَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ ثُمَّ وَصَلَهُمَا بِصَلُوةِ الصُّبُحِ مِنْ عَيْرِ أَنْ يَّكُونَ تَقَدَّمَ أَوْ تَكَلَّمَ" . (طاوى ١٥٣٥)

'' یہ جائز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت جماعت) سنت فجر پڑھنے کو اس لئے ناپیند کیا ہو کہ سنت فجر کو اس نے نماز صبح فرض) سے ملا دیا ہویہ کہ نہ آگے بڑھا ہواور نہ کلام کیا ہو''۔ نیز حضرت ابن عمر رضی الله عنهما کی منع کی روایت میں بھی ایبا قرینه موجود ہے کہ وہ خض جماعت کی صفول سے متصل سنین پڑھ رہا تھا اور چار فرض پڑھنے کے مثابہ لگ رہا تھا دوا کیلے دو جماعت کے ساتھ اسی مشابہت کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی الله عنهمانے فرمایا کیا تم فجر کی چار رکعت فرض) پڑھتے ہو۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر 9 ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے حضرت امام شعبی سے روایت کی:

"كَانَ مَسْرُوْقٌ يَجِئُى إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِى الصَّلُوةِ وَلَمْ يَكُنُ رَكَعَ رَكْعَتَى الْفَجْرِ فَيُصَلِّى الرَّكْعَتَيْنِ فِى الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدُخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلُوتِهِمْ"

''حضرت مسروق توم کے پاس آتے تھے جب کہ وہ نماز فجر میں مشغول ہوتے اور مسروق نے سنت فجر نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں پہلے دو سنتیں پڑھ لیتے پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے تھے''۔

ال پرغیرمقلد کا اعتراض:

مسروق صحابي نبيل بلكه تابعي بين-

(تهذيب التهذيب ج٠١ص ١١١ وتاريخ ثقات عجل ص ٣٢٧)

مگر افسوں کہ مفتی صاحب اس پر حدیث کاعنوان لگاتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

<u> ٹانیا</u>ً: اس کی سند میں سعید بن الی عروبہ ہیں طحادی جاص ۲۵۸)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: - کثر الدلیس واخلط تقریب ص ۹۳) بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں اور آخری عمر میں حافظ بھی خراب ہو گیا تھا اور زیر بحث روایت عن عن

میں میں میں میں میں حصین عبدالرحمان الحارثی ہے امام احمد فرماتے میں کہ میں محکر روایات بیان کرتا ہے میزان جاس۵۵۲ وتہذیب جسسطیع جدید)۔

رابعاً: اس تابعی کے فعل کو بالفرض اگر صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو امام ابوصنیفہ کا فتوی ہے کہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو اس سے ہم مزاحت کرتے ہیں۔ انوارالباری جام ۲۵۰ والجواہر المضیہ ج ۲۵۰ وتہذیب ج ۱۰ میں ۱۵۰ و میں دور المحام المحام (۲۵۰ کی المحام ۱۵۰ کی دور المحام کی دور ال

الجواب اولاً: محدث كبير امام طحاوى رحمة الله عليه في حضرت مسروق رضى الله عندى روايت پر حديث كاعنوان لكايا به چنانچ فرماتے بين: "حَدَّثُنَا اَبُوْ بَكُرَةِ".

" بمیں ابوبکرنے حدیث بیان کی "۔ (طحادی جاس ۲۵۸)۔

امام عبدالله بن محمد (ابن الى شيبه) جو كه امام بخارى كے استاد بيں نے بھى حضرت مسروق كى روايت كوحديث كاعنوان ديا ہے فرماتے بيں:

"حَدَّثَنَا آبُوْبَكُرٍ" ـ

'' ہمیں ابو بکرنے حدیث بیان کی''۔

اب وہابی صاحب بتا کیں ان محدثین کرام پر کیافتو ی ہے۔

اختلاف موجود ہے اس طحاوی شریف کے ذیل میں ہے ۔۔

"قَالَ صَاحِبُ تَصْحِيْحِ الْاَعْلاطِ لَا اَحَرِثُ سَعِيْدًا هَذَا وَلَعَلَّ الصَّوَابَ بَدُ لُهُ شُعْبَةُ لِكِنَّ اَقُولُ لَعَلَّ هُوَ سَعِيْدُ بُنُ عروبةَ اَوُ الصَّوَابَ بَدُ لُهُ شُعْبَةُ لِكِنَّ اَقُولُ لَعَلَّ هُوَ سَعِيْدُ بُنُ عروبةَ اَوُ سَعِيْدُ بُنُ مَنْصُورٍ" . (جَاص ٢٥٨) -

"صاحب تھی الاغلاط نے کہا کہ میں اس سعید کونہیں جانتا شاید اس کی جگہ شعبہ ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ شاید بیسعید بن ابی عروبہ ہی ہوں یا سعید بن منصور ہوں"۔

جب راوی میں اختلاف ظاہر ہے تو بلاتعین جرح معترنہیں۔ اللهٔ: اگر زیر بحث روایت کے راوی امام شعبہ ہیں تو بید تقہ ہیں علامہ زہمی لکھیے

U

"وَاَمَّا شُعْبَةُ بْنُ دِيْنَارِ الْكُوْفِي فَثِقَةٌ رَولى عَنْهُ سُفْيَانَانِ"

(ميزان الاعتدال ج عص ١٤٢)_

'دلیعنی شعبہ بن دینار کوفی ثقہ ہیں ان سے دونوں سفیان نے روایتیں کیں'' اور علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

"شُعْبَةُ بُنُ دِیْنَارِ الْکُوفِی لَا بَاْسَ بِهِ" - (تقریب اجدیب ۱۳۵)۔ شعبہ بن دینار کونی کی روایتوں میں کوئی حرج نہیں اگر اس کے رادی سعید بن مصور ہیں تو بیانتہائی ثقہ ہیں'۔

علامه ذهبي لكھتے ہيں:

"سَعِيْدُ بُنُ مَنْصُورِ بَن شُعْبَةَ الْحُرَاسَانِيُّ الْحَافِظُ الْشِقَةُ صَاحِبُ السَّنَنِ سَمِعَ مَالِكًا وَ طَبْقَهُ" . (ميزان الاعتدال ٢٥٩ مهم الكَّا وَ طَبْقَهُ" . (ميزان الاعتدال ٢٥٩ مهم مَالِكًا وَ طَبْقَهُ" . (ميزان الاعتدال ٢٥٩ مهم مَالِكًا وَ طَبْقَهُ اللهُ عَافِظ تقداور صاحب سنن عاس في السف معيد بن منصور بن شعبه خراساني حافظ تقداور صاحب سنن عاس في

امام مالک واس کے ہم طبقہ سے ساعت کی''۔

اور حافظ ابن حجر لكھتے ہيں:

"سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرِ بْنِ شُعْبَةَ آبُوْ عُثْمَانَ الْخُرَاسَانِيُّ نَزِيلُ مَكَّةَ ثِقَةٌ مُصَيِّفٌ وَكُوْقِهِ بِهِ".

(تقريب التهذيب ١٢١)-

''سعید بن منصور بن شعبہ البوعثان خراسانی مکہ آنے والا ثقہ اور مصنف ہے اور سخت اعمّاد کی وجہ سے جوان کی کتاب میں لکھا تھا اس سے رجوع نہ کرتے تھے''۔ اور اگرنشلیم کر لیس کہ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ ہی ہیں تو ان کے مارے بھی دیکھ لیس۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"سَعِيْدُ بُنُ آبِى عروبَةَ مهران اليسكرى مَوْلاَهُمُ ابوالنصر البصرى ثِقَةٌ حَافِظٌ لَهُ تَصَانِيفُ للْكِنَّهُ كَثِيرُ التَّدُلِيُسِ وَاخْتَلِطَ وَكَانَ مِنُ ٱثْبَتِ النَّاسِ" . (تريب البنديس ١٢٣) -

''لینی سعید بن ابی عروبه مهران الیسکری ان کے آقا تھے کنیت ابوالنصر بھری ہے۔ ثقہ حافظ اور صاحب تصانیف ہیں لیکن کثیر التد لیس ہیں اور اختلاط ہو گیا تھا اور حدیث میں لوگوں سے مضبوط تھے''۔

اورعلامه ذہبی فرماتے ہیں:

"سَعِيْد بن ابى عروبة امام اهل بصرة فى زمانه ابو النصر مولى ابنى عدى واسم ابيه مهران وله مصنفات لكنه تغير بأخرة" .

(ميزان ج اص ١٥١)

'دلینی سعید بن ابی عروبہ اپنے دور میں اہل بھرہ کے امام تھے کنیت ابوالنصر ہے بنی عدی کے آقا ہیں اور ان کے باپ کا نام مہران ہے اس کے لئے تصانیف ہے لیکن آخر عمر میں تغیر آگیا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ بن مہران ابوالنصر بھری بڑی شان والے امام ثقة ثبت فی الحدیث ہیں اگر آخر عمر میں حافظہ میں تغیر آگیا تھا تو اس کا اس روایت پر کوئی اثر نہیں کیونکہ اس کی تائید میں اس مسئلہ پر احادیث کثیرہ ہیں جن کا بیان جاء الحق میں ہے۔

سعید بن ابی عروبه کا متابع موجود ہے:

رابعاً: سعید بن ابی عروبہ کے متابع امام ہشیم موجود ہیں جو کہ حصین اور ابن عون

سے یہی روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

"حَدَّثَنَا اَبُوْبَكُرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٍ قَالَ اَنَا حُصَيْنٌ وَإِبُنُ عَوْنِ عَنِ الشَّغِيلَ الْمُسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِى صَلْوَةِ الشَّغِيلَ عَنْ مَّسُرُوقِ آنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِى صَلْوَةِ الْخَدَاةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ فَصَلَّاهُمَا فِى نَاحِيَةٍ ثُمَّ دَخَلَ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ فَصَلَّاهُمَا فِى نَاحِيَةٍ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِى صَلْوتِهِمْ" . (مصن ابن ابي ثيبن ٢٥٣٥٥) _

"حضرت مسروق رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے جب کہ لوگ نماز فجر پڑھ
رہے تھے اور انہوں نے دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھیں اس آپ نے
انہیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھا پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل
ہوئے"۔

خامساً: زیر بحث روایت کو علامہ نیوی نے صحیح کہا ہے چنانچہ یہی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رُوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ".

''اے امام طحاوی نے روایت کیا اور سنداس کی صحیح ہے''۔

غیر مقلد کا اس پر تیسرا اعتراض که اس کی سند میں دوسرا راوی حصین بن عبدالرحمٰن الحارثی ہے۔امام احمد نے اسے منکر الروایات کہا ہے۔

غیرمقلدنے راوی کا نام اپنے پاس گھڑ دیا:

الجواب اولاً: حصين بن عبد الرحمٰن الحارثی نہيں بلکہ حصین بن عبدالرحمٰن السلمی ابوالہذیل الکوفی ابن عمر منصور بن المعتمر بیں جو کہ امام شعمی سے راوی ہیں۔ (تہذیب البحال فی اساء الرجال جسم ۱۵۳)۔

ال کے بارے امام حافظ ابن حجر رحمة الله عليه لکھتے ہيں:

"قَالَ آبُوْ حَاتِمٍ عَنْ آحُمَدَ حُصَيْنُ بُنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثِقَةٌ مَامُونٌ مِّنْ كَبَائِرِ آصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَقَالَ ابْنُ معينٍ ثِقَةٌ وَّقَالَ الْعِجْلِيِّ

ثِقَةٌ ثَبَّتٌ فِى الْحَدِيْثِ وَقَالَ اِبْنُ آبِى حَاتِمٍ سَالْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْهُ فَقَالَ ثِقَةٌ قُلْتُ يُحْتَجُّ بِحَدِيْثِهِ قَالَ اَتَّ وَاللَّهِ وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ صُدُوقٌ ثِقَةٌ فِى الْحَدِيْثِ وَآخِرِ عُمْرِهِ سَاءَ حِفْظُهُ"

(تهذيب التهذيب ج٢ص ٣٨١)

"ابو حاتم نے امام احمد سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا حسین بن عبدالرحمٰن ثقة مامون ہیں اور کبائر محدثین سے ہیں اور ابن معین نے فرمایا ثقة ہیں اور امام عجل نے کہا ثقة اور حدیث میں مضبوط ہیں اور ابن ابن حاتم نے کہا کہ میں نے امام ابوزرعہ سے دربارہ (حصین بن عبدالرحمٰن) پوچھا تو اس نے فرمایا ثقة ہیں میں نے عرض کیا اس کی حدیث کو جہت بنانا چاہئے تو فرمایا واللہ جس حدیث کو چاہو جمت بناؤ اور امام ابوحاتم نے فرمایا سے ثقة فی الحدیث ہیں کین آخر عمر میں حافظ متغیر ہوگیا"۔

تهذيب الكمال مين الحافظ الوالحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمل المزى

فرماتے ہیں:

"قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ عَنُ اَحْمَدُ بُنِ حَنْبَلٍ حُصَيْنُ بُنُ عَبُدِالرَّحْمَٰنِ ثِقَةٌ مَا أُمُونٌ مِنْ كَبَائِرِ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اِسْحَاقُ بُنُ مَنْصُورٍ عَنُ يَحْدَى بُنِ معينِ ثِقَةٌ وَقَالَ اَحْمَدُ بُنُ عَبُدِ اللّهِ الْعِجْلِيُّ كُوفِيٌّ عَنُ يَحْدِيثِ فِقَالَ اللهِ الْعِجْلِيُّ كُوفِيٌّ اللهِ الْعِجْلِيُّ كُوفِيٌّ اللهِ الْعِجْلِيُّ كُوفِيٌّ اللهِ الْعِجْلِيُّ كُوفِيٌّ اللهِ وَقَالَ اللهِ اللهُ اللهِ وَقَالَ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللّهُ اللهُ الله

ترجمهاس كااس سے پہلی تہذیب التہذیب كی عبارت میں آچكا ہے۔

انياً بير دوايت طحاوي شريف مين ايك اورسند ي بهى مروى ہے جس مين حمين بن عبد الرحمٰن كے متابع عاصم الاحول بين جوكه امام شعى سے راوى بين ملاحظه بو: "حَدَّثَنَا اَبُو بِشُو الرَّقِي قَالَ ثَنَا اَبُو مُعَاية عَنْ عَاصِمِ الْاَحُولِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسُووْقِ إِنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ غَيْرُ إِنَّهُ قَالَ فِي نَاحِيةِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسُووُقِ إِنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ غَيْرُ إِنَّهُ قَالَ فِي نَاحِيةِ الْمَسْجِدِ" . (طهادى جاس ٢٥٨) ـ

لینی عاصم الاحول امام شعبی سے وہ حضرت مسروق سے راوی کہ انہوں
نے الیا کیا لینی بوقت جماعت سنت فجر پڑھیں مگر اس نے ناحیہ کا ذکر
بھی کیا اب بھی وہائی نہ مانیں تو وہ نری ضد میں ہیں۔
غیر مقلد چو تھے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں کہ:

تابعی کے فعل کو بالفرض اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو امام ابوصنیفہ کا فتوٰ ی ہے کہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو اس سے ہم مزاحمت کرتے ہیں۔

غيرمقلد پہلے اپنے گھر کی خبر لیے:

الجواب: اولاً غير مقلد صاحب كو پہلے گھرى خبر لے كر پھر باہر قدم اٹھانا چاہئے جب كه ان غير مقلد وہا بيوں كا اپنا حال ہدہ كه تا بعى تو بعد كى بات صحابى كے قول كو بھى جمت نہيں مانتے جن كے بارے رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فر مايا: "اَصْحَابِى كَالنَّجُومِ فَبِالِيّهِمُ اقْتَكَيْتُمْ اِهْتَكَيْتُمْ".

(مشكوة باب مناتب الصحاب)

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔ غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق بن حسن خان بھو پالی صاحب لکھتے ہیں: ''وقول صحابی حجت نبا شد''

" صحابي كا قول دليل نهيس موسكتا" - (عرف الجادي ص ٢٨)

یہ تو صحابی کی بات ہے وہابیوں کے نزد یک تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی رائے بھی ججت نہیں۔ ان کے مولوی محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں:

سنئے جناب بزرگوں کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے وقیاس اجتہادو استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں شریعت اسلام میں تو خود پیغیر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ جست نہیں۔(طریق محمدی سم)۔

عالانكه الله تعالى كاقرآن مين ارشاد ب:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَواى إِنْ هُوَ إِلَّا مَا وَحْتَى يُّوْحَى" - (سورة النجم)
"اوروه كوكى بات اپنى خوائش سے نہيں كرتے وہ تو نہيں مگر وحى جو انہيں
كى جاتى ہے"-

انیا: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خود تابعی ہیں تو کسی تابعی سے ان کا اختلاف ہونایا اس کی رائے پر اپنی رائے کو درست جان کرتر جیح دینا کوئی مضا کقہ کی بات نہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان اختلاف ہوئے ہیں بعض اوقات دوسرے پر اپنی رائے درست بھی جانتے رہے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ دوسرے پر اپنی رائے درست بھی جانتے رہے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ (اختلاف امتی رحمة) میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

سنت فجر کے بارے حضرت موی اشعری کاعمل

جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۰ طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ بن ابی موی الشعری سے روایت کی:

"انَّهُ ذَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامِ فِي الصَّالُوةِ فَصَلَّى رَكُعَتَى الْفَحْد"

''کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری مسجد میں آئے حالانکہ امام نماز میں تھا آپ نے پہلے دورکعت سنت فجر پڑھیں''۔

اس کے بعد مفتی صاحب فرماتے ہیں بدوس حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گیں

ورنهاس کے متعلق بہت روایات ہیں اگر شوق ہوتو طحاوی شریف کا مطالعہ فرماویں۔ اس پر غیر مقلد کا اعتراض:

۔ تنبیہ: آخر میں مفتی صاحب نے مکر دحفرت ابومویٰ اشعری کا اثر نقل کیا ہے حالانکہ ابتداء میں اسے نقل کر آئے تھے دیکھئے مفتی صاحب کی پہلی دلیل فرق صرف میہ ہے کہ ابواسحاق سے بیان کرنے میں ذھیر کی بجائے امام سفیان ثوری ہیں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن عبدالرحمٰن رادی متر وک الحدیث ہے۔

خلاصه كلام:

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ بید دس حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں حالانکہ مفتی صاحب نے دس تو کہا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعیف بھی پیش نہیں کی بلکہ کل نو آثار پیش کیے ہیں جن کی صحت بہر آثار پیش کیے ہیں جن کی صحت بہر حال مشکوک ہے ہیں جن میں سات اقوال صحابہ اور دوآ ثار تا بعین ہیں جن کی صحت بہر حال مشکوک ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صرت کا احادیث کے مخالف ومعارض بھی ہیں اب فیصلہ قارئین کرام خود کرلیں کہ انہوں نے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو واجب العمل بنانا ہے یا کہ کسی صحابی و تا بعی کے ضعیف قول کو نظرا پی اپنی پیندا پی اپنی ۔ (نام نہاددین الحق ص ۲۹۱)۔

الجواب اولاً: وہابی صاحب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمة الله علیه پر پیة نہیں کیوں اوبال نکالتے ہیں ورنداصل اعتراض تو ان کا امام طحاوی پر بنتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی سند سے روایت کو طحاوی شریف میں دو بار لکھا ہے۔مفتی صاحب تو محض ناقل ہیں ان پر بیاعتراض سیندزوری ہے۔

ٹانیا: وہابی صاحب اتنا بے عقل ہے کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ محدثین گرام سندو متن مختلف ہونے سے حدیث کو مکرر بیان کرتے ہیں جبکہ بیداسے اقرار ہے کہ زیر بحث حدیث اور جاء الحق میں اس فصل کی حدیث نمبر اکی سند مختلف ہے کہ ایک میں زمیر بن معاویہ حضرت ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں جبکہ دوسری جگہ امام سفیان ثوری حضرت ابواسحاق سے راوی ہیں۔ نیز دونوں روایتوں کے متن میں بھی فرق ہے حدیث نمبرا کامتن سی بھی ہے۔

"عبدالله بن ابى موسلى عَنُ آبِيهِ حِيْنَ دَعَاهُمْ سَعِيْدُ ابْنُ الْعَاصِ
دَعَا آبًا مُوسلى وَحُذَيْفَةَ وَعَبُدُ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَبُلَ آنُ يُّصَلِّى
الْفَدَاةَ ثُمَّ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلُوةِ فَجَلَسَ عَبْدُ
اللهِ إلى أُسْطُوانَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي
الصَّلُوةِ" . (طادى جدنبرا صَوْنِهر ٢٥٧)

''وہ اپنے والد حضرت ابوموی اشعری سے روایت کرتے ہیں جب انہیں سعید ابن عاص نے بلایا اس نے حضرت ابوموی حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کو بلایا نماز فجر پڑھنے سے پہلے بیہ حضرات سعید ابن عاص کے پاس سے واپس ہوئے حالانکہ فجر کی تکبیر ہو چکی تھی۔ حضرت ابن مسعود مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے پھر وہاں دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شامل ہوئے''۔

"أَنَّهُ ذَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلُوقِ فَصَلَّى رَكُعَتَى الْصَّلُوقِ فَصَلَّى رَكُعَتَى الْفَجُر". (طادى جلداصفي ٢٥٧)

'' کے حضرت ابوموی اشعری مسجد میں آئے حالانکہ امام نماز میں تھا آپ نے پہلے دوسنت فجر پڑھیں''۔

ثالثًا: اس کی سند میں خالد بن عبدالرحمٰن ابوالہیثم خراسانی ہیں ان کے متعلق علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثان الذہبی رحمة الله علیه لکھتے ہیں:

"خَالِدُ بُنُ عَبُدِ الرَّحُ مِنِ اَبُو الْهَيْشَمِ الْخُرَاسَابِيُّ نَزَلَ الشَّامَ وَمِصْرَ وَحَدَّثَ عَنْ عُمَرَ بُنِ ذَرِّ وَّمالَكِ بُنِ مِغُولٍ وَّسُفْيَانَ وَعَنْهُ بَحْرُ بُنُ وَالزَّبِيْعُ الْمُرَادِيُّ وَجَمَاعَةٌ وَّثَقَةَ اِبْنُ معينٍ وَقَالَ اَبُو حَـاتِـمٍ: لَابَاْسَ بِهِ وَقَالَ الْعَقِيلِيُّ فِي حِفَظِهِ شَيْءٌ ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيثًا مُعَـلَّلاً رُوِى عَلَى وُجُوْهٍ لَعَلَّ الْحَطَاءُ مِنُ غَيْرِهِ وَقَالَ اِبْنُ عَدِي لَيْسَ بِذَلِكَ " . (يرالاعترال ١٣٣٥)

"فالد بن عبد الرحمٰن ابوالهیشم خراسانی شام ومصر میں آئے اور حدیث بیان کی عمر بن ذراور مالک بن مغول اور سفیان توری سے اور ان سے بح بن نفر اور رہ محمد میں نفر اور ایک معین نے بن نفر اور رہ محمد میں اور ایک جماعت محدثین نے اور ابن معین نے اسے تقد کہا اور ابوحاتم نے فرمایا ان کی (احادیث) میں کوئی حرج نہیں اور عقیلی نے کہا ان کے حافظہ میں کچھ خلل تھا پھر ان سے معلل حدیث کو ذکر کیا جو کئی وجوہ پر مروی ہے شاید وہ خطاء ان کے غیر سے ہو اور ابن عدی نے کہا وہ اس کے ساتھ نہیں '۔

حافظ ابن حجر لكھتے ہيں:

"وَقَالَ يَزِيْدُ بُنُ عَبُدِ الصَّمَدِ عَنِ ابْنِ معينٍ ثِقَةٌ وَقَالَ اِبْنُ صَاعِدٍ ثَنَا الْبَحُرُ ابْنُ النَّصُرِقَ مُحَمَّدُ بُنُ عَبُدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَكْمِ قَالا ثَنَا خَالِدُ وَكَانَ ثِقَةٌ وَقَالَ ابُو زُرْعَةَ وَابُوحَاتِمٍ لَا بَاسَ بِهِ وَزَادَ ابُو خَالِدٌ وَكَانَ ابْنُ مُعِينٍ يَثْنِى عَلَيْهِ خَيْرًا وَقَالَ الْعَقِيلِيُّ فِي حِفْظِهِ حَاتِمٍ كَانَ ابْنُ مُعِينٍ يَثْنِي عَلَيْهِ خَيْرًا وَقَالَ الْعَقِيلِيُّ فِي حِفْظِهِ حَاتِمٍ مَكَانَ ابْنُ مُعِينٍ يَثْنِي عَلَيْهِ خَيْرًا وَقَالَ الْعَقِيلِيُّ فِي حِفْظِهِ شَيْرَةً وَلَعَلَّ مُعَلِّلاً رُوى عَلَى وُجُوهٍ وَلَعَلَّ الْخَطَاءُ فِيهِ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَ ابْنُ عدى لَيْسَ بِذَلِكَ".

(تهذيب التهذيب جساص١٠١)

"پزید بن عبدالصمد نے امام ابن معین سے (خالد بن عبدالرجمان) کا تقد ہونا روایت کیا اور بن صاعد نے کہا کہ ہمیں بح بن نصر اور محد بن عبدالله بن عبدالحكم نے بیان کیا کہ ہم کوخالد بن عبدالرجمان نے حدیث بیان کی اور وہ تقد تھے اور امام ابوزرعہ اور ابوحاتم نے فرمایا اس کی

روایوں میں کوئی حرج نہیں اور ابوحاتم نے یہ بھی بیان کیا کہ امام ابن معین ان کی تعریف کرتے تھے اور عقبلی نے کہا کہ ان کے حافظ میں کچھ تھا میں کہتا ہوں پھر اس نے اس کی معلل حدیث ذکر کی جو گئی وجوہ پر مروی ہے اور ممکن ہے کہ اس میں خطاء اس کے علاوہ سے آئی ہواور ابن عدی نے کہا کہ وہ اس کے ساتھ نہیں'۔

عافظ جمال الدين لكهة بين:

"قَالَ اَبُوْ اَحْمَدُ بُنِ عدى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بُنُ اَحْمَدُ بُنِ حَمْدَانَ قَالَ صَالَتُ يَحْيَى بُنَ معينٍ فِي قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بُنُ عَبْدِالصَّمَدِ قَالَ سَالُتُ يَحْيَى بُنَ معينٍ فِي مَحْدَلِسِ اَبِي مِسْهَوٍ عَنْ حَالِد بْنِ عَبْدِالرَّحْمَٰنِ الْخُرَاسَانِيُّ هَلَا اللَّذِي سَكَنَ السَّاحِلَ وَاشَارَهُ بِاَصْبَعِهِ السَّبَابَةِ ثِقَةٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا اللَّهِ بُنِ صَاعَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَحْرُ بُنُ نَصْرٍ وَمُحَمَّدُ بُنُ عَبْدِاللَّهِ بَنِ اللهِ بُنِ عَبْدِاللَّهِ بَنِ مَاعَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَحْرُ بُنُ نَصْرٍ وَمُحَمَّدُ بُنُ عَبْدِاللهِ بَنِ اللهِ بَنِ اللهِ بَنِ عَبْدِاللهِ بَنِ اللهِ اللهِ بَنِ مَاعِدٍ يُحَدِّتُ فَقَالَ عَبْدِاللَّحُمُ اللهِ عَلَيْهُ وَكَانَ ثِقَةٌ قَالَ حَدَّثَنَا اللهِ الْهَيْمَ خَلِواللهِ بَنِ اللهُ اللهِ اللهَيْمَ عَلَيْهُ وَكَانَ ثِقَةٌ قَالَ حَدَّثَنَا اللهِ الْهَيْمَ عَلِيلُهُ بَنِ اللهُ اللهِ اللهَ عَبْدِالرَّحْمَانِ اللهِ الْهَيْمَ عَلِيلُهُ اللهُ عَبْدِالرَّحْمَانِ اللهِ اللهَيْمَ عَلِيلُهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلْمَ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْ اللهُ وَكَانَ اللهُ الله

''ابواحد بن عدی نے کہا کہ جمیں محد بن احد بن حدان نے بیان کیا اس نے کہا کہ جمیں محد بن احد بن حدان نے بیان کیا اس نے کہا کہ جمیں بزید بن عبدالصمد نے بیان کیا کہ میں نے ابومسہر کی مجلس میں کی بن معین سے خالد بن عبدالرحل خراسانی جو کہ ساحل کے پاس محصے کے بارے پوچھا تو انہوں نے شہادت کی انگل کے اشارہ سے بتایا

کہ تقہ ہیں اس نے کہا ہمیں ابن صاعد نے بیان کیا کہ ہمیں بح بن نفر اور محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے بتایا کہ ہمیں خالد بن عبدالرحمان ابوالہیثم الخراسانی نے حدیث بیان کی اوروہ ثقہ تھے۔

کہا میں ابن صاعد کے پاس تھا جب انہوں نے حدیث بیان کی تو فرمایا ہمیں ابوعتبہ احمد بن فرح نے کہا کہ ہمیں ابویٹیم خالد بن عبدالرجمان خراسانی نے حدیث بیان کی اور پیخی بن معین نے فرمایا وہ ثقہ ہیں اور ابوزر عہ اور ابو حاتم نے فرمایا ان میں کہا کہ امام کی بن معین ان کی تعریف کرتے تھے کہھ حرج نہیں اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا کہ امام کی بن معین ان کی تعریف کرتے تھے اور عقیلی نے کہا کہ ان کے حافظ میں کچھ چیز تھی اس سے امام ابوداؤد وامام نسائی نے روایتیں کی ہیں۔ محدثین کرام نے کس طرح امام خالد بن عبد الرحمٰن خراسانی کی تقاہت وعدالت بیان کی اگر کوئی اکا دکا قول جرح میں آجاتا ہے تو وہابی صاحب تقاہت وعدالت بیان کی اگر کوئی اکا دکا قول جرح میں آجاتا ہے تو وہابی صاحب کا یہ کہنا اسے نص قطعی کا درجہ دے کر بڑے بڑے عظیم الثان محدثین کے کیڑے تکالنا شروع کر دیتا ہے یہ ان بزرگوں سے کس قدر زیادتی وناانصافی ہے وہابی صاحب کا یہ کہنا کہ کہنا کہ مفتی صاحب دس تو کہا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعف بھی پیش نہیں کی بلکہ کل نو کہ مفتی صاحب دس تو کہا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعف بھی پیش نہیں کی بلکہ کل نو کہ مفتی صاحب دس تو کہا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعف بھی پیش نہیں کی بلکہ کل نو کہ مفتی صاحب دس تو کہا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعف بھی پیش نہیں کی بلکہ کل نو کہ مفتی صاحب دس تو کہا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعف بھی پیش نہیں کی بیٹ کی صاحب کا بیہ کہنا تھیں کے ہیں جن کی

الجواب اولاً: غیر مقلد کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ دراصل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیم الجمعین کے ارشادات مبارکہ کو حدیث کے درجہ سے نکالنے کی ناکم کوشش ہے۔جو کہ صحابہ کی نقص شان کے زمرہ میں آتی ہے حالانکہ آئمہ فقہاء وحدیث کا نام دیا وحدیث کا نام دیا محدثین کرام نے صحابہ کرام کے ارشادات وافعال وتقریرات کو حدیث کا نام دیا ہے۔فرق یہ ہے کہ جس متن حدیث کی سند رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک جائے وہ حدیث مرفوع ہے او جس آئن حدیث کی سند محص صحابہ کرام رضوان اللہ علیم تک حدیث موقوف ہے

الل اصول محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق

چنانچیشاه عبدالحق محدث دہلوی مقدمه مشکوة میں فرماتے ہیں:

"إِعْلَمْ أَنَّ الْحَدِيْتَ فِى إصْطِلاَحِ جَمُهُوْ الْمُحَدِّثِيْنَ يُطُلَقُ عَلَى قُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِعُلِهِ وَتَقُرِيْرِهِ وَمَعْنَى التَّقُرِيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِعُلِهِ وَتَقُرِيْرِهِ وَمَعْنَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِعُلِهِ وَتَقُرِيْرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَامٌ يُنْكِرُهُ وَلَمْ يَنْهِهِ عَنْ ذَلِكَ بَلْ سَكَتَ وَقَرَّرَ وَكَذَلِكَ يُطُلَقُ وَلَا التَّابِعِي وَفِعُلِهِ وَتَقُرِيْرِهِ وَعَلَى قَوْلِ التَّابِعِي وَفِعُلِهِ وَتَقُرِيْرِهِ وَعَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ الْمَوْقُوفُ فَى عَلَى الْبِي عَبَّاسٍ وَمَا اِنْتَهِى إِلَى التَّابِعِيّ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا اوْمَوْقُوفُ فَى عَلَى الْبِي عَبَّاسٍ وَمَا اِنْتَهِى إِلَى التَّابِعِي عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا الْمَوْقُوفُ فَى عَلَى الْبِي عَبَّاسٍ وَمَا اِنْتَهِى إِلَى التَّابِعِيّ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ وَلَوْلُ الْمَوْقُولُ فَا الْمَوْقُوفُ فَى عَلَى اللهُ عَلَيْهِ مَلْ الْمَوْقُولُ فِي إِلْكَ الْمَوْقُولُ فَوْلِ الْمَوْقُولُ فَا الْمَوْقُولُ فَى يُقَالُ لَهُ الْالْمُولُولُ الْمَوالِي الْمُولُولُ الْمَوالِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي الْمُولِي السَّالِي السَّالِي الْمُؤْلِقُ عَلَى اللهُ الْمُؤْلِقُ الْمُؤْلِقُ عَلَى السَّالِي السَّالِي السَلَّهُ اللهُ الْمَولُولُ السَّالِي السَّالِي السَّالِي السَلِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي اللهُ السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَّالِي اللَّهُ الْمُؤْلِقُ السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَّالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالَمُ السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي السَالِي ا

جان لو کہ بیٹک جمہور محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق نبی صلی الشعلیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد ہے کہ کسی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی رسول کی موجودگی میں تو آپ نے اسے نا پہند نہ جانا اور نہ اس سے اسے منع فرمایا بلکہ سکوت فرمایا اور ثابت رکھا اور ایسے ہی حدیث کا اطلاق صحابی کے قول وفعل اور اسکی تقریر پر ہوتا ہے اور تابعی کے قول وفعل اور اس کی تقریر پر تو جس حدیث کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پنچے اسے مرفوع کہا جاتا ہے اور جس حدیث کی سند من کسی سند صرف صحابی تک جائے اسے مرفوع کہا جاتا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے فرمایا کیا کیا یا ثابت رکھا ابن عباس برضی اللہ عنہا نے یا ابن عباس پر موقوف ہے اور جس کی سند صرف کہا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف کیا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا تا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا تا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا تا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا تا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا تا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا تا ہے موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک حدیث کی سند صرف تابعی تک حدیث کی سند صرف تابعی تک حدیث کی سند صرف تابعی تک حالتے اسے مقطوع کہا جاتا ہے تابعی تا

ہوا کہ حدثین نے حدیث کی تخصیص مرفوع اور موقوف کے ساتھ بھی کی ہے۔ ان کے نزدیک مقطوع کو اثر کہا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محدثین نے تابعی کے قول وفعل اور تقریر کو بھی حدیث مقطوع کا نام دیا ہے مگر بعض اس پر صرف اثر کا اطلاق کرتے ہیں تو اس کے پیش نظر مفتی احمد یارخاں رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ وتا بعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے ارشادات کو حدیث کا نام دیکر کچھ برانہیں کیا بلکہ محدثین کرام کی اصطلاح کے مطابق ہے مگر وہائی صاحب خواہ نخواہ اس پر واویل کر رہا ہے اور مذہبی دفاع میں ارشادات صحابہ کا مقام گھٹانے کے در یہ ہے اللہ ایسوں سے محفوظ رکھے۔ امام حافظ ابن جمر عسقلانی نے حرص حدیث کی سند صحائی تک بہنچ اسے دوقتم پر منقسم کیا ہے

مرفوع حکمی اور موقوف:

چنانچ مرفوع حکمی کے بارے لکھتے ہیں:

"وَمِثَالُ الْمَرُفُوعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكُمًا لَا تَصْرِيْحًا: مَا يَقُولُ الصَّحَابِيُّ الَّذِي لَمْ يَاخُذُ عَنِ الْإِسُرَ آئِيلِيَاتِ مَالَا مَجَالَ الصَّحَابِيُّ الَّذِي لَمْ يَاخُذُ عَنِ الْإِسُرَ آئِيلِيَاتِ مَالَا مَجَالَ لِلْإِجْتِهَادِ فِيْهِ وَلاَ لَهُ تَعَلَّقُ بِبَيَانِ لُعَةٍ اَوْ شَرَحٍ غَرِيْبٍ كَالاَخْبَالِ لِلْإِجْتِهَادِ فِيْهِ وَلاَ لَهُ تَعَلَّقُ بِبَيَانِ لُعَةٍ اَوْ شَرَحٍ غَرِيْبٍ كَالاَخْبَالِ لِلْإِجْتِهَادِ فِيْهِ وَلاَ لَهُ تَعَلَّقُ بِبَيَانِ لُعَةٍ الْخَلْقِ وَاخْبَالِ الْلَائِيَةِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ اوَالْاتِيَةِ كَلْمَاكِنَ مِنْ بَلَيْءِ الْخَلْقِ وَاخْوالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَكَذَا السَّلاَمُ أَو الْابَتِيَةِ كَلْمَاكُونَ لَهُ حُكُمُ الْمَرْفُوعِ الْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَكَذَا اللَّهُ عَلَيْهِمُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ وَلَّ لَا عَرِيلُ لَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ يَقْتَضِى مَوقَقُلُ لِللْعُتِهِ اللَّهُ عَلَيْهِ يَقْتَضِى مَلَى اللهُ عَلَيْهِ لِللْعُتِهِ اللهِ عَلَيْهِ يَقْتَضِى مَلَى اللهُ عَلَيْهِ لِللْعُتِهِ اللَّهُ عَلَيْهِ يَقْتَضِى مَلَى اللهُ عَلَيْهِ لِللْعُتِهِ اللهُ عَلَيْهِ وَلاَ مُوقَقَفُ لِللْعَتِهِ إِلّا النَّيِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَلاَ مُوقَقَفُ لِللْعَتِهِ إِلَّا النَّيِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " . (شَرِح غِنِهِ الْقَرَامُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " . (شَرح غِنِهِ الْقَرَامُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " . (شَرح غِنِهِ الْقَرَامُ 1909)

یعنی قول صحابی سے مرفوع حکمی غیر صریح کی مثال جس کو وہ صحابی بیان کرے جس نے اسرائیلیات روایت نہ کی ہواور اس میں اجتھاد کو بھی دخل نہ ہو اوراسے بیان لغت سے بھی تعلق نہ ہو یا شرح غریب سے (مرفوع حکمی ہے) جیسے امور ماضیہ کی خبریں دینا ابتداء خلق سے اور انبیاء علیم السلام کی خبریں یا آنے والے زمانہ کی خبریں جس طرح جنگوں اور فتنوں اور قیامت کے دن کی خبریں یا ایسے کام بتانا جس کو کرنے پر مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کا ذکر ہواس کے لئے مرفوع کا حکم اس لئے ہے کہ بیاس کے مخبر کا تقاضا کرتی ہے اور اس میں اجتھا د کو دخل نہیں لبذا تقاضا كرتى ہے اينے قائل كے لئے موقف كا جبكه صحابی كے لئے موقف سوانبی صلی الله علیہ وسلم کے نہیں موقوف مطلق کے بارے لکھتے بين ''والثانيا الموقوف وهو ماينتهي الى الصحابي''۔ دوسري قتم حدیث کی موقوف ہے یہ وہ جس کی سند صحابی تک جائے۔(شرح نخبة الفكر١٠١) يعنى صرف صحابى تك سندجائ اورمرفوع حكمى كقرائن سے خالی ہو۔

ارشادات صحابه كامقام محدثين كي نظر ميس

عالیًا محدثین عظام نے ارشادات صحابہ رضوان الدعلیم اجمعین کو کتب احادیث میں لکھا اور حدیث مرفوع کی طرح ان سے بھی احتجاج کیا۔ بلکہ بعض ابواب میں صرف ارشادات ومعمولات صحابہ کے ذکر پر اکتفاء کیا۔ کیا وہائی صاحبان ان محدثین لرجی اعتراض کریں گے کہ اس جگہ حدیث مرفوع کو ذکر نہیں کیا؟ (جلد اول کے باب) ''یکبو و ھو ینھض من السجدتین'' کے آغاز میں امام بخاری نے حضرت ابن زیررضی الدعنما کے فعل سے استدلال کیا ہے اور اسی سے متصل اگے"باب استدلال کیا ہے اور اسی سے متصل اگے"باب

کے آغاز میں حضرت ام درداء صحابیہ کے فعل سے استدلال کیا ہے۔ اُور طور اِل ہی کے باب قراء ۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ کے آغاز میں حضرت ابراہیم المجھی ابعی کے قول سے استدلال کیا ہے فرماتے ہیں:

"وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنُ إِبُرَاهِيمَ لَا بَاسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلَى غَيْرِ وُضُوءِ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنُ إِبْرَاهِيْمَ إِنُ كَانَ عَلَيْهِمُ ازَارٌ فَسَلِّمْ وَإِلَّا فَلاَ تُسَلِّمْ".

اورمنصور نے حضرت ابراہیم تخعی رضی اللہ عنہ کا فتو کی ذکر کیا کہ فرمایا بغیر وضوء مَام مين قرأت كرنے اور رسائل لكھنے ميں حرج نہيں اور حضرت حماد نے امام ايراہيم فنی سے بیان کیا کہ فرمایا اگر اہل حمام نے تہہ بند باندھ رکھے ہوں تو انہیں سلام کہہ ر نہ انہیں سلام نہ کہہ۔اس باب میں امام بخاری رضی اللہ عنہ حدیث کے ذکر ہے قبل مام ابراہیم تخعی تابعی رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے اب وہابی بتائیں ان بران حضرت کا کیا فتو کی ہے کیونکہ دین میں دو ہرا معیار نہیں ہوتا نہ ہی جائز ناجائز میں بڑے چھوٹے کا امتیاز۔ اسی طرح ابوداؤ دشریف جلد اول میں امام ابوداؤ د نے تَيْن باب متصل ذكر كمَّ بين يعنى باب ' مَسنُ قَالَ الْمُسْتَحَاصَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْوِ اِلَى ظُهْرِ اور باب من قَالَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَّرَّةً . باب مَنْ قَالَ تَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلوٰةٍ" اوران میں صحابہ وتا بعین رضی الله تعالی عنهم کے ارشادات ہے استدالال کیا ہے اس طرح امام علی بن عمر دار القطنی نے اپنی سنن دار القطنی کے باب استقبال القبلة فی الخلاء میں احادیث سے قبل ابن عمر رضی الله عنها کے عمل سے استدلال کیا ہے۔اب ان محدثین کرام پر بھی غیر مقلدیہی اعتراض کرے جومفتی احدیار خال تھی رحمة الله عليه پر کيا ہے۔اب جاءالحق ہے اس باب کی دوسری فصل جواس مسئلہ پرغیر مقلدوں کے اعتراضات کے جوابات پرمشمل ہے شروع کرتے ہیں اس کے آغاز میں مفتی احمد یار خال تعیمی رحمة الله علیه فرماتے ہیں۔اب تک اس مسئلہ پر ہم جس قدر اعتراضات معلوم کر سکے ہیں وہ مع جوابات نہایت دیانتداری سے عرض کئے دیتے ہیں۔ اگر آئندہ کوئی اعتراض ہمارے علم میں آیا تو اس کا بھی جواب عرض کر دیں گا۔

غیرمقلدوں کے اعتراضوں کے جواب:

اعتراض نمبرا: طحاوى وغيره نے حضرت ابو ہريره رضى الله عنه سے روايت كى: "عَنِ النَّهِبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَقِيْمَتِ الصَّلُوةِ فَلاَ صَلُوةً إِلَّا الْمَكُتُوبَةَ".

"آپ نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جاوے تو فرض کے سواکوئی نماز نہیں'۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی تکبیر ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھنا اس حدیث کے صرت کے خلاف ہے کیونکہ تکبیر ہو چکنے کے بعد صرف فرض نماز ہی پڑھی جانی چاہیے۔

جواب اس کے چند جواب ہیں ایک سے کہ میہ صدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ فجر کی تکبیر ہو جانے پراپنے گھر میں یا مبجد کے علاوہ دوسری جگہ میں سنتیں پڑھ لے اگر وہ جگہ مبجد کے بالکل متصل ہو جہاں تک امام کی قر اُت کی آواز جارہی ہو اور جماعت وہاں سے نظر آرہی ہو تو جو تم جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہے۔ دوسرے نوض جماعت سے پہلے جواب ہے۔ دوسرے نیر کسی نے سنت فجر یا دوسرے فرض جماعت سے پہلے مثروع کر دیئے ہوں اور درمیان میں فجر کی جماعت کھڑی ہو جاوے تو تم بھی اس مناز کا توڑنا واجب نہیں رکھتے۔ بلکہ جائز ہے کہ یہ نماز پوری کر کے جماعت میں بریک ہو، حالانکہ اس حدیث میں تفصیل نہیں لہذا ہے حدیث گویا مجمل ہے۔ جس پر بغیر تفصیل عمل عالی کہ یہ حدیث مرفوع سے خمیر سے کہ یہ بغیر تفصیل عمل نام کمکن ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث مرفوع سے جمہیں صبح سے کہ یہ بغیر تفصیل عمل نام کہ کہ یہ حدیث مرفوع سے جمہیں صبح سے کہ یہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فر مان ہے۔

جیسا کہ اسی جگہ طحاوی شریف نے بہت تحقیق سے بیان فرمایا۔ اور ہم پہلی فعل میں ثابت کر چکے ہیں کہ فقہاء صحابہ جماعت فجر کے وقت سنت فجر پڑھ کر جماعت میں ثابت کر چکے ہیں کہ فقہاء صحابہ جماعت فجر کے وقت سنت فجر پڑھ کر جماعت میں شریک ہوتے سے لہذا ان کاعمل وقول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر ترجیح پاوے گا۔ چوتھ یہ کہ اس حدیث پر ہر شخص عمل نہیں کر سکتا کیونکہ صاحب ترتیب جس پر ترتیب نماز فرض ہے اگر اس کی عشاء قضا ہوگئ ہواور جماعت فجر قائم ہو جاوے تو وہ اولاً عشاء قضا کڑے پھر جماعت میں شرکت کرے ورنہ ترتیب کے معنے بیہ ی خلاف ہوگا۔ پانچویں یہ کہ اگر بہ حدیث مرفوع درست ہوتب اس کے معنے بیہ ی خلاف ہوگا۔ پانچویں یہ کہ اگر بہ حدیث مرفوع درست ہوتب اس کے معنے بیہ ی ہوں گے کہ تکبیر فجر کے وقت جماعت کی جگہ یعنی صف سے متصل سنت فجر نہ پڑھے بھوں گے کہ تکبیر فجر کے وقت جماعت کی جگہ یعنی صف سے متصل سنت فجر نہ پڑھے بلکہ مجد کے گوشہ میں جماعت سے علیجدہ پڑھے تا کہ ندکورہ بالاخرابیاں لازم نہ آویں۔

حنی یہی کہتے ہیں کہ جماعت سے متصل سنت فجر ہر گرنہ پڑھے۔ چھٹے یہ کہ بیبی شریف میں یہ مدیث اس طرح مردی ہے۔ ' إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلُوةِ فَلَا صَلُوةً بِيبی شریف میں یہ مدیث اس طرح مردی ہے۔ ' إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلُوةِ فَلَا صَلُوةً اللّا الْمَ كُتُونَهُ أَلا رَكُعَتَى الْفَجْوِ ''۔ (از عاشیر طادی) جب نمازی تکبیر کہی جاوے تو سوافر 'ن کوئی نماز جائز نہیں بجر سنت فجر کے۔ اس صورت میں تہمارا اعتراض جڑ سے کث گیا ہیمی کی یہ روایت اگر ضعیف بھی ہوتو بھی عمل صحابہ کی وجہ سے قوی ہو جاوے گی۔ عمل صحابہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے وہاں سے ملاحظہ فر ماؤ۔ ساتویں سے جاوے گی۔ عمل صحابہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے وہاں سے ملاحظہ فر ماؤ۔ ساتویں سے کہ آپ کی پیش کردہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ تکبیر ٹجر کے بعد کوئی نفل جائز نہیں یعنی جائز نہیں یعنی جائز نہیں یعنی جاوے۔ سنت فجر خائز نہیں بلکہ مؤکدہ سنت ہے یہ تاویل اس لئے ہے تا کہ احادیث میں تحارض نہ سے۔

وہابی صاحب کا اس پر پہلا اعتراض: طحاوی کا اس حدیث کوموتوف قرار دینا

تصب وجمیت ندہبی پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو ایک جماعت حفاظ نے مرفوع بیان کیا ہے مثلاً ورقابن عمر، زکریا بن اسحاق، ایوب، زیاد بن سعد، اساعیل بن مسلم، مجر بن حجادہ، اساعیل بن ابراہیم، عمرو بن دینار وغیرهم۔ امام تر مذی فرماتے ہیں کہ: والحدیث المرفوع اصح (ترندی محتفہ جا، ص۳۲۳) یعنی بیر حدیث مرفوع ہی زیادہ صحیح ہے۔ اسے صرف حماد بن زید اور سفیان بن عیدنہ نے موقوف بیان کیا ہے جبکہ امام بیہ قی نے معرفة السنن والآثار میں صراحت کی ہے کہ سفیان بن عیدنہ مرفوع وموقوف دونوں طرح روایت کرتے ہیں۔ (بحوالہ اعلام اہل العصرات، نام نهاددین الحق ص۱۲۳)

غیرمقلد کے دعویٰ کارد:

الجواب اولاً: غیر مقلد صاحب کا به دعوی درست نہیں جو کہ اس روایت کو حفاظ کی ایک جماعت نے مرفوع روایت کیا ہے کیونکہ جماعت رواۃ کا اطلاق تب ہوتا ہے جب روایت اسناد کثیرہ سے مروی ہو مگر غیر مقلد صاحب نے جن راویوں کا ذکر کیا ہے وہ ایک ہی سند میں ہیں جس کا مدار عمر و بن دینارعن عطاء بن بیار پر ہے عطاء بن بیار حضرت الو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ملاحظہ کو (طوادی جا، ص ۲۵۸ تا ۲۵۸) ترفی جا، باب ما جاء اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المحتوبة ر (ابوداؤدجا، باب اذا ادرک الله مولم یصلی رکعتی الفجر)۔

النام جب غیر مقلد صاحب کو اقر ار ہے کہ وہ ثقہ راویوں حماد بن زید اور سفیان بن عبینہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو موقوف بیان کیا ہے تو پھر امام طحاوی رحمة اللہ علیہ کا موقوف کہنے میں کیا قصور ہے کہ وہائی صاحب اسے مذہب برست ومتعصب کہ رہے ہیں۔

باللَّهُ زیرِ بحث روایت کوموقوف کہنے میں امام طحاوی اسکیے نہیں فتح الملہم خرح مسلم جلد ٹانی کے صفحہ نمبر ۲۷۲ پر ہے:

"قَالَ الشَّيْخُ الْآنُور وَوَقَفَهُ إِبْنُ عَلَيْهِ فِي مُصَنَّفِ إِبْنِ آبِي شَيْبَةَ

وَٱبُّوَابُ إِبْنِ ٱبِي شَيْبَةَ عَلَى هَلِذَا الْمَسْئَلَةِ وَصَنِيْعُهُ فِي مَوْضَع الْبَابِ يَـدُلُّ عَلَى الْوَقُفِ وَايُضًا لَّمْ يَرُفَعُهُ حَيْثُ اَخْرَجَهُ تَحْتَ الْبَابِ وَنَـقَـلَ الشَّافَعِيُّ فِي كِتَابِ الْأُمِّ مِنْ قَوْلِ آبِي هُرَيْرَةَ فِي الْـمَـوُّضَـعَيْـنِ وَاَحُـرَجُهُ الطَّحَاوِيُّ مَرْفُوْعًا وَّمَوْقُوْفًا وَمَالَ إِلَى الْوَقْفِ (١٥) فِيهُمَا لَخَصَهُ الْجَزَائِرِيُّ مِنْ كِتَابِ الْعِلَلِ لِلْإِمَامِ آبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰن بْنِ الْإِمَامِ اَبِي حَاتِمٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبِي مِنْ حَـدِيْثِ رَوَاهُ الْفَضْلُ ابْنُ دكين عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ مجمع عَنِ الزُّهُرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارِ عَنْ آبِي هُرَيْرَةَ . قَالَ إِذَا أُقِيْهُمَتِ الصَّلُوةُ فَلَا صَلُوةَ إِلَّا الْمَكُتُوْبَةَ . فَقَالَ هَٰذَا خَطاءَ إِنَّمَا هُوَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارِ عَنْ آبِي هُرَيْرَةَ لَيْسَ لِلنُّهُ رِيِّ مَعْنَى، كَذَا ذَكَرَهُ الدَّ رَاوُرُدِيُّ وَهَا ذَا الصَّحِيْتُ مَوْقُوفٌ قِيْلَ قَدْرَ فَعَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بَنُ مُوسِي عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بُنِ اِسْمَاعِيْلَ فَقَالَ هُوَ خَطَاءَ إِنَّمَا مَوْقُوْفٌ "۔اھ

شخ نے انور نے کہ اسے موقوف بیان کیا ابن علیہ نے مصنف ابن الجی شیبہ میں اوراس مسئلہ پر ابن الجی شیبہ کا باب اور باب کے مقام پر اس کا طریقہ اس کے وقف پر لالت کرتا ہے۔ نیز جب اسے باب کے تحت بیان کیا تو مرفوع بیان نہ کیا اور بیان نہ کیا اور امام شافعی نے اسے کتاب الام میں دو جگہ حضرت ابو ہریرہ کے قول سے موقوف بیان کیا اور امام طحادی نے اسے مرفوع وموقوف دوطرح نقل کیا اور خود موقوف کے قائل ہوئے اور امام ابی محمد عبد الرحمٰن بن امام ابی حاتم کی کتاب العلل کے خلاصہ میں علامہ جزائری نے بیان کیا کہ امام ابی محمد عبد الرحمٰن بن ابی خلاصہ میں علامہ جزائری نے بیان کیا کہ امام ابی محمد عبد الرحمٰن بن ابی

عاتم نے کہا کہ میں نے اپنے باپ ابی عاتم سے اس عدیث کے متعلق پوچھا جے فضل ابن دکین نے ابراہیم بن آسمیل بن مجمع سے روایت کیا اس نے زهری اس نے عطاء بن بیار سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جس میں ہے کہ کہا جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے سواکوئی اور نقل نماز جائز نہیں۔ تو اس نے فرمایا (زهری کا نام) اس جگہ فلطی سے ہے۔ اس میں اس جگہ ابراہیم بن اساعیل عمرو بن دیناروہ عطاء بن بیار سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ اس الدراوردی نے بیان کیا اور بیموقوف سے جے پھر اسے کہا گیا کہ اسے عبید اللہ بن موسیٰ نے ابراہیم بن آسمیل سے مرفوع روایت کیا ہے اس غبید اللہ بن موسیٰ نے ابراہیم بن آسمیل سے مرفوع روایت کیا ہے اس نے فرمایا یہ فطی سے جھیقة یہ موقوف ہی ہے۔

رابعاً: اس روایت کے بنیادی راوی امام عمرو بن دینار ہیں جوعطاء بن بیار سے روایت کرتے ہیں بعد میں رفع سے وقف کی طرف رجوع کرلیا تھا چنانچہ امام حماد بن زید فرماتے ہیں:

"ثُمَّ لَقِيْتُ عَمْرًا فَحَدَّثِنِي وَلَمْ يَرُفَعُهُ"

(صحیح مسلم باب کراهة الشردع فی نافلة بعد شردع المؤذن فی اقامة الصلوة) پھر میں عمروسے ملا تو اس نے مجھے حدیث بیان کی مگر پہلے کی طرح مرفوع بیان نہ کیا۔

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: بیمسلمه اصول ہے کہ جب ثقه راوی کسی وقت مرفوع اور کسی وقت مرفوع اور کسی وقت مرفوع اور کسی وقت موقوف بیان کرے تو اس کے بارے میں صحیح تر فیصلہ یہی ہے کہ وہ روایت مرفوع ہی قرار دی جائے کیونکہ ثقه کی زیادت مقبول ہوتی ہے مثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے۔عدم علم عدم شیء کی دلیل نہیں ہوتی۔عارف کے قول کو جاہل کے قول پر ترجیح ہوتی ہے۔امام نووی فرماتے ہیں کہ:

"اكُوْرُ الرَّوَا أُو رَفَعُوهُ قَالَ البَّرْمِذِيُّ وَرَوَايَتُهُ الرَّفْعِ اَصَحُّ وَقَدُ قَدَمُنَا الْفُصُولَ السَّابِقَةَ فِي مُقَدَّمَةِ الْكِتَابِ اَنَّ الرَّفْعُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْوَقْفِ عَلَى مَذْهَبِ الصَّحِيْحِ" . (شرح ملم نام سحور) الْوَقْفِ عَلَى مَذْهَبِ الصَّحِيْحِ" . (شرح ملم نام سحور) زياده راوي الى كومرفوع بى بيان كرتے بين اور امام ترفرى نے كہا ہے كہا ہے كہا ہے كہا الى كا مرفوع ہونا بى صحیح ہے اور ہم نے گذشتہ فصل مقدمہ (مسلم) بين صراحت كى ہے كہ مرفوع مقدم ہے موقوف پراوپر شجح مزہب كے۔ ايك دوسرى جگه فرماتے بين كه

"وَبَيَّنَا اَنَّ الصَّحِيْحَ بَلِ الصَّوَابُ عَلَيْهِ الْفُقَهَاءُ وَالْأُصُولِيُونَ وَمَحْقِقَاءً وَالْأُصُولِيُونَ وَمَحْقِقَةً وَالْأَصُولِيُونَ وَمَحْقِقَةً وَالْمُحَدِّدُونَ إِنَّهُ إِذَا رَوَى الْحَدِيثُ مَرُفُوعًا وَمَوْقُوفًا مَوْصُولًا وَمُولِينًا مَوْصُولًا وَالْمَدِيثُ مَوْقُولًا وَالْعَدِهُ وَسَوَاءً كَانَ الرَّفع و الْوَاصِلُ اكْتُورُ أَوْ أَقَلُّ فِي الْحِفْظِ وَالْعَدَدِ" .

(اليناج المس١٥٥)

اور ہم بیان کرآئے ہیں کہ سی جے بلکہ خالص حق بات یہی ہے جس پر فقہاء علماء اصول اور محقق محد ثین متفق ہیں کہ جب کوئی حدیث مرفوع اور موقو فی روایت کی گئی یا موصول اور مرسل بیان ہوئی ہوتو اس صورت میں حدیث مرفوع اور متصل ہی سیجھی جائے گی چاہے رفع اور وصل کرنے والے حفظ اور عدد میں زیادہ ہوں یا کم ۔ حدیث بہر حال مرفوع ہوگ۔ والے حفظ اور عدد میں زیادہ ہوں یا کم ۔ حدیث بہر حال مرفوع ہوگ۔ امام نووی نے اس کا مزید تفصیل کے ساتھ ذکر شرح صیح مسلم جا، مام نووی نے اس کا مزید تفصیل کے ساتھ ذکر شرح صیح مسلم جا، حساس میں کیا ہے اور جا، ص ۲۵۲ میں حضرت امام بخاری اور مسلم کا خاص طور پر ذکر کیا ہے علامہ ابن تر کمانی حفی تھے ہیں کہ:

"وَإِذَا تَعَارَضَ الْوَصْلُ مَعَ الْإِرْسَالِ وَالرَّفْعُ مَعَ الْوَقْفِ فَالْحُكُمُ

عِنْدَ ٱكْثَرِهِمْ لِلْوَاصِلِ وَالرَّافِعِ لِآنَّهُمَا زَادَ وَزِيَادَةُ النِّقَةِ مَقْبُولُةٌ" (الجابراتي: ٢٥،٥٠٥)

اورجب تعارض ہو وصل کا ساتھ ارسال کے اور مرفوع کا ساتھ موقوف کے تو اکثر کے نزدیک حکم وصل اور مرفوع کا ہے کیونکہ بیزیادت ہے اور ثقة کی زیادہ مقبول ہے۔ (نام نہاددین الحق ص ۲۹۸ ۳۹۵۲)

قیاں دوسروں کے لئے حرام وہابیوں کے لئے جائز:

الجواب اولاً: جب کوئی اور قیاس قاعدہ کلیہ کو دلیل بنائے تو غیر مقلد وہائی شور والے ہیں کہ دیکھو جی بیدلوگ قرآن وحدیث کے علاوہ قیاس کو دلیل مانے ہیں مگر خود ان وہابیوں کا بیہ حال ہے کہ جب ان کے اپنے مذہب کو دلیل درکار ہوتو اس وقت قیاسی دلیل کو بھی نص قطعی کا درجہ دے دیے ہیں اب وہائی کو چاہیے تو یہ تھا کہ وقف پر رفع کی ترجے کو قرآن وحدیث سے ثابت کرتا جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو دلیل مانے ہیں لیکن حال ہے کہ خلاف دعویٰ اپنے مذہب کو دلیل فراہم کرنے کو قیاسی کلیہ کا سہارالیا جا رہا ہے کہ رفع کو وقف پر ترجیح ہوتی ہے کو دلیل فراہم کرنے کو قیاسی کلیہ کا سہارالیا جا رہا ہے کہ رفع کو وقف پر ترجیح ہوتی ہے کو دلیل فراہم کرنے کو قیاسی کلیہ کا سہارالیا جا رہا ہے کہ رفع کو وقف پر ترجیح ہوتی ہے کو تکہ رفع ووصل وغیر ھا زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے گر یا در ہے یہ کلیہ غیر مقبول ہے گر یا در ہے یہ کلیہ غیر مقبول ہے گر یا در ہے ہی مرفوع سے مقلدین کو یہاں مفید نہیں کیونکہ زیر بحث روایت کا بنیادی راوی ہی مرفوع سے موقوف کی طرف رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سلم شریف کے حوالہ سے گز را کہ حضرت موقوف کی طرف رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سلم شریف کے حوالہ سے گز را کہ حضرت موقوف کی طرف رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سلم شریف کے حوالہ سے گز را کہ حضرت موقوف کی طرف رجوع کر رہا ہے جیسا کہ سلم شریف کے حوالہ سے گز را کہ حضرت میں دیون میں دیون کی طرف رہوع کی دیاں دیون دیون کو بیاں دیون کی ایک مقبول ہے گو دیاں دیون کر ہائی دیون کی طرف رہا ہے جیسا کہ سلم شریف کے حوالہ سے گز را کہ حضرت کو دیون کی طرف رہوع کر رہا ہے جیسا کہ سلم شریف کے حوالہ سے گز را کہ حضرت کیا دیاں کی میں کو دیاں کیا کہ کو دیون کی کو دیاں کی خوالے کو دیاں کیا کہ کو دیاں کیا کو دیاں کیا کہ کو دیاں کیا کہ کو دیاں کو دیاں کو کر کو کو دیاں کیا کہ کو دیاں کیا کو دیاں کیا کو دیاں کیا کہ کو دیاں کیا کہ کو دیاں کو دیاں کیا کو دیاں کو کیا کو دیاں کی کو دیاں کیا کو دیاں کے دیاں کو دیاں کیا کو دیاں کر کو دیاں کیا کہ کو دیاں کیا کو دیاں کیا کی دیاں کیا کو دیاں کو دیاں کیا کو دیاں کی کر کو دیاں کر کو دیاں کیا کو دیاں کیا کو دیاں کو دیاں کو دیاں کیا

"ثُمَّ لَقِيْتُ عَمُرًا فَحَدَّثَنِي بِهِ وَلَمْ يَرْفَعُهُ".

''جب میں پھر عمرو سے ملا اس نے مجھے یہی حدیث بیان کی اور اسے وفرع میں کا''

مرفوع بیان نه کیا''۔

ٹانیا زیر بحث روایت عن عن سے مروی ہے

" حماد بن زيد عن الوب عن عمرو بن دينار عن عطاء بن بيار عن الي هريرة

عن الني صلى الله عليه وسلم" _ (مسلم جام ١٥٥)

جبکہ غیر مقلد صاحب کو معنعن روایت پر شدید اعتراض ہوتا ہے اپنی نام نہاد دین الحق میں جگہ جگہ معنعن روایت پر معترض ہوتا ہے بلکہ عن عن کو تدلیس کی قتم شار کرتا ہے مگر جب اپنے گھر کی دلیل ہوتو سب کچھ درست ہوجا تا ہے۔

غیر مقلد کا تیسرا اور چوتھا اعتراض: بریلی علاء میں سے انصاف پیند اور حق کو قبول کرنے والے حضرات کے لئے تو فدکورہ اصولی بات ہی کافی ہے اور متعصب وجابل پر اتمام جحت کے لئے عرض ہے کہ اس روایت کو امام ابوحنیفہ نے بھی مرفوع ہی روایت کیا ہے (مندالخوارزی: ۱۵،۵۳۲ وعقود الجوابرج،۵۰۰)

جو کہ احناف پر خاص طور پر جحت ہے۔

اب جب امام صاحب کی روایت موافق دیکھی تو قابل قبول وقابل جمت تظہری اور زیر بحث روایت کو مرفوع ثابت کرنے کوان سے مروی روایت کو دلیل بنالیا سے ان وہا ہیوں کی تضاد بیانی آ

ام ابوطنیفہ حدیث میں کمزور ہیں ضعیف ہیں محدث نہیں ان سے بہت کم حدیثیں امام ابوطنیفہ حدیث میں کمزور ہیں ضعیف ہیں محدث نہیں ان سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں۔ تو اب نام نہاد دین الحق کے مصنف نے اس سے پردہ الله دیا کیونکہ اس صاحب نے جس مند خوارزی کا حوالہ دیاہے اس میں تمام وہ احادیث ہیں جو امام اعظم ابوطنیفہ رضی اللہ عنہ کی اپنی سند سے مروی ہیں اور مذکورہ مند دوضخیم جلدوں میں ۱۵۰ اصفحات پر مشمل ہے اب بیتو نہیں کہ اس میں سے اپنی مند دوضخیم جلدوں میں ۱۵۰ اصفحات پر مشمل ہے اب بیتو نہیں کہ اس میں سے اپنی مقصد کی احادیث امام صاحب سے مان لیں اور باقی سے انکار کریں بیان کے اقرار کی بات ہے ورنہ دیگر بہت سے کتب میں امام صاحب رضی اللہ عنہ سے احادیث موجود ہیں۔مفتی احمد یار خال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کی دلیل کے جواب میں فرمایا کہ پہنی شریف نے بیحدیث اس طرح روایت کی ہے کہ:

"إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلُو قُ فَلَا صَلُوةَ إِلَّا الْمَكُتُوبَةُ وَإِلَّا رَكُعَتَى

ال ير غير مقلد پهلے اعتراض كے تحت لكھتا ہے:

اس کی سند میں تجاج بن نصیر راوی ہے۔ (پینی ج،م۴۸۰) جو کہ ضعیف ہے حافظ ابن حجر نے اس کی متعلق کھا ہے کہ:

"حجاج بن نصير بضم النون الفساطيطى بفتح الفاء بعدها مهمله القيسى ابومحمد البصرى ضعيف كَانَ يقبل التلقين" ـ (تقريب المهذيب عماه)

''لینی حجاج بن نصیر فساطیطی ابو محمد بصری ضعیف ہے اور لقمہ کو قبول کر لیتا تھا''۔ اور حجاج کا سند مذکورہ میں استاد ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عباد بن کثیر التقفی البصری متروک قَالَ احمد روی احادیث کذب''۔ ''عباد بن کثیر ثقفی بھری متروک ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ جھوٹی روایات بیان کرتا ہے'۔ (نام نہاددین الحق ص۲۲۳)

غیر مقلدوں کے قول وفعل میں شرمناک تضاد:

الجواب اولاً غیر مقلد وہا ہیوں کا بیر تضاد بہت شرم ناک ہے کہ ایک طرف تو پر دعویٰ ہے کہ ایک طرف تو پر دعویٰ ہے کہ ایک طرف تو پر دعویٰ ہے کہ ہمارے اہلحدیثوں کے ماخذ دلائل صرف قرآن وحدیث ہیں ان کے علاوہ ہمارے نزدیک کوئی دلیل قابل قبول نہیں آج کل وہا بید عموماً بینغرہ بلند کرتے ہیں۔

المحديث كے دواصول

فرمان خداجل جلالة، فرمانِ رسول صلى الله عليه وسلم

وہابیہ کے مقتدر عالم مولوی محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں: برادران آپ کے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ اب تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز ۔ (طریق محمدی ص۱۱) اسی جونا گڑھی کی اسی طریق محمد کا حوالہ گزر چکا کہ بزرگوں کی مجتدوں کی اماموں کی رائے وقیاس اجتہاد واستنباط اور ان کے اقوال تو کہاں شریعت اسلام میں تو خود پینمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے پھر فرمائیں تو وہ جمت نہیں ۔ غیر مقلدوں کے بی مولوی ابوالحن صاحب لکھتے ہیں: قیاس نہ کرو کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس مولوی ابوالحن صاحب لکھتے ہیں: قیاس نہ کرو کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا ہے۔ (ظفر آلمین: میں بھی چیو وطنی)

غیر مقلدوں کے علامہ وحید الزماں بھی یہی لکھتے ہیں (لفات الحدیث:جا، ۱۳۵۰) مراج محدی صفح ۱۱) پر جونا گردھی صاحب لکھتے ہیں کہ: تقلید شرک ہے، مذکورہ بالا مولوگ الوالحس غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: اس بات میں پچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہوخواہ ان کے سواکسی اور کی شرک ہے۔ (ظفر المین ص ۲۵) مگر ہے کہنے کے باوجود جب ان غیر مقلدوں کو ذہبی حاجت کے لئے دلیل درکار ہوتو جہاں ے کام چل سکے چلاتے ہیں بھی آئمہ مجتهدین کا سہارا لیتے ہیں بھی فقہاء کا دامن تھا متے ہیں اور بھی محدثین کی تقلید کرتے نظر آتے بھی قیاس کرتے دکھائی دیتے ہیں جوتقلید اوروں کے لئے شرک تھا ان کے لئے عین ایمان ہو جاتی ہے اور جو قیاس دوسروں کے لئے شیطانی کام تھا ان کے لئے اسلامی کام ہوا اگر وہاہیدا پنی بات پر قائم رہیں اور اینے دعویٰ کے موافق صرف قرآن وحدیث کو دلیل مانیں تو پھر انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کسی صحابہ کسی تابعی ،کسی امام مجتہد ،کسی فقیہ ،کسی محدث ،کسی مفسر ، کسی اصولی کے قول وفعل یا اجتہاد وقساس کو دلیل بنائیں مگر ان کاعمل اس دعویٰ کے خلاف ہے قول وقعل میں تضاد ہے۔، یہی بات ہے کہ نام نہاد دین الحق کا مصنف بھی اینے بڑوں کی روش کے مطابق جہاں سے مقصد پورا ہوتا ہو وہاں سے ہی ولیل بنالیتا ہے لیکن جب کوئی دلیل خلاف مذہب ہوتو کیڑے نکالنا شروع کر دیتا ہے کہ جی ہیہ حدیث ضعیف ہے یہ جی حدیث مرفوع نہیں موقوف ہے بیتابعی کا قول ہے جو بھی بہانہ ہاتھ آئے اس سے کام چلا لیا پہلے یہ دعویٰ کررہا تھا کہ احناف کے یاس کوئی ضعف حدیث بھی موجود نہیں جس سے بوقت جماعت فجر کی سنتیں پڑھنا ثابت کر سکیں اب جبكه مرفوع حديث آئى جس سے بوتت جماعت فجركى سنت پر صنے كا استثناء ثابت ہے تو علامہ ابن حجر کی تقلید میں کہہ دیا اس میں دو راوی ضعیف میں لہذا حدیث قابل جحت نہیں ہم کہتے ہیں وہانی صاحب ابن حجریا بیہق نے اسے دوراویوں حجاج بن نصیر اورعباد بن كثير كوضعيف كهاب تو أنهيس ثقه كهنه والے محدثين بھى موجود ہيں ملاحظه مو:

الحافظ ابن شامين لكصة بين

"حباج بن نصير فساطيطى لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ قَالَهُ يَحْيى وَقَالَ عَلِيُّ ابْنُ مَدِيْنِيُّ " ـ (تاريَّ الماءاثقات ١٠٨٥)

محدث ابن حبان نے حضرت حجاج بن نصير كو كتاب الثقات ميں كھاہے۔

(500 POT)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: 'نشَذُّ اِبْنُ حِبَانُ فَوَتَّقَهُ الكاشف جَ اص ۲۵۰_ لینی ابن حبان نے حجاج کی توثیق کی ہے۔

تانیاً: عباد بن کثیر کا حافظ ابن شاہین نے کتاب تاریخ اساء الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ص۲۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عباد بن کثیر کے متعلق فرماتے ہیں:
"عِبَادُ بُنُ کَثِیْرِ اَلنَّقَفِیُّ الْبُصَرِیُّ سَکَنَ مَکَّةَ سَکَنُوْا عَنْهُ" .

(تاريخ الاوسط ج٢، ص ٨١ ورتاريخ الفعير ج٢، ص ٩٧)

'' لیعنی عباد بن کیژ ثقفی بھری مگه مکرمه میں سکونت پذیر رہے''۔

ان سے (محدثین) نے سکوت کیا (جرح وتعدیل سے)۔اورجس سے محدثین سکوت کریں قابل حجت ہوتا ہے۔

ثالثًا: مذکورہ دونوں راوی منتکلم فیہ ہیں اور محدثین کرام سے اصول بیان کرآئے ہیں کہ منتکلم فیہ کی روایت حسن درجہ سے نہیں گرتی۔

غیر مقلد دوسرے اعتراض کے تحت کھتے ہیں مفتی صاحب نے مذکورہ روایت طحاوی کے حاشیہ سے کھی ہے اور محشی طحاوی مولوی وصی احمد نے مولانا سہار نپوری کے حوالہ سے کھی ہے (حاشیہ طحاوی: جامی ۲۵۱) اور مولانا سہار نپوری نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے حوالہ سے بخاری کے حاشیہ میں کھی ہے (حاشیہ بخاری: جامی ۱۹) جب بخاری شائع ہو کر مارکیٹ میں آئی تو حضرت شخ الکل فی بخاری: جامی الکل الحاج سید نذیر حسین شاہ محدث دہلوی رحمۃ الشعلیہ نے ۱۲۹۳ ہو میں علامہ سہار نپوری کے نام خط کھا جس میں انہوں نے نہایت مدل محدث نہا جس کا جواب مولانا سہار نپوری سے آخر دم تک نہ بن سکا چونکہ مفتی صاحب نے علامہ سہانپوری کی ہے لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب بھی وہی دیا جائے جو آج تک پورے برصغیر کے حفی علماء پرادھار چلا آر ہا ہے۔

نوٹ بیعربی میں طویل خط ہے ہم نضول طوالت سے بیخے کے لیے اس کا وہی

زجم لکھرہے ہیں جوغیر مقلدنے لکھاہے:

'' ترجمہ: عاجز نحیف سیدمحمہ نذیر حسین کی طرف سے مولوی احماعلی سلمہ الله كوالسلام عليكم ورحمة الله وبركاته - بعد اس كے كه ميں نے رسول الله صلى الله عليه وسلم كى حديث كى پيروى كى كه ميس في اللهِ يُن النَّصِيْحَةَ اور خاکسارے لوگوں کے پوچنے کی وجہ سے اس کی تردید کے لئے رسول الله صلى الله عليه وسلم كے بہترين فرمان كے ساتھ كھڑا ہوا ہول كه: كَفْي بِالْبَرْءِ اِثْمًا أَنْ يُنْحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَوِعَ- آبٍ كَل خدمت شریف میں واضح ہو کہ جو آل مرم سے حاشیہ بخاری میں إذا اُقِیْسَتِ الصَّلُوةِ فَلَا صَلُوةً إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ كَتَت واقعه مواج كم مين في حضرت استاذی المكرّم مولانا شاہ محر اسحاق رحمة الله عليہ سے سنا ہے كه بيهِ فَي روايت مِن بيآيا م إِذَا الْقِيْمَةِ الصَّلْوةُ فَلَا صَلْو ةَ إِلَّا المُمكُتُونَهَ وَإِلَّا رَكَّعَتَى الْفَجْرِ - اكثر طالبعلمون بلك بعض مارے زمانه کے نامورلوگ جوآپ کے قول پراعماد کرتے تھے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ سنت فجر کو پڑھے خواہ جماعت ہی کیوں نہ چلی جائے جبکہ بیآخری الفاظ، إلا رَكْعَتَى الله خُور كى كوئى اصل نہيں ہے بلكم محققين ك نزدیک باطل اور مردود ہیں اور اس سیح حدیث میں امام بیہ بی کی طرف پیہ آفت وضع حدیث کی درست نہیں بلکہ میزیادتی سیچیلی عباد بن کثیر اور عجاج بن نصیر کی طرف سے مدرج ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے حفرت استاذی المكرم رحمة الله عليه سے بيہقی كا پورا كلام نہيں سنا كيونك امام بیہق نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے یا پھر سنا ہے تو اسے پورانقل نہیں کیا اگر ایسانہیں تو محقیقین ثقات کے نزدیک إللا رَحْعَتَسى الُفَ جُور ك باطل مون ميں كوئى شكنہيں ہے جيسا كميں نے

(اوپر) آپ کی طرف مکتوبہ خط میں لکھا ہے چنانچہ شخ سلام اللہ (حفی) نے موطا امام مالک کی شرح میں لکھا ہے کہ:

زیادہ کیا ہے مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار کے طریق سے کہ نبی صلی الله عليه وسلم نے فرمايا كه جب نماز كے لئے تكبير كهي جائے تو كوئي نماز نہیں (ہوتی) مگر فرض نماز تو رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیا فجر کی سنتیں بھی! اس کوروایت کیا ہے ابن عدی نے حسن سند کے ساتھ اور جو امام بیہق نے روایت کی ہے الار کعتی الفجر۔ اس کی کوئی اصل نہیں اور تورہشتی نے کہا کہ زیادہ کیا ہے امام احمد نے کہ نہیں کوئی نماز ہوتی مگر وہی جس کے لئے تکبیر کہی گئی ہواورامام ابن عدی نے حسن سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا فجر کی سنتیں بھی نہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں اور کہا علامہ شوکانی نے کی حدیث جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو کوئی نماز نہیں ہوتی مگر فرض اور صبح کی سنتین کہا امام بیہی نے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور کہاشیخ نور الدین نے اپنی کتاب موضوعات میں کہ حدیث اِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلْوِةُ فَلَا صَلْوَةَ إِلَّا الْمَكُنُّوْبَةَ إِلَّا رَكْعَتَى الْفَجْرِ اَتِ اما م بیہقی نے حضرت ابو ہر رہ وضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اسی طرح دیگر موضوع روایت پر لکھی گئ کتب میں ہیں پس میں نے آپ یہ بیرحال واضح کرنا تھا سووہ کر دیا لہذا آب يدلازم إآب آخرى جمله إلا و كُعَتَى الْفَجُوكُ مُحْقَقِين ثقات كى کتب سے صحت ثابت کریں یا پھراس سے رجوع کریں اور آپ جان لیں کہ بیآ خری جمل قطعی طور پر مردود وباطل ہے اور اس پرعمل کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی اور نہ ہی اس پر اعتاد کیا جا سکتا ہے۔ میں ہوں آپ

کے جواب باصواب کا منتظر۔ کیونکہ میں نے آپ کی غفلت کو واضح کیا ہوار جہالت سے بیدار کیا ہے۔ والسلام مع الاکرام۔
حضرت شخ الکل فی الکل محدث دہلوی رحمۃ الشعلیہ کے مذکورہ لیٹر کا جواب مولانا احمالی سہار نیوری سے نہ بن سکا تو اپنے ہم عصر مولوی عالم علی مراد آبادی کے بہر جواب کے لئے بھیج دیا حضرت مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

"لٰکِ نُ ذٰلِكَ الْفَاضِلُ اَیُضًا لَّمْ یَقُدِرُ عَلَی الْجَوَابِ بَلُ سَکَتَ
کَمَا سَکَتَ الْفَاضِلُ النبیہ السہار نفوری"۔

(اعلام الل العصر: ص ١٣١)

لیکن بیمراد آبادی فاض رحمة الله علیه بھی اس کا جواب دینے کی ہمت نہ کر سکے بلکہ خاموثی اختیار کر لی جیسا کہ علامہ سہار نپوری نے کی تھی۔

(نام نهاودین الحق ص ۲۹ ستاه ۲۷)

غيرمقلد كآادهار بم چكادية بين:

الجواب: فضلہ تعالیٰ ہم غیر مقلد کا بقول ان کے کہ احناف کے ذمہ ادھار چلا آرہا ہے چکا دیے ہیں واضح ہو کہ مذکورہ خط میں غیر مقلدوں کے شخ الکل فی الکل صاحب نے دو دعوے کئے ہیں ایک اپنے مؤقف کی روایت کو بسند حسن مروی ہونے کا دوسرا احناف کے مؤقف پر روایت کے آخری جملہ الارکھی الفجر کے باطل ومردود ہونے کا۔

اولاً: فقير كہنا ہے كہ شخ الكل فى الكل صاحب نے ابن عدى كى سند كے حسن موغ اور بے وزن ہے۔ مونے پر كسى محدث كا قول نقل نہيں كيا لہذا ان كا دعوى غير مسموع اور بے وزن ہے۔ وہا ہيوں كے شخ الكل فى الكل كى خيانت:

ٹانیاً: غیر مقلدوں کے شخ الکل فی الکل صاحب نے عظیم خیانت کی کہ جہال سے امام بیہق کا قول الار کعتی الفجر کے متعلق لکھا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اسی جگہ ہی

جس روایت کی سند کے حسن ہونے کا دعویٰ کیا اس کے دو راویوں کو امام بیہتی نے ضعیف کہا مگراسے نظر انداز کر دیا پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"انبأ ابوسعيد الما ليني انبأ ابواحمد ابن عدى الحافظ ثنا محمد بن على بن اسماعيل المروزى ثنا احمد بن سيار يحيى ابن نصر بن حاجب المروزى ثنا مسلم بن خالد النزنجى عن عمرو بن دينار عن عطاء بن يسار عَنُ ابُي هُرَيْرة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْقِيْمَتِ الصَّلُوةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَالَ قَالَ وَلا رَكْعَتَى الْفَجْرِ فَلاَ صَلُو ةَ إِلاَّ الْمَمُحُونُ اللهِ وَلا رَكْعَتَى الْفَجْرِ قَالَ قَالَ وَلا رَكْعَتَى الْفَجْرِ قَالَ ابُو اَحْمَدُ لا اَعْلَمُ ذِكْرَ هٰذِهِ الزَّيَاكَةِ فَى مَتْنِه غَيْرَ يَحْيَى بُنِ نَصْرٍ عَنْ مُسلِم بُنِ خَالِدٍ عَنْ عَمْرِو قَالَ الشَّيْخُ وَقَدْ قِيْلُ عَنُ اَحْمَدُ بْنِ سَيَّارٍ عَنْ نَصْرِ بْنِ حَاجَبٍ وَهُو الشَّيْخُ وَقَدْ قِيْلُ عَنُ اَحْمَدُ بْنِ سَيَّارٍ عَنْ نَصْرِ بْنِ حَاجَبٍ وَهُو الشَّيْخُ وَقَدْ قِيْلُ عَنْ اَحْمَدُ بْنِ سَيَّارٍ عَنْ نَصْرِ بْنِ حَاجَبٍ وَهُو وَهُمْ وَنَصُر بُن حَاجَبٍ الْمَرُوزِيِّ لَيْسَ بِالْقَوِّيِّ وَابَنْهُ يَحْيلَى كَالِكَ" . (سَن لَيْبِتَى بَالْمَوْ وَيِّ لَيْسَ بِالْقَوِّيِّ وَابَنْهُ يَحْيلَى كَالِكَ" . (سَن لَيْبِتَى بَالْكَ " . (سَن لَيْبِقَى وَابَنْهُ يَحْيلَى الْكَالُكَ" . (سَن لَيْبِقَى بَالْكَ " . (سَن لَيْبِقَى تَعْمُ وَلَاكَ اللّهُ وَلَا لَكَ اللّهُ وَلَا لَكَ اللّهُ الْكَالُكَ" . (سَن لَيْبِقَى بَعْنَ مَا مُعْلَى اللّهُ وَلَا لَاللّهُ وَلَا لَاللّهُ وَلَا لَاللّهُ وَلَا لَاللّهُ وَلَعْ وَلَالِكَ" . (سَن لَيْبِقَى بَعْنَ مَا مُعْرَالِكَ " . (سَن لَيْبَالْ اللّهُ وَلَا لَاللّهُ وَلَا لَعُلُولُ اللّهُ وَلَا لَالْمُولِ اللّهُ الْعَلْمُ وَلَوْلُولُ اللّهُ الْعَلْمُ وَلَا لَاللّهُ الْعَلَى اللّهُ وَلَوْلَ عَلْمُ لَا اللّهُ الْعَلْمُ وَلَوْلَى اللّهُ وَلَوْلَ عُلُولُولُ عُلَالِكَ " وَلَا لَيْلُولُ اللّهُ الْمُؤْولُ وَلَا لَعُولُ اللّهُ وَلَا لَوْلُولُ اللّهُ اللْفُولُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ

عطاء بن بیار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ کہا فر مایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جماعت قائم ہو جائے تو سوا فرض کے کوئی نماز نہیں سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ فجر کی دوست بھی نہیں فر مایا کہ فجر کی دوست بھی نہیں فر مایا کہ فجر میں دوست بھی نہیں فر مایا کہ اس زیادتی کا ذکر میں اس کے متن میں نہیں جانتا سوا یجیٰ بن نفر کے جو اس نے مسلم بن خالد سے اس نے عمرو سے روایت کی اور جو ای کہ کہا گیا ہے احمد بن بیار نے نفر بن حاجب المروزی سے روایت کیا اور وہ وہم ہے اور نفر بن حاجب المروزی ہے روایت کیا اور وہ وہم ہے اور نفر بن حاجب المروزی قوی نہیں اور اس کا بیٹا یجیٰ بھی اس طرح (غیر قوی) ہے۔ اس سے واضح ہے کہ اس روایت میں زیادتی ہے جس کو صرف یجیٰ بن نفر مسلم بن خالد سے روایت کرتے ہیں اور اس زیادتی کو بیان کرنے مسلم بن خالد سے روایت کرتے ہیں اور اس زیادتی کو بیان کرنے

والے نصر بن حاجب المروزي اور اس كا بيٹا نيچي دونوں ضعيف ہيں اور تیسرے مسلم بن خالد بھی ضعف ہیں جس کا ذکر ابھی آئے گا مگر صد حیف کہ اس کے باوجود غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس کی سند حسن ہے کیونکہ بیان کے مذہب کی دلیل ہے۔ ثالثًا: شخ الكل في الكل صاحب نے شوكاني كے حوالہ سے ہمارے مؤقف كى روایت کاضعف ثابت کرنے کی کوشش کی مگرشوکانی صاحب نے اس جگہ غیر مقلدوں کے موقف پر مذکورہ روایت کے ایک راوی کے ضعف کا بھی اقرار کیا جسے خیانۂ نظر

انداز كرديا للاحظه مو

" قَلْ رَوَى الْبَيْهَ قِتُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللُّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَلَا الصَّلُوةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ قِيْلَ يَارَسُولَ اللهِ وَلا رَكْعَتَى الْفَجْرِ قَالَ وَلا رَكْعَتَى الْفَجْرِ وَفِي إِسْنَادِهِ مُسْلِمُ بُنُ خَالِدِ الزَّنْجِيُّ وَهُوَ مُتَكَلَّمُ فِيْهِ وَقَدُ وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَان وَاحْتَجَ بِهِ فِي صَحِيْحِه " . (نيل الاوطارللثوكاني: ٣٥،٥٥٠) ''امام بیہی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کہا: رسول اللہ صلی الله عليه وسلم نے فرمايا جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض كے سواكوئى نماز نہیں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دو رکعت سنت فجر بھی نہیں فرمایا دو رکعت سنت فجر بھی نہیں''۔

اوراس کی سند میں مسلم بن خالد الزنجی ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی اور اپنی سیح میں اسے جت بنایا۔اس میں خود غیر مقلدوں کے امام شوکانی نے مسلم بن خالد الزندی کے متکلم فیہ کی روایت کو جحت نہیں مانتا مگر ہے گھر کی دلیل ہے اس لئے سب کچھ قبول ہے۔

شوکانی کی گواہی شیخ الکل صاحب کے خلاف:

رابعاً: غیر مقلدوں کے امام شوکانی کی تحقیق کے مطابق حضرت ابن مسعود اور جلیل القدر تابعین نے الار کعتی الفجر سے استدلال وعمل کیا ہے چنانچیشوکانی صاحب کھتے ہیں:

"اَلْقَولُ الشَّالِثُ إِنَّهُ لَا بَاسَ بِصَلاَةِ سُنَّةِ الْفَجُرِ وَالْإِمَامُ فِي الْفَرِينُ ضَةً وَلَّا الْفَرِينُ فَا الْفَرِينُ فَا الْفَرِينُ الْمُنُ لَذِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّمَسُرُوْقٍ وَالْمَصْرِيّ وَمُجَاهِدٍ وَّ مَكْحُولُ وَّحَمَّادِ بْنِ ابِيُ وَالْحَسَنِ الْحَيِّ فَفَرَّقَ هَلُلاَءِ بَيْنَ الْفَجْرِ سُلَيْمَانَ وَهُو قَولُ الْحَسَنِ الْحَيِّ فَفَرَّقَ هَلُلاَءِ بَيْنَ الْفَجْرِ وَعَيْرِهِ وَاسْتَدَلُّوْا بِمَا رَوَاهُ الْبَيْهَةِيُّ مِنْ حَدِيثِ آبِي هُرَيْرَةَ انَّ وَعَيْرِهِ وَاسْتَدَلُّوْا بِمَا رَوَاهُ الْبَيْهَةِيُّ مِنْ حَدِيثِ آبِي هُرَيْرَةَ انَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا الْقِيمَةِ الصَّلُوةِ فَلاَ وَسُلُوهَ إِلَّا الْمَكْتُوبُةَ إِلَّا رَحْعَتَى الصَّبُحِ"

(نيل الاوطار:ج٣٥،٩٠١)

تیسرا قول یہ ہے کہ سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ امام فرض
پڑھا رہا ہواسے نقل کیا ابن منذر نے حضرت ابن مسعود اور مسروق اور
حسن بھری اور مجاہد اور کھول اور حماد بن ابی سلیمان رضوان اللہ علیہم سے
اور وہی قول الحسن الحی کا ہے ان حضرات نے سنت فجر اور اس کے علاوہ
(سنن ونوافل جماعت کے وقت پڑھنے کے حکم) میں فرق کیا ہے اور
انہوں نے استدلال کیا ہے اس کے ساتھ جس حدیث کو امام بیہق نے
حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے سواکوئی نماز نہیں مگر دو
رکھت سنت فجر۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ الار کعتی الفجر پر جب
حضرت ابن مسعود اور ندکورہ تابعین نے عمل کیا اور اس سے استدلال کیا

اس وقت تجاج بن نصیر اور عباد بن کیر تو پیدا بھی نہ ہوئے تھے جن کی وجہ سے زیر بحث روایت کے ضعف اور الار کعتی الفجر کے اندراج کا دعویٰ عبد اور یہ اصول ہے کہ بعد کا ضعف پہلے کے عمل واستدلال کو معز نہیں ہوتا۔ وہائی صاحب کا تیسرا اعتراض: مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر یہ روایت (الار کعتی الفجر) ضعف بھی ہوتو تب بھی عمل صحابہ کی وجہ سے تو کی ہو جائے گی یقین جانے کہ یہ مفتی صاحب کا محض و ھکوسلہ ہے تو کی ہو جائے گی یقین جانے کہ یہ مفتی صاحب کا محض و ھکوسلہ ہے تفصیل آگے آر ہی ہے۔ (نام نہاد دین الحق ص م کے م

الجواب اولاً: مذكورہ اعتراض میں مفتی احمد یار خال تعیمی رحمة الله علیه كی اس حقیقت بات كو كه بوقت جماعت سنت فجر ادا كرنے پر صحابه رضوان الله علیهم كاعمل ہے كوغیر مقلد نے و هكوسله سے تعبیر كیا ہے اب جم بفضله تعالی ثابت كریں گے كه

اس برصحابه كاعمل بحقيقت ب دهكوسانهين-

اول عرض ہیہ ہے کہ بوقت جماعت سنت پڑھنے کے قائلیں کے نظریے گئ طرح پر ہیں بعض فرماتے ہیں بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھ سکتا ہے گر اس وقت جبکہ اسے یقین ہو کہ امام کے سلام کہنے سے قبل جماعت میں مل سکتا ہے ورنہ چورڈ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور جس قدر ہو سکے سنتیں جماعت سے دورادا کرے یہ مؤقف احناف کے علاوہ صحابہ کرام میں پہلے عبداللہ بن مسعود حضرت حذیفہ حضرت ابوموی اشعری رضی اللہ عنہم مسجد کے ستون کے پاس سنتیں پڑھی اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموی اشعری اس عری ان کے ساتھ تھے انہوں نے اسے برانہ جانا لہذا ان کا مؤقف بھی یہی کھہرا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بوقت جماعت سنت فجر پڑھ کر چھر جماعت میں شامل ہوئے (طحاوی شریف) طحاوی میں بی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما بوقت جماعت سنت فجر حضرت حفصہ رئی اللہ عنہا کے حجرہ میں پڑھ کر جماعت سے ملے اور امام طحاوی نے صراحت کی ہے کہ

حضرت حفصہ کا حجرہ شریف مسجد نبوی شریف میں تھا۔ طحاوی میں ہی ہے کہ حضرت ابودرداء نے جب سنتیں پڑھنی ہوتیں تو بوقت جماعت گوشۂ مسجد میں سنت فجر پڑھ کر جماعت میں مل جاتے۔حضرت ابوعثمان النہدی بیان فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آتے سنت فجر پڑھنے سے قبل اور وہ نماز پڑھا رہے ہوتے تو ہم آخرمبحد میں سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاتے (طحاوی شریف) اس میں حضرت ابوعثان النہدی کا جمع کا صیغہ بولنا اور جماعت میں شامل صحابہ کا انہیں اس عمل سے نہ ٹو کنا تعامل صحابہ پر دلالت کرتا ہے۔

نوٹ: فذكوره حواله جات طحاوي جام ص ٢٥٧ تا ٢٥٧ سے ديے ہيں۔

بوقت جماعت سنت فجر يرصنے پر تابعين ومحدثين كاعمل:

(تابعین وآئمہ محدثین بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھنے کے قائلین)

"أ) حدثنا ابوبكر قَالَ حدثنا هشيم قَالَ انا حسين وابن عون عن الشعبي عن مسروق . أنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِي صَلْوةِ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَكُنُ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلَّاهُمَا فِيْ نَاحِيَةٍ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي

"امام علی سے ہے کہ حضرت مسروق مسجد میں آئے اور لوگ نماز فجر پڑھ رہے تھے انہوں نے ابھی دورکعت نہیں پر ھی تھیں تو انہوں نے انہیں مجد کے گوشہ میں پڑھا پھرلوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے''۔

٢) "حدثنا معتمر عن داؤد بن ابراهيم قَالَ قُلْتُ لِطَاوُسِ اَرْكَعُ الرَّكْعَتَيْنِ وَالْمُقِيْمُ يُقِيْمُ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ ذَٰلِكَ ''۔

''حضرت داؤدین ابراہیم سے ہے کہ میں نے حضرت طاؤس سے پوچھا کہ جب اقامت کہنے والا اقامت کہہ دے تو دو رکعت سنت پڑھ لول فرمایا کهاییا کر سکتے ہولیعنی پڑھ سکتے ہوتو پڑھاؤ'۔ س) ''حَدَّدُنَا عَبُدُ اللهِ بَنُ مُوسَى عَنُ عُثُمَانَ الْاسُودِ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ إِذَا دَخُلِتَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ فِي صَلْوَةِ الصَّبُحِ وَلَمْ تَرْكُعُ رَكُعَتَى الْفَجْوِ فَارْكُعُهُمَا وَإِنْ ظَنَنْتَ آنِ الرَّكُعَةَ الْاُولِي تَفُوتُكَ''۔
''عثان بن اسود سے ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا جب تو مسجد میں آئے اور لوگ نماز فجر پڑھ رہے ہوں اور تم نے دوسنت نہ پڑھی ہوں تو آئیں پڑھلو اگرچہ کھے پہلی رکعت نکل جانے کا اندیشہ ہو'۔

(مصنف ابن الي شيبه ج٢، ص١٥١)

٣) ''حدثنا ابوبكرة قَالَ حدثنا حجاج بن المنهال قَالَ حدثنا يزيد بن البراهيم عن الحسن آنَّة كَانَ يَقُولُ إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تَصَلِّ رَكْعَتَى الْفَحُرِ فَصَلِّهِ مَا وَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّى ثُمَّ الدَّخُلُ مَعَ الْإِمَامِ ''د(طادى ١٠٥٥)

''حضرت حسن فتویی دیتے تھے کہ جب تو مسجد میں سنت فجر پڑھنے سے پہلے آئے تو انہیں پڑھ لے اگر چہ امام جماعت شروع کر چکا ہو پھر امام کے ساتھ شامل ہو جا''۔ (۵-۱-۵)

حضرت مكول، حضرت حماد بن ابي سليمان) حضرت الحن الحى _ بهى بوتت جماعت سنت فجركى ادائيكى ك قائل بين جيسا كه نيل الاوطار سے حواله گزرا۔ (۸-۹-۱۰) علامه شوكانى غير مقلد نيل الاوطار ميں قول السادس كے تحت لكھتے بين: "إنَّه يَوْكَ فُوتَ رَكْعَة اللهُول فَلْ إِنَّه يُخَافُ فَوْتَ رَكْعَة اللهُول فَلْ اللهُ فُلْيَرْ كَعُ وَإِنْ فَاتَتُهُ وَهُو قَوْلُ اللهُ وَلَى فَلْيَرْ كَعُ وَإِنْ فَاتَتُهُ وَهُو قَوْلُ اللهُ وَزَاعِي وَسَعِيْدِ بُنِ عَبُدِ الْعَزِيْزِ وَحَكَاهُ النَّوَوِيُّ عَنْ آبِي الدولان ١٠٢٥، (نيل الاوطان ٢٠٢٥، ١٠٢٥)

لینی جب تک اسے فرض کی آخری رکعت بھی چلے جانے کا خوف نہوہ تو

مسجد میں سنت نجر پڑھ لے اگر چہ اسے پہلی رکعت نکل جانے کا اندیشہ ہو پھر بھی پڑھ لے اور بیتول امام اوزاعی اور حضرت سعید بن عبد العزیز کا ہے اور اسے ہی علامہ نووی نے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے نقل کیا ہے۔

اا) امام سفیان تُوری بھی اسی کے قائل ہیں۔ نیل میں اسی جگہ ہے کہ:
"إِنَّهُ يَسُو كُعُهُمَا فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ إِلَّا إِذَا خَافَ فَوْتَ الرَّكُعَةِ
الْاُولَى وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ النَّوْرِيِّ حَكَى ذَلِكَ عَنْهُ إِبْنُ عَبْدُ البر
وَهُوَ مُخَالِفٌ لِّمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ"

یعنی معجد میں ہو یا خارج سنت فجر (بوتت جماعت) پڑھ لے مگر جب کہ فرض کی پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہ قول امام سفیان توری کا ہے اس سے ابن عبد البرنے روایت کیا ہے اور یہ اس کے مخالف ہے جو ان سے تر ذری نے بیان کیا۔ دوم) بعض حضرات وہ بین جو بوقت جماعت سنت فجر پرھنے کے قائل تو ہیں مگر خارج مسجد۔

ا) "حدثنا عباد بن العوام عن حسين عن القاسم بن ابى ايوب عن سعيد بن جبير - أنَّهُ جَاءَ إلى الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامُ فِى صَلُوةِ الْفَجْرِ فَصَلَّى الرَّكُعتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّلْجَ الْمَسْجِدَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ" فَصَلَّى الرَّكُعتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّلْجَ الْمَسْجِدَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ" -

(مصنف ابن الي شيبه: ج٢، ص١٥٢)

''سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ وہ معجد کوآئے اور امام نماز فجر میں تھا تو انہیں نے معجد میں داخل ہونے سے قبل دور کعت سنت معجد کے دروازہ کے پاس پڑھیں''۔

٢) "حدثنا عباد بن العوام عن سعيد بن ابى معشر عن ابراهيم: آنَّهُ
 كَرِهَ إِذَا جَاءَ وَالْإِمَامُ فِى صَلُوةِ الْفَجْرِ اَنُ يُّصَلِّيَهُمَا فِى الْمَسْجِلِ

وَقَالَ يُصَلِّيهِمَا عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ أَوْ فِي نَاحِيتِهِ"

(مصنف ابن الى شيد: ج٢،ص١٥١)

"حضرت ابراہيم نالبند جانتے ہيں كه كوئى اس وقت جب امام نماز فجر یڑھا رہا ہو اور مسجد میں سنت پڑھے (لینی جماعت سے قریب) اور انہوں نے فر مایا کہ سجد کے دروازہ کے پاس یا مسجد کے گوشہ میں'۔ ٣) امام مالک رضی الله عنه کا فتوی بھی بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر ہے

بشرطیکہ خارج مسجد ہواور امام کے ساتھ رکعت اولی فوت ہونے کا خوف بھی نہ مو_ (نيل الاوطار: جسم من١٠١)

۴) مالکیہ سے امام ابن جلاب کا نظریہ ہے کہ جب وقت فجر میں گنجائش ہوتو اگر چہ جماعت فوت ہونے کا خوف ہوتب بھی سنت فجر پڑھ لے۔ (حوالہ مذکورہ) ہم نے بفضلہ تعالی کتب احادیث اور غیر مقلدوں کے امام شوکانی کی نیل الاوطار کے حوالوں سے صحابہ کرام کثیر تابعین اور آئمہ مذاہب ومحدثین رضوان اللہ علیم سے بوقت جماعت سنت فجر کومسجد میں اور خارج مسجد برا ھنا ثابت کر دیا ہے جس سے وہابی صاحب کا جھوٹ ثابت ہوا کہ صحابہ کاعمل بتانا مفتی صاحب کا ڈھکوسلہ ہے۔ جب کہ وہابیوں کا فدہب ان حضرات سے الگ ہے کیونکہ نام نہاد دین الحق کے مصنف کے بقول بیلوگ بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں اور خارج مسجد میں نہیں پڑھتے حالانکہ سنت فجر کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ واضح رہے کہ جو حفرات بوقت جماعت خارج مسجد سنت فجر بڑنے کے قائل ہیں ان میں اور جومسجد میں جواز کے قاملین ہیں کوئی فنی واصولی اختلاف نہیں تحض لفظی اختلاف ہے کیونکہ خارج مسجد بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کے قاملین بھی بعید از مسجد کی قید نہیں لگاتے اور مسجد میں جواز کے قاملین جماعت سے متصل پڑھنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہتی الامکان جماعت سے دور پڑھے۔ مفتی احمدیار خال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے اعتراض کے ایک جواب میں فرمایا کہ آپ کی پیش کردہ حدیث کے بیہ معنی ہیں کہ تکبیر کے بعد نفل جائز نہیں لعنی بید درست نہیں کہ جماعت ہو رہی ہو اور دوسرا آ دمی اس جگہ نفلیں رہوھے جائے سنت فجر نفل نہیں ہیں۔

ال يريملي اعتراض كے تحت غير مقلد لكھتا ہے:

مفتی صاحب کا صبح کی سنتوں کونفل نہ تشکیم کرنا غلط محض اور دعویٰ بلا دلیل ہے ، بلکہ صبحے احادیث کے مخالف ومعارض بھی۔ چنانچیدام المونین حضرت ام حبیبیہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ:

"سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسُلِمٍ
يُّ صَلِّى فِي لِللهِ فِي كُلِّ يَوُمٍ وَّلَيْلَةٍ ثَنَتَى عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ إِلَّا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ".

(الحدیث ملم جا، ۱۵ البوداؤد جا، ۱۵ مداونه الله علیه ۱۵ می ۱۵ می ۱۵ می ۱۵ می ۱۵ می ۱۵ میل الله علیه در میل سے سنا ہے کہ آپ صلی الله علیه وسلم فرما رہے تھے کہ جومسلمان الله کی (رضا) کے لئے دن رات میں بارہ رکعتیں نفل جو کہ فرض نہیں پڑھتا ہے الله تعالی اس کے لئے جنت میں گھرینا دیتا ہے '۔

امام ترذی رحمة الله علیه السنن مع تخه ج۱، ص ۳۱۹ میں اور امام ابن ماجہ نے السنن ص ۸۱ میں حجے حدیث سے وضاحت کی ہے کہ بیکون می رکعات ہیں ان میں دو رکعت صبح کی سنتیں بھی ہیں الغرض اس حدیث کا مفادیہ ہے کہ فجر کی سنتیں نفل ہیں مگر مفتی صاحب نے یہاں پر صرف احادیث صححہ کو (تاویل سے) رد کرنے کا ہی عزم بالجزم نہیں کیا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ الله علیہ کی تقلید پر بھی ہاتھ صاف کر گئے ہیں چنا نچہ منیہ میں ضبح کی سنتوں کو نوافل کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے (مدیة المصلی ص ۱۸۸) علامه

این نجیم حنفی کنز الدقائق کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ فِي التَّجْنِيُسِ رَجُلٌ صَلَّى رَكُعَتَيْنِ تَطُوْعًا وَّهُوَ يَظُنُّ أَنَّ الْفَجُرَ لَمُ يُطُلِعُ فَإِذَا الْفَجُرُ طَالِعٌ يَّجْزِئُهُ عَنْ رَّكُعَتَى الْفَجْرِ هُوَ الصَّحِيْحُ لِاَنَّ السُّنَّةَ تَطَوُّعٌ فَتادى بِنِيَّةِ التَّطُوُّعِ".

(الجرالرائق: ج٢،٩٥٨)

تجنیس میں ہے کہ ایک شخص نے دو رکعت نماز نقل اداکی اور اس نے گان کیا کہ مجمع طلوع نہیں ہوئی جبکہ صبح ہوگئ تھی تو وہ دو رکعت نماز نقل صبح کی سنتوں کو کفایت کر جائیں گی یہی صبح ہے کیونکہ (صبح کی) سنتیں نقل ہیں اور یہ نوافل کی نیت سے ادا ہو جاتی ہیں۔

احناف کے خاتمہ انحققین محد ابن الشھیر بابن عابدین نے الدر الحقار کی شرح میں اس کوئی راج قر ار دیا ہے۔ (فادی شای ۲۶،ص۱۰۵منام نباددین الحق:ص۱۲۵،۲۵)

غيرمقلدكامن كفرت ترجمه:

الجواب اولاً ام المؤمنين حضرت ام حبيبه رضى الله عنها كى حديث كا جوترجمه غير ملقد صاحب نے گھڑيا ہے اس سے ان كى على يتيمى عياں ہوتى ہے۔ قارئين كے غور كے لئے غير مقلد صاحب كا كيا ہوا ترجمه پھر پيش ہے : ميں نے رسول الله صلى الله عليه وسلم سے سنا ہے كہ آپ صلى الله عليه وسلم فرما رہے تھے جومسلمان الله كى (رضا) كے لئے دن رات ميں بارہ ركعتيں نفل جو كه فرض نہيں پڑھتا ہے الله تعالى اس كے لئے جنت ميں گھر بنا ديتا ہے۔ اس سے ايك مغالط تو يہ ہوتا ہے كه معاذ الله رسول الله صلى الله عليه وسلم جنت كا مر دہ اسے سنايا جو تارك فرض ہومحض فدكورہ بارہ ركعت نوافل كا عامل ہو حالانك يہ غلامحض ہے فرائض كو چھوڑ كر نوافل پرعمل ہے معنی اور فرائل كا عامل ہو حالاتك يہ غلام خاف اور دوسرا فدكوہ ترجمہ سے يہ گمان گزرتا ہے كہ معان الله عليه وسلم بنے فرمايا جو مسلمان دن رات ميں وہ بارہ ركعتیں نفل پڑھتا رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا جو مسلمان دن رات ميں وہ بارہ ركعتیں نفل پڑھتا

ہے جو کہ فرض کی صفت سے موصوف نہیں ہیں یہی معنی اس کے ترجمہ سے زیادہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ معنی بھی فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے کیونکہ یہ معنی ایک فضول بات کو داخل کرتا ہے وہ ہے نوافل سے فرائض کی صفت کی نفی کرنا جبکہ نفی اس جگہ بے معنی وضول ہے کیونکہ ہر وہ شخص جے عربی سے پچھتعلق ہے جانتا ہے کہ نوافل وہ ہی ہوتے ہیں جو فرائض نہ ہوں فرائض کی صفت سے خالی ہوں پھر یہ بتانے کی کیا حاجت کہ وہ نفل پڑھتا ہے جو فرض نہیں معلوم ہوا کہ غیر مقلد کا خود ساختہ ترجمہ رسول حاجت کہ وہ نفل پڑھتا ہے جو فرض نہیں معلوم ہوا کہ غیر مقلد کا خود ساختہ ترجمہ رسول مالئہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضیح و بلیغ کلام مبارک کوعیب لگانے کے متر ادف ہے۔ اب مذکورہ حدیث شریف کا فقیر کی طرف سے ترجمہ ملاحظہ ہو:

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی الله عنها فرماتی ہیں کہ میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کوفر ماتے سنا کہ نہیں کوئی مسلمان بندہ جواللہ کے لئے ہر دن اور رات میں فرض کے علاوہ بارہ رکعت نوافل پڑھے مگر اللہ اس کے لے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ یعنی فرض بھی پڑھے اور ہر دن رات میں بارہ رکعات نفل بھی پڑھے۔

غيرمقلد كااندهاين:

ٹانیاً:مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر بحث عبارت کوہم نے جاء الحق سے لکھ دیا ہے اس سے بیمراد نکالنا کہ مفتی صاحب سنت فجر پرنفل کے اطلاق کا انکار کرتے ہیں محض اندھا پن اور خالص مغالطہ ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح فرض کی دوجیشیتیں ہیں کہ ایک طرف سے وہ واجب کے مشابہ ہے کہ فرض کی طرح واجب کو بھی ادا کئے بغیر آ دمی برئ الذمہ نہیں ہوسکتا دوسری جہت سے فرض اپنی تعریف کے اعتبار سے واجب سے ممتاز وجدا ہوجا تا ہے۔ فرض کی تعریف ہے کہ یہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا مشر کا فرکھر تا ہے جبکہ واجب کے تعریف ہے کہ یہ دلیل ظنی سے ثابت ہوجا تا ہے اور اس کا مشر کا فرنہیں واجب کے تعریف ہے کہ یہ دلیل ظنی سے ثابت ہوجا تا ہے اور اس کا مشر کا فرنہیں ہوتا مشلاً اگوشافعی کا مقلد وتر کوسنت کہتا ہے تو اسے کا فرنہیں کہہ سکتے۔

جب فرض کی دو حیثیتین ہیں تواس کے پیش نظر محدثین وفقہاء نے اس پر واجب کا اطلاق بھی کیا ہے اور فرض کا بھی۔ (بخاری شریف: جا، ص ۱۸۸ امام بخاری فرماتے ہیں بب وجوب الحج وفضلہ ص ۲۵۸ پر فرماتے ہیں (باب وجوب الحج وفضلہ ص ۲۵۸ پر فرماتے ہیں (باب وجوب الحج وفضلہ ص ۲۵۸ پر فرماتے ہیں (باب وجوب صوم رمضان لروئیة المہلال والفطر لروئیة المحلال ۔ ابوداؤرج ان ۱۵۸ پر ہے باب وجوب صوم رمضان لروئیة المہلال والفطر لروئیة المحلال ۔ ابوداؤرج ان ۱۵۸ پر ہے باب من تجب علیہ المجمعة ۔ مالانکہ نماز، روزہ، زکو ہ، جج ، ارکان الملام اور بلا شبہ فرائض ہیں ۔ مگر محدثین وفہقاء رضوان اللہ علیم نے ان پر فرض وواجب دو ناموں کا اطلاق کیا ہے لہذا اگر کوئی کے رکھا جائے تو اس وقت امتیاز و تفریق ضروری ہے مثلاً کوئی سوال کرئے کہ کیا نماز واجب ہے یا فرض تو اسے جواب میں کہا جائے گا کہ نماز فرض ہے اب کوئی بینیں کہہ سکتے مگر جب نے نوجی نماز سے وجوب کے اطلاق کا انکار کر دیا ہے۔

سنت کی دومیثیتیں:

ای طرح سنن کی بھی دوجیشیتیں ہیں ایک طرف سے توبی نوافل کے مثابہ ہیں کہ جس طرح نوافل کے رک سے اگناہ لازم نہیں آتا ایسے ہی بھی بھی سنت کے رک سے شرعاً گناہ لازم نہیں آتا جب تک کہ ترک سنت کو عادت نہ بنالیا جائے۔ دوسری طرف سنن میں نوافل سے صفت زائدہ کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوام فر مایا اگر بھی ترک کیا تو بیان جواز کے لئے اور ان پر مواظبت کی تاکید فرمائی تو اس حثیت سے سنتیں مطلق نوافل سے متاز ہیں ان دوحیثیتوں کے پیش نظر شرع اور اہل شرع نے ان پر نوافل کا اطلاق کیا ہے اور سنت کا نام بھی دیا ہے اگر کوئی مثلاً سوال کرے کہ فجر کے فرضوں ہے بل دوسنیں ہیں یانفل تو اسے جواب میں یہی مثلاً سوال کرے کہ فجر کے فرضوں نے بل دوسنیں ہیں یانفل تو اسے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ سنتیں ہیں اس صورت میں مجیب پرکوئی عقل مند اعتر اض نہیں کرے گا کہ اس نے سنت فجر پر نوافل کے اطلاق کا افکار کیا ہے اس طرح شمقی احمد یار خال کے اللاق کے اللاق کا افکار کیا ہے اس طرح شمقی احمد یار خال

نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی عندالعقل ونقل اعتراض درست نہیں کہ وہ سنت کونفل تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کے کہنے کا کہ سنت فجرنفل نہیں مقصد ہے کہ یہ مطلق نقل نہیں ان میں نوافل سے صفت زائدہ ہے ان پر حضور سرور کا ئنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت ودوام فرمایا اوران کی بہت تا کید فرمائی۔

(ابواب الطوع وركعات النة: ج ا،ص ١٨٥)

ابواب بين نوافل اورسنت كى ركعتول بين مصنف ابن الى شيبه بين به "حدث نا وكيع عن سفيان عن منصور عن ابراهيم قَالَ كَانُوا يَعَدُّونَ مِنَ السُّنَّةِ ارْبَعًا قَبْلَ الظُّهُرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قَالَ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قَالَ إِبْرَاهِيهُمْ وَكَانُوا يَسْتَحِبُّونَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ إِلَّا إِنَّهُمْ لَمُ الْمُونَ وَكُعْتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ إِلَّا إِنَّهُمْ لَمُ يَكُونُوا يَعْدُوا يَسْتَحِبُّونَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ إِلَّا إِنَّهُمْ لَمُ يَكُونُوا يَعْدُوا يَسُتَجَبُّونَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ إِلَّا إِنَّهُمْ لَمُ السَّنَةِ" . (١٠٤٣٠)

"حضرت ابراہیم سے ہے کہ تھ (صحابہ کرام) شار کرتے سنت سے ظہر کی پہلی چار رکعتیں اور دو رکعتیں اس سے بعد کی اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت فجر سے قبل حضرت کے بعد اور دو رکعت فجر سے قبل حضرت ابراہیم نے کہا کہ عصر کی پہلی دو رکعتوں کومستحب (نفل) جانتے تھے گراسے سنت میں شار نہ کرتے تھے "۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نفل کوسنت میں شارنہیں کرتے تھے تو یہ ظاہر ہے کہ سنت کوسنت جانتے تھے نوافل میں شارنہیں فرماتے تھے اب ان

حضرات پروہانی جی کا کیا فتوی ہے۔

رابعاً ام المؤمنين حضرت ام حبيبرضى الله عنها كى روايت جوغير مقلد نے دليل بائى اس ميں سنت كوتطوع كے الفاظ سے بيان كيا مگر يہى روايت ام المؤمنين صديقه كائنات حضرت عائشہ رضى الله عنها سے بھى مروى ہے اس ميں مذكورہ ركعات كوسنت بى فرمايا گيا ملاحظہ ہو:

"حدثنا ابوبكر قَالَ حدثنا اسحاق بن سليمان عن مغيرة بن زيد عن عطاء عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ثَابَرَ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ثَابَرَ عَلَى اللهُ لَهُ وَسَلَّمَ مَنْ السَّنَّةِ بَنَى اللهُ لَهُ وَسَلَّمَ مَنْ السَّنَّةِ الذي اللهُ لَهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ الذي " و (ابن اجرا ۱۸، مصنف ابن الى شير ۲۶، ۱۰۸ ۱۰۸)

'لفظ مصنف کے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ عنہا سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بارہ رکعات سنت پر بیشگی کی اس کے لئے اللہ جنت میں گھر بنا دے گا''۔

خاساً: ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے بوقت جماعت بھی حتی الامکان سنت فجر کونہیں چھوڑتے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نفذ ال

سنت فجر کی تاکید:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوهُمَا وَإِنْ طَرَدَتُكُمُ الْحَيْلُ".

"لعنى سنت فجركونه چهورا اگرچه تم پروشمن حمله كردے"- (ابوداؤدنجا،

ص ۱۸۱ وطاوی جایس ۲۵۸)

طحاوی میں لا مدعوها کی جگہ لا تنز کوها ہے۔

صيح بخارى شريف جا، باب المداومة على ركعتى الفجر مين حضرت ام المؤسفين

عائشه صديقة رضى الله عنها سے كه:

"صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ وَّرَكُعَتَيُّنِ جَالِسًا وَّرَكُعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَائِيْنِ وَلَمُ يَكُنُ يَدَعُهُمَا اَبَدًا"

''نی کریم صلی الله علیه وسلم نے نماز عشاء پڑھی پھر آٹھ رکعتیں پڑھیں اور دور کعتیں بیٹھ کرادا کیس اور پھراذان وا قامت کے درمیان دور کعت فجر ادا کیس اور ان دور کعتوں کو کبھی نہ چھوڑا''۔

حضرت عا كشه صديقه رضى الله عنها بيان فرماتي بي كه

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنُ عَلَى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافَلِ اَصُّبُح" النَّوَافَلِ اَصُّبُح"

(ابوداؤد: ١٨٥٥)

"رسول الشعلى الشعليه وسلم نوافل بين سي كى چيز پراتى تخت كافظت نفرمات برسول الشعليه وسلم نوافل بين درركعتول پرفرمات و خرمات بين المنطق قارى رحمة الشعليه فجرك سنتول كى تاكيد كم متعلق كهت بين:
"وقال آبُوْ حَنِيفَة كُوْ عَلِمَ الْمُصَلِّيُّ اَنَّهُ كَوِ الشَّتَعُلَ بِسُنَّة الْفَجْوِ اَوَّلاً اَدُوكَ الْإِمَامَ فِي رَكْعَة الْاُولِي آوِ النَّانِيةِ صَلَّى سُنَّة الْفَجْوِ اَوَّلاً فَدُرَكَ الْإِمَامَ فِي رَكْعَة الْاُولِي آوِ النَّانِيةِ صَلَّى سُنَّة الْفَجْوِ اَوَّلاً فَدُرَكَ الْإِمَامَ فِي رَكْعَة الْاُولِي آوِ النَّانِيةِ صَلَّى سُنَّة الْفَجْوِ مَحْصُوصَة شَمَّ يَدُحُلُ مَعَ الْإِمَامِ وَقَالَ إِبْنُ الْمَلِكُ سُنَّة الْفَجْوِ مَحْصُوصَة مِنْ عَنْ اللَّكُعَةِ النَّانِية وَيُتُوكُهَا مِنْ طَرَدَتُكُمُ الْخَيْلُ فَقُلْنَا يُحْسِل فَوْتَ الرَّكُعَةِ النَّانِية وَيُتُوكُها مِنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْفَحْوِ مَالَمْ يَخْشِ فَوْتَ الرَّكُعَةِ النَّانِية وَيُتُوكُها عَلَيْه السَّلامُ صَلَّوهُ مَا وَإِنْ طَرَدَتُكُمُ الْخَيْلُ فَقُلْنَا يَحْسِل فَوْتَ الرَّكُعَةِ النَّانِية وَيُتُوكُها عَلْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْعَالِي وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُلِكُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْفَحْوِ اللَّانِية وَيُعْرَوكُ الْمُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّ

مِّنْ غَيْرِ عُذُرٍ لا يَجُوزُ وَقَالُوا الْعَالِمَ اِذَا صَارَ مَرْجَعًا لِلْفُتُولى جَازَ لَهُ تَوْكُ مَا اللهُ الْفُتُولِي جَازَ لَهُ تَدُلُكُ سَائِرَ السُّنَنِ لِحَاجَةِ النَّاسِ الَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ لِلَاَنَّهَا الْقُرْدِينَ السُّنُنُ " . (رَةَ مُنْ اللهُ اللهُ

اورامام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نمازی نے جان لیا کہ اگر اس نے سنت فجر کو شروع كرديا توامام كوئبلي يا دوسرى ركعت مين پالے گا تو پہلے سنت فجر ادا کرے پھرامام کے ساتھ شامل ہواور علامہ ابن ملک نے کہا کہ سنت فجر اس سے مخصوص ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ساتھ کہ فر مایا ان کو پڑھوا گرچہتم پر دشمن کے گھوڑے آپڑیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ سنت فجریر ہے جب تک کہ رکعت ثانیہ جانے کا خوف نہ ہواور انہیں چھوڑ دے جب رکعت ٹانیہ جانے کا خوف ہو دو دلیلوں برعمل رکتے ہوئے اور حدیث جے ابوداؤد نے ان لفظول سے روایت کیا کہ: ان دوسنتوں کو نہ چھوڑواگر چہتم پر وشمن کے گھوڑے ٹوٹ پڑیں۔امام ابن هام نے فرمایا کہ سنت فجر سب سنتوں سے اقوی ہیں یہاں تک کہ حسن نے امام ابوصنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اگر کسی نے ان کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھا تو جائز نہیں اور فقہاء نے کہا کہ اگر کوئی عالم فتویٰ کے لئے مرجع ہو گیا اسے بوقت حاجت تمام سنتوں کا ترک جائز ہے سواست فجر اس کئے کہ بیرسب سنتوں سے اقوی ہیں۔ اندازہ کرو کہ علماء سنت فجر کا ازروئے احکام احادیث کے پیش نظر باقی سنن سے امتیاز وتفریق مانتے ہیں مگر وہابی ایسا سر پھرا ہے کہ ان کا نوافل سے بھی امتیاز وتفریق نہیں مانتا۔ اب اس سے اور پیچیے جوہم نے غیر مقلد کی پیش کردہ روایت میں الفاظ زائد ولا رکعتی الفجر کا ضعف ثابت کر دیا ہے لہذا غیر مقلد کے اعتراضِ ثانی کا جواب بھی اس میں ہو گیا۔مفتی احمد یار خال تعیمی رحمۃ

الله علیہ نے فر مایا کہ اے وہا ہوں تم بھی بوقت جماعت خارج مجد سنت فجر پڑھنے کے قائل ہو دوسرے سے کہ اگر کسی نے سنت فجر یا دوسرے فرض جماعت سے پہلے شروع کر دیئے ہوں اور درمیان میں فجر کی جماعت کھڑی ہوجائے تو تم بھی اس نماز کا توڑنا واجب نہیں کہتے بلکہ جائز ہے کہ یہ نماز پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔ اس پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مفتی صاحب قرآن وحدیث کے معنی بگاڑنے ، تاویلیں کرنے کے علاوہ فریق ثانی کے مؤقف کو بیان کرنے میں بھی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کوئی عار محسوں نہیں کرتے اب ترتیب وار مذکورہ اعتراض کا جواب ملاحظہ کریں:

اولاً: جب نمازی کوعلم ہوا کہ معجد میں جماعت کے لئے اقامت ہوگئ ہے تو اس مالت میں معجد سے بارہ بھی سنت فجر ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اقامت کے بعد نماز میں شامل ہونے کا حکم ہادی برحق حضرت مجرصلی الله علیہ وسلم نے دے رکھا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی الله عنہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا سَـمِ عُتُـمُ الْإِقَـامَةَ فَامُشُوْا إِلَى الصَّلُوةِ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ وَالْحَارُو وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ وَالْحَقَارُو وَهَا فَاتَكُمُ فَاتِمُّوْ" . وَالْحَقَارُو وَهَا فَاتَكُمْ فَاتِمُّوْ" . (بغارى جَا،ص٨٨، والنن الكبرى للبيقى ج٣،ص٩٣ ومنداما احرج٢، ص٣٣٥ وألحلى بالآثارج٢، ص١٦١)

''جب تم تکبیر کی آواز سنول تو نماز کی طرف چلتے ہوئے آؤ اور تم پر سکینت اور وقار ہو اور جلدی نہ کروجتنی نماز ملے وہ پڑھ لوجو جاتی رہے اس کو پورا کرو''۔ (انتھی)

بیصدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اقامت کے بعد کسی بھی دوسرے ذکر واذکار

اور نوافل میں مشغول ہونا جائز نہیں کیونکہ اقامت کے بعد جماعت میں شامل ہونے کا حکم دیا جار ہائے ہونا ہے۔
کا حکم دیا جارہا ہے اور مفتی صاحب کو اقرار ہے کہ حکم سے فرض ثابت ہوتا ہے۔
ثانیا: جہاں تک اقامت کے بعد نوافل کو نہ توڑنے کی بات ہے تو اس میں اہل مدیث کا واضح مؤقف یہ ہے کہ نوافل کو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے جانچہ امام ابن حزم کلھتے ہیں کہ:

"فَمَنُ سَمِعَ إِقَامَةَ صَلُوةِ الْصُّبُحِ وَعَلِمَ اللَّهُ أَنِ اشْتَغَلَ بِرَكْعَتَى الْفَجُرِ فَالَّيُحِلُّ لَهُ اَنُ اللَّهَ تَعَالَى وَإِنْ لَا يُحِلُّ لَهُ اَنُ يَشْتَغِلَ بِهِمَا فَإِنْ فَصَلَّى فَقَدْ عَصَى اللَّهَ تَعَالَى وَإِنْ دَخَلَ فِى رَكْعَتَى اللَّهَ تَعَالَى الرَّكُعَتَانِ فَلَا فَائِدَةُ لَهُ اللَّهُ اللْمُعْلَى اللَّهُ اللْمُعَلِيْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُعَالَمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللْمُنَالَةُ اللَّهُ اللْمُواللْمُوالِمُ اللْمُولِمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ

''جو شخص اقامت کوس لے پھر وہ جاننا ہو کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے لگ گیا تو اس کی نماز باجماعت اگر چہ تبیراولی ہی کیوں نہ ہو فوت ہو جائے گی تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ سنت فجر میں مشغول ہو اگر وہ ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالی کی نافر مانی کی اور اگر سنت فجر میں داخل ہوااور صبح کی تکبیر ہوگئی تو اس کی دونوں رکعتیں باطل ہوگئیں''۔ (انتھی) موااور صبح کی تکبیر ہوگئی تو اس کی دونوں رکعتیں باطل ہوگئیں''۔ (انتھی)

حافظ ابن حجرنے شافعیہ سے ابوحامہ کا بیمؤقف بیان کیا ہے کہ ٹماز کوتوڑ دینا چاہیے۔ (فع الباری: ج۲،م۱۱۹)

ال پرمولانا مم الحق محدث عظيم آباد تهره كرتے موئ كھتے ہيں كه: "وَالْقُولُ الْمُحَقَّقُ فِي هَلْذَا الْبَابِ مَا قَالَهُ الشَّيْخُ آبُو حَامِدٍ وَقَالَ الْعِرَاقِتُ هَلَذَا وَاضِحٌ وَرَأَيْتُ شَيْخَنَا مُحَمَّدُ نذير حسين المحدث دهلوى يَأْمُرُ بِقَطْع الصَّلَوةِ".

(اعلام الل العصر باحكام ركعتى الفجر:ص ١٣٧)

"اس باب (مسکلہ) میں تحقیقی قول شیخ ابوحامد کا ہے اور علامہ عراقی نے کہا ہے کہ یہی واضح (احادیث سے ثابت ہے) اور میں استاذی المکرم سید محمد نذیر حسین دہلوی کو دیکھا ہے کہ آپ نماز توڑنے کا حکم فرمایا کرتے شخے'۔ (انتی)

محقق العصر مولا نا ارشاد الحق حفظ الله مذكوره عبارت كے حاشيه پر لكھتے ہيں كر.
"وَهُ وَ مُ قُتَ ضِى الْآ حَادِيْتُ الْمَلْ كُورَةِ وَيُوَيْدُهُ فِعُلُ ابْنِ عُمَرَ
وَرَوَاهُ اللّهُ وَلاَ بِي فِي السكنى" . (جابس ١٨) عَنُ اَبِي فَرَّاسٍ يَّزِيْدِ
بُنِ رِبَاحٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍ و كَبَّرَ فِي الصَّلُوةِ النَّافِلَةِ
وَاقِيْمَتِ الصَّلُوةُ فَقَدَّمَ وَتَركَ النَّافِلَةَ" . (حاس اعلى العرب ١٥١٥)

'اس پر مذكوره احاديث ولالت كرتى بين اوراس كى تائيد كرتا ہے حضرت عبدالله بن عمر والعاص رضى الله عنه كافعل كه يزيد بن رباح بيان كرتے عبدالله بن عمر والعاص رضى الله عنه كافعل كه يزيد بن رباح بيان كرتے بين كه ميں نے آپ كو ديك كو الله عنه كافعل كه يزيد بن رباح بيان كرتے بين كه ميں نے آپ كو ديكھا كه فل نماز كوشروع كيا اور ادھر نماز كى تكبير بين كه ميں نے آپ كو ديكھا كه فل نماز كوشروع كيا اور ادھر نماز كى تكبير بين كه ميں آپ آگ بڑھے جماعت ميں شامل ہو گئے اور نوافل كو چھوڑ ديا'۔ (اسمی)

نماز کوتوڑ دینا ہی درست ہے اور اس پر ہی بفضلہ تعالی اہل حدیث عامل ہیں تگر مفتی صاحب جھوٹ لکھتے ہوئے ذرا بھی اپنے منصب کا خیال نہیں کرتے۔

(نام نهاددین الحق ص ۲۷ س

الجواب اولاً: یہ بھی تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا ہی حکم ہے کہ فجر کی سنتیں نہ چھوڑ واگر چہتم پر دشمن کے گھوڑے آپڑیں اس حدیث شریف پر عمل نہ کرنے کا تم نام نہادا ہلحدیثوں کے پاس کیا جواز ہے۔

ہم احناف بفضلہ تعالی دونوں حدیثوں پڑمل کرتے ہیں فجر کی سنتوں کے علاوہ اور کوئی نفل وسنت بوقت جماعت جائز نہیں جانے گر سنت فجر تمہاری پیش سردہ

حدیث کے حکم سے مشتنیٰ ہیں ور نہ ایک حدیث پرعمل ہو گا دوسری کا خلاف لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں۔

فانیا: ہم نے بفضلہ تعالی صحابہ کرام تابعین آئمہ مداہب ومحدثین رضوان اللہ علیم سے بوقت جماعت سنت فجر معجد اور خارج پڑھنا ثابت کر دیا ہے کیا وہ حضرات آپ کی پیش کردہ حدیث نہیں مجھتے تھے۔

فالاً: غیر مقلد کی پیش کردہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کا اس مسکلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں تو ارشاد ہے کہ جب تم اقامت سنواطمینان ووقار کے ساتھ نماز کی طرف آؤیہ کہاں ہے کہ نماز پڑھ رہے ہوتو وہ توڑ کر جماعت میں شامل ہوجاؤ۔ نیز ابن حزم کی عبارت میں بھی ہے کہ بوقت جماعت سنت شروع نہ کرے بیتو نہیں کہ پڑھتا ہوتو اسے توڑ دے۔

رابعاً: جب وہابی جی کوعلم تھا کہ اس کا خود ساختہ مذہب کہ بوقت جماعت کوئی سنت فجر یا دوسرئے فرض پڑھ رہا ہوتو اسے توڑ کر جماعت سے مل جانا چاہئے کسی ضعیف مرفوع حدیث ہے بھی ثابت نہیں تو بیخامی پر کرنے کوعلامہ عراقی کی عبارت کہ ھذا واضح کے ساتھ (احادیث سے ثابت ہے) کہ خود جوڑ دیا بیہ ہے ان وہا بیوں کا حال۔

خامساً: وہابی صاحب کا اپنے موقف پر حضرت عبد اللہ بن عمر و العاص کی مذکورہ روایت سے استدلال تو بیاس کی تائید میں نہیں کیونکہ اس میں تو نماز نافلہ توڑ کر جماعت میں ملنے کا ذکر ہے نہ کہ سنت فجر وقضا فرض شروع کر کے توڑنے کا جبک وہایوں غیر مقلدوں پر مفتی صاحب کا سوال سنت فجر اور دوسرے وقت کے فرض شروع کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں توڑنے کے متعلق تھا لہذا مذکورہ روایت سے استدلال سوال کے جواب سے مطالبقت نہیں رکھتا۔

مفتی احمدیار خال تعیمی رحمة الله علیہ نے غیر مقلدوں کے اعتراض کے جواب

میں فرمایا کہ اس حدیث پر ہر شخص عمل نہیں کرسکتا کیونکہ صاحب ترتیب جس پرترتیب فرض ہے اگر اس کی عشاء کی نماز قضا ہوگئی اور جماعت فجر قائم ہو جائے تو وہ اولاً عشاء کی قضا نماز ادا کرے پھر جماعت میں شرکت کرے ورنہ ترتیب کے خلاف ہو گا۔

غير مقلدصاحب اس يردواعتراض كرتے ہوئے لكھا:

اولاً: احناف کے نزدیک بھی جماعت کے ہوتے ہوئے کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی صرف صبح کی سنت کی شخصیص کرتے ہیں (در مخارع شرح جا،م ۳۷۸)

اوراحناف کا پی بھی مؤقف ہے کہ جماعت کے ہوتے ہوئے قضا نماز بھی پڑھنا مکروہ ہے علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ:

"فشملت كراهة النفل والفائة ولو كَانَ بينهما وبين الوقتية ترتيب" _ (ناوئ الم ٣٥٨)

'' بیکراہت شامل ہے نفل واجب اور قضا نماز میں اگر چہان کے درمیان ترتیب ہو''۔

لہذامفتی کا ترتیب کے بہانے سے مٰدکورہ حدیث کو ٹالنا غلط بیانی کے علاوہ خود اکابراحناف کی صراحت کے خلاف ہے۔

<u>ٹانیاً:</u> علمائے احناف کی اس صراحت کے علاوہ بیرحدیث مذکورہ کے بھی خلاف ہے چنانچیہ یہی حدیث مندامام احمد اور طحاوی میں ان الفاظ سے بھی مروی ہے کہ: "اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلوٰةِ فَلاَ صَلوٰةَ اِلَّا الَّتِیْ اُقِیْمَتْ"

(بحواله فتح الباري: ج٢،ص١١٨)

"جب نماز کھڑی ہو جائے تو کوئی نماز نہیں ہوتی مگر وہی جس کے لئے اقامت کہی جائے"۔

ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی مفتی صاحب کا اعتراض کرنا حدیث سے کم

اگاہی یا تعصب کا متیجہ ہے۔ وہانی کا دعویٰ اور دلیل اور:

بی مقلد کی غلط بیانی ہے کہ احناف کے نزدیک بھی جماعت کے ہوتے ہوئے سواست فیر مقلد کی غلط بیانی ہے کہ احناف کے نزدیک بھی جماعت کے ہوتے ہوئے سواست فجر کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی پھر اس پر شامی کا حوالہ ادھورا دیا مگر اس سے بھی کر اہت ثابت ہے لیہ نہ ہونا اور بات ہے کراہت دوسری بات۔ سرے سے ہوتی ہی نہیں جبکہ نہ ہونا اور بات ہے کراہت دوسری بات۔

رسے کے اور کا کیا اب ہم بفضلہ تعالی بحوالہ بیان کرتے ہیں کہ صاحب ترتیب کے متعلق احناف کا کیا مؤقف ہے پہلے تو ہم شامی سے دکھاتے ہیں علامہ ابن عابدین رحمة الله علیه کیا فرماتے ہیں:

(۱) شای جامی ۵۳۷ پر ہے کہ:

"اَلَّسَرُتِيْبُ بَيْنَ الْفُرُوضِ الْحَمْسَةِ وَالْوِتْرِ اَدَاءً وَّقَضَاءً لازِمٌ يَفُونُ الْجَوَازُ بِفَوْتِهِ لِلْحَبْرِ الْمَشْهُورِ مَنْ نَامَ عَنْ صَلُوتِهِ وَبِهِ يَثْبُتُ الْفَرْضُ"

"ترتیب پنجگانہ فرض کے درمیان اور وتر کے درمیان لازم ہے نماز کا جواز فوت ہو جاتا ہے ترتیب فوت ہونے سے حدیث مشہور کی روئے سے کہ جواپنی نماز سے سوجائے"۔الخ

اوراس سے فرض ثابت ہوجاتا ہے۔

فوت نمازوں میں ترتیب لازم ہے:

٢) بدائع الصنائع جاءص ٢٣٣٧ ي ب:

"وَدَخَلَ فِيْهِ الْجُمْعَةُ فَإِنَّ التَّرْتِيْبَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ سَائِرِ الصَّلُواتِ لَازِمٌ فَلَوْ تَذَكَّرَ النَّهُ لَمُ يُصَلِّ الْفَجْرَ يُصَلِّيْهَا وَلَوْ كَانَ الْإِمَامُ يَخُطُبُ وَمِنْهَا تَقَدَّمُ قَضَاءِ الْفَائِتَةِ الَّتِيْ يَتَذَكَّرُهَا إِذَا كَانَتِ

الْفَوَائِتُ قَلِيلُلَةٌ وَفِي الْوَقْتِ سَعْةٌ هُوَ شَرْطُ جَوَازِ اَدَاءِ الْوَقِّتِ سَعْةٌ هُوَ شَرْطُ جَوَازِ اَدَاءِ الْوَقِّتِيَةِ"

''اور اس تھم میں جعہ بھی داخل ہے پس بے شک ترتیب اس کے اور تمام نمازوں کے درمیان لازم ہے تو اگر اسے یاد آیا کہ اس نے نماز فخر نہیں پڑھی تو اسے جعہ سے قبل پڑھے اگر چہ امام خطبہ پڑھتا ہواور اسی سے ہے''۔

فوت نماز کی قضا پہلے کرنا جواسے یاد ہے جب کہ فوت نمازیں قلیل ہوں (چھ سے) تجاوز نہ کریں اور وقت میں قضا اور وقتیہ پڑھنے کی گنجائش بھی ہو وہ شرط ہے (فوت نماز کا پڑھنا) وقتیہ کی صحت کے لئے۔

m) هدايه جزءاول باب قضاء الفوائت ميں ہے:

"مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوْةٌ قَضَاهَا إِذَا ذَكَرَهَا وَقَدَّمَهَا عَلَى فَرْضِ الْوَقْتِ وَالْاَصْلُ فِيهِ الْوَقْتِ عِنْدَنَا وَالْاَصْلُ فِيهِ إِنَّ التَّرْتِيْبَ بَيْنَ الْفَوَائِتِ وَفَرْضِ الْوَقْتِ عِنْدَنَا مُسْتَحَقَّ".

''جس کی نماز فوت ہووہ اسے پڑھے جب یاد آئے اور قضا کوفرض سے پہلے پڑھے اور اصل اس میں یہ ہے کہ بے شک ترتیب فوت نمازوں کے اور وقتیہ کے درمیان ہمارے نزدیک لازم ہے''۔

شرح وفايہ جزءاول باب قضاءالفوائت میں ہے کہ:

"فَرُضُ التَّرِّعِيْبِ بَيْنَ الْفُرُوضِ الْحَمْسَةِ وَالْوِتْرِ فَائِتًا كُلُّهَا اَوُ بَعْضُهَا اَى إِنْ كَانَ الْكُلُّ فَائِتًا فَلَا بُدَّ مِنْ رِعَايَة التَّرْتِيْبِ بَيْنَ الْفُرُوْضِ الْحَمْسَةِ وَكَذَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْوِتْرِ وَكَذَا إِنْ كَانَ بَعْضُ فَائِتًا وَالْبَعْضُ وَقْتِيًّا لَا بُدَّ مِنْ رِعَايَةِ التَّرْتِيْبِ فَيَقْضِى الْفَائِتَةَ قَبْلَ إَذَاءِ الْوَقْتِيَّةِ". ''رتیب فرض ہے پنجگانہ فرض اور وہر کے درمیان تمام فوت شدہ ہوں

یابعض فوت اور بعض وقتیہ یعنی اگر تمام فوت شدہ ہوں تو ترتیب کی

رعایت پنجگانہ فرضوں کے درمیان ضروری ہے اسی طرح فرض ووہر کے

درمیان اور اسی طرح بعض فوت شدہ ہوں اور کوئی وقتیہ ہوں تو اس
صورت میں بھی ترتیب کی رعایت ضروری ہے''۔

پن فوت نمازیں وقتیہ کی ادائیگی سے پہلے پڑھے۔

پن فوت نمازیں وقتیہ کی ادائیگی سے پہلے پڑھے۔

۵) صاحب بہار شریعت مولانا امجدعلی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کھتے ہیں:

پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض ووتر میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر پھر ظہر پھرعصر پھرمغرب پھرعشاء پھر وتر پڑھے خواہ یہ سب تضا ہوں یا بعض تضا ہوں یا بعض قضا ہوں یا بعض ادا مثلاً ظہر کی قضا ہوگئ تو فرض ہے کہ اسے پڑھ کرعصر پڑھے یا وتر قضا ہوگیا اسے پڑھ کرفھر فیجر پڑھ کی تو ناجائز ہے۔ بہار شریعت حصہ چہارم بحوالہ عالمگیری وغیرہ۔ان تمام حوالوں سے اظہر من الشمس ہوا کہ احناف کے نزد دیک ترتیب فرض ہے اور صاحب ترتیب پر فرض ہے کہ پہلے قضا پھر وقعیہ پڑھے اور قضا نمازوں کو بھی ترتیب وار پڑھے گرغیر ملقد ناتمام عبارتیں پیش کر وقعیہ پڑھے اور اکرنا چا ہتا ہے۔

الله عادب فاوی شامی علامه ابن عابدین رحمة الله علیه نے فرکورہ حواله میں مراحت فر مادی کہ فرضیت ترتیب حدیث مشہور سے ثابت ہے مگر نام نہا داہلحدیث الله عِمْل نہیں کرتے اسے چھوڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ کی خبر واحد کے پیچھے پڑئے ہوئے ہیں اس کی بھی مراد کونہیں سجھتے بیال ہے ان کی فدہب پرستی کا۔

رابعاً: رہا غیر مقلد صاحب کا اپنے فدہب کی تائید میں بیروایت پیش کرنا کہ:

"إِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلُوةِ فَلاَ صَلُوةَ إِلَّا الَّتِی اُقِیْمَتُ لَهَا" .

"برجب جماعت قائم کی جائے تو کوئی نماز نہیں ہوتی سوا اس کے جس

کے لئے ا قامت کہی گئی'۔

اول اس سے پہلے وہابی صاحب فرما پکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عند سے اس روایت کو حفاظ کی جماعت نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ ہیں: "إِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلُوةِ فَلاَ صَلُوةَ إِلَّا الْمَكُتُوبَةَ".

اب اوپر دی گئی روایت اس سے مختلف ہے تو معلوم ہوا اس مختلف کے راوی نے تفرد کیا جماعت کا خلاف کیا ہے لہذا اسے دلیل بنا ناغیر مقلد کی فد جب پرتی ہے۔
دوم: اس روایت میں ایک راوی فہد نامی ہے (طوادی جا،م ۲۵۲) اور علامہ ذھی نے میزان میں صرف دوفہد کا ذکر کیا ہے جو کہ دونوں سخت مجروح ہیں۔ (۳۳،م ۲۳۳) ایک راوی اس میں عبداللہ بن عیاش بن عباس القتبانی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے (طوادی جا،م ۲۵۳) اس کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی رحمة الله علیہ لکھتے ہیں: صدوق یفلط (تقریب التہذیب ص ۱۸۸) سچا ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ اب الی ضعیف روایت کو قبول کرنا دلیل بنانا فد جب پرتی نہیں تو اور کیا ہے۔ اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۲ اور مفتی صاحب کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو طحادی شریف نے حضرت مالک ابن بحسینہ سے روایت کی):

"قَالَ أُقِيْمَتُ صَلَوْةُ الْفَجُرِ فَاتَىٰ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ رَجُلٍ يُّصَلِّى رَكْعَتَى الْفَجْرِ فَقَامَ عَلَيْهِ وَلاَتَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ اتُصَلِّيهُا ٱرْبَعًا ثَلْثَ مَرَّاتٍ"

'' کہ ایک دن فجر کی تکبیر کہی گئی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے جوسنت فجر پڑھ رہا تھا اس پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے بھی اسے گھیر لیا فرمایا کہ کیا تو فجر کے فرض چار پڑھتا ہے یہ تین بار فرمایا''۔ اس حدیث میں سنت فجر کا صراحۂ ذکر ہو گیا جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی معلوم ہوا کہ تکبیر فجر کے وقت سنت فجر سخت منع ہے۔ جواب: پیصاحب مالک ابن بحسینہ کے صاحبز ادے عبد اللہ تھے اور وہاں ہی منت فجر پڑھ رہے تھے جہاں جماعت ہور ہی تھی لینی صف ہے متصل یہ واقعی مکروہ ہے ای پر حضور صلی الله علیه وسلم نے عماب فرمایا چنانچہ اس طحاوی شریف میں اس مدیث سے کھآ گے بیرحدیث مفصل طور یراس طرح مذکور ہے:

"عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَهُوَ مُنْتَصِبٌ ثُمَّهُ بَيْنَ نِدَا الصُّبُحِ فَقَالَ لَا تَجْعَلُوا هٰذِهِ الصَّلُوةَ كَصَلُوةِ قَبُلَ الظُّهُرِ وَبَعْدَهَا وَاجْعَلُوا بَيْنَهُمَا فَصْلاً".

محرابن عبدالرحن سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی الله علیه وسلم عبد الله ابن مالک ابن بحسینہ پر گذرے حالانہ وہ وہاں ہی کھڑے ہوئے تے تکبیر فجر کے بالکل سامنے تو حضور نے فرمایا کہ اس سنت فجر کوظہر کی رہلی بچھلی سنتوں کی طرح نہ بناؤ سنت فجر اور فرض فجر میں فاصلہ کرو۔

اس مدیث نے آپ کی پیش کردہ مدیث کو بالکل واضح کر دیا کہ اگر سنت فجر جماعت سے دور پڑھی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے جماعت سے متصل پڑھنامنع ہے یہی ہم کہتے ہیں لہذا آپ کا اعتراض اصل سے ہی غلط ہے۔

اس پرغیر مقلدصاحب کا پہلا اعتراض بیصاحب عبداللہ بن بحسینہ رضی اللہ عنهبیں تھے کوئی اور صحالی تھے۔ چنانچے حکے مسلم میں ابراہیم بن سعد کے طریق سے روایت ہے کہ عبداللہ بن بحسینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"أَنَّ رَّسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلِ وَّقَدُ أُقِيْمَتُ صَلُوةُ الصُّبْحِ فَكَلَّمَهُ بِشَيْءٍ لَا نَدْرِى مَا هُوَ فَلَمَّا ٱنْصَرَفْنَا أَحَطُنَا بِهِ نَقُولُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" . (الحديث سلم جاءص ١٢٢٤ بن ماجي ٨٢) ''رسول الله صلی الله علیه وسلم ایک شخص پر گزرے اور نماز کے لئے
اقامت ہو چی تھی تو آپ صلی الله علیہ وسلم نے اسے بچھ کہا جے میں نہیں
جانتا جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور پوچھا
کہ نبی صلی الله علیہ وسلم نے تجھ سے کیا فرمایا ہے (الحدیث) عیاں ہے
کہ اگر حضرت عبد الله رضی الله عنہ خود ہوتے تو روایت میں اس طرح
ذکر نہ کرتے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے اور اس
سے ایک ایسی بات کی جے میں نہیں جانتا اور نماز سے فارغ ہونے کے
بعد ہم نے اس شخص کے گرد گھیرا ڈال لیا وغیرہ بلکہ حدیث کے الفاظ اس
طرح ہوتے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا مجھ
کر گرز رہوا اور مجھ سے فلانی بات کی اور نماز سے فارغ ہو کرصحا بہ کرام نے
مجھے گھیر لیا۔ (نام نہاد دین الحق ص ۲۵)

غير مقلد كى بدحواسى:

الجواب اولاً: غیر مقلد صاحب اس قدر بدحواس ہوا کہ راوی کا نام عبد اللہ بن مالک بن بحسینہ رضی اللہ عنہ ہے جے عبد اللہ بن بحسینہ لکھ دیا۔

ثانياً مفتى احمد يارخال نعيى رحمة الله عليه نے اپنے پاس سے نہيں كہا كه بيصاحب ما لك بن محسينه كے صاحبر الدے عبداللہ تھے بلكه حديث ميں واضح الفاظ بيں كه "اَنَّ رَسُولَ اللهِ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِعَبْدِ اللهِ ابْنِ مَالِكِ ابْن بُحَيْنَةً ".

مگر وہابی صاحب تعصب میں بدیہات کا بھی اٹکار کر دیتا ہے نیزمفتی صاحب رحمة الله علیہ نے اس پر طحاوی شریف سے حدیث پیش کی جس میں عبداللہ بن مالک رحمة الله علیہ اپنا واقعہ خود بیان نہیں کر رہے کہ وہ مکالمہ کے الفاظ کو اپنی طرف منسوب کریں بلکہ ان کا واقعہ بوقت جماعت قریب صف سنت فجر پڑھنے کا محمد بن عبدالرحمٰن کریں بلکہ ان کا واقعہ بوقت جماعت قریب صف سنت فجر پڑھنے کا محمد بن عبدالرحمٰن

بان کر رہے ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ رسول الله ایک شخص پر گزرے تو هیقة وہائی ماجب نے اس سے انکار کی راہ نکالنے کو بجائے طحاوی کے مسلم وابن ماجہ سے روایت پیش کر دی جس میں ظاہری طور پر تو عبد الله بن مالک رسول الله صلی الله علیه ملم سے روایت کرتے ہیں مگر مسلم شریف میں اسی جگہ حضرت عبد اللہ کے خود روایت رنے میں اختلاف ذکور ہے جے وہائی جی نے خلاف مذہب جان کر ذکر نہیں کیا اخلاف بیرے کہ علامہ تعنبی فرماتے مہیں عبد اللہ نے رسول اللہ سے خود روایت نہیں كى بلكه اينے باب مالك بن بحسينہ سے كى ہے اور اس نے رسول الله صلى الله عليه وسلم سے کی اور امام مسلم فرماتے ہیں ان کا قول عن ابیہ لیعنی اپنے باب سے روایت ك اس حديث ميں خطا ہے۔ (ملم جا،ص ٢٥٧) مگر اس كے باوجود وہائي صاحب اينے مقعد کے حصول کے لئے اسے دلیل بنارہے ہیں اور واضح الفاظ کا انکار کررہے ہیں یہ ہے ان لوگوں کی مذہب پرتی کا حال کہ ان کے خود ساختہ مذہب پر آ کی نہ آئے احادیث میں تعارض وتضاد آتا ہوتو آئے مگر فقیر طحاوی وسلم کی دو روایتوں میں موافقت یوں کرتا ہے کہ طحاوی کی جس روایت کو مفتی صاحب رحمۃ الله علیہ نے بیان کیا اس میں حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنه کا واقعہ مذکور ہے اور مسلم کی جو روایت و ہابی صاحب نے دلیل بنائی اس میں کسی اور صحابی کا واقعہ بیان ہے اس کی صراحت سنن بیہقی میں موجود ہے کہ عبد اللہ سے اپنا واقعہ مذکور ہے اور مالک بن محسینه کی روایت بھی ہے۔ (۲۶،ص ۴۸۱)

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: رہی طحادی کی روایت تو بریلوی علاء پہ واضح ہونا چاہئے کہ اس کی سند میں دو راوی کی بن کثیر اور محمد بن کثیر اور محمد بن عبد الرحمٰن ہیں اثری معانی الآفار جا ہم ۲۵۱ میں جو کہ مشکلم فیہ ہیں محمد بن عبد الرحمٰن کون ہے حافظ ابن حجر سنے مراحت کی ہے کہ اس نام کی کیجی بن کثیر کے دواستاد ہیں ۔

(تهذيب التهذيب: جااءص ٢٦٨)

لیکن سوال میہ ہے کہ کیا میہ دونوں صحابی ہیں تو اس کا جواب آپ کونفی میں مطاکلہ میہ دونوں ہی صغار تابعین کی جماعت سے ہیں تو دریں صورت میہ روایت مرسل کھری جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے رہا بجی بن کثیر کا معاملہ تو زبر دست مدلس ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بیدلس ویرسل من الخامسة (تقریب البندیب ص ۱۵۸) لینی تدلیس کرتا ہے اور مرسل روایات بیان کرتا ہے طبقات میں فرماتے ہیں کہ:

"كثير الارسال ويقال لم يصح له سماع من الصحابة ووصفه النسائي بالتدليس طبقات المدلسين (٣٢٠)

کثرت سے ارسال کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا کسی صحابی سے ساع ثابت نہیں ہے۔ امام نسائی نے اس کی تدلیس کی صراحت کی ہے۔ (انتھی) علامیہ نیموی حنفی فرماتے ہیں کہ بیخی بن کثیر بدلس (آٹار اسن س۲۸۸) یعنی تدلیس کرتا ہے اور زیر بحث روایت ساع کی صراحت کے بغیر عن سے ہے۔ لہذا بخاری و مسلم کی صحح حدیث کے بالمقابل بیروایت پیش کر کے بیتوضیح کرنا قطعی طور پر باطل اور مردود ہے۔ (نام نہاددین الحق ص ۱۳۶۰)

غيرمقلد كابيكار بهانه:

الجواب اولاً: غیر مقلد کا مرسل کہہ کر حدیث کو رد کرنا بہانہ کارآ مدنہیں کیونکہ جمہور علاء نے مرسل سے توقف کیا ہے ردنہیں کیا جبکہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہے چنانچہ علامہ ابن حجر نخبة الفکر میں بیان کرتے ہیں:

مدیث مرسل میں فقہاء کے مؤقف:

"فَإِنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِيِّ إِنَّهُ لَا يُرْسِلُ إِلَّا عَنُ ثِقَةِ فَذَهَبَ جَمْهُورُ الْمُحَرِّرِثِينِ إِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْإِحْتِمَالِ وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَى جَمْهُورُ الْمُحَرِّرِثِينِ إِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْإِحْتِمَالِ وَهُو اَحَدُ قَوْلَى الْحَمَةُ اللهُ عَلَى اللهَ الْمُعَلِقَا الْحَمَدَ وَالْكُوفِينَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَهُو قَوْلُ الْمَالِكِينَ وَالْكُوفِينَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقُولُ الْمَالِكِينِينَ وَالْكُوفِينَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقُولًا الشَّافِعِيُّ يُعْبَلُ إِنِ اعْضَدَ بِمَجِيئِهِ مِنْ وَجُهِ آجِرٍ يُبَايَنُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُعْبَلُ إِنِ اعْضَدَ بِمَجِيئِهِ مِنْ وَجُهِ آجِرٍ يُبَايَنُ

الطَّرِيْقَ الْأُولِلَى مُسْنَدًا كَانَ اَوْ مُرْسَلاً "لِيُتَرُجَّحَ إِحْتِمَالُ كُونُ الْمَحُدُوفُ ثِقَةٌ فِي نَفْسِ الْآمُرِ" . (١٣)

پس اگر تابعی راوی کی عادت جانی گئ کہ تقہ ہے ہی مرسل روایت کرتا ہے تو جہور محد ثین تو قف کی طرف گئے ہیں احمال باقی ہونے کے سبب اور وہ امام احمد کے دو تو لوں سے ایک ہے اور اس میں سے دوسرا قول مالکیہ اور اہال کوفہ کا ہے وہ یہ کہ مطلقاً قبول کی جائے گی اور اہام شافعی کا قول ہے کہ قبول کی جائے گی اگر دوسرے طریق سے اس کا آنا تائید کرلے اور بیطریق دوسرے سے مختلف ہو عام ازیں وہ طریق مند ہو یا مرسل تا کہ ثقہ احمال کو ترجیح دی جاسکے کہ محذوف نفس الامر میں ثقہ ہے۔ اس سے واضح ہے کہ جمہور محدثین بھی تو قف کرتے ہیں۔ مگر مرسل کوضعیف نہیں کہتے پھر وہانی صاحب کو کونسا الہام ہوگیا ہے کہ مرسل کوضعیف کہدرہے ہیں۔ مرسل روایت کا مقام فقہاء ومحدثین کے نزد یک:

"وهذا الفعل ارسال تقول التابعى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقد يجئ عند المحدثين المرسل والمنتقطع بمعنى والاصطلاح الاول اشهر وحكم المرسل التوقف عند جمهور العلماء لانه لايدرى ان الساقط ثقة اولا لان التابع قديروى عن التابعى وفى التابعين ثقات وغير ثقات وعند ابى حنيفة ولامالك المرسل مقبول مطلقاً وهم يَقُولُون انما ارسله لكمال الوثوق والاعتماد لأن الكلام فى الثقة ولو لم يكن عنده صحيحاً لم يرسله ولم يقل قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وعند الشافعي ان اعضد بوجه آخر مرسل او مسند وان كان ضعيفا قبل وعن احمد قولان وهذا كله اذا علم ان عادة ذلك التابعي ان لا يرسل الاعن التقات"

مقدمه مشکوة : لینی مرسل ارسال فعل کا نام ہے جس طرح تابعی کا (بلا واسط صحابی) کہنا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا اور مبھی محدثین مرسل ومنقطع کوایک معنی میں لاتے ہیں مگر پہلی اصطلاح زیادہ مشہور ہے اور حکم مرسل کا جمہور علاء کے نز دیک تو تف ہے کیونکل محذوف کا دریں صورت ثقه وغیر ثقه ہونا معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ تابعی بھی تابعی سے روایت کرتا ہے اور تابعین میں ثقات اور غیر ثقات دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔اورامام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نز دیک مرسل مطلقاً مقبول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تابعی کا مرسل بیان کرنا کمال وثوق واعتاد کی بنا پر ہوتا ہے کیونکہ کلام ثقتہ میں ہے اور وہ اگر اس کے نزدیک سیجے نہ ہوتا تو مرسل بیان نہ کرتا اور یہ نہ کہتا کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا اور شافعی کے نز دیک اگر دوسرا طریق اس کی تائید کرے تو قبول ہے عام ازیں وہ طریق مند ہویا مرسل اور امام احمد ہے اس میں دوقول ہیں اور بیراس وقت ہے کہ تابعی ثقات ہے ہی مرسل روایت کرتا ہو۔ اس ہے معلوم ہوا کہ بیرسب اختلاف اس وقت ہے جبکہ محذوف صحابی کی صراحت نہ ہو۔ اگر کسی اور جگہ ہے صحابی کی صراحت ہو جائے تو روایت بالا تفاق مقبول ہے اور زیر بحث روایت میں صحابی راوی کی صراحت طحاوی کے علاوہ دوسری جگہ موجود ہے امام بیہق نے یہی حدیث مختصر متن سے اس سندسے بیان کی ہے:

يَجِيٰ بن ابِي كَثِرِعن مُحرِ بن عبد الرحمٰن بن ثوبان عن عبد الله بن الك بن بحسينه: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟؟ "

بیہق ج، حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحسینہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بے شک میں ملی اللہ علیہ وسلم اس پر گزار نے معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الرحمٰن حضرت عبد اللہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔

ثانياً: ومابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت:

غير مقلد نے طبقات المدلسين كے حواله ميں خيانةً وہ لفظ چھوڑ ديئے جو حضرت

یجی بن ابی کثیر کی مدح میں ہیں وہ یہ ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''حافظ''
مشھ ود'''(طبقات سسسے) یعنی مشہور حافظ (حدیث) ہیں۔اسی طرح تقریب
المہذیب سے بھی اپنے مقصد کی عبارت کوفٹل کر لیا خلاف مقصد کو خیانۂ محجوڑ دیا پور ک

"يَحْيَى بُنُ آبِى كَثِيْرِ الطَّائِقُ مَوْلُهُمْ آبُوْ نَصْيرِ الْيَمَامِقُ ثِقَةٌ ثَبَّتُ لُسِكِمَةً مُاتَ سَنَةَ الْنُتْيِنِ ثَبَّتُ لُسِكِمَةً مَاتَ سَنَةَ الْنُتْيِنِ وَقَالِيْنَ وَقِيْلَ قَبْلَ ذَلِكَ" (ترب التهذيب ٣٢٨)

یجی بن ابی کثیر طائی ان کے غلام ابونصر یمامی تھے ثقہ وثبت ہیں کیکن ترکیس اور ارسال کرتے پانچویں طبقہ سے ہیں اور ۳سے کو وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس سے قبل وصال ہوا۔

ثالثاً: غیر مقلد صاحب بخاری و مسلم کی حدیث کے بالمقابل کی بات تب کریں جب کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہو کہ سنت فجر پڑھنے والا شخص جماعت بحب کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں صراحت ہو کہ سنت فجر پڑھن و الاشخص جماعت سے دور پڑھن و ہا تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسے فرمایا ہو کہ کیا صبح چار

رابعاً: بخاری وسلم کی جس روایت کی غیر مقلد بات کرتے ہیں وہ ہمارے احناف کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں واضح ہے کہ بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھتے ہواور یہ تب ہی فرمایا کہ وہ شخص جماعت کی صف سے مصل سنتیں پڑھ رہا تھا اور بلافصل اس نے فرض شروع کر دیئے تو اس صورت سے ہم بھی منع کرتے ہیں ہم کیتے ہیں سنت فجر جماعت سے دور پڑھ کر جماعت میں شامل ہو۔

وہابی صاحب کا چوتھا اعتراض مفتی صاحب کا بیلکھنا کہ صف سے مصل پڑھنا جائز ہیں جبکہ جماعت سے دور ہوتو بلا کراہت جائز ہے۔ بیاعتراض دراصل

طحاوی کے اعتراض کا غلط چربہ ہے کیونکہ امام طحاوی نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آنخضرت صلی اللّٰدعلیہ وسلم نے صحابی کوفرض وفعل میں فرق نہ کرنے پہ ڈانٹ ڈپٹ کی تھی ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَّكُونَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَرِهَ ذَلِكَ لِآنَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَرِهَ ذَلِكَ لِآنَّهُ صَلَّى الرَّكَعَتَيْنِ ثُمَّ وَصَلَهَا بِصَلُوةِ الصُّبْحِ مِنْ عَيْر أَنْ يَّكُونَ تَقَدَّمَ أَوْ تَكَلَّمَ"

ممکن ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے اس لئے مکروہ جانا ہو کہ صحافی نے دور کعت نماز پڑھی بغیر کلام کرنے دور کعت نماز پڑھی بغیر کلام کرنے ادر جگہ تبدیل کرنے کے (انتھی)

اس کے بعد امام طحاوی نے مذکورہ حدیث جو کہ مفتی صاحب نے لکھی ہے کو درج کیا ہے اور بعد میں فرماتے ہیں کہ:

"فَبَيَّنَ هَاذَا الْحَدِيْثُ اَنُ الَّذِي كَرِهَهُ رَسُولُ اللَّهِ لِإِبْنِ بُحَيْنَةَ هُوَ وَصُلَهُ إِللَّهِ لِإِبْنِ بُحَيْنَةَ هُوَ وَصُلَهُ إِلَّهُ يَفَصَّلُ بَيْنَهَا بِشَيْءٍ وَصُلَهُ إِلَّهُ يُفَصَّلُ بَيْنَهَا بِشَيْءٍ وَلَيْسَ لِلَّنَّهُ كَرِهَ لَهُ اَنْ يُّصَلِّيهُا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا كَانَ فَرَغَ مِنْهَا وَلَيْسَ لِلَّاسِ " . تَقَدَّمَ إِلَى الصُّفُوفِ فَصَلَّى الْفَرِيْضَةَ مَعَ النَّاسِ " .

پس اس حدیث نے وضاحت کر دی که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ابن بحسینه کونفل اور فرض میں ایک ہی مقام پر وصل کرنے سے منع کیا تھا کیونکہ اس نے ایک جگہ پہ فرض اور نفل ادا کئے اور ان میں کوئی الیی چیز نتھی جو تفریق کرنے والی ہواور رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا کہ تو مجد میں نماز پڑھے پھر فارغ ہو کرصف کی طرف جائے اور لوگوں کے ساتھ فرض ادا کرے۔

اس کے بعد امام طحاوی مثال دے کراپنے موقف کی صراحت کی ہے کہ حضرت

معادیہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سائب بن بزید نے نماز جعہ ادا کی تو سائب نماز فرض معارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مائب کا دامن بکڑ لیا اور کہا:

"لا تَفْعَلُ حَتَّى تَقَدِّمَ آوُ تَكَلِّمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ كَانَ يَأْمُرُ

بذلك" - (شرح معانى الآفارج ا، ١٥٦٥)

آمیان کر یہاں تک کہ یا تو جگہ بدل لے یا کلام کر لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس چیز کا حکم دیا کرتے تھے۔ (انتھی)

امام طحاوی کی اس وضاحت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صبح کی سنتیں جماعت کے بالکل متصل پڑھی جاسکتی ہیں فصل ہو اور فصل بقول طحاوی کلام سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (نام نہاددین الحق ص ۲۹۲۳۳۱)

الجواب اولاً: امام طحاوی رحمة الله علیه نے مذکورہ عبارت میں اپنا موقف بیان نہیں کیا بلکہ اس صورت کو بیان کیا ہے جسے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے سنت فجر کے متعلق ابن بحسینہ کے لئے ناپیند کیا۔

الله الله علیہ علا ہے کہ امام طحاوی نے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے حضرت امیر معاوبہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جوسائب بن پزید کے متعلق ہے بیان کیا بلکہ وہی عبارت شاہد ہے جے خود غیر مقلد صاحب نے ذکر کیا کہ یہ واقعہ امام طحاوی رحمة الله علیہ نے اس صورت کی صراحت کے لئے ذکر کیا ہے جے رسول الله صلی الله علیہ وہلم نے ابن بحدید کے لئے ناپند کیا اور ان کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے بوقت جماعت سنت فجر معجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ عماعت کی صفوں سے متصل وقریب پڑھنے سے روکا ہے تو اس کے ہم احناف بھی قائل وفاعل نہیں۔

اللُّهُ اللَّهُ الله عليه في بوقت جماعت سنت فجر ادا كرني بر اينا

موقف واضح کر دیا ہے مگر وہانی صاحب کونظر تب ہی آئے گا جب کہ آ تھوں ہے تعصب کی پٹی اتاریگا ان کے الفاظ یہ ہیں:

بوقت جماعت سنت فجرادا کرنے کے متعلق امام

طحاوی کا موقف:

"قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَنَحْنُ نَسْتَحِبُّ اِيُضًا الْفَصْلَ بَيْنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ بِـمَا الْمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا رَوَيُنَا فِى هَذَا الْبَابِ وَلا نَراى بَاسًا لِلْمَنُ لَّمْ يَكُنُ رَكَعَ ارْكَعَتَى الْفَحْرِ حَتَّى جَاءَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ دَخَلَ الْإِمَامُ فِى صَلُوةِ الصُّبُحِ اَنْ يَّرْكَعَهُمَا فِى مُؤَخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَمْشِى إلى مُقَدِّمِهِ فَيُصَلِّى مَعَ النَّاسِ" . (شرح معانى الآنار للطحادى جَاءَ)

ابوجعفر طحاوی نے کہا کہ ہم فرائض ونوافل میں فصل مستحب جانتے ہیں بریں دلیل جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں فرمایا جسے ہم نے روایت کیاس باب میں اور ہم اس میں حرج نہیں جانتے کہ جس شخص نے دو رکعت سنت فجر ادانہ کیں اور وہ مسجد میں آیا تو امام نماز فجرکی جماعت میں تھا وہ دورکعت سنت مسجد کے آخر حصہ میں پڑھے پھر آگے بوط کر جماعت سے مجاے۔

اس میں امام طحاوی کا مذہب واضح ہے کہ آپ کا موقف سب احناف کی طرح کہ آپ کا موقف سب احناف کی طرح کہی ہے کہ سنت فجر بوقت جماعت صفوں سے دور پڑھی جائیں پھر جماعت سے ملا جائے مگر غیر مقلد جھوٹ سے نہیں شرما تا نغیر مقلد صاحب نے اپنے مذہب کی تائید اور اس پر تعامل امت ثابت کرنے کو آ ثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے ایک مضمون قائم کیا اور اپنے مقصد کے حصول کی بھر پورکوشش کی جس کی حقیقت کھو لنے کو قارئین کے سامنے (مع جواب) پیش کرتا ہوں ۔ لکھتا ہے: (حضرت عمر فاروق رضی قارئین کے سامنے (مع جواب) پیش کرتا ہوں ۔ لکھتا ہے: (حضرت عمر فاروق رضی

الله عنه) امام سعيد بن ميتب رحمة الله عليه بيان كرتے بين:

"إِنَّا عُمَّمَ رَالى رَجُلاً يُّصَلِّى رَكُعَتَيْنِ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ فَانْتَهَرَهُ وَقَالَ لاَصَلوْةَ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ إِلَّا الصَّلوْةَ الَّتِي تُقَامُ لَهَا الصَّلوٰةُ" . (معندانه المِثْبرج؟، ٤٧٠)

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص دو رکعت (صبح کی سنتیں) پڑھنے لگا ہے اور موذن نے اقامت کہددی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ نماز نہیں ہوتی جب مؤذن اقامت کہد دے مگر وہی نماز جس کے لئے جماعت کھڑی ہوئی۔ (انتھی)

معروف تابعى حفرت سويد بن عفله رحمة الله عليه بيان كرتے بي كه: "إِنَّ عُهَمَرَ بُنَ الْحَطَّابِ كَانَ يَضُوبُ النَّاسَ عَلَى الصَّلُوةِ بَعْدَ الْإِقَامَةِ

(الحلى ج٢،٩٥٥ ويميق ج٢،٩٨٥ ومصنف عبد الرزاق ج٢،٩٣١)

حضرت نافع رحمة الله عليه اپن والدمحرم ك بار فرمات بي كه: إِنَّ إِبُنَ عُمَرَ رَالى رَجُلاً يُّصَلِّى وَالْمُؤَدِّنُ يُقِيْمُ فَقَالَ إِبْنُ عُمَرَ اتُصَلِّى الصُّبْحَ أَرْبَعًا (أَكَى بالآثارج، صُّ18)

حضرت عبدالله ابن عمر رضی الله عنها نے ایک آدمی کو دیکھا جونماز پڑھ رہا تھا اور مؤذن اقامت کہدر ہاتھا تو آپ نے اسے کہا کہ کیا تو صبح کی جار رکعتیں پڑھےگا۔

(حضرت الوہریه رضی الله عنه) آپ کا بھی یہی فتوی ہے کہ جماعت کے ہوتے ہوتے اور کوئی نماز جائز نہیں ہے (ابن الی شیب) جس کا اقرار مفتی صاحب کو بھی ہے (جاء الباطل جم، ص ۱۳۵) (سمجے جاء الحق جم، ص ۱۳۳ه ہے) تعامل امت: تا بعین کرام سے یہی مذہب

ومسلک حضرت عرہ بن زبیر، محمد بن سرین، ابراہیم، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، سلم بن عقبل، سعید بن جبیر، اور آئمہ عظام سے امام سفیان توری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن عنبل، امام اسحاق، امام ابوثور، امام ابن جریری، امام ابن حزم وغیرہ کا ہے کہ نمازکی اقامت کے بعد کسی قتم کے نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے (نیل الاوطارج ۳، ص ۹۰) (نام نہاددین الحق ص ۲۵)

الجواب اولاً: غیر مقلد صاحب نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کے عدم جواز پر تعامل امت ثابت کرنے کوصرف تین اثر پیش کئے ہیں جن کی سند و کھنے کی اسے حاجت محسوں نہیں ہوئی کیونکہ ان کے اپنے مذہب کی دلیل ہے حاجت تو تب ہو جب کہ خلاف مذہب ہواور چند تا بعین و چند محدثین کا مذہب بھی کہی بتایا جس پر اپنے گھر کی کتاب نیل الاوطار کا حوالہ دیا اور کوئی کتاب د کیھنے کی ضرورت نہیں آئی جبکہ حقیقت سے ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ جبکہ حقیقت سے ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام بوقت جماعت فجر کی سنتیں مسجد میں پڑھتے تھے اگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس سے منع کرتے اور مارتے تو صحابہ ایسا کیونکہ کرتے طحاوی شریف میں سے دیا ہے۔

"حدثنا ابوبكرة قَالَ حدثنا ابوداؤد قَالَ ثنا هشام بن ابى عبد الله عن ابى جعفر عن ابى عثمان النهدى قَالَ كُنَّا نَاتِى عُمَرَ الله عن ابى جعفر عن ابى عثمان النهدى قَالَ كُنَّا نَاتِى عُمَرَ بُنَ الله عن ابى جعفر عن ابى عثمان النهدى قَالَ كُنَّا نَاتِى عُمَرَ بُنَ الله عن الصَّلُو قِ فَلُ الصَّبُح وَهُو فِي الصَّلُو قِ فَنُ صَلِّق لِلى الرَّكُعَتَيْنِ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدُخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلُوتِهِمْ" . (١٥٠،٥٥٠)

خلافت فاروقی میں صحابی آخر مسجد میں سنت فجر پڑھ کر جماعت سے ملتے:
حضرت ابوعثان النہدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سنت فجر پڑھنے سے قبل آتے اور وہ اس وقت جماعت

کرارہ ہوتے تو ہم آخر مبحد میں سنت فجر پڑھ کر پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے۔ یہی روایت اس جگہ دوسری سند ہے بھی آئی ہے جے حضرت عاصم حضرت ابوعثان نہدی سے روایت کرتے ہیں اور ان دونوں روایتوں میں جمع کے صیخے آئے ہیں جو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیم کے معمول پر دلالت کرتے ہیں۔ غیر مقلد صاحب نے اپنے موقف پر دوسرا حوالہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم سے دیا ہے جبکہ خود ان سے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا ثابت ہے۔ طحاوی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے ثبوت پر مسلسل تین روایتیں منقول ہیں جن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہوں کے داوی حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہم ہیں یہاں طول سے اجتناب کی خاطر صرف آخر مسلسل کی خاطر صرف آخر الذکر کے الفاظ لکھ رہا ہوں:

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر ابن عمر رضی الله عنهما کاعمل

"حدثنا على بن شيبة قَالَ ثنا الحسن بن موسى قَالَ ثنا شيبان بين عبد الرحمن عن يحيى بن ابى كثير عن زيد بن اسلم عن ابن عسم رضى الله عنهما انه جاء وَ الْإِمَامُ يُصَلِّى الصَّبُحَ وَلَمُ يَكُنُ صَلَّى السَّبُحِ فَصَلَّاهُمَا فِى حُجْرَةَ يَكُنُ صَلَّى الصَّبُحِ فَصَلَّاهُمَا فِى حُجْرَةَ يَكُنُ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ" . (١٥،٩٥٠)

حفرت زید بن اسلم حفرت ابن عمر رضی الله عنها سے بیان کرتے ہیں کہ وہ آئے اور امام اس وقت صبح کی جاعت میں تھا تو آپ نے صبح کی سنیں ابھی نہ پڑھیں تھیں تو آپ نے ان کو حفرت هفسه رضی الله عنها کے حجرہ میں پڑھا پھر امام کے ساتھ فرضوں میں شامل ہوئے ۔ امام طحاوی رحمۃ الله علیه اس کے بعد لکھتے ہیں:

د فیفی ہلا الْحَدِیْثِ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِی الله عَنْهُ آنَهُ صَلَّاهُمَا فی الْمَسْجِد لِلاَنَّ حُجْرَةً وَ حَیْفُصَةً مِنَ الْمَسْجِد فَقَدُ وَافَقَ ذَلِكَ

مَا ذَكَرُنَاهُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ " .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ماسے اس حدیث میں ہے کہ آپ نے سنین مسجد میں پڑھیں اس لیے کہ حضرت حفصہ کا جمرہ مسجد سے ہے تو یہ موافق ہے اس کے جو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ واضح رہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت غیر مقلد نے پیش کی ہے وہ ان روایتوں کے مخالف نہیں کیونکہ اس میں یہ الفاظ بیش کی ہے وہ ان روایتوں کے مخالف نہیں کیونکہ اس میں یہ الفاظ است میں کہ وہ خض جماعت سے قریب سنین پڑھ رہا تھا۔

ان الله عند تھا اب بوقت ضرورت اسے حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ کا بھی یہی فوئی ہے مصنف این کہ جماعت کے ہوتے ہوئے اور کوئی نماز جا ترنہیں۔ خالص جھوٹ ہے مصنف این ابی شیبہ میں آپ کا ایسا کوئی قول موجود نہیں اور غیر مقلد کا جاء الحق کے حوالہ سے لکھنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ کے اس فتوی کا اقرار مفتی صاحب کو بھی ہے دراصل وقتی ضرورت کے لئے اس بات کا اعتراف ہے جس کا پہلے انکار تھا کیونکہ اس جگہ مفتی صاحب رحمۃ الله علیہ نے امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا تھا کہ: ''اِذَا اُقِلْہُ مَتِ الصَّلُوةُ فَلَا صَلُوةً إِلَّا الْمَكُنُوبَةُ اَنَّهُ مِرفُوع ہُمِیں صحیح یہ ہے کہ بیہ حضرت ابو ہریرہ رضی الله عنہ کا اپنا فر مان ہے جیسا کہ ای جگہ طوای شریف نے بہت تحقیق سے بیان کیا۔ گر وہابی صاحب اس جگہ حدیث کو مرفوع ثابت کرنے اور حضرت ابو ہریرہ برضی الله عنہ کا فتو کی ہی مانے پر بعند تھا اب بوقت ضرورت اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتو کی ہی مقلد کا جھوٹ بے نقاب مان لیا یہ ہے ان وہا بیوں کا حال کہ ضرورت بدلنے سے خود بھی بدل جاتے ہیں۔ مان لیا یہ ہے ان وہا بیوں کا حال کہ ضرورت بدلنے سے خود بھی بدل جاتے ہیں۔ مان لیا یہ ہے ان وہا بیوں کا حال کہ ضرورت بدلنے سے خود بھی بدل جاتے ہیں۔ مان لیا یہ ہے ان وہا بیوں کا حال کہ ضرورت بدلنے سے خود بھی بدل جاتے ہیں۔ مان لیا یہ ہے ان وہا بیوں کا حال کہ ضرورت بدلنے سے خود بھی بدل جاتے ہیں۔ مان لیا نے میں مقلد کا جھوٹ بے نقاب

جن تابعین وآئمہ کے نام غیر مقلد صاحب نے اپنے مذہبی کھاتے میں ڈالتے ہیں ڈالتے ہیں کا کہ یہ حضرات بوقت جماعت سنت الجر پڑھنے کے عدم جواز کے قائل ہیں کل ۱۵

ہیں۔اباس میں دیکھیں کہ کتنی سچائی ہےان میں غیر مقلد نے حضرت سعید بن جمیر کو بھی شامل کیا ہے حالا نکدان کا مذہب بوقت جماعت سنت فجر خارج مسجد پر ہے۔ (مصف ابن شیہے ۲۶م ۱۵۳۵) پر ہے۔

"حدثنا عباد بن العوام عن حصين عن القاسم بن ابى ايوب عن سعيد بن جبير آنَّهُ جَاءَ إلَى الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامُ فِى صَلُوةِ الْفَجُرِ فَصَلَّى الرَّكُعَتَيْنِ قَبْلَ آنُ يَّلِجَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ٠ الْمَسْجِدِ"

حفرت سعید بن جبیر سے ہے کہ وہ متجد کوآئے کہ امام نماز فجر میں تھا تو انہوں نے متجد میں داخل ہونے سے پہلے دور کعت سنتیں متجد کے دروازہ کے پاس پڑھیں۔حضرت طاؤس کا نام بھی غیر مقلد نے اپنے کھاتے میں داخل کیا ہے حالانکہ اس کے اس صفحہ پران کا فتوی یوں مذکور ہے:

بوت جماعت سنت فجرك ادائيكي مين آئمه ومحدثين كاندب

"حدثنا معتمر عن داؤد بن ابراهيم قَالَ قُلْتُ لِطَاؤسٍ آرْكَعُ الرَّكُعُ الرَّكُعُ الرَّكُعُ الرَّكُعُ الرَّكُعُ الرَّكُعُ الرَّكُعُ الرَّكُ المُقِيْمُ يُقِيْمُ قَالَ هَلُ تَسْتَطِيْعُ ذَٰلِكَ"

حفرت داؤد بن ابراہیم سے ہے کہ میں نے حفرت طاؤس سے پوچھ کہ کیا میں دو رکعت سنتیں پڑھ لیا کروں جب کہ اقامت کہنے والا اقامت کہدوے تو فرمایا کہتم اسے کر سکتے ہوتو کرلو۔

امام ابراہیم بھی بوتت جماعت سنت فجر پڑھنے کے قائل ہیں ملاحظہ ہو۔ حدثنا عباد بن العوام عن سعید بن ابی معشر عن ابراھیم انه کرہ اِذَا جَاءَ وَالْإِمَامُ فِی صَلوةِ اللّٰفَ جُرِ اَنْ یُّصَلِّیهُمَا فِی الْمَسْجِدِ وَقَالَ یُصَلِّیهُمَا عَلیٰ بَابِ الْمَسْجِدِ اَوْ فِی نَاحِیتِهِ .

(مصنف ابن اليشيهج ٢: ص١٣١)

حضرت ابراہیم نخفی سے ہے کہ وہ بوقت جماعت سنت فجر صفوں ہے ، متصل مبحد میں ناپبند جاننے فرماتے کہ انہیں مسجد کے دروازہ یا گوشہ میں پڑھے۔

نیز حضرت عطاء کا موقف بھی غیر مقلد کے مذہب کومفید نہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں جب تک کوئی رکعت کے جانے کا اندیشہ نہ ہو تو سنتیں پڑھ لے چنانچی مصنف ابن الی شیبہ ۲۶:ص۲۶ پر ہے۔

" حدث نداو کیع عن سفیان عن ابن فریح عن عطاء قَالَ اِنْ خَشِی فَوْتَ رَکُعَةٍ دَخَلَ مَعَهُمُ وَلَمْ يُصَلِّهِمَا"
حضرت عطاء نے فرمایا کہ اگر کوئی رکعت فوت ہونے کا خوف ہوتو جماعت سے مل جائے اور سنت نہ پڑھے۔ یعنی اگر رکعت جانے کا خوف نہ ہوتو اگر چہ جماعت شروع ہو چکی ہوشتیں پڑھ لے۔ جب کہ غیر مقلد کا فدہب بوتت جماعت سنت فجر پڑھنے پرمطلق منع کا ہے۔ جب کہ غیر مقلد کا فدہب بوتت جماعت سنت فجر پڑھنے پرمطلق منع کا ہے۔

پھر حضرت عطاء کا نام اپنے مذہبی کھانہ میں ڈالنا کیسے درست ہے۔ (رابعاً) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دوقولوں میں سے ایک عدم جواز میں ہے جبکہ دوسرا قول بھی غیر مقلدوں کے خلاف ہے الغرض اس بیان سے وہائی صاحب کا جھوٹ کھل کرسامنے آگا اللہ ایسوں کے گرسے محفوظ رکھے۔

مفتی احمد یار خال نعیمی رحمة الله علیه نے فرمایا که اگر سنت فجر ره جائیں فرض پڑھ لئے جائیں تو ان کی قضائہیں ہوتی اس پراعتراض میں وہابی صاحب لکھتا ہے: مسائل اسلام کا ثبوت ادلہ شرعیہ پر ہے تھن کسی کے لکھ دینے سے نہ تو کوئی مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی سکسی ثابت شدہ چیز کی نفی کی جاسکتی ہے خود اللہ تعالیٰ نے کہا

"قُلْ هَاتُوا بُرُهَانَكُمْ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ" . (أَمْل آيت نبر ١٢٠)

''ان سے کہہ دیجئے اگرتم اپنے دعوؤں میں سیچے ہوتو کوئی دلیل لاؤ''۔ لكين افسوس كم مفتى صاحب ايخ موقف عدم قضاء نوافل رواتب اور وه بھي محض صبح کی دورکعت میں کوئی وزنی دلیل تو کجا کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی قائم نہیں كرسكاس ليهم خوف طوالت سے صرف ايك حديث كى طرف توجه دلاتے ہيں ماں اگر احناف کی طرف سے اس پر کچھ لکھا تو ہم جواب الجواب میں انشاء الرحمٰن مل گفتگو کردیں گے چنانچے حضرت قیس بن فہدرضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآنَا أُصَلِّي رَكْعَتُيْنِ بَعْدَ الصُّبُح فَ قَدالَ مَدا هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ فَقُلْتُ آنِّى لَمُ ٱكُنُ صَلَّيْتُ رَكْعَتَى الْفَجْرِ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ مَسَلَّمٌ " . (مصابح النة ج اص ١٨٨ ومند شافعي ، ج اص ٥٥ ومند احرج ٥ ،ص ٢٣٧٧ و الوداوُد ج ا، ص ١٨٠ وتر فدى مع تحفد ج ا، ص ٣٢٨ وابن ماجيص ٨٨ ويسيقى ج ٢، ص ١٨٨) نبی صلی الله علیه وسلم نے مجھے ویکھا اور میں صبح کی نماز کے بعد دورکعت يره رما تها تو آپ صلى الله عليه وسلم في فرمايا كه بير (دوركعتيس) كيابين تومیں نے کہا کہ حضور میں نے صبح کی دورکعت سنتیں نہی پڑھی تھیں ہے س كرآپ صلى الله عليه وسلم خاموش ہو گئے (انتھى) اگر کوئی حفی کے کہ امام ترفدی نے کہا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہے (العلیق الحن علی آ در النن ص ۲۳۰) تو جواباً گذارش ہے اگر امام تر مذی کو بیر روایت متصل سند کے ساتھ نہیں ملی تو کیا ہوا کیونکہ عدم علم سے عدم شیء لازم نہیں آتی جبکہ یہی حدیث متصل سند کے ساتھ من طریق لیٹ بن سعد عن کی بن سعیدعن ابیعن جدہ قیس بن فہد

(صحیح این خزیمه ۲۲: ص۱۲۱ صحیح این حبان ۵۵، ۱۲۵ ومتدرک حاکم ۲۲، ۱۲۵ و بیمق ۲۲، ص ۱۸۲ دوار قطنی جا، ص۲۸۴) (نام نهاودین الحق ص ۴۸۰)

مفتى صاحب كى اصولى بات

الجواب اولاً مفتی صاحب رحمة الله علیه نے اصولی بات کی ہے کہ مج کے فرض کے بعد سنت فجر کی قضاء نہیں کیونکہ قضاء فرض وواجب کی ہوتی ہے نہ کہ سنتوں کی نیز آپ کے بعد سنت فجر کے فرض پڑھنے کے بعد سنتوں کی قضاء نہیں بیہ مطلب نہیں کہ طلوع آفاب کے بعد زوال ختم ہونے پر بھی جائز نہیں جائز ومستحب ہونا اور بات ہے قضاء کا لازم ہونا دوسری بات ہے قضاء کے لاوم کے لئے دلیل قطعی چاہیے بات ہے قضاء کا لازم ہونا دوسری بات ہے قضاء کے لاوم کے لئے دلیل قطعی چاہیے البت اگر فجر کے فرض بھی رہ گئے ہوں تو پھر علائے احناف فرماتے ہیں اگر نصف النہار سے قبل پڑھے تو فرضوں کے تابع سنت فجر بھی پڑھے اس کے بعد پڑھے تو صرف فرض۔

مرسل روايت و ماييول كى دليل نهيس موسكتى:

ٹانیا : جس روایت سے وہائی صاحب فرض فجر کے بعد اور طلوع سورج سے قبل سنت فجر کی تعد اور طلوع سورج سے قبل سنت فجر کی قضاء کا بت نہیں ہوتی کیونکہ بیہ روایت مرسل غیر متصل ہے اور مرسل کو وہائی صاحب دلیل نہیں مانتا تو اس کے مذہب کی دلیل کیسے بن سکتی ہے امام تر مذی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

' وَالسَّنَادُ هَٰ لَذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِمُتَّصَلٍ مُحَمَّدُ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ النَّيْمِيُّ لَيْسَ بِمُتَّصَلٍ مُحَمَّدُ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعُ مِنْ قَيْسٍ '' (جامع تذى جا، باب ماجاء في من فوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلواة الصبح)

اور اس حدیث کی سند غیر متصل ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم تیمی نے قیس سے نہیں سنا۔اور کہتا ہے کہ میں اسے قیس سے سنا ہے۔

اور وہابی صاحب کا امام تر ندی کے اس حکم کوعدم علم پرمحمول کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے پھرییے صرف امام تر ندی کا ہی نہیں امام ابوداؤ دبھی یہی قول

فرماتے ہیں ملاحظہ ہو:

"قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَولى عَبُدُ رَبِّهٖ وَيَحْيلى إِبْنَا سَعِيْدٍ هَلَا الْحَدِيثَ مُرْسَلاً أَنَّ جَدَّهُمُ زَيْدًا صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم".

(الوداؤرج ا، باب من فاتته متى يقضيها)

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اس روایت کوعبدربداور کیلی سعید کے دو بیوں نے مرسل روایت کیا کہ ان کے دادا زید نے نبی صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ نماز پردھی۔

غیر مقلدوں کی دلیل مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف بھی ہے

ٹانیا: مرسل ہونے کے ساتھ سے روایت ضعیف بھی ہے۔ علامہ نیموی اپنی آٹار اسنن ص ۱۸۱ پر فرماتے ہیں:

''قال النيموی و اسنادضعيف ''علامه نيموی نے کہا که اس کی سندضعيف ہے نيز قيس جن کی طرف بيروايت منسوب ہے ان کی ولدیت ميں بھی اختلاف ہے بعض نے قيس بن فهر لکھا ہے اور بعض نے قيس بن عمر و جب که زیادہ صحیح قيس بن عمر و ہے حاشيہ آثار السنن صفحه مذکورہ ۔ گر غير مقلد نے اس سے بھی ترقی کی کہ قيس بن فهد بنا دیا جيسا کہ اس کی عبارت گزری ۔ الغرض بيروايت غير مقلد کے دعویٰ کی دليل بنا دیا جيسا کہ اس کی عبارت گزری ۔ الغرض بيروايت غير مقلد کے دعویٰ کی دليل بند

وہانی دعویٰ احادیث صیحہ کے خلاف:

رابعاً: فجر کے فرض سے طلوع آفا بسے قبل سنت فجر کی قضاء کے ثبوت کا دعویٰ وہابی کی حدیث سے بھی جہالت ہے کیونکہ احادیث کثیرہ مرفوعہ صحیحہ سے فرض فجر کے بعد طلوع آفاب سے قبل اور فرض عصر پڑھنے کے بعد غروب آفاب سے قبل سنن ونوافل کا منع ثابت ہے۔حدیث نمبراضی بخاری جا،ص۸۲ پر ہے:
"کے لَدَّ ثَنَا کَ فُصُ بُنُ عُمَر قَالَ حَدَّ ثَنَا هَشَّامٌ عَنْ قَتَادَةً عَنْ اَبِی

الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِى رِجَالٌ مَرَضِيُّونَ وَارْضَاهُمْ عِنْدِى عُمَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلُوةِ بَعُدَ الصُّبُحِ حَتَّى تَشُرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغُرُّبَ".

حفرت عبد الله بن عباس رضی الله تعالی عنهمانے بیان فرمایا کہ ایک بار میرے پاس کچھ پیارے حضرات جمع ہوئے ان میں زیادہ پیارے مجھے حضرت عمر رضی الله عند تھے تو ذکر ہوا کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرض فجر ہونے کے بعد سورج روش ہونے سے قبل نماز سے منع کیا اور فرض عصر کے بعد غروب سورج سے پہلے۔

یمی حدیث کچھ متن وسند کے اختلاف سے صحیح مسلم جا، ص ۲۷۵ پر بھی موجود ہے۔امام بخاری رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا حدیث سے متصل ہی فرماتے ہیں:

"حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنا يَحُيلى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابُن عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهِلْذَا"

حضرت ابن عباس رضی الله عنهما ہے ہے کہ مجھے بیه حدیث متعدد حضرات نے اِن کی۔ حدیث نمبر۲:

"حَـدَّثَنَا عَبُدُ اللَّهِ بُنِ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعِ عَنِ ابْنَ عُمَرَ اَنَّ مَالِكٌ عَنْ نَّافِعِ عَنِ ابْنَ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ لَا يَتَحَرَّى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّى عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلاَ عِنْدَ غُرُوبِهَا".

(صحیح بخاری جاب لا یخری الصلوۃ قبل غروب الفنس وصحیح مسلم جام ۱۳۵۰) "ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی طلوع آفاب کے وقت نماز کا قصد نہ کرے اور نہ اس کے غروب کے وقت'۔ مديث نمر الشخيد عَدُّ الْعَزِيْزِ بُنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بَنُ سَعْدِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بُنُ يَزِيْدَ الْحُدُدِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ الْجُندَعِيُّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لا صَلوة بَعْدَ صَلوة الصَّبْحِ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لا صَلوة بَعْدَ صَلوة الصَّبْحِ حَتَّى تَعْيَب اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لا صَلوة بَعْدَ صَلوة الصَّبْحِ حَتَّى تَعْيَب اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لا صَلوة بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيب الشَّمْسُ ولا صَلوة بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيب الشَّمْسُ و المَّهُ مَا مِن وَعَدَاوِده)

''حضرت ابوسعید خدری رضی الله عند نے بیان کیا کہ میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو فرماتے سا کہ نہیں ہے نماز فرض صبح کے بعد یہاں کا کہ سورج بلند ہو اور نہیں ہے نماز فرض عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے''۔

مديث نمبر م : حَدَّةَ مَنَا مُحَمَّدُ بُنُ سكَمْ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ السَّهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى السَّهُ عَنْ حَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى السُّهُ مَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ " - (حَجَ بنارى تَطُلُعَ الشَّمْسُ " - (حَجَ بنارى تَطُلُعَ الشَّمْسُ " - (حَجَ بنارى حَتَى تَغُرُبَ الشَّمْسُ " - (حَجَ بنارى حَدَّى السَّمْسُ " - (حَجَ بنارى السَّمْسُ " - (حَجَ اللهَ عَلَيْهِ وَاللهِ اللهِ مَا اللهِ عَلَيْهِ وَاللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ مَا اللهِ مَا اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللّهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ

مرب الوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فر مایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فر مایا فجر کے بعد طلوع سورج تک اور نے دو وقت میں نمازوں سے منع فر مایا فجر کے بعد طلوع سورج تک اور عصر کے بعد غروب سورج تک''۔

اب بہ چاروں احادیث مبارکہ سی مرفوع ہیں جب کہ غیر مقلدصاحب اقراری اب یہ چاروں احادیث مبارکہ سی مرفوع ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ہے کہ: اجماع امت ہے کہ بخاری کی تمام روایات سیح میں۔ (نام نہاد دین الحق صححه مرفوعہ کے خلاف مذہب رکھتا ہے۔

مديث نمبره: "عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ قَدِمَ آبُوْ ذَرِّ مَكَّةَ فَآخَذَ بَعَضَادَتَى الْبَابِ فَقَالَ مَنْ عَرَفَنِى فَقَدْ عَرَفَنِى وَمَنْ لَّمْ يَعُرَفْنِى فَآنَا جُنْدُبٌ الْبَابِ فَقَالَ مَنْ عَرَفَنِى فَقَدْ عَرَفَنِى وَمَنْ لَّمْ يَعُرَفْنِى فَآنَا جُنْدُبٌ آبُو ذَرِّ سَمِعُتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لا الله عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لا صَلوةً بَعْدَ العَصْرِ حَتَّى تَطُلُعَ الشَّمْسُ وَلا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَطُلُعَ الشَّمْسُ وَلا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَعُلُعَ الشَّمْسُ وَلا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَعُلُعَ اللهِ بِمَكَّةَ إلَّا بِمَكَّةَ إلَّا بِمَكَّةً إلَّا بِمَكَّةً إلَّا بِمَكَّةً إلَّا بِمَكَّةً اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَاللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ وَاللهُ اللهُ المُعْلَقُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ المُنْ اللهُ الله

(دارقطنی جامس ۳۲۸)

"حضرت مجاہد سے ہے کہ حضرت الوذررضی اللہ عنہ مکہ مرمہ سے آئے تو دروازہ کی چو کھٹ تھا م کر فرمانے گئے جو مجھے جانتا ہے تو تحقیق وہ مجھے جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا سے اور جو مجھے نہیں جانتا سے اور جو مجھے نہیں جانتا سن لے کہ میں جندب الوذر ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفر ماتے سنا کہ صبح کے بعد طلوع سورج تک مگر مکہ میں سورج تک مگر مکہ میں مگر مکہ میں مگر مکہ میں مگر مکہ میں اور نہیں اور نہی

مديث نمبر الإراد و المناعند عن شعبة عن سعد بن ابراهيم عن نضر بن عبد الرحمن عن جده معاذ القرشى: أنَّهُ طَافَ بِالْبَيْتِ مع مُعَاذِ بْنِ عُفْرًاءِ بَعْدَ العَصْرِ وَبَعْدَ الصَّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ فَسَالَتُهُ فَعَالَ قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم لا صَلُوةَ بَعْدَ صَلَاتَ مُ اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لا صَلُوةَ بَعْدَ صَلَاتَ مَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى صَلَاتَ مَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَعْلُعُ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَعْدُبُ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى الله وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ مَا الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى الله وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ السَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللّهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ اللّهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ اللّهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمُ اللّهُ ا

مصنف ابن الی شیبہ ج۲، ص۲۲۴ حضرت معاذ قرشی رضی الله عنه سے کہ انہوں نے بیت الله کا طواف کیا حضرت معاذ بن عفراء کے ساتھ عصر وضح کی نمازوں کے بعد تو اس نے کچھنوافل نه پڑھے تو میں نے نه پڑھنے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو

فرماتے سنا کہ دونمازوں کے بعد نماز نہیں مجے کے بعد طلوع آفاب تک اور عصر کے بعد طروع آفاب تک اور عصر کے بعد غروب آفاب تک نوٹ قضاء فرض وواجب ان دو وقتوں میں پڑھ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس مسکلہ پر بہت احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر انہیں پراکتفاء کیا ہے۔ مبارکہ وارد ہوئی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر انہیں پراکتفاء کیا ہے۔

اب بفضله تعالى جاء الحق سے:

چودھواں باب اس مسکلہ پر کہنمازیں جمع کرنامنع ہے شروع ہوتاہے

مفتی احمد یارخال تعیمی رحمة الله علیه اس کے آغاز میں فرماتے ہیں: ہرمسلمان پر
لازم ہے کہ ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرے مقیم ہو یا مسافر، بیار ہو یا تندرست مگر
غیر مقلد وہانی بحالت سفر ظہر وعصر ایسے ہی مغرب وعشا جمع کر کے پڑھتے ہیں لیعنی
عصر کے وقت میں ظہر وعصر ملا کر اور عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء ادا کرتے ہیں
ان کا بیمل قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور احادیث صحیحہ کے بھی مخالف۔
ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں پہلی فصل میں مذہب حنفی کے دلائل

دوسری فصل میں غیر مقلد وہا ہیوں کے اعتر اضات مع جوابات۔

نمازیں جمع کرنامنع ہے:

کی پہلی نصل نمازیں جمع کرنامنع ہے) ہرنماز اپنے وقت میں پڑھنا فرض ہےاور عمداً کسی نماز کواپنے وقت کے بعد پڑھنا بلا عذر سخت گناہ اور منع ہے دلائل حسب ذیل ہیں:

قرآن ہے دلیل:

رب تعالی نماز کے اوقات کے بارے میں ارشاد فرما تاہے:

''إِنَّ الصَّلُوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤُمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا'' ''مسلمانوں پرنماز فرض ہے اپنے وقت میں'' اس آیت سے معلوم ہو اکہ جیسے نماز فرض ہے۔

ویسے ہی ہر نماز کا اپنے وقت میں پڑھنا بھی فرض ہے جیسے نماز کا تارک گنهگار ہے ایسے ہی بلا عذر نماز کو بے وقت پڑھنے والا بھی مجرم ہے اس آیت میں مقیم ومسافر کا کوئی فرق نہیں ہر مؤمن کو بہ تھم ہے کوئی ہو۔

غیرمقلد کااس پر پہلا اعتراض

اولاً: فدكوره آيت ميس بقول مفتى صاحب اوقات ير نماز يرضخ كالحم بحر مر اوقات کی تفصیل موجود نہیں ہے۔ اوقات کی تفصیل کے لئے ہمیں سنت کی طرف رجوع كرنا يراع كاجونبي صلى الله عليه وسلم في عملى طور يربيان فرماكي ہے جس ميں حضر كى كيفيت اور ہے اور سفر كى كيفيت اور ہے جيسے حضر كى كيفيت معلوم كرنے كے لئے میں احادیث سے مدد لینا ضروری ہے اس طرح سفر کی کیفیت کے متعلق بھی احادیث موجود ہیں اور جس طرح بھی رسول الله صلی الله علیه وسلم نے سفر وحضر کے اوقات تعین فرمائے ہیں وہی "کِتَابًا مَّوْفُوتًا" كَاتْفير ہے ہمارے اس جواب ہے کئی بھی صاحب علم کو اٹکارنہیں ہوسکتا کیونکہ احناف کے نزدیک بھی نمازیں جمع كُنَا جَائِزَ بِين چِنانِچِه هداييمِين مِ: يُصَلِّى بِهِمْ (آَى فِي الْعَرَفَاتِ) الظَّهْرَ والمُعَصِّرِ فِي وَقُتِ الظَّهْرِ (هدايه) الزخيره اور المحيط مي عان يصلى بهم المعصر في وقت الظهر (بحاله فتح القدير ص٠٥٠، ٢٥) مولوي احمد رضا خال بريلي لکھتا ہے جمع تقدیم کہ وقت نماز مثلاً ظہریا مغرب پڑھ کراس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظهريا مغرب كوباوصف قدرت واختيار قصدأ المحارهيس كه جب اس كاوفت نكل جائے گا۔ پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشا کے وقت میں پڑھ کراس کے بعد متصلاً خواہ منفعلاً اس

وقت کی نماز ادا کریں بید دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفات میں ظهر ومغرب وعشاء مزدلفه میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم جمع تاخیر ہے۔ (نوی رضویص ۲۳۳، ج۲) (نام نباددین الحق ص ۵۸ تا ۵۸)

جمع بین الصلو تین کے عدم جواز پر غیر مقلد کے اعتر اضوں کے جواب: الجواب اولاً: غير مقلد كے بير كہنے سے كه مذكورہ آيت ميں بقول مفتى صاحب اوقات پرنماز پڑھنے کا حکم ہے ظاہر ہے کہ وہابی صاحب کو اس کا یقین نہیں کہ اس آیتے مبارکہ میں اوقات پر نماز پڑھنے کا حکم ہے حالانکہ علمائے امن سلف وخلف محدثین ومفسرین وفقہاء نے اس سے اوقات پرنماز پڑھنے کا حکم ثابت کیا ہے چنا نچہ:

جع بین الصلوتین کے عدم جواز پر تفاسیر سے حوالے:

تفسيرابن كثير جسے غيرمقلد و ہائي بھي اصح التفاسير مانتے ہيں اس آيت كے تحت

"قَالَ إِبْنُ عَبَّاسٍ أَى مَفْرُونَهًا عَنْ مُّجَاهِدٍ وَسَالِمٍ بُنِ عَبْدِ اللَّهِ وَعَلِيّ بْنِ حُسَيْنٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَّالْحَسَنِ وَمُقَاتِلٍ وَالسَدى وَ مَطِيةَ الْعُوفِي قَالَ عَبُدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مُعَمَّرِ عَنْ قَتَادَةَ (إنَّ الصَّلْوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا) قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِنَّ لِلصَّلَوةِ وَقُتًا كُوَقُتِ الْجَجِّ وَقَالَ زَيْدُ بُنُ ٱسْلَمَ (إِنَّ الصَّلَوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا) قَالَ: مُنَجَّمًا كُلَّمَا مَضى نَجُمٌ جَاءَ نَجُمٌ يَعْنِي كُلَّمَا مَضَى وَقَتٌ جَاءَ وَقُتٌ"

''لیعن حضرت ابن عباس رضی الله عنهانے فرمایا که نماز ادا کے لیے وقت فرض کیا گیا ہے اور نیز فر مایا کہ بے شک نماز کے لئے مج کی طرح وقت مقرر ہے اور ایسے ہی مجاہد اور سالم بن عبداللہ اور علی بن حسین اور محمد بن علی اور حسن اور مقاتل اور سدی اور عطیہ عوفی ہے بھی مروی ہے اور عبد الرزاق نے معمر سے اس نے قادہ سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ فرمایا کہ نماز کے لئے اس طرح وقت مقرر ہے جس طرح جج کے لیے اور زید بن اسلم نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ ھے مقرر کئے ہوئے ہیں جب ایک حصہ گزر جائے تو دوسرا آجاتا ہے لیعنی جب ایک وقت آجاتا ہے۔

تفیر التسهیل لعلوم التزیل میں اس آیت کے تحت ہے (ای محمدوداً میلاوقات) یعنی وقتوں کی حد بندی کردی گئی۔تفیر جلالین میں ہے: (کتاباً مکتوباً ای مفروضاً (موقوتاً) ای مقدراً وقتها فلا تؤخر عنه) یعنی کتاباً کامعنی کسی گئی یعنی فرض کی گئی ہے موقوتا کامعنی ہے کہ اس وقت معین کیا گیا تو اس سے مؤخرنہ کی جائے گی۔تفیر صاوی علی الجلالین میں اس جگہ ہے: ''ای مفروضا وقتاً بعد وقت یہ بعد وقت میں' یعنی ایک نماز کی ادائیگی فرض کی گئی ہے وقت کے بعد وقت میں' یعنی ایک نماز ایک وقت میں دوسری دوسرے وقت میں تفیر جامع البیان فی تفیر القرآن (کِتَابًا الیک وقت میں دوسری دوسرے وقت میں تفیر جامع البیان فی تفیر القرآن (کِتَابًا الیک وقت ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ الیک وقت میں کا کہتے ہے۔ گئی ہے۔ الیک وقت میں کا کہتے ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے۔ گئی ہے وقت میں تفیر القرآن (کِتَابًا

"مَفُرُوْضًا مَحْدُودًا أَوْ مُنَجَّمًا كُلَّمَا مَضَى وَقُتٌّ جَاءَ وَقُتُّ"

لیمی نماز کومتعین وقت میں فرض کیا گیا ہے یا اوقات کے حصے کر ویئے گئے کہ جب ایک وقت گزرا دوسرا آگیا امام بخاری رحمة الشعلیہ نے اپنی صحیح میں کتاب مواقیت کے آغاز میں اس آیت سے تعین اوقات نماز پر استدلال کیا ہے۔الغرض زیر بحث آیت میں وقت پر نماز پڑھنے کا تھم بالثفاق واضح ہے گر وہائی صاحب کا اس پر بھی یقین نہیں۔ ٹانیا یہ تو ہم یقین سے مانتے ہیں کہ رسول السصلی الشعلیہ وسلم نے نماز کی کیفیت تفصیلاً بیان فرمائی ہے گر وہائی صاحبان رسولی الشعلیہ وسلم سے نماز کی کیفیت تفصیلاً بیان فرمائی ہے گر وہائی صاحبان رسولی الشعلی الشعلیہ وسلم سے بہات کریں کہ آپ صلی الشعلیہ وسلم نے بحالت سفر دو نمازیں ایک وقت جمع کرنے کا فرمایا جوروایتیں بھی اس مسئلہ پر پیش کی جاتی ہیں اس سے مراد جمع صوری

ہے نہ کہ جمع تقدیم وتا خیر ۔ غیر مقلد کا یہ کہنا کہ احتاف کے نزدیک بھی نمازیں جمع کرنا جائز ہیں پھراس حوالے مخصوص حج کے دن عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کے متعلق دینا دھوکا دہی ہے کیونکہ عام جواز کا مغالطہ دے کر حوالے ج کے دن عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں اس رات کو مغرب وعشاء کو جمع کرنے پر دیئے پھر جھوٹے کا کیونکہ حافظ نہیں ہوتا لہذا امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بر میلوی کے فتاو کی رضوبہ کا حوالہ بھی دے دیا جس نے اس جھوٹ کا پول کھول کر واضح کر دیا کہ احتاف نماز میں جمع تقذیم وتا خیر کا جواز صرف تجاج کے لیے صرف جج میں صرف عصر عرفہ میں ظہر کے وقت اور مغرب مزدلفہ میں عشاء کے وقت مانے ہیں اس کے سوالجمع کمی وقت کی جگہ جائز نہیں جانے سوال ہے ہے کہ ہم عرفہ کے دن عصر کو ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں اس رات مغرب کو عشاء کے وقت با

ج کے دن عرفات ومزدلفہ میں نمازیں جمع کی جاتی ہیں:

جواب: اس لئے کہ اس کا ثبوت الحادیث مبارکہ میں موجود ہے چنانچہ امام بخاری صحیح بخاری جا، باب الجمع الصلاتين بعرفة میں بیان فرماتے ہیں:

"قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثِنِى عُقَيْلٍ عَنُ إِبْنِ شُهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِى سَالِمٌ اَنَّ الْمُحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِإِبْنِ الْرُّبَيْرِ سَالَ عَبْدَ اللهِ كَيْفَ الْمَصْنَعُ فِى الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرْفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السَّنَةَ فَهُ جِرُ بِالصَّلَوْةِ يَوْمَ عَرْفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمُ فَهُ جِرُ بِالصَّلَوْةِ يَوْمَ عَرْفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُم كَانُوا يَخْمَ وَالْعَصْرِ فِى السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ كَانُوا يَخْمَ وَسَلَّم فَقَالَ سَالِمٌ هَلْ السُّنَةِ فَقَالَ سَالِمٌ هَلْ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ سَالِمٌ هَلْ السُّنَة فَقَالَ سَالِمٌ هَلْ تَتَبِعُونَ فِي ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ سَالِمٌ هَلْ تَبْعُونَ فِي ذَلِكَ رَسُولُ السُّنَة " .

حضرت سالم نے بیان کیا کہ جس سال حجاج بن یوسف نے حضرت

عبدالله بن عمر رضی الله عنها سے پوچھا کہ ہم عرفات عرفہ کے دن کیسے کریں تو حضرت سالم نے کہا اگر تو سنت پڑمل چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز کو جمع کرواس پر حضرت عبدالله بن عمر رضی الله عنها نے فرمایا کہ اس نے بچ کہا ہے بے شک صحابہ ظہر وعصر کو جمع کرتے تھے تجاج بن یوسف نے کہا کہ میں نے سالم سے کہا کیا رسول الله صلی الله علیہ وسلم ایسا کرتے تھے؟ تو سالم نے فرمایا کہتم اس میں سنت کے سواعمل کرو گے یعنی تم اس میں سنت کے سواعمل کرو گے یعنی تم اس میں سنت کے علاوہ عمل کرو گے تاریخیں تو صحابہ رضی الله تعالی عنهم سے سنت کے علاوہ عمل کے وکٹر منصور ہوسکتا ہے۔

اى ك باب الجمع بين الصلوتين بالمرولفه بين امام بخارى بيان فرمات بين الحد دف عبد الله ابن يوسف قال اخبرنا مالك عن موسى بن عقبة عن كريب عن اسامة بن زيد آنّه سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مِنْ عَرْفَةَ فَنَزَلَ الشِّعُبَ بَالَ فَتَوَضَّأَ وَلَمُ يُسَبِّعِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلوةُ قَالَ الصَّلوةُ اَمَامَكَ فَجَاءَ الْمُؤْ دَلَقَةَ فَتَوَضَّأً فَاسَبَعَ ثُمَّ الْقِيمَتِ الصَّلوةِ فَصَلَّى الْمَغُرِبَ ثُمَّ اللهُ عَلَيْهِ مَنْ مَنْ رَلِهِ ثُمَّ الْقِيمَتِ الصَّلوةِ فَصَلَّى الْمَغُرِبَ ثُمَّ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمُ النَّاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِي مَنْزَلِهِ ثُمَّ الْقِيمَتِ الصَّلوةُ فَصَلَّى الْمَغُرِبَ ثُمَّ اللهُ يُصَلِّى الصَّلوةُ فَصَلَّى وَلَمُ النَّاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِي مَنْزَلِهِ ثُمَّ الْقِيمَتِ الصَّلوةُ فَصَلَّى الْمَغُرِبَ ثُمَّ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمُ السَّلُوةُ وَصَلَّى الْمَعْرِبَ ثُمَّ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمُ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمُ اللهُ عَلَيْهِ وَلَمُ السَّلُوةُ وَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَلَمُ السَّلُوةُ وَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَلَمْ السَّلُوةُ وَصَلَّى السَّعَادُ وَاللَّهُ الْعَلَيْقِ اللهُ عَالَ عَلَيْهِ وَلَمْ السَّلَةِ عَلَيْهِ وَلَمْ السَّمَةُ عَلَيْهُ وَلَمْ السَّوْلِ السَّلُولُ السَّلُولُ السَّالُولُهُ وَاللَّهُ الْفَتَوْلَ السَّعْمَ اللهُ الْعَالَةُ اللَّهُ الْمُعْرَابُ السَّوْقُ اللَّهُ الْمُعْرَابُ الْمَالَ السَّلُولُ الْمَلْولُ الْمَالَى السَّلُولُ الْمَالِقُ اللَّهُ الْمَالُولُ الْمُعْرِبَ اللهُ الْمَالُولُ الْمَالِقُ اللهُ الْمُعْرَابُ الْمُعْرَابُ الْمُعْرَالُهُ الْمُعْلِقُ اللهُ الْمَالِقُولُ الْمَالِقُ اللهُ الْمُعْرِبُ اللهُ الْمُعْرَالُ الْمُعْلَى الْمُعْرَابُ الْمُعْلِي اللهُ اللهُ الْمُعْلَى اللهُ السَلَّالَةُ اللهُ اللهُ الْمُعْلَى اللهُ الْمُعْلَى الْمُعْرِبُ اللهُ اللّهُ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللّ

کریب ہے ہے وہ اسامہ بن زیدرضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے اسے کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے لوٹے اور ایک گھاٹی میں پیٹاب فرمایا پھر وضو کیا اور پوری طرح نہ کیا لیعنی پانی بہانے میں عدد مسنون کو پورا نہ کیا تو میں نے آپ سے نماز پر سے کے بارے عرض کی آپ نے فرمایا نماز تمہارے آگے ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلقہ میں آئے اور پورا وضو فرمایا پھر نماز کی آپ

ا قامت ہوئی تو نماز مغرب کو ادا کیا پھر سب نے اپنی منزل میں اونٹ بیٹے اور ان دونوں بیٹے اور ان دونوں بیٹے اور ان دونوں (نمازوں) کے درمیان کوئی (نفل) نہ پڑھے۔

اس سےمعلوم ہوا کہ عرفات میں جج کے دن مزدلفہ میں اس رات کونمازیں جمع كرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم سے ثابت ہے اس ليے ہم احناف اس كے قائل وفاعل ہیں اس کے علاوہ ہم کسی وقت اور کسی جگہ جمع بین الصلو تین کو جائز نہیں جانتے۔ اب وہالی صاحب کا دوسرا عتراض ملاحظہ ہولکھتا ہے: جب مفتی صاحب کوا قرار ہے کہ مذکورہ آیت عام ہے اور عام کی تخصیص آئمہ اربعہ کے نزدیک حائز ہے جس کی ضروری بحث فاتحہ خلف الا مام کے سلسلہ میں گزر چکی ہے اوراس کلیہ ہے احناف نے اچھا خاصہ فائدہ اٹھایا ہے مثلاً چور کے ہاتھ کا منے کا حکم قرآن میں اینے عموم پر ہے لیتی چوری چاہے کتنی ہی کیوں نہ کی ہو مگر احناف نے اس عام آیت کودی درہم سے خاص کیا ہے اس طرح تیم میں کہنوں تک ہاتھ پھیرنے کی تخصیص توحفی الی روایات سے کرتے ہیں جوضعف ہونے کے علاوہ سیح احادیث کے خلاف بھی ہے اس طرح کے بیبوں مسائل کی امثلہ پیش کی جاسکتی ہیں جن میں انہوں نے قرآن کے عموم کو سیح تو کجا ضعیف بلکہ موضوع روایات سے خاص کیا ہے خودمؤلف جاء الباطل نے (صحیح جاء الحق ہے) آ گے چل کر آیت جعد کے عموم کو حضرت علی رضی الله عنه کے اثر سے خاص کیا ہے کہ جمعہ گاؤں میں نہیں ہوتا حالا تکہ آیت میں فرضیت جعه مطلق ہے شہری اور دیہاتی کی قید قرآن میں قطعاً نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ احادیث صححہ سے اس آیت کے عموم سے مسافر کومشٹنی نہ کیا جائے؟ آخر اصول تو ہر ایک مقام پر قائم رہتا ہے تو یہاں اصول شکنی کیوں کی جارہی ہے؟ مفتی صاحب جس قدرقرآنی آیات پیش کی بین ان کا اصولی اور علمی جواب تو اس قدر ہی کافی ہے مگر ہم چور کواس کے گھر تک پہنچانے کے لئے ان پر ترتیب وار بحث کرتے ہیں (نام نهاددین

الحق: ص ٢ ١٥) -

الجواب اولاً: يدمض غلط بياني اور افتراء وجموت ہے كه احناف عام كى تخصيص ضعف وموضوع روایات سے کرتے ہیں کتب اس پرشاہد ہیں جن میں لکھا ہے کہ عام جب تک اپنے عموم پر ہے تو وہ قطعی اور واجب العمل ہے اس کی تخصیص ضعیف ہے تو کجادلیل ظنی سے بھی نہیں ہوسکتی اس کی تخصیص کے لیے دلیل قطعی جا ہے۔ اصول فقہ کی معتبر کتاب نور الانوار میں ایک اعتراض کے جواب میں ہے: لِآنَّ هَا ذَيْنِ الْعَامَيْنَ لَيْسَا بِمَخْصُوْصَيْنِ أَوَّلاً كَمَا زَعَمْتُمْ حَتَّى يَخُصَّ فَانِيًا بِالْقِيَاسِ وَخَبْرِ الْوَاحِدِ "-(ص-2)اس لئے كه ب شك بيدونول مخصوص ابھی پہلے مخصوص نہ ہوئے یہاں تک کہ انہیں دوسری بار قیاس وخبر واحد کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار عام کی شخصیص قیاس وخبر واحد سے نہیں ہوسکتی مگر جب بار اول عام کی تخصیص دلیل قطعی سے ہو جائے تو پھر پیظنی رہ جاتا ہے اب دلیل ظنی قیاس وخبر واحد سے بھی اس کی شخصیص جائز ہے مگر غیر مقلد صاحب س قدر جھوٹ بول رہا ہے کہ احناف عام مطلق کی تخصیص ضعیف وموضوع روایات سے کرتے ہیں۔

وہابی کے الزام کا جواب:

ہ باب اللہ ہے ہوئے کہ اللہ ہے کہنا کہ تیم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کی تخصیص تو حنی اللہ ہی روایات سے کرتے ہیں جوضعیف ہونے کے علاوہ صحیح احادیث کے مخالف بھی ہاب دیکھیں کہ جن احادیث میں تیم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کا ثبوت ہے وہ سب ضعیف ہیں سنن دارقطنی جا، باب الیم میں ہے:

"حدثنا القاضيان الحسين بن اسماعيل وابو عمر محمد بن يوسف قالا ابراهيم بن هانى ناموسى بن اسماعيل ثنا ابان قَالَ سُئِلَ قَتَادَةُ عَنِ التَّيَمُّمِ فِى السَّفَرِ فَقَالَ كَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَقُولُ

الِى الْمِورُفَقَيْنِ وَكَانَ الْحَسَنُ وَابْرَاهِيْمُ النَّخُعِيِّ يَقُولُانِ اللَّى الْمِورُفَقَيْنِ: قَالَ وَحَلَّتَنِي مُحَدِّثٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحُمْنِ الْمُعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحُمْنِ اللَّهُ عَلَيْهِ بَنِ عَنْ عَمْدِ اللهِ عَلَيْهِ بَنِ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ إلى الْمِرْفَقَيْنِ، قَالَ اَبُو إِسْحَاقُ فَلَاكَرْتُهُ لِأَحْمَدَ بُنِ حَنْبَلَ فَعَجَبَ مِنْهُ وَقَالَ مَا اَحْسَنَهُ "۔

حضرت ابان نے بیان کیا کہ حضرت قادہ سے سفر ٹیم کے بارے پوچھا گیا تو اس نے کہا حضرت ابن عمرضی اللہ عنہما کہنوں تک ٹیم میں ہاتھ پھیرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت حسن اور حضرت ابراہیم تحفی دونوں فرماتے ٹیم میں کہنوں تک مسح کیا جائے (یعنی کہنوں کو شامل کیا جائے) کہا اور مجھے محدث نے امام شعبی سے حدیث بیان کی اس نے عبد الرحمٰن بن ابزی سے اس نے حضرت عمار بن یاسرسے کہ بے شک رسول اللہ حلیہ وسلم نے فرمایا کہ کہنوں تک مسح کیا جائے۔

ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اس روایت کا ذکر امام احمد بن هنبل سے کیا تو اس نے اس نے معلوم ہوا کہ کہنوں اس نے اس نے اس نے اس نے اس نے معلوم ہوا کہ کہنوں تک سے کی حدیث سے مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کی اس پرعمل اور حسن بھری اور ابراہیم نحفی جیسے جلیل القدر تا بعین کا اس پرعمل اس کی صحت کی دلیل حسن بھری اور ابراہیم نحفی جیسے جلیل القدر تا بعین کا اس پرعمل اس کی صحت کی دلیل ہے۔ اسی دار قطنی کے اسی باب میں ہے:

' عَنُ آبِى الزُّبَيْرِ عَنُ جَابِرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ التَّيَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ التَّيَ مَ ضَرْبَةٌ لِللَّرَّاعَيْنِ اللَّى الْمَرْفَقَيْنِ، رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ، وَالصَّوَابُ مَوْقُوفٌ ''۔

حضرت ابوزبیر سے ہے وہ حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیم آ ایک ضرب جھرے کے لئے

اورا کیے ضرب کلائیوں کے لئے کہدوں سمیت۔امام دار قطنی نے کہا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور درست اس کا موقوف ہونا ہے۔

فقیر کہتا ہے آگر بیحدیث موقوف بھی ہوتو بھی حضرت جابر صحابی رضی اللہ عنہ کا علی اس مسلم پر واردہ احادیث کی صحت کی دلیل ہے نیز اس حدیث کو بیان کے بعد علامہ نیوی لکھتے ہیں:

علاء نے تیم کی کیفیت بین اختلاف کیا ہے اور ہمارا (شوافع) کا اس میں فرهب اوراکش علاء کا یہ ہے کہ دوخر بین لازم ہیں ایک چبرے کے لئے اور ایک کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے اور اہل علم سے جو اس کے قائل ہیں علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حسن بصری اور شعبی اور سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سفیان توری اور مالک اور ابوضیفہ ہیں اور اصحاب رائے اور دیگر علاء رضی اللہ عنہم اجمعین ایسناً۔ عقل کا تقاضا بھی ہے تیم نائب ہے اور وضواصل اور وضو میں تھم ہاتھ کہدوں سمیت دھونے کا ہے اس سے زائد کا نہیں تو تیم نائب میں بھی اس سے زائد کا نہیں تو تیم نائب میں بھی اس سے زائد کا تھی نہیں ہونا چاہے ایفنا چہرے پر تیم میں اس جگہ ہاتھ پھیرا جاتا ہے جے وضو میں دھونے کا تھم ہونا چاہے جے وضو میں دھونے کا تو وہ کہنوں سمیت کا ہے اس سے زائد کا نہیں ۔ مگر وہائی صاحبان ہر جگہ خلاف عقل چلتے ہیں ثالثاً وہائی صاحب کا بیہ کہنا ہے کہ مفتی صاحب نے آیت ہم جمعہ کے مون چلتے ہیں ثالثاً وہائی صاحب کا بیہ کہنا ہے کہ جمعہ گاؤں میں نہیں ہوتا تو اس اعتراض کے جوابات مفتی صاحب نے جمعہ کے باب میں ثافی وکافی موتا تو اس اعتراض کے جوابات مفتی صاحب نے جمعہ کے باب میں ثافی وکافی دلائل دیۓ ہیں ہم بھی ہتو فیتی اللہ تعالی وہاں عرض کریں گے۔

نماز میں سستی کرنے والوں پر وعید:

مفتی احمہ یار خال تعیمی رحمۃ الله علیہ کی قرآن مجید سے دلیل نمبر ۲ رب تعالی ارشاد فرماتا ہے 'فَویَه لِّ لِلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلوٰتِهِمْ سَاهُوُنَ ' خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جواپی نمازوں میں ستی کرتے ہیں اس آیت میں نماز ستی سے پڑھنے والوں پرعتاب ہے بلا عذر وقت گزار کرنماز پڑھنا بھی ستی میں داخل ہے بلکہ اول درجہ کی ستی ہے غیر مقلد کا اس پر پہلا اعتراض اولاً ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ (غالباً پہلفظ اتفاق ہوگا جے صاد کھ دیا گیا ہے)

بلا عذر شرى نماز مين تاخير كرنا باعث وبال ج مرسوال يه ب كه كيا سفر عذه شرى نهين به كه كيا سفر عذه شرى نهين بهين نهين تويد جواب صرف غلط بى نهين بلكه كور مغزى كى دليل به كه كابدل جانا فريقين كوسلم ب چنانچه هدايه مين ب السفو اللّذي يَتَعَيّرُ بِهِ الْآحُكَامُ - اس كى شرح مين ب "فبين ذلك السفو الذى يتصلق به الاحكام فتح القدير شرح هدايه" (ص١٦٦) درمخاركى شرح مين علامه شامى لكت بين كه "والسفو لغة قطع المسافة من غير تقدير والمواه

سفر خاص وهو الذي تتغير به الاحكام شامى" (ص١٦٠٦) كنز الدائق (صحح كنزالدتائق م)

کی شرح میں علامہ ابن نجیم غایة البیان اور السراج الوهاج سے نقل کرتے ہیں) ان من الاحکام التی تغیرت بالسفر الشرعی (البحر الرائق ص ۱۱۸۶) لبذا اس اصول سے تحت مسافر اس آیت کے عموم سے باہر ہے۔ (نام نهاددین الحق ص ۵۸۷)

الجواب اولاً: وماني صاحب مفتى احمد يارخال تعيى رحمة الله عليه يربيه الزام ریے چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے آیہ جعہ کے عموم کو فاص کیا اور بیر کہ حنفی ضعیف روایات سے آیت کے عموم کی تخصیص کر دیتے ہیں مگر خودان کاعمل دیکھو کہ پہلے تو یہ ڈھکو سلہ گھڑا کہ جس سفر سے احکام شرعیہ میں تبدیلی آئے عذر بھی ثابت ہوجاتا ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں ہوا کہ سفر شرعی کے دوران آ دمی معذور ہو جاتا ہے پھر اسی ڈھکوسلہ کا نام وہائی جی نے اصول رکھا اور اس خود ساختہ اصول کے تحت مسافر کو اوقات نماز کے ثبوت کی آیت کے عموم سے باہر وخاص ہونے کا دعوی کیا اگر بقول اس کے شرعی سفر میں عذر ثابت ہو جاتا ہے تو پھر بی عذر تو اپنے عموم پر ہونا چاہیے صرف جمع الصلاتين کے ساتھ مخصوص نہیں رہنا جا ہے مسافر دوران سفر میں معذور مطلق ہوا نماز کو بیٹھ کریڑھے خواہ لیٹ کراشارہ ہے جلتے جلتے جس طرف رخ ہونماز پڑھے اور تیمم سے پڑھے خواہ وضو سے اس کی نماز ہو جانی جاہیے کیونکہ بقول وہابی سفر کی وجہ سے اس کا عذر ثابت ہے حالا نکہ علماء سلف وخلف میں سے اس کا کوئی بھی قائل مہیں ہوا بلکہ مذکورہ تمام صورتوں کیلئے الگ عذر متحقق ہونا ضروری ہے دراصل وہابی صاحب سفر کے دوران مسافر کو اللہ تعالی نے جوسہولیات عطا کی ہیں ان کی حکمت ومقصد کو سمجھا ہیں نہیں اس کا مقصد پنہیں کہ مسافر سفر کے دوران معذور ہو جاتا ہے وہ نماز چار رکعت نہیں پڑھ سکتا دو پڑھ سکتا روزہ دوران سفر سردی کے

چھوٹے دنوں میں آسان سفر میں بھی نہیں رکھ سکتا بلکہ سفر کی سہولیات اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے عطیہ ہے

سفر میں قصر نماز الله كاعطیہ ہے:

صحیح مسلم ج اکتاب صلوة المسافرين وقصرها ميں ہے:

'عَنْ يَعْلَى بُنِ أُمَيَّةً قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بُنِ الْحَطَّابِ: لَيُسَ عَلَيْكُمُ الَّذِيْنَ جُنَاحٌ اَنْ يَعْلَى بُنِ الْحَطَّابِ: لَيْسَ عَلَيْكُمُ الَّذِيْنَ جُنَاحٌ اَنْ يَعْلَى الْمَالُوةِ إِنْ خِفْتُمُ اَنْ يَعْلَى الْلَّهُ فَسَعَلْتُ كَعُرُوا فَقَدُ أُمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مَنْ اللَّهُ فَسَعَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ صَلْدَقَةٌ تَصَدَّقَ الله بَهَا عَلَيْهُ مَا تَعَدِيثُ مَا عَدَدُ الله عَلَيْهُ وَسَلَّم عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ صَلْدَقَةٌ تَصَدَّقَ الله الله بَهَا عَلَيْهُ مَا فَبَكُوا صَدَقَتَهُ".

حضرت یعلیٰ بن اُمیہ سے ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ے عرض کیا کہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) نہیں حرج تم پر کہ نماز کو قصر کرواگرتم کوخوف ہو کہ کافر تہہیں فتنہ میں ڈالیں گے تو اب لوگوں کو (اس فتنہ سے) امن دیا گیا ہے (یعنی مدینہ آ کر اسلام کو توت حاصل ہو چکی ہے کفار کا خوف نہیں رہا) تو (حضرت عمر نے) فرمایا جس بات سے تخصے تعجمہوا اس سے مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے رسول الله صلى الله عليه وسلم سے اس كے متعلق يوچھا (ليني اب خوف كفار كا عذر نہيں تو قصر حس لئے) تو رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا بيصدقه ہے جوالله نے مهميں عطا کیا توتم اس کا صدقہ قبول کرو) غورطلب بات ہیے ہے کہ اگر سفر عذر ہوتا تو حضرت یعلی بن امپیرضی الله عنه کواور امیر المومنین حضرت عمر رضی الله عنه کوتعجب س لتے ہوتا ہے کہ قصر کس لئے اب کفار کے خوف کا عذر نہیں رہا کیا ان کومعلوم نہ ہوسکا کہ سفر ذات خود عذر ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیونکہ نہ فر مایا کہ اے عمر! تعجب کیوں كرتے ہوسفر ہى عذر ہے بلكه فرمايا كه نماز قصر كى سہولت تو الله كائم يرصدقه بحم بوڑھے ہو یا جوان کمزوریا قوی سفرآ سان ہو یا دشوار اللّٰد کا صدقہ قبول کروسفر میں نماز تصر کرو مگر نام نہاد المحدیث اس قدر نازک ہیں کہ تین کیل فاصلہ کے قصد ہے گھر کے تکلیں تو یہ مسافر ومعندور ہو جاتے ہیں نفسانی آسانی کے لئے نمازیں قصر وجمع کرنا شروع کردیتے ہیں اب اس دور میں جب کہ سفری سہولتیں عام ہیں سواری کیلئے اب سی ونان اے سی ہیں کاریں وغیرہ دستیاب ہیں پھر بھی یہ ناز ونخرے والی نازک قوم سفر میں معذور ہے۔

غيرمقلد كا دوسرا اعتراض:

آئے ذرمفتی صاحب کی تفیر بالرائے کو ملاحظہ کرتے جائے نہ کورہ آیت تو منافقین کے بارہ میں ہے کہ اسلام کو جمٹلاتے ہیں میٹیم کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے اور نا دار کو کھا نانہیں کھلاتے اور یہ کہ نمازوں میں خفلت کرتے ہیں یعنی لوگوں کو دکھانے کے لئے تو پڑتے ہیں گر پوشدہ طور پر نازک ہوتے ہیں اور بھی بامر مجوری انہیں مسلمانوں کے ساتھ پڑھنے کا اتفاق ہو بھی جائے تو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے ہیں گویا کہ نہیں کرتے ہیں گویا کہ نہیں کرتے ہیں گویا کہ بوری بریلوی برق رفتاری سے ادا کرتے ہیں اس خلاف سنت نماز میں بھی وہ اس مثال پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ ہر زباں تعلیج ودر دل گاؤ وخر ۔ چنانچ تغیر جامع البیان میں کھوائے کہ:

"فَوَيُلٌ لِّلُهُ مُصَلِّينَ آَى لَهُمُ وُضِعَ مَوْضَعُ الصَّمِيْرِ لِلدَّلالَةِ مَعَامَ لَتِهِمْ مَعَ الْخَلْقِ وَالْخَالِقِ الَّذِي هُمْ عَنْ صَلاَتِهِمْ سَاهُوْنَ آى التَّزَمُوْهُ بَالصَّلُوةِ عَلاَئِيَةً وَيَتُرُ كُونَهَا بِالسِّرِ"

(جامع البيان ص٥٢٣ طبعه رهلي ١٣٣٧ ١١٥)

فویل للمصلین ہلاکت ہان کے لئے لین وہ (منافق) اس مقام پر خمیر ہے تا کہ اس بات پر ولالت کرے کہ ان کا اللہ تعالی اور اس کی مخلوق کے ساتھ کیسا معالمہ ہے المذی (صَحِیْحَ الَّذِیْنَ) هُمْ عَنْ صَلوتِهِمْ سَاهُوْنَ کامعنی ہے کہ وہ

لوگ ظاہری طور پرنماز اداکرتے ہیں لیکن مخفی طور پرترک کرتے ہیں (اہتی) اس طرح جملہ کتب تفسیر میں لکھا ہے مثلاً ابی السعود، سراج منیر، فتح البیان ، بیضاوی، مدارک ، معالم، کشاف، درمسود، (صحیح درمنثورہ) ابن کثیر ،ابن جریر وغیرہ یہاں تک کر بہاؤی تفاسیر میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ فاضل بریلی کے ترجمہ قرآن کے حاشہ پر مرادآبادی لکھتا ہے کہ مراداس سے منافقین ہیں جو تنہائی میں نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ اس کے معقد نہیں اور لوگوں کے سامنے نمازی بنتے ہیں اور اپنے آپکو نمازی ظاہر کرتے ہیں اور دکھانے کیلئے اٹھ بیٹھ لیتے ہیں اور حقیقت نماز سے غافل ہیں (انتی) کرتے ہیں اور دکھانے کیلئے اٹھ بیٹھ لیتے ہیں اور حقیقت نماز سے غافل ہیں (انتی) عدم جمع بین الصلا تین فی السفر پر استدلال کررہے ہیں جبکہ مقدمہ جاء الباطل (صحیح جاء الباطل (صحیح جاء) میں اعتراف فر ماتے ہیں کہ

تفییر قرآن اگر روایت سے ہے تو معتبر الخ) اور اس سے تقریباً تین سطریں اوپر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں کہ مشکوۃ کتاب العلم فصل دوم میں ہے: ''مَنُ قَالَ فِی الْقُوْآنِ بَرَاٰیِهٖ فَلْیَتَبَوَّءُ مَقْعَدَهٔ مِنَ النَّادِ''۔ ''جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے پچھ کے وہ جگہ جہنم میں بنالے''۔

مشكوة مين اس جگه ب

' مُنُ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَراْيِهِ فَاصَابَ فَقَدُ اَخُطَاْ ''۔

"جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کھ کہا پس سیح کہ گیا تو بھی اس نے غلطی کی"۔

اس کی صراحت تو بریلوی علاء ہی کر سکتے ہیں کہ فدکورہ آیت سے عدم جمع بین صلاتین فی السفر پر کیا قرآن یا صاحب قرآن صلی الله علیه وسلم کسی صحابی و تا بعی نے استدلال کیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو کیا پھر مفتی صاحب کا فدکورہ استدلال تفسیر بالرائے ہے کہ نہیں؟ اگر یقیناً فدکورہ تفسیر اپنی طرف ایجاد کردہ ہے تو کیا مفتی صاحب بالرائے ہے کہ نہیں؟ اگر یقیناً فدکورہ تفسیر اپنی طرف ایجاد کردہ ہے تو کیا مفتی صاحب

نرکورہ احادیث کی زدمیں آتے ہیں یانہیں؟ (نام نہاددین الحق ص ۵۸۸۲۵۸۷) شان نزول خاص سے تھم خاص نہیں ہوتا:

الجواب اولاً: اس بات سے ہمیں انکارنہیں کہ زیر بحث آیت کا نزول منافقین سے متعلق ہے مگرسوال ہے ہے کہ شان نزول خاص سے حکم خاص رہتا ہے؟ اگر ایسا ہو لا کثیر آیات قرآنی جن کا شان نزول مخصوص لوگوں سے متعلق ہوا ان کے احکام کا تعلق انہیں لوگوں سے متعلق ہوا ان کے احکام کا تعلق انہیں لوگوں سے رہے بعد والوں سے نہ ہوتو اس کا کوئی بھی صاحب علم وعقل قائل نہیں بلکہ مسلمہ اصول ہے کہ شانِ نزول خاص ہونے سے حکم خاص نہیں ہوتا بلکہ حکم ہر زمانہ کے لوگوں کو شامل ہوتا ہے کفار ومنافقین اور اہل کتب وغیرهم کے جن خرموم اوصاف کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا اور جن وجوہ کی بنا پر ان پر عماب فرمایا وہ اوصاف و وجوہ جس طبقہ اور جس دور کے لوگوں میں پائے جا کیں یا ان میں سے کوئی ایک پایا جائے اس پر عماب آئے گا الحافظ عماد الدین ابن کشر صحیحین سے نقل کرتے ایک پایا جائے اس پر عماب آئے گا الحافظ عماد الدین ابن کشر صحیحین سے نقل کرتے ایک پایا جائے اس پر عماب آئے گا الحافظ عماد الدین ابن کشر صحیحین سے نقل کرتے

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنِ عَمْرٍ و عَنِ النّبِيّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَلْكُ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ مَنْ خُنَّ فِيْهِ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ مَنْ خُنَّ فِيْهِ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ مَنْ أَلْفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذِبَ كَانَتُ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذِبَ كَانَتُ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتْى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذِبَ كَانَتُ وَإِذَا أَنْتُمِنَ خَانَ " (الفيران فيرنام مِدِن الله عليه والله من الله عليه والله من عبيل كرتے بيل حضرت عبدالله بن عين تين خصلتين بول وه خالص منافق ہے اور جس ميل ان سے ايک ہوائل ميں نفاق کی خصلت ہے جب تک کہ اسے چھوڑے نہ وہ وہ وہ تن خصلت ہے جب تک کہ اسے چھوڑے نہ وہ وہ وہ تن خصلت ہے جب تک کہ اسے چھوڑے نہ وہ وہ تن کرے اور جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔ اور جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔ اور جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔ اور اس پر اس ہے معلوم ہوا کہ منافقوں کے کام سے نفاق آ جا تا ہے۔ اور اس پر اس ہے معلوم ہوا کہ منافقوں کے کام سے نفاق آ جا تا ہے۔ اور اس پر اس ہے۔ معلوم ہوا کہ منافقوں کے کام سے نفاق آ جا تا ہے۔ اور اس پر

ماخذہ وعتاب بھی آتا ہے۔

النیانی هد عن صلوتهد ساهون کامفهوم عام ہے لیعنی نماز سے متعلق کی طرح سے مستحل میں شامل ہے خود غیر مقلد نے پیچلی فرکورہ عبارت میں اس کی تفییر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لیعنی قیام ورکوع و بچود و تشہر صحیح سنت کے موافق نہیں کرتے۔ (نام نہاددین الحق ص ۵۸۷)

اب ان الفاظ پرجنہیں غیر مقلد صاحب نے ساھون کی تغییر میں واغل کیا ہے اس پرکوئی حوالہ نہیں دیا کہ بیتغیر کس حدیث میں یا کسی صحابی یا تا بعی یا مفسر و محدث نے کی جس نے ان کو اسکی آیت تغییر میں بیان کیا ہے کیا بیتغیر بالرائے نہیں جو تھم مفتی صاحب پر لا گو کر چکا ہے وہی اس پرنہیں آتا یا اہل کتاب یہود کی طرح طاکفہ و بابیہ کا بھی خیال ہے کہ بیہ جو کریں جو کہیں جہنم میں نہیں جا کیں گا اگر و ہا بی صاحب ساھون کے مفہوم میں ان الفاظ کو داخل کر سکتا ہے کیونکہ یہ نماز سے سستی میں شامل ہیں تو مماز وں کو وقت سے مقدم و مؤخر کرنا سستی میں شامل نہیں؟ اگر شامل ہیں تو بیان تو نماز وں کو وقت سے مقدم و مؤخر کرنا سستی میں شامل نہیں؟ اگر شامل ہیں تو بھر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس کہنے کی وجہ سے و ہابی صاحب کی بر بھی کیوں۔ پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس کہنے کی وجہ سے و ہابی صاحب کی بر بھی کیوں۔ ثالث مفتی احمہ یار خال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت کی تفییر میں فر مایا کہ اس آیت میں نماز سستی میں داخل ہے۔

اس پر دہابی صاحب نے الزام دیا کہ یہ تفییر مفتی صاحب نے اپنے پاس سے
اپنی رائے سے کی ہے اب دیکھیں کہ واقع ہی مفتی صاحب نے یہ تفییر بالرائے کی
ہے یا یہ تفییر سابقہ تفاسیر میں موجود ہے توضیح ترین مخضر وجامع تفییر جو مدارس میں
سبقاً پڑھائی جاتی ہے جلالین میں ای آیت کے تحت ہے:

''غَافِلُوْنَ يُؤَجِّرُوْنَهَا عَنْ اَوْقَاتِهَا''

لعنی اس سے مرادوہ عافل ہیں جونماز کواس کا وقت گزار کر پڑھتے ہیں:

"تفسير التسهيل لعلمو التنزيل مين الى آيت ك تحت ب والسهو عَنِ الصَّلُوةِ هُوَ تَرْكُهَا اَوْ تَأْخِيرُهَا تَهَاوُنًا بِهَا".

ور ملہ و اس کا اور نماز سے بھولنے کی مراد اسے ترک کرنا ہے یا سُستی کرتے ہوئے اس کا وقت گزار کر پڑھنا ہے۔ وہابی صاحب حدیث شریف میں بھی مفتی صاحب کی ذکر کردہ تفییر دیکھ لئے اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فہم فراست وعلم تفییر میں پچتگی سلیم کرلیں اور ساتھ اپنی بے عقلی وجہالت بھی مان لیں اس آیت کے تحت حافظ محاد الدین ابن کثیر نے نقل کیا ہے:

"عَنْ اسَعْدِ بُنِ آبِي وَقَاصٍ قَالَ سَالَتُ رَسُولَ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ اللّهُ عَلَيْ وَسَلَّم عَنْ اللّهِ مَاهُوْنَ) قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلُوةَ عَنْ وَقُوْتِهَا".

یو کروں میں اللہ عنہ سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلیہ علیہ وہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا اپنی نماز سے سبتی کرتے ہیں فرمایا وہ ہیں جو اپنی نماز وقت گزار کر پڑھتے

بل-

رابعاً: غیر مقلد کا یہ کہنا کہ گویا پوری بریلوی برق رفتاری سے ادا کرتے ہیں)
فقیر بے شرم وہابی سے پوچھا ہے کہ منافقین کی نماز کر بریلویوں کی نماز سے تشبیہ دینا
اورائے تفسیر کا ماحاصل قرار دینا قرآن کا نداق نہیں؟ نیزیہ کہنے سے قبل وہابی جی اپنی قوم شتر بے مہار غیر مقلدہ وہابیہ کا حال بھی پیش نظر رکھ لیتا جو نماز میں سر ڈھانیٹ کی زخمت بھی گوارا نہیں کرتے آٹھ رکعت پڑھ کر زخمت بھی گوارا نہیں کرتے آٹھ رکعت پڑھ کر جان پڑھڑاتے ہیں وتر ایک رکعت پڑھ تھیں بعض وہابیہ تو یہاں تک سستی کے مریض ہیں کہ پنجگانہ نمازوں میں سنت مؤکدہ بھی پڑھنا گوارا نہیں کرتے بالحصوص فریس جاعت کھڑی ہونے کا بہانہ ہاتھ آجائے تو فجر کی مؤکدہ تریں سنتیں جاتی فجر میں جاعت کھڑی ہونے کا بہانہ ہاتھ آجائے تو فجر کی مؤکدہ تریں سنتیں جاتی

کرتے ہیں مگر افسوس کہ وہائی جی کو اپنی قوم کا حال نظر نہیں آیا۔ اب جاء الحق سے دلیل نمبر ۳ ملاحظہ ہو:

رب تعالی فرماتا ہے:

"وَأَقِيْمُو الصَّلُوةَ وَالنُوا الزَّكُوةَ وَالرَّكُعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ" فَيُ الْوَاكِعِيْنَ " فَيُنَا وَالْمُ كَالِوْ مَا الرَّاكِعِيْنَ " فَيُنَا وَالْمُ كَالِوْ مِنْ النَّالِ النَّالِ مِنْ النَّالِ مِنْ النَّالِ مِنْ النَّالِ مِنْ النَّالِ النَّالِ مِنْ النَّالِ النَّالِ مِنْ النَّوْلُ النَّالِ النَّالِيِّ النَّالِ النَّالِ النَّالِي النَّالِيِّ النَّالِيِّ النَّالِيِّ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِي النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِي النَّالِيْ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِ النَّالِيَّ الْمُنَالِ النَّالِيِّ الْمُنْ النَّالِي النَّالِ النَّالِ النَّالِيِّ الْمُنْ النَّالِي النَّالِيِّ الْمُنْ الْمِنْ النَّالِيِّ الْمُنْ النَّالِي النَّالِي النَّالِي النَّالِ النَّالِي النَّالِيِّ الْمُنْ النَّالِي النَّالِي النَّالِي النَّالِي النَّ النَّالِ النَّالِي النَّالِيِيِيِّ الْمُنْ النَّالِيِّ النَّالِيِّ الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ النَّالِي الْمُنْ الْمُنِيِيِيِيِيِيْلِي الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ الْمُنْ ال

'نماز قائم کرواورز کو ۃ دواور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''

قرآن کریم نے کہیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے، نماز قائم کرنا یہ ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھے، سیجے پڑھے، سیجے وقت پر پڑھے۔ نماز کا وقت گزار کر پڑھنا نماز قائم کرنے کے خلاف ہے۔

اس پرغیر مقلد کا پہلا اعتراض: مذکورہ آیت سے جمع بین الصلاتین فی السفر کی صراحت آی قرآن میں ہے یا صاحبِ قرآن حضرت محرصلی الله علیہ وسلم نے کی ہے یا کسی صحابی و تابعی سے یہ منقول ہے؟ اگریقیناً نہیں تو پھر پیر تفییر بالرائے ہے۔

مفتی صاحب نے تفسیر بالرائے نہیں گی:

الجواب: كيامفتى صاحب رحمة الله عليه كابيه كهنا (نماز قائم كرنابيكه بميشه نماز پڑھے مسجح پڑھے مسجح وقت پر پڑھے) نماز كا وقت گزار كر پڑھنا نماز قائم كرنے كے خلاف ہے تفسير بالرائے ہے يا سابقه تفاسير كے موافق تفسير جامع البيان في تفسير القرآن ميں اس آيت كے تحت ہے:

(فَاقِيْمُو االصَّلُوةَ) (سورة نباء آيت نبر١٠٣)

عَدَلُوْا اَرْكَانَهَا وَاحْفِظُوْا شَرَائِطَهَا"_

اس کے ارکان پورے کرواوراس کے شرائط کی محافظت کروکیا صحیح پڑھنا ارکان پورے کرنانہیں اور نماز کا وقت اس کے شرائط میں شامل نہیں ۔تفسیر جلالین میں اس جگہ ہے:

(فَاقِيْمُو الصَّلُوةَ) (ادوها بحقوقها) نمازكواس كے حقوق سميت اداكرو-

وہابی بتائے ہمیشہ نماز پڑھنا، سچے پڑھنا سچے وقت پر پڑھنا۔ نماز کے حقوق میں شال نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو مفتی صاحب نے کون سی تفسیر بالرائے کی ہے؟ (فَاقِیْهُ مُوا الصَّلُوةَ) اَیُ الَّتِی دَخَلَ وَقَتُهُا حِیْنَیْدِ وَ مَعْنی اِقَامَتِهَا الدَّاوُهَا فِالشَّرَ اِلْطِ وَالْاَرْ کَانِ) یعنی وہ نماز ادا کروجس کا وقت آیا نماز کو قائم کرنے کا معنی ہے کہ اس کے شرائط وارکان کے ساتھ اسے ادا کیا جائے۔

تفیراین کیر میں اس آیت کی تفیر میں ہے (فَ اَقِیْ مُوا الصّلوقة) (اَیُ فَاتِیْ مُوا الصّلوقة) (اَیُ فَاتِیْ مُوهَا وَاَقِیْ مُوهَا وَاَقِیْ مُوهَا وَاَقِیْ مُوهَا وَاَقِیْ مُوهَا وَاَقِیْ مُوهَا وَرَکُوعِها، وَسُجُوْدِها وَجَمِیْعِ شُرُوطِها) لیعن نماز کو پورا کرواوراسے قائم کروجیا کہ تہیں حکم ہوا اس کی تمام حدود اور خثوع اور کائل رکوع و چود اور سب شرائط کے ساتھ تفییر ابن عباس شریف میں سورة مزئل کی اس آیت کے تحت ہے:

"(وَاقِيُ مُوا الصَّلُوة) اَتِـمُّو الصَّلُوتِ الْخَمْسِ بِوُضُولِهَا وَرَكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا وَمَا يَجِبُ فِيهَا مِنْ مَّوَاقِيْتِهَا" -

'' پانچ نمازیں پوری کرواس کے کائل وضواور رکوع و بجود کے ساتھ اور جو کچھاس میں واجب ہے بالحضوص اس کے وقتوں سے''۔

ندکورہ تفاسیر سے جو حوالہ جات مفتی احمد یار تعیمی رحمۃ اللہ علیه کی طرف سے زیر بحث آیت کی تفسیر کے عین موافق میں اب وہابیوں کو چاہیے کہ اپنے بعقل وجہالت پر ماتم کریں۔

اس کا دوسرااعتراض فرکورہ آیت سے ماقبل اور مابعد کی آیات کا خلاصہ ترجمہ سے کہ اے بنی اسرائیل میری نعت کو یاد کروجو میں نے تہمیں عطا کی تھی اور میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرواور مجھ سے بھی ڈرواور قرآن پر ایمان لاؤ کیونکہ بیے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور انکار کرنے میں اولیت اختیار نہ کرو اور میری آیات کو حقیر (دنیاوی) قیمت کے عوض نہ بیچواور حق وباطل کو مخلوط نہ کرونماز قائم کرو

اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کروکیاتم لوگوں کو نیکی کی ہدایت اور اپنے تین بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہوا گئے۔ (سورۃ بقرہ اسمامی) قارئین کرام آپ خود قرآن کا ہی ترجمہ پڑھ لیس کہ ذکورہ آیت میں نفس مسئلہ کا ذکرتو کجا کوئی اشارہ تک نہیں ہے بلکہ ان آیات میں اہل کتاب کوخطاب ہے۔

خود مفتی صاحب کو اعتراف ہے کہ بنی اسرائیل کو ایمان کا حکم دیا جا چکا تو اس
کے بعد تقوی اور طہارت کا حکم دیا کہ نماز کو اچھی طرح قائم کروتا کہ تمہارے دل زم
ہوں اور دلوں کی سیابی دور ہواور پھر اللہ سے ڈرکر اپنے مال میں پھھ حقہ فقراً وغرباء
کو دیا کرو۔ (تغیرتیمی جا،ص۳۲۳) اس سے بڑھ کر ہم فریق ثانی کی اور کیا تسلی کرواسکتے
ہیں۔

الجواب اولاً: اگراس آیت میں اہل کتاب کو خطاب ہے مسلمانوں کو تھم نہیں تو اگر کوئی وہائی صاحب سے سوال کرے کہ حضرت بی جماعت سے پڑھنے کا تھم کس آیت میں ہے وہائی صاحب بہی آیت پڑھیں گے پھر وہ کیے کہ آپ فرما چکے ہیں کہ اس میں اہل کتاب کو خطاب ہے تو پھر وہائی جی کے پاس کیا جواب ہوگا یہ ہے وہائی جی کی عقل مندی نیز آئمہ مجتمد بن وفقہا ومحد ثین ومفسیر بن نے نماز وز کو ہ کے فرضیت بیان کرنے میں اس آیت کوسرے فہرست لکھا ہے اور رکوع و جماعت کا تھم میان کرنے میں اس آیت کوسرے فہرست لکھا ہے اور رکوع و جماعت کا تھم میان کرنے میں اس آیت کو ذکر کیا اور استدلال کیا ہے چنانچ تفسیر این کثیر میں اس مقام پر ہے: ''وقعد است دلال کثیر میں العلماء بھذہ الآیة علی و جوب مقام پر ہے: ''وقد است دلال کثیر میں اس آیت سے وجوب جماعت پر استدلال کیا ہے اب المحماعة '' یعنی کثیر علماء نے اس آیت میں ان سب حضرات کو معلوم نہ ہوا کہ اس آیت میں اہل کتاب کو خطاب ہے اس کا تکم ہمیں نہیں۔ ثانیا: اس آیت کے تحت تفاسیر اُٹھا کر دیکھیں ان خطاب ہے اس کا تکم ہمیں نہیں۔ ثانیا: اس آیت کے تحت تفاسیر اُٹھا کر دیکھیں ان میں کھا ہے کہ اہل کتاب کی نماز میں رکوع نہیں تھا اس آیت میں انہیں تھم ہوا کہ اب

قرآن کے موافق عمل کرتے ہوئے آخری نبی حضرت محرصلی الله علیہ وسلم کے پیچھے سلمانوں کے ساتھ نماز قائم کرواب بتائیں جن کے ساتھ نماز قائم کرواب بتائیں جن کے ساتھ نماز قائم کرنے کا حکم ہواوہ اس کے حکم میں شامل نہیں۔

الله فرآن شريف مين متعدد آيات آئى بين جن مين خطاب الل كتاب كوب مرحم مسلمانوں كے لئے بھى ب مثلاً سورة بقره كى آيت نمبر ۸۳ مين ب :

(وَإِذْ اَخَدُذُنَا مِنْهَا قَ بَنِي إِسْرَآءِ يُسْلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا الله الله وَ وَإِنْ الله الله وَ وَالله وَ وَ الله وَ وَالله وَ وَالله وَ وَالله وَ وَ الله وَ وَ الله وَ وَالله وَ وَ الله وَالله وَالله وَ وَالله وَ وَالله وَ وَالله وَالله وَ وَالله وَالله وَ وَالله وَالل

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سواکسی کونہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرواور رشتہ داروں اور تیبیوں ارومسکینوں سے اورلوگوں سے اچھی بات کہواور نماز قائم رکھواورز کو ق دؤ'۔

اس آیت کے احکام کا مسلمانوں پر بھی اطلاق ہے اور کوئی بھی عقل مندنہ کھے گا کہ اس سے استدلال نہ کیا جائے۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض : مفتی صاحب کا بید دعویٰ کدقر آن نے نماز پڑھنے کا کم نہیں دیا الح ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے یقین جائے کہ راقم الحرف تا دم تحریبی سمجھتا تھا کہ فدکورہ دعویٰ صرف بھنگی اور چرسی لوگوں کا ہی ہے جونشہ میں اوٹ پٹانگ با تیں کرتے رہتے ہیں مگر آج معلوم ہوا ہے کہ اس غلط نہی میں بلکہ جہالت میں بریلویت کے حکیم الامت مفتی اعظم اور نام نہاد مفسر قر آن بھی شامل ہیں جو غالبًا کمی داستار باندھ کر ہی بدایون سے اپنی جہالت چھپا کر گجرات میں آکر عالم فاضل بین گئے تھے۔ بہر حال علاء بریلی پواضح ہو کہ قر آن میں ارشاد ہوتا ہے کہ '' آنسا اعظم نین گئے تھے۔ بہر حال علاء بریلی پواضح ہو کہ قر آن میں ارشاد ہوتا ہے کہ '' آنسا اعظم نین گئے تھے۔ بہر حال علاء بریلی پواضح ہو کہ قر آن میں ارشاد ہوتا ہے کہ '' آنسا اعظم نین کے لئے۔ نام نہاد دین الحق ص ۵۸۹) الجواب اولاً: بفضلہ تعالی اہل سنت رب کے لئے۔ نام نہاد دین الحق ص ۵۸۹) الجواب اولاً: بفضلہ تعالی اہل سنت

وجماعت کے مدارس میں تعلیمی معیار ہمیشہ بلند واعلیٰ رہا ہے نصاب بہت پختہ ہے تمام علوم وفنون اسلامیہ کو پڑھایا جاتا ہے بالخصوص جس دور کے حکیم الأمت مفتی احم يار خال تعيمي رحمة الله عليه فارغ التحصيل مين اس دور مين استاتذه بهت قابل ومحنتي ہوتے تھے اور تلامذہ بھی مخلص ومحنتی لہٰذا فارغ التحصیل علماء کوعلوم وفنون مروّجہ پر پورا عبور حاصل ہوتا تھا جبکہ طا کفہ وہا بین نجد یہ غیر مقلدہ کا بیرحال ہے کہ اسلامیہ اصول وفنون کو پڑھنا پڑھانا بدعت سدیہ جانتے ہیں اور غیر معیاری طریقہ سے قرآن وحدیث کا ترجمہ پڑھ لیتے ہیں اس لئے مدارس میں پڑھنے کے بعد بھی پختہ علم سے کورنے رہتے ہیں فراغت کے بعد بھی نام نہاد علامہ فہامہ ہوتے ہیں اور اسناد وجبہ کو ا پنی جہالت پر پردہ کا ذریعہ بنائے ہوئے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نام نہاد دین الحق کا مصنف قال ماضی مطلق کو امر کا صیغه کہتا ہے۔ ثانیاً: اگر غیر مقلد کومفتی صاحب رحمة الله عليه كے اس كہنے ير كه قرآن ميں بيآيا ہے كه نماز قائم كرو بينہيں آيا كه نماز پڑھواعتراض تھا تو قرآن سے کوئی وہ آیت دکھاتے جس میں ہو کہ نماز پڑھومگر ایسی كوئى آيت پيش ندكر سكے بلكه سورة كور سے بيآيت پيش كردى (فَصَلِ لِلرَبِّكَ وَانْهِ حَسِرٍ حَسِ كَاتَعَلَق رسول الله صلى الله عليه وسلم ہے ہے وہ بھی اکثر اقوال کے مطابق عيدالفخي كمتعلق بقير حيلي مين اسى آيت كے تحت ب مراد" نمازعيد ست وقربانی کردن بعدازاں ''تفسیرروح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے: "وَقَدْ فُسِّرَتِ الصَّلوٰ أُ بِصَلوٰةِ الْعِيْدِ (وَالنَّحَرْ) بِالتَّضْحِيَّةِ وَهَلْذَا

''اور تحقیق نماز سے مراد نماز عید لیا گیا ہے اور نح سے مراد قربانی اور یہی مناسب ہے''۔

لیکن افسوں ہے کہ وہائی صاحب خواہ مخواہ اعتراض لاکرلوگوں کو غلط نہی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جاء الحق سے دلیل نمبر ہ: رب تعالی متقیوں کی تعریف اس طرح

فرما تا ہے:

"هُـدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُونَ الصَّلْوةَ وَمِمَّا وَرُقِيْنُمُونَ الصَّلْوةَ وَمِمَّا وَرُقَنْهُمْ يُنْفِقُونَ" -

قرآن ان متی لوگوں کے لئے ہادی ہے جوغیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ متی و پر ہیز گاروہ مؤمن ہے جو نماز قائم کرے لیعنی ہر نماز اس کے وقت پر پڑھے اور ہمیشہ پڑھے، خواہ مقیم ہو یا مسافر، سفر میں ظہریا عصر کا وقت نکال کر نماز پڑھنا ان آیات کر یمہ کے صریح خلاف ہے۔

اس يرغير مقلد كا يبلا اعتراض: اقامت الصلوة كامعنى ومنهوم، عدم جمع بين الصلوتين في السفر يمفى صاحب كى بدركيل قرآنى آخرى بالندايهال ا قامت صلوة كامعني ومفهوم بيان كردينا بهي ضروري ہے سوواضح ہوكہ يقيمون اقام سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور قام اس کا مجرد ہے اور قوم اس کا مادہ ہے۔قیام (کھڑ اہونا) کا لفظ جلوس (بیٹھ جانے) کانقیض ہے۔قام الامو اعتدل معامله درست موكياقام على الامر دام وثبت لعني كسي چزيردوام وثبات اختيار كيارقام الحق ظهروثبت ليعنى حق ظاهراور ثابت بوكيا اور اقام السوق كمعنى نفقت لینی بازار بارونق اور اقام الصلوة کے معنی ادام فعلها نادی لها نماز کے لئے تكبير كمي اقدام الله السوق جعلها نافقة ليني الله في بركت دى ادر بازاركو بارونق بنا دیا (اقرب)مفردات امام راغب میں سے یقیمون الصلوة ای یدیمون فعلها ويحافظون عليها نمازكواس كشرائط كمطابق اداكرت بي اوراس يردوام اختیار کرتے ہیں مزید فرماتے ہیں اور اس پر دوام اختیار کرتے ہیں۔مزید فرماتے ين كر (انما حص لفظ الاقامة تنبيها ان المقصود من فعلها توفية حقوقها وشرائطها) كوصلوة ك ذكر كرساته اقامت كالفظ ال لئ لايا كيا به تلكه

اس طرف توجہ مبذول کرائی جائے کہ نماز کے حقوق اور شرائط کو پوری طرح ادا کیا جائے نہ صرف ظاہری طور پراس کوادا کر دیا جائے۔

چیز کا پختہ ارادہ کر لینااور "اقام الشیء ادامیہ من قولہ تعالی ویقیمون الصلو قید یعنی اقام الشئی" کامعنی ہے کس چیز پردوام کیا جائے اور یہی معنی ہیں ویہ قیسمون السسلوة کے اور اس لغوی معنی کے طوظ رکھتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ذرکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: انسمسا السر کسوع والسبجو د والتلاو ق والسخشوع وسجود کا پورا کرنا تلاوت (قرآن) اور خشوع سے (نماز ادا کرنا) اور نماز میں توجہ کو قائم رکھنا۔ (انہی) الغرض اقامت کا مفہوم نماز کے حقوق و شرائط کا پورا کرنا اور سے چیز بر میلوی ٹولہ کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ مولوی احدرضانے قضاء نماز کے بارہ میں ایبا فتو کی دیا ہے جو کہ اقامت کے خلاف ہے چیانی کست کے خلاف ہے چیانے کست کے خلاف ہے چیانے کست کے خلاف ہے چیانے کست کے خلاف ہے چین نے کست کے خلاف ہے چیانے کست کی خلاف ہے چیانے کست کے خلاف ہے چیانے کست کے خلاف ہے چیانے کست کی خلاف ہے چیانے کست کی خلاف ہے چیانے کست کی خلاف ہے خلاف ہے

حضرت انس رضی الله عنه راوی ہیں کہ نبی صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ بیر منافق کی نماز ہے کہ لا یَذْکُو اللّٰهَ اِلّا قَلِیْلاً۔ (سیح مسلم ۲۲۵) ، دلینی نه ذکر کرے الله تعالی کا مگر تھوڑا سا'۔

اس پر مزید برق رفتاری کا فرکورہ فتوی بریلوی عوام کی تفسی خواہشات کو پورا کرنے پر کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ جبکہ ایسی نماز سے کہیں بہتر ہے نماز کو ادا کرنے پر رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے صحابی کو کہا تھا کہ: "ارجع فیصل فانك لم تصل" (بخاری وسلم بحوالہ علیہ قال کہ اور دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی "۔ (بخاری وسلم بحوالہ علیہ قال میں اور دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی "۔ (عاری وسلم بحوالہ علیہ تعریب کوٹ جا اور دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی "۔ (عاری وسلم بحوالہ علیہ تعریب کرتے ہیں کہ تعریب کوٹ کے اور دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی "۔ (عاریہ تعریب الحق ص ۱۵۹۱ میں کوٹ کے اللہ تعریب الحق ص ۱۵۹۱ میں کہ تعریب الحق ص ۱۵۹۱ میں کوٹ کے دو تعریب الحق سے الحق تعریب کوٹ کے اللہ تعریب کوٹ کے دور کاٹ کوٹ کوٹ کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کوٹ کے دور کاٹ کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کوٹ کوٹ کے دور کی کوٹ کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کوٹ کے دور کوٹ کوٹ کوٹ کوٹ کے دور کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کوٹ کوٹ کے دور کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کوٹ کے دور کے دور کوٹ کے دور کوٹ کے دور کوٹ کے دور کی کوٹ کے دور کوٹ کے دور کوٹ کے دور کے دور کوٹ کے دور کے دور کوٹ کے دور کے دور کے دور کوٹ کے دور کے

الجواب اولاً: غيرمقلدصاحب في يهال جوحوالے لغات وتفسير سے ديئے ہيں ان سے بھی مفتی احمد یار خال تعیمی رحمة الله علیه کی ندکورہ قرآنی آیات سے استدلال تفسري تائيد ہوتی ہے كہ اقامة الصلوة كا تقاضا ہے كه نماز كواس كے حقوق وشرائط کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان حقوق وشرائط میں شامل ہے کہ نماز کو ہمیشہ پڑھا جائے سلی طریقہ سے خشوع وخضوع سے پڑھا جائے اس کے وقت میں پڑھا جائے سستی نہ کی جائے اور مفتی صاحب نے فر مایا کہ قرآن کریم نے کہیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز قائم کرنا یہ ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھے، سیح ر سے متیج وقت پر را ھے۔ جبکہ وہائی صاحب کے مفردات سے حوالہ میں امام راغب نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ اقامت کو اس پرآگاہ کرنے کو بی خاص کیا ہے کہ بے شک قائم کرنے سے مقصود نماز کے حقوق وشرائط کو پورا کرنا ہے۔ ٹانیاً وہائی بے لگام کی بیزبان درازی کی اقامت الصلوة کامفہوم بریلوی ٹولہ کے قطعاً خلاف ہے پھر اس پر فقاوی رضوبہ سے مذکورہ عبارت بطور دلیل لانا اس کی خیانت وغلط بیانی ہے اور اس طرح کی خیانتیں وغلط بیانیاں وہابی نجدی ٹولہ سے کسلسل سے آرہی ہیں جوعقا ئدمعمولات شروع سے اہلسنت میں آرہے ہیں انہیں ہے

مکارلوگ محض بریلیوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تا کہ بے خبرلوگ انہیں بریلو _{یوں} کی ایجاد سمجھیں۔

فآوى رضويه برغير مقلد كايك اعتراض كاجواب:

اب دیکھیں کہ نماز میں جن تخفیفوں کے جواز کا امام احمد رضا خال فاضل ہریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے فتاوی رضویہ میں فتو کی دیا ہے ان کے جواز کے آپ سے پہلے فقہاء اہلسنت احناف بھی قائل ہیں یا نہیں فرائض کی آخری رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے متعلق ہے:

"وَهُوَ مُحَيَّرٌ فِي الْاُخْرَيَيْنِ مَعْنَاهُ اِنْ شَآءً سَكَتَ وَإِنْ شَآءَ قُرَءَ وَإِنْ شَآءَ سَبَّحَ كَذَا رُوِى عَنْ اَبِيْحَنِيْفَةَ وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عَلِي وَّإِبْنِ مَسْعُودٍ وَعَآئِشَةَ اِلَّا اَنَّ الْاَفْضَلَ اَنْ يَّقْرَءَ"

(هدابياولين صفحه: ٤٠ اوشرح الوقابياولين صفحه: ١٨٨ ومدية المصلي صفحه: ١١٨)

اور لفظ صدایہ کے ہیں لیعنی نمازی کو فرائف کی آخری رکعتوں میں اختیار دیا گیا ہے اختیار سے مراد ہے کہ اگر چاہے خاموش رہے چاہے قاتحہ پڑھ لے اور چاہے تو تشہیع پڑھتارہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اور روایت آئی ہے حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعنہا سے مگر فاتحہ پڑھنا فضل ابن مسعود رضی اللہ تعنہا سے مگر فاتحہ پڑھنا فضل ہے۔ اور رکوع وجود اور دو سجدول کے درمیان اطمینان جو کہ احناف کے نزدیک واجب ہے کہ متعلق ہے:

' وَقُلِرَ بِمِقُدَارِ تَسْبِيْحَةٍ كَذَا الْإِصْمِيْنَانُ بَيْنَ الرُّكُوعِ وَالسَّجُودِ وَبَيْنَ السُّجُدَتَيْنِ ''ر

(شرح الوقامية اولين صفحه : ١٣٣١، عالمكيري: ج١،٩٥٢)

ن لفظ وقامیہ کے ہیں: اطمینان رکوع میں اور اسی طرح سجدہ اور دو سجدوں کے در میل فی مقدار اندازہ کیا گیا ہے۔ ور وں میں دعائے قنوت کے متعلق ہے:

"(قَوْلُهُ وَهُوَ مُطْلَقُ الدُّعَا) آَى الْقُنُوْتَ الْوَاجِبَ يَحْصِلُ يا بَاتِي دُعَاءٍ كَانَ" . (درالخَارطى الدرالخَار جَامِ ١١٥)

یعنی صاحب در الخار کا کہنا کہ وہ مطلق دعا ہے مراد یہ ہے کہ قنوت واجب کوئی سی دعا پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ عالمگیری میں ہے: ''لیّسسَ فِسی الْفُنُوْتِ دُعَاءٌ مُوَّقَّتُ ''۔ (جابس الله) یعنی قنوت میں کوئی مخصوص دعا واجب نہیں۔ وہا بی صاحب بتا کیں کہ رب اغف ولی دعا نہیں ہے۔ آخری تشہد میں درود شریف کے مارے میں تغییر روح البیان میں اِنَّ اللّٰهَ وَمَلِئُ گَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النّبِيّ کے تحت بارے میں تغییر روح البیان میں اِنَّ اللّٰهَ وَمَلِئُ گَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النّبِيّ کے تحت

"اما الصلوة عليه في التشهد الآخير كما سبق فسنة عند ابي حنيفة ومالكٍ".

بہر حال نماز کے آخری تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود جیسا کہ پہلے گذر چاسنت ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالی عنہما کے نزدیک وہائی صاحب بنائیں کہ جب نماز کے آخری تشہد میں مطلق درود شریف سنت ہے تو اکٹھ ہے صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّالِه درود شریف نہیں؟ البتہ درود ابرا جیمی شریف نماز میں افضل ہے۔ یہ کہ اس میں سلام نہیں تو سلام تو درود ابرا جیمی میں بھی نہیں سلام تو تشہد میں درود سے بہلے ہی آ چکا لہذا کہنا کہ سلام نہیں پڑھا گیا وہائی جی کی جہالت ہے۔

وَانِيًا مَعْلُوة كَى جَس حديث سے غير مقلد صاحب نے يہ جملہ ذكر كيا كه (ارْجِعْ فَصَلِّ فَانِيًّكَ لَمْ تَصَلِّ) رسول الله عليه وسلم نے ايک شخص كوفر مايا لوث يس نماز كا اعادہ كرتو نے نماز نہيں بڑھى لعنی نماز كامل نہ بڑھى اسى حديث ميں

ال کے آگے ہے کہ

"فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ آوُ فِي الَّتِي بَعُدَهَا عَلِّمُنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ الْذَاقُمُتَ إِلَى الشَّالِثَةِ أَو فِي الَّتِي بَعُدَهَا عَلِّمُنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلُوةِ فَاسْبِغِ الْوُصُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرُ ثُمَّ

اقْرَءُ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكُعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارُفَعُ حَتَّى تَسْتَوِى قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارُفَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعُ حَتَّى تَسْتُوى قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ فِي صَنْوِتِكَ كُلِّهًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (سُوة صَحْده) ''اں شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے نماز کا طریقہ تعلیم فر ما دوتو رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فر مايا جب تو نماز پڙھنا چاہے تو اچھا وضو کرو پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو پھر جو تحقے قرآن سے آسان ہو پڑھ لے پھر رکوع کریہاں تک کہ رکوع کرتے مطمئن ہوجائے پھر سر اُٹھا یہاں تک کہ سیدها کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کریہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن ہو جائے پھرسر اُٹھاحتی کہ جلسہ میں اطمینان ہو جائے پھرسجدہ کریہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے پھر سر اُٹھا حتی کہ جلسہ میں اطمینان ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سراُٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے ، پھر ال طریقه پرتمام نماز پوری کر''۔

اس حدیث میں رسول الله صلی الله علیه وسلم نے تسبیح کی سمی مقدار کو لازم قرار نہیں دیا بلکہ رکوع وسجدہ وغیرها میں اطمینان کا حکم دیا ہے تو یہ ہم نے فاوی شامی وعالمگیری کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اطمینان ایک تسبیح کی مقدار سے حاصل ہو چاتا ہے پھر امام احمد رضا خال فاصل ہر یکوی رضی الله عند نے کون سی بات حدیث کے ضاف کی ہے جس سے وہابی صاحب ان پر برا مجنتہ ہورہا ہے۔

الله جب مسئله کسی سوال کا جواب ہوتو اسے سجھنے کوسوال کا ذکر ضروری ہے مگر وہانی صاحب نے فقاوی رضویہ سے عبارت نقل کرنے میں خیانت کی کہ سوال نقل نہ کیا جواب کی جوعبارت خلاف تھی اسے بھی چھوڑ دیا ہم قارئین کرام پر حقیقت واضح

كرنے كے لئے فقادى رضوبہ سے سوال مع الجواب ذكر كر ديتے ہيں۔

مئلہ: کیا فرماتے ہیں علائے دین اس مئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیوکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضا ئیں بہت کثیر ہیں جن کی قضا سخت دشوار ہے تو آیا اس کے لئے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔

بينوا وتوجروا_

الجواب: قضا ہرروز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دوفرض فجر کے جار ظہر جارعصر تین مغرب جارعشاء کے تین ور اور قضامیں یوں نیت کرنی ضروری ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی ای طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بارسجان ربی انعظیم اورسجان ربی الاعلیٰ کی جگه صرف ایک بار کیچ مگرید ہمیشہ ہرطرح کی نماز میں یادر کھنا جاہیے کہ جب آ دمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سجان کی سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اس طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسیح شروع کرے اور جب پوری تسیح ختم کرلے اس وقت مجدے سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ بیج بڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف فرضول کی تیسری اور چوھی رکعت میں الحمد کی جگه فقط سجان الله سجان الله سجان الله تين بار كهه كر ركوع ميں چلے جائيں مگر وہى خيال يہال بھى ضروری ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لئے سر جھا کیں یتخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوهتی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد

اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف آخری التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف السلھم صل علی محمد و آله کہہ کرسلام پھردیں چوقی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار دب اغفولی کیے۔''والسله تعالی اعلم ''۔ (فاوئ رضویہ ٹریف جسم ۱۲۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ منہ کورہ تخفیفیں اس کے حق میں بیان فرمائی جس کے ذمہ قضا کیں بہت کیر ہیں جن کے اداسخت دشوار ہے جب کہ دوسری طرف فقہاء نے اس دشواری کے علادہ بھی ان تخفیفوں کو جائز کہا ہے۔

مگروہابی الیی قوم ہے الزام تراثی اور بہتان بازی سے بازنہیں آتے۔ غیر مقلد کا دوسرا اعتراض:

ندکورہ بحث سے بی ثابت ہو گیا ہے کہ اقامت صلوٰۃ کا مفہوم نماز کے حقوق وشرائط کو پورا کرنا ہے جن میں ایک حق وہرط اوقات نماز بھی ہے گر ان آیات کریمات کو عدم جمع بین الصلوٰ تین پرنص صرح قرار دینا علوم قرآن سے محض نا آشنائی ہے کیونکہ سفر میں جس طرح نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نماز اوا فرمائی وہی اقامت صلوٰۃ ہے اور بی ثابت کیا جا چکا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے سفر میں نمازیں جمع کر کے پڑھیں اگر مفتی صاحب کا معنی تسلیم کرلیا جائے تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ من ھانہ الدحد افات البدیلویت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے گا کہ نعوذ باللہ من ھانہ الحد افات البدیلویت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اقامت صلوٰۃ کے معنی ومنہوم سے ناواقف تھے (انّا لِلّٰیہ وَإِنّا اِلَیّه رَاجِعُوْنَ) ۔

(نام نهاددين الحق:ص ١٩٥)

جب وہابی صاحب کو اقرار ہے کہ اقامة الصلوۃ کامعنی اور مفہوم ہیہ ہے کہ نماز کو اس کے حقوق وشرائط کے ساتھ ادا کیا جائے اور یہ بھی اقرار ہے کہ نماز کا ایک تن وشرط اوقات پر ادا کرنا ہے اس کے برعکس جمع بین الصلو تین سے مراد ہیہ ہے کہ نماز کو ایس کے برکس جمع بین الصلو تین سے مراد ہیہ ہے کہ نماز کو ایس کے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا پھر مذکورہ آیت ایک کل کے عدم جواز پرنص کیوں

نہیں؟

فانیا: غیر مقلد کا یہ دعوی کہ یہ فابت کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے سفر میں نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور آگے چل کریہ دعویٰ کہ ہم نے صحیح احادیث
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاعمل دکھا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں
نمازیں جمع کرتے تھے (نام نہاو دین الحق میں ۵۹۳) ۔ وہائی صاحب سے پوچھتا ہوں اگر
احادیث صحیحہ صریحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں تقدیماً یا تا خیراً جمع کرنا
فابت ہے تو پھر تمہارے بروں نے جمع بین الصلاتین سے جمع صوری کیوں مرادلیا
ہے۔ چنانچہ غیر مقلدوں کے محدث نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

حدیث میں دونمازیں جمع کرنے سے مراد جمع صوری ہے وہابیوں کے گھر کی گواہی:

اس مدیث میں جع بین الصلاتین سے مراد جمع صوری ہے لین ظہر کواس کے آخر وقت میں اور عصر کواس کے اول وقت میں پڑھا ویلی ھذا القیاس مغرب وعشاء کو پڑھا اس جواب کو علامہ قرطبی نے پیند کیا ہے اور امام الحرمین نے اس کوتر ججے دی ہے اور قدماء سے ابن الم بھون اور طحاوی نے اس کے ساتھ جزم کا ہے اور ابن سیدالناس نے اس کو تو ی بتایا ہے اس وجہ سے کہ اس حدیث کے راوی (ابوالشعشا جنہوں نے اس کو ابن عبان سے روایت کیا ہے) کا بھی یہی خیال تھا کہ اس حدث سے مراد جمع صوری ابن عبان سے روایت کیا ہے) کا بھی یہی خیال تھا کہ اس حدث سے مراد جمع صوری ہے۔ حافظ ابن جمر کھیتے ہیں کہ اس کو تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حدیث کئی طریق میں جمع کے وقت کا بیان نہیں ہے لیعنی بیر بیان نہیں ہے کہ ظہر وعصر کو آپ نے کس وقت جمع کیا ۔ آیا آپ نے جمع تقدیم کی لیمن ظہر وعصر کو جمع کیا یا جمع صوری کی ویلی ھذا القیاس تاخیر کی لیمنی عصر کے وقت بیں ظہر وعصر کو جمع کیا یا جمع صوری کی ویلی ھذا القیاس مغرب وعشاء کے وقت جمع کا بھی ذکر نہیں ہے۔ پس اس حدیث بیس یا تو جمع مطلق مغرب وعشاء کے وقت جمع کا بھی ذکر نہیں ہے۔ پس اس حدیث بیس یا تو جمع مطلق مزاد لیا جاوے تو نماز کو اس کے وقت محدود و معین سے بلا عذر خارج کرنا لازم آئے گایا

کوئی اییا جمع مرادلیا جاوے جس سے نماز کا اس کے وقت محدود و معیّن سے خارج کرنا لازم نہ آئے اور احادیث مختلفہ میں توفیق وظیق ہو جاوے تو جمع صوری ہی مراد لینا اولی ہے علامہ شوکانی نیل میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہونا متعین ہے اس پردلیل نسائی کی بی حدیث ہے:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما صلیت مع النبی صَلَّی الله عَلَیْ و سَلَّم الظهر و العصر جمعًا و المغرب و العشاء جمعًا اخر الظهر و عجل العصر و اخر المغرب و عجل العشاء". "یعنی ابن عباس رضی الله عنهما کہتے ہیں کہ میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز جمع کرکے پڑھی اور مغرب اور عشاء کی نماز جمع کرکے پڑھی اور مغرب اور عشاء کی نماز جمع کرکے پڑھی اور مغرب میں ویرکی اور عصر میں جلدی اور مغرب میں دیرکی اور عصر میں جلدی اور مغرب میں دیرکی اور عشاء میں جلدی گئے۔

پس جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے جو حدیث کے راوی ہیں خود تصریح کر دی کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے تو اس حدیث میں جمع صوری ہونا ہی متعین ہوا اور اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہونے کی تائید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

"مَارَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم صَلَّى صَلُوةً بِغَيْرِ مِيْقَتِٰهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغُرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمُزُدَلْفَةِ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْفَتِهَا"

پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمع بین الصلو تین کی مطلقاً نفی کر کے ان کو مزدلفہ میں منحصر کر دیا ہے حالا نکہ حدیث جمع بین الصلو تین فی المدینہ کے راوی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں جوجمع بین الصلو تین واقع ہوئی تھی وہ جمع حقیقی نہیں تھی بلکہ صوری تھی

ورنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں روایتیں باہم لڑ جائیں گی و نیز حدیث مذکورہ میں جمع سے جمع صوری ہونے کی تائیداس سے بھی ہوتی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تفالی عنہا نے بھی حدیث جمع بین الصلو تین فی المدینہ کو روایت کیا ہے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"خَرَجَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم فَكَانَ يُؤَخِّرُ السَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَكَانَ يُؤَخِّرُ السَّهُ وَيُعَجِّلُ الْعَصْرَ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغُرِبَ وَيُعَجِّلُ الْعِشَآءَ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ إِبْنُ جَرِيْرِ"

'دیعنی رسول الله صلی الله علیه وسلم با برتشر یف لائے پس ظهر میں تاخیر کی اور عصر میں تعجیل فرما کر دونوں کوجع کیا''۔

پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کی بیروایت صاف بتاتی ہے کہ حدیث جمع بین الصلا تین میں جس میں مطلق جمع لفظ وارد ہوا ہے جمع صوری ہی مراد ہے و نیز جمع بین الصلا تین کی تین صورتیں ہیں جمع تقدیم جمع تاخیر جمع صوری اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہا میں لفظ جمع بین الظهر و العصر و بین المغرب و العشاء تیوں صورتوں کو شامل نہیں ہوسکتا اور نہان میں دو کو کیونکہ لفظ جمع فعل مثبت ہے اور فعل مثبت اپنے اقسام میں عام نہیں ہوتا گما صرت کے به آئیمة الاصور فی پس لفظ جمع سے اور عمل الیک ہی صورت مراد ہوگی اور ایک صورت خاص کا متعین ہونا دلیل پر موقوف ہے اور جمع صورتی کے متعین ہونے پر دلیل قائم ہے لہذا یہی صورت متعین ہوگی انتھی کلام شوکانی متر جماً وملخصاً۔ (فادئ نذریہ جاء مراد ہوگی افراک نذریہ جاء مراد ہوگی انتھی کلام شوکانی متر جماً وملخصاً۔ (فادئ نذریہ جاء مراد ہوگی انتھی کلام شوکانی متر جماً وملخصاً۔ (فادئ نذریہ جاء مراد ہوگی انتھی کلام

اس کے بعد بھی غیر مقلدوں کی تعلی نہ ہوتو بیری ضد میں ہیں۔ ٹالٹاً: اگر بالغرض غیر مقلد صاحب کے دعویٰ کوتشلیم کرلیا جائے کہ احادیث صححہ سے سفر میں نمازیں جمع کر کے پڑھنا ثابت ہے پھر سب سے بڑے نخالف تو ان احادیث صححہ کے خود نام نہاد المحدیث ہیں کیونکہ ان کے گھر کا آج تک اتفاق ہی نہیں ہوسکا کہ

شرعاً کتنا سفر ہے جس میں جمع بین الصلو تین وقصر جائز ہے بلکہ اس مسئلہ پران کے ہر دوسرے مولوی کی رائے الگ ہے۔

مسافت سفر میں غیر مقلدوں کا اختلاف:

مولوی محمر صادق سیالکوٹی صاحب کے نزدیک حدمسافت تین میل حدیث سے ثابت ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ذی الحلیفہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کوسفر کے ارادہ سے چلے تھے کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا پس حضور نے ذی الحلیفہ پرعصر کی قصر کر لی اور حدیث کی روسے کم از کم قصر کے لئے تین میل ثابت ہوئی اگر چہ بعض علاء اور اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ سفر سے مراد مطلق سفر ہے اور قصر کے لئے کوئی خاص مسافت مقرر نہیں لیکن حدیث مذکورہ کی روسے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: مندکورہ کی روسے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: فرکورہ کی روسے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: فرکورہ کی روسے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: فرکورہ کی روسے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: فرکورہ کی روسے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: سورے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: سورے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔ (صلوۃ الرسول: سورے ہمیں کم از کم تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیں۔

سوال: مسافر پرکم از کم کتے میل کے سفر پر قصر نماز لازم آتی ہے (سائل ماسر حفظ الرحل)
جوارب: ٩ میل کے سفر میں دوگانہ درست ہے اس کی بابت صحیح مسلم میں حدیث آئی
ہے۔ مسافر اپنے گاؤں یا شہر سے نگلتے ہی دوگانیہ شروع کرسکتا ہے چنانچہ
دوسری روایات میں آیا ہے۔ فتاوی ثنائیہ جلد اول ٣٦٢ سی بثناء اللہ امر تسری
صاحب لکھتے ہیں: خلاصہ بیہ کہ مسافت قصر ٨٨ میل صحیح ہے ٩ میل غلط ہے:
"ها خَذَا وَاللّٰه اعلم قَالَ النّووی، قَالَ الْجَمْهُورُ لَا یَجُورُ الْقَصُرُ
اللّٰ فِی سَفَرِ یَبُلُغُ مَرْحَلَتین انتھی"۔

لیعنی جمہورسلف ومحدثین کا مسلک اڑتالیس میل کے سفر پر قصر ہے اس سے کم پر نہیں۔ جبکہ وہائی صاحبان ۳ میل اور ۹ میل مسافت کے سفر پر بھی نماز قصر وجع کرتے ہیں بلکہ بعض غیر مقلد وہائی تو مسافت کی بھی کچھ قید نہیں لگاتے کہتے ہیں۔ سفر زیادہ ہو یا کم ہر سفر میں نمازیں قصر اور جمع کرکے پڑھی جاسکتی ہیں۔ وحید الزمال غیرمقلدصاحب اپن تفییر وحیدی میں آیت وَ إِذَا صَوبَتُ مَ فِی الْآرُضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقَصُّرُوْا مِنَ الصَّلُوةِ کَتِحَت لَکُمتا ہے سفرے عام سفر مراد ہے یعنی جس کوعرف میں سفر کہیں ہر سفر میں چھوٹا ہو یا بڑا جہاد کے لئے ہو یا تجارت کے لئے یا اور کسی کام کے لے نماز کا قصر کرنا درست ہے۔ ثناء الله امر تسری صاحب کھتے ہیں: سفر کی تعین نہیں آئی عرف عام میں جتنی مسافت کوسفر کہتے ہیں وہی سفر ہے۔ (نادی ٹائیے جلدا میں ۲۰۰۰)

رجمہ: قرآن کریم مع فوائدسلیفہ میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے: جمہور کا مذہب بیہ ہے کہ جب تک دومنزل کا سفر نہ ہوقصر روانہیں محققین اہل حدیث کا مذہب بیہ ہے کہ جب کوعرف عام میں سفر کہیں اس میں قصر کرنا چاہیے اور جس کوسفر نہ کہیں اس میں قصر نہ کیا جاوے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خاص مدت منقول نہیں ہے۔

قارئین کرام آپ نے سفر شرعی کے متعلق غیر مقلدین کے حوالہ جات ملاحظہ
کے ان میں ہرایک اپنے کو مجہدونت ظاہر کر رہا ہے ایک کی رائے دوسرے سے نہیں ملی کوئی نماز قصر کے لئے اور جمع بین الصلو تین کے لئے تین میل مسافت بتا تا ہے اورکوئی و میل اورکوئی و نمیل اورکوئی و میل اورکوئی اڑتا کیس میل کو صحیح کہتا ہے اور و میل کو غلط کوئی کہتا ہے چھوٹے برے ہر طرح کے سفر میں قصر وجمع بین الصلو تین درست ہے کسی نے شرعی سفر کے لئے عرف عام کی قید لگائی جس سے ہر نفس پرست کے لئے من مانی کی راہ نکل سمتی ہے ہے ہے ان نام نہا دا ہم حدیثوں کا حال اصل بات سے ہے کہ جو ایک درکا نہیں بنا وہ در در پیٹھوکریں کھا تا ہے غیر مقلد و ہا بیوں نے آئم حق کی تقلید سے منہ موڑ اتو براہ دوک کا شکار ہوئے۔ جو کچھ آپ نے شرعی سفر کی کے متعلق غیر مقلدوں کی نرالی آرائے کو دیکھا صرف یمی نہیں بلکہ ان کا تو حال سے ہے کہ ان کے زد یک نمازیں جمع کرنے کے لئے سفر بھی شرط نہیں گھر میں ہی عذر اور مرض دنیاوی حاجت کے فسب

نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں۔

غیرمقلد گھر میں ہی نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں:

چنانچەوحىدالزمان غيرمقلدلكھتے ہيں:

"وَيَجُوزُ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلُوتَى الظُّهُرِ وَالْعَصْرِ وَكَذَٰلِكَ بَيْنَ الْصَّلُوتَى الظُّهُرِ وَالْعَصْرِ وَكَذَٰلِكَ بَيْنَ الْمَعْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمْعَ تَقْدِيْمٍ اَوْ تَأْخِيْرٍ بِسَفَرٍ اَوْ عُذْرٍ اَوْ مَرْضٍ اَوْ حَاجَةٍ مِّنْ حَوَائِحِ الدُّنيَا وَالْآخِرَةِ".

(نزل الايرارج اعن ١٥)

"ظرر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو ا، کھے کر کے بڑھنا جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں یا عدر کی وجہ سے یا بیاری کے سبب یا "دنیوی ودینی کاموں سے کسی کام کی وجہ سے"۔

واضح رہے کہ عذر کا بہانہ بھی ایک دفع وقتی کے لئے تھا کوئی عذر تو دور کی بات غیر مقلد وہابی صاحبان تو اس قدر نفس پرتی کے مریض ہیں کہ فٹ بال کھیلنے کے لئے بھی نمازیں جمع کر لیتے ہیں۔

وہابی فٹ بال کھیلنے کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں:

ثناء الله امرتسري غير مقلد سے سوال ہوا كه:

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ سلم حصول انعام کے لئے مثلا آپشلاف بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر ومغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پھر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا بیرجائز ہے۔

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کرلیں کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملالیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔

(فاوي ثائية جام ١٦١)

غیر مقلدین دنیاوی نوکری کی خاطر بھی نمازیں جمع کر لیتے ہیں چنانچہ اس امرتسری صاحب سے سوال ہوا:

سوال: مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے ساتھ صر ملاکر پڑھنے کی اجازت ہے۔ جواب: واقعی اگر وقت عصر نہیں ماتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(قاوى ثائية جام ١٣٨٨)

یہ ہے ان نام کے اہلحدیثوں کا قرآل وحدیث پرعمل قرآن فرماتا ہے کہ: "
مؤمنین پرمقررہ وقت میں نماز ادا کرنا فرض ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز اس
کے وقت میں ادا فرماتے تھے ادراسی کی صحابہ کرام کوتا کید فرماتے تھے مگر آج کے نام
نہاد اہلحدیث تین میل سفر کو گھر سے تکلیں اور اس سے بڑھ کر بلا عذر دنیاوی حاجت
کے باعث اور کھیل کوداور نوکری کی وجہ سے گھر میں ہی نمازیں جمع کر لیتے ہیں قرآن
وحدیث کا کھلا خلاف کرتے ہیں پھر بھی اپنے کو حامل قرآن اور عامل حدیث کہتے
ہیں اللہ تعالی ایسوں سے دین اسلام کو محفوظ رکھے۔

صرف هج کے دن عرفات ومزدلفہ میں نمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔
رابعاً: احادیث مرفوعہ اور صحابہ کرام رضوان الله علیم اجمعین ہے بھی ثابت ہے
کہ سواع فات ومزدلفہ هج میں کسی صورت نمازیں جمع کرنا جائز نہیں۔
حدیث نمبرا: ''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ کَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

يت الصّلوة لِوَقْتِهَا إِلّا بِجَمْعٍ وَعِوْفَاتٍ "- (نالَ جموعه)

دُمِلِي الصَّلوة لِوَقْتِهَا إِلّا بِجَمْعٍ وَعِوْفَاتٍ "- (نالَ جموعه)

دمجعزت عبدالله بن مسعود رضى الله عنه فرمات بي كدرسول الله صلى الله عليه وسلم نماز وقت بر براهة تصسوات مزدلفه اورعرفات ك"-

مديث بُبرا: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم صَلَّى صَلُوةً إِلَّا لِمِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلُوةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجُرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا" (ملم جا،ص ١٨)

'' حضرت عبد الله بن مسعود رضی الله عنه فرماتے ہیں کہ میں نے رسول الله علیہ وسلم کو وقت کے علاوہ مجھی نماز پڑھتے نه دیکھا سوائے دو نماز ول مغرب وعشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے نماز فجر وقت (مغاد) سے قبل بڑھی''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نماز میں تفریط (قصور) کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ نماز کواس قدرتا خیر سے پڑھے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے''۔

صديث نمبر ٢٠ عَنْ اَبِى قَتَادَةَ وَفِى حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ) اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ إِمَّلَ اَنَّهُ لَيْسَ فِى النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيُطُ مَنْ لَّمُ يُصَلِّىُ الصَّلُوةَ حَتَّى يَجِينَى وَقُتُ الصَّلُوةِ الْاُخُولِي"

(مسلمجانص ۱۹۳۹)

"حضرت ابوقادہ رضی الله عنه راوی بین که رسول الله صلی الله علیه وسلم في خرمایا خبردار نیند میں کوئی تفریط نہیں تفریط تو اس شخص کی ہے جونماز کو مؤخر کر لے یہاں تک که دوسری نماز کا وقت آ جائے"۔

صديث نُبره: عَنْ آبِى ذَرِّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَيْهِ وَسَلَّم كَيْف أَمْراء يُؤخِرُونَ الصَّلوة عَنْ وَّقْتِهَا اَوْ يُمَيِّتُونَ الصَّلوة عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِى قَالَ صَلِّ الصَّلوة يُمَيِّتُونَ الصَّلوة عَنْ وَقَتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِى قَالَ صَلِّ الصَّلوة لِي المَّالوة لِي المَّالِقَ الْحَلَق الْحَلَقُ الْحَلَقُ الْحَلَقُ الْحَلَقُ الْحَلَقُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّه الل

حضرت ابوذررضی الله عنه فرماتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے مجھے فرمایا کہ (اے ابوذر) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے حکر ان ایسے بن جائیں گے جونماز کو اس کے وقت سے نکال کر پڑھیں گے یا نماز بے جان کر کے پڑھیں گے حضرت ابوذررضی الله عنه فرماتے . پین کہ میں نے عرض کی پھر میرے لئے آپ کا کیا تھم ہے فرمایاتم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لئے نقل ہو جائیں گئے ۔

مديث أُنبر ٢: عَنْ طَاوُسٍ عَنْ إِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يَفُوْتُ صَلَوةٌ حَتَّى يَجِينًى وَدِيثًا وَقُتُ اللهُ خُولِي "- (طوادي جاميما)

"حضرت عبد الله بن عباس رضی الله عنها سے ہے که فرمایا که نماز اس وقت قضا ہوتی ہے جب دوسری نماز کا وقت آ جائے"۔

بلا عذر تمازیں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے:

مديث مُبر ٤: عَنُ إِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ مَنُ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلُوتَيُنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ آتَى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ"-

(تذى جام ٧٥ متدرك عاكم جام ١٥٥٠)

"حضرت ابن عباس رضی الله عنها راوی که نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا جس نے دونمازوں کو بلا عذر اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا"۔

حضرت عمرنے دونمازیں جمع کرنے سے منع فرمایا

مديث نُمِرِ ٨: قَالَ محمد بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بُنِ الْحَطَّابِ آنَّهُ كَتَبَ فِي الْآفَاقِ يَنْهَاهُمُ أَنُ يَّجُمَعُوا بَيْنَ الصَّلُوتَيْنِ وَيَخْبَرُهُمْ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلُوتَيُنِ فِي وَقُتٍ وَّاحِدٍ كَبِيْرَةٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ". (مواالم مُمُ ١٢٩) ''امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت پہنچی ہے اتھا عنہ سے متعلق روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے اطراف میں پیلکھ کر بھیجا تھا کہ لوگ دونمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں خبر دی کہ ایک وقت میں دونمازیں اکٹھی پڑھنا گناہ کبیرہ ہے''۔

حديث نمبر ٩: "عَنْ آبِى مُوسَى آنَهُ قَالَ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلُوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُلْدٍ مِنْ الْكَائِرِ". (مصنف ابن البشير ٢٠٩٣)

''حضرت ابومویٰ (اشعری رضی الله عنه) نے فرمایا که دونمازوں کو اکٹھا کرنا بلاعذر کبیرہ گناہوں میں سے ہے''۔

نین کبیره گناه:

صديث نمبر ا: "عَنْ آبِى قَتَادَةَ الْعَدُوِى آنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى عَامِلِ لَّهُ، ثَلَثَ مِنَ الْرَّحُفُ الْكَبَائِرِ ٱلْبَحِدُمُ عُبُنُ الصَّلُوتَيْنِ إِلَّا مِنْ عُذُرٍ وَّالْفَرَارُ مِنَ الزَّحُفُ وَالنَّهُبَى" - (يَبِينَ جَهُ ١٩٩٥)

" حضرت ابوقادہ عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین کام کبیرہ گناہوں سے ہیں بلا عذر دونمازوں کو اکٹھا پڑھنا اورلڑائی سے بھا گنا اورلوٹنا"۔

حدیث نمبراا: ' عَنُ اُبِیّ بُنِ عَبُدِ اللهِ قَالَ جَاءَ نَا کِتَابٌ عُمَرَ بُنِ عَبُدِ الْعَزِیْزِ لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ الصَّلُوتیُنِ إِلَّا مِنْ عُذُرٍ ''۔ (مصنف ابن ابی شبہ ۲۶م، ۴۵۸) ''حضرت ابی بن عبد الله فرماتے ہیں کہ ہمیں عمر بن عبد العزیز رضی الله عنہ کا خط پہنچا جس میں تھا کہ دونمازیں بلا عذر جمع مت کرؤ'۔

ان احادیث مبارکہ اور عمل صحابہ سے ثابت ہوا کہ نماز کواس وقت مقررہ پرادا کرنا ضروری ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف جج میں عرفات ومزدلفہ میں جمع بین الصلو تین کرتے تھے اس کے علاوہ نہیں لہذا جن احادیث میں جمع بین

الصلاتين كا ذكر آيا ہے انہيں جمع صورى برمحمول كرنا چاہيے ورندان احاديث اور آية مقدسہ (انَّ الصَّلَوٰ ةَ كَانَتُ عَلَى الْمُوْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْقًا) كاخلاف لازم آئ كار اور جن روايات ميں عذركي صورت كومشنى ركھا گيا ہے اس سے مراد نفس سفرنہيں كہ بلا وجہ نمازيں المحمى كر كے پڑھتا رہے بلكہ مراد بعض مجبورياں ہيں كہ ان كى موجودتى ميں جائز ہے كہ ايك نماز مثلًا ظهر كو اس كے آخر وقت ميں پڑھے اور عمركو اس كے اخر وقت ميں پڑھے اور عمركو اس كے اول عقد مقلدين بے وقت نماز بين كہ ان كا اس كے اول وقت ميں اداكر ہيں ہے جمع صورى ہے مگر غير مقلدين بے وقت نماز پڑھنے كو جمع بين الصلا تين كانام دے كر ان احاديث اور مذكورہ آيت مباركہ كا صرت خلاف كرتے ہيں ليكن ميل كا سفر بھى ان كے نزد يك عذر ہے اور فلبال كھيلنا اور نوكرى بھى اور گھر ميں ہى دنياوى حاجت ميں مشغول رہنا بھى عذر جانے ہيں ہيں حال ہے ان شتر بے مہاروں كا۔ (جاء الحق ہوں ہے دليل نبر ۱۹۵۵)

مديث مسلم وبخارى نے حضرت عبد الله ابن مسعود رضى الله عند سے روايت كى . " قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم اَتُى الْاَعْمَالِ اَحَبُّ إلى الله قَالَ الصَّلُوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَتُى قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ وقي الله قَالَ الْجِهَادُ فِى سَبِيلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِى بِهِنَّ لَوِ اسْتَزِدْتُهُ وقي الله عَالَ الْجِهَادُ فِى سَبِيلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِى بِهِنَّ لَوِ اسْتَزِدْتُهُ

فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون ساعمل اچھا ہے فرمایا: وقت پرنماز پڑھنی۔ میں نے کہا پھر کونساعمل فرمایا: ماں باپ کی خدمت۔ میں نے عرض کیا پھر کونساعمل فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے سے باتیں فرمائیں اگرزیادہ پوچھتا تو زیادہ فرماتے۔

ال پرغیرمقلد کا پہلا ودوسرااعتراض:

نماز کو وقت پر پڑھنا فریقین کومسلم ہے بلکہ اس پر امت کا اجماع کہا جا سکتا ہے کہ نماز کو جان بوجھ کر لیٹ کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔اختلاف صرف اس کے خاص شق میں ہے کیونکہ نماز عصر کوظہر کے ساتھ ملا کر ادا کرنا تو علاء ہریلوی کو بھی مسلم
ہے لہذا جتنی دیر تک سفر نمازیں جمع کرنے کی ممانعت پر کوئی نص پیش نہ کی جائے اپنی
دیر تک آپ کے دلائل بریار ہیں کیونکہ ہم نے صحیح احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کاعمل دکھا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نمازیں جمع کرتے ہے تو سفر
میں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا فرمائی ہیں وہی اکھ لو ڈو لو ڈو ہو گئے تو
عملی تفییر ہے ورنہ حدیث ابن مسعود میں تو نمازوں کے ادقات نہیں بتائے گئے تو
جس طرح حضر کے ادقات کے لئے سنت کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اسی طرح
سفر کی نمازوں کا بھی ٹائم معلوم کرنے کے لئے سنت کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اسی طرح
گا اگر بریلوی علاء کو ہمارے اس معارضہ سے اختلاف ہے تو روایت ابن مسعود میں
گا اگر بریلوی علاء کو ہمارے اس معارضہ سے اختلاف ہے تو روایت ابن مسعود میں
ہمیں اوقات نماز دکھا نمیں۔

ٹانیا: اگریسلیم کرلیا جائے کہ اکسے لو اُلوقیۃ کا ایم عنی ہے کہ ہر الت میں نماز کواس کے نماز کواس کے نماز کواس کے دوت پہادا کیا جائے نہ تو مؤخر کیا جائے اور نہ ہی کسی نماز کواس کے وقت سے پہلے ادا کیا جائے تو اس سے بیلازم آئے گا کہ ایام جج میں بھی نمازیں جع نہ کی جائیں اور یہ چیز فریق ٹانی کومسلم نہیں۔ لہذا ماننا پڑھا کہ اکسے لؤ اُلوقیۃ کا کیا مفہوم قطعاً نہیں جومفتی صاحب نے لیا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ عذر شرعی اس سے متشی ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ (نام نہاددین التی صاحب)

الجواب اولاً كيا غير مقلدوں كو بينص قرآنى منع جمع بين الصلوتين بركانى المجواب الله على المجان المجواب المجان المج

نمازمقررہ وفت میں فرض ہے:

' إِنَّ الصَّلُوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا''۔ ''مسلمانوں پرنماز فرض ہے مقررہ وفت میں''۔

اور رسول الله صلى الله عليه وسلم كابيار شادنص نهيس جس كے راوى حضرت ابو قمادہ

رضی الله عنه بین که:

وہابیوں کےخلاف احادیث سے دلاکل:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ إِمَّا إِنَّهُ لَيُسُ فِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ إِمَّا إِنَّهُ لَيُسُ فِي النَّوْمِ تَعْ يَجِينًى النَّفُويُطُ مَنُ لَّمُ يُصَلِّ الصَّلُوةَ حَتَّى يَجِينًى وَقُتُ الصَّلُوةِ الْانْحُرِي" . (الحديث ملم جَا،ص ٢٣٩)

"رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا كه خردار نیند میں كوئى تفریط (قصور) نہیں تفریط تو بہ ہے كہ كى نماز كواس قدر مؤخر كرے كه دوسرى نماز كا وقت آجائے"۔
نماز كا وقت آجائے"۔

اور رسول الله صلى الله عليه وسلم كابيه ارشا دنص نهيس:

"عَنْ آبِي ذَرِّ قَالَ قَالَ لِى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَيْفَ آنْتَ إِذَا كَانَتُ عَلَيْكَ أُمْرَاءُ يُؤَجِّرُوْنَ الصَّلُوةَ عَنُ وَّقْتِهَا آوْ يُمَيِّتُوْنَ الصَّلُو قَ عَنْ وَّقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِى قَالَ صَلِّ الصَّلُوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ آذَرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ"

(ملم جارص ۲۲۰)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے ابوذر) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا
جب کہ تمہارے حکمران ایسے بن جائیں گے جونمازوں کوان کے وقت
سے مؤخر کریں گے یا فرمایا نمازوں کوان کے وقت سے فوت کریں گے
(حضرت ابوذر) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا پھر میرے لئے آپ کا
کیا حکم ہے فرمایا تم نماز کواس کے وقت پر پڑھ لینا پھر اگران کے ساتھ
کیا حکم ہے فرمایا تم نماز کواس کے وقت پر پڑھ لینا پھراگران کے ساتھ
بھی مل جائے تو پھر پڑھ لینا پہتمہارے لئے نفل ہو جائیں گے۔
ثانیا: خود غیر مقلدوں کے شخ الکل فی الکل نذیر حسین دہلوی اور علامہ شوکانی

صاحب نے اقرار کیا ہے کہ جن احادیث میں جمع بین الصلو تین فی السفر کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد جمع صوری ہے جمع حقیق نہیں جیسا کہ فاوی نذیر یہ کا حوالہ گزر چکا۔ ثالثاً: جج کے دن عرفات میں ظہر وعصر کو اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کرنا بالا جماع آیت ندکورہ کے حکم سے مشتیٰ ہے اور احادیث سے ثابت ہے اس پر سفر میں جمع کرنے کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نسائی ج۲، ص ۳۱ پر ہے:

"عَنْ عَبُدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُصَلِّى الصَّلُوةَ لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَّعَرُفَاتٍ" لَي الصَّلُوةَ لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَّعَرُفَاتٍ" لَي الصَّلَى السَّلَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُولِي السَّلَّةُ عَلَيْهِ وَسَلَّم السَّلَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهِ عَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهِ عَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّلَّةُ اللَّهُ اللّهُ ال

'' حضرت عبد الله بن مسعود رضى الله عنه سے ہے کہ رسول الله صلى الله عليه وسلم مز دلفه اورعرفات کے علاوہ ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے''۔ اور سیدنا ابن عباس رضى الله عنهما رسول الله صلى الله عليه وسلم سے راوى ہیں كه ا

"قَالَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلُوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتَى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ" . (تذى جَامَ ١٤٥٥م جَامَ جَامَ ١٤٥٥)

''لیعتی رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فر مایا جس نے بلا عذر دونمازوں کو جمع کیاوہ کبیرہ گناہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ میں داخل ہوا''۔ جاء الحق سے دلیل نمبر ۷ تا ۱۰۔احمر، ابوداؤد، ما لک نسائی نے حضرت عباد ابن

صامت سے روایت کی:

"قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم خَمْسُ صَلُوتٍ الْهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم خَمْسُ صَلُوتٍ الْهُ رَضَهُ فَ اللهِ عَهُلَّا هُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاللهِ عَهُلَّا أَنْ يَغْفِرَلَهُ وَاللهِ عَهُدَّ أَنْ يَغْفِرَلَهُ اللهِ عَهُدَّ أَنْ يَغْفِرَلَهُ اللهِ عَهُدٌ أَنْ يَغْفِرَلَهُ اللهِ عَهْدُ أَنْ يَغْفِرَلَهُ اللهِ عَهْدُ أَنْ يَغْفِرَلَهُ اللهِ عَهْدُ أَنْ يَعْفِرَلَهُ اللهِ عَهْدُ أَنْ يَعْفِرَلَهُ اللهُ عَلْمَ اللهِ عَهْدُ أَنْ يَعْفِرَلَهُ اللهِ عَهْدُ أَنْ يَعْفِرَلَهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ عَلْمُ اللهُ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللهُ اللهُ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللّهُ

فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب نے پانچ نمازیں فرمائی ہوں کہ جومسلمان ان کا وضواجھی طرح کرلے اور انہیں ان کے

وقت پرادا کر لے اور ان کا رکوع اور حضور قلبی پورا کرلے تو اس کے متعلق اللہ کے کرم پر وعدہ ہے کہ اسے بخش دے۔ وہائی صاحب اس پر اعتراض میں لکھتے ہیں:

اس کا وہی جواب ہے جوگزشتہ ابحاث میں گزر چکا ہے البتہ ہم یہاں پر حدیث فرکورہ کے دوسرے فوائد پر بحث کرتے ہیں۔ اولاً اس میں پانچ نمازوں کی فرضیت فابت ہے جبکہ مفتی صاحب وتر کے بھی قائل ہیں اوران کا بیہ موقف ہے کہ رب نے ایک نماز اور دی ہے جو کہ وتر اور اس کے تارک پر فاسق کا فتو کی لگایا ہے لیکن فدکورہ حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"خمس صلوة افترضهن الله" ـ

''لینی اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں''۔

ٹانیاً: اس میں رکوع و بجود میں طمانیت کا ذکر ہے جو احناف کے یہال سرے سے مفقود ہے کیونکہ مولوی احمد رضا جس برق رفقاری کا فتویٰ دیا ہے وہ بالکل ان احادیث کی ضد ہے۔

"فَمَا كَانَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا" . (نام نهاددین الحق: ص۹۹۰،۵۹۳) الجواب اولاً: غیر مقلد صاحب فضول اعتراضات والزامات سے صفحے سیاہ کررہا ہے جن کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں مفتی احمد یار خال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے نہیں کہا کیا کہ رب نے ایک اور نماز دی ہے جو کہ وتر ہے بلکہ بیہ حدیث میں آیا ہے جے مفتی صاحب نے وجوب وتر کے باب میں عبد اللہ بن احمر کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس نے عبد الرحمٰن بن رافع تنوخی سے روایت کی کہ حضرت معاذ بن جبل جب شام میں تشریف لائے تو ملاحظہ فر مایا کہ شام کے لوگ وتر میں سستی کرتے ہیں تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی کہ شامی لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے۔

"فَقَالَ مَعَاوِيَةُ اَوَاجِبٌ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَـلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَهُولُ زَادَنِي رَبِّى عَزَّوَ جَلَّ صَلُوةً هِىَ الْوِتُرُ فِيْمَا بَيْنَ الْعِشَآءِ إِلَى شُكُلُوعِ الْفَجْرِ".

نمازِ ورزرب كا انعام ہے:

تو امیر معاویہ نے یوچھا کہ کیا مسلمانوں پر وتر واجب ہیں معاذین جبل نے فرمایا ہاں میں نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم کوفر ماتے ہوئے سنا کہ مجھے رب نے ایک نماز دی ہے جو وٹر ہے عشاء اور فجر کے طلوع کے درمیان۔ مگر بہت افسوں کہ وہائی صاحب خوف خدا ہے بے فکر ہوکر اسے مفتی صاحب کا قول قرار دے رہے ہیں۔ ثانیا: زیر بحث حدیث میں جوارشاد ہے کہ اللہ تعالی نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں وٹر کو واجب ماننا نہ اس کے خلاف ہے اور نہ اس پر اضافہ کیونکہ اصطلاح فقہاء میں وواجب میں فرق ہے۔

فرض وواجب میں فرق:

فرض نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے واجب نص ظنی سے فرض کا منکر کا فر واجب کا انکاری گراہ فرض عمداً ایک بار بھی ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے واجب کو ایک بار چھوڑنا گناہ صغیرہ اور بار بارترگ گناہ کبیرہ۔

ثالثاً: بیکذب بیانی ہے کہ احناف کے یہاں رکوع و جود میں طمانیت مفقود ہے

معول بنہیں احناف کے یہاں رکوع و جود اور قومہ میں طمانیت واعتدال واجب ہے اور سے بھی گزر چکا ہے کہ امام احمد رضا خال فاضل بریلوی رحمۃ الله علیہ کا فتو کی نقل کرنے میں وہابی صاحب نے خیانت کی ہے اور اسے غلط رنگ دیا ہے۔

رابعاً: زیر بحث حدیث شریف و بایوں غیر مقلدوں کے خلاف اور مفتی احمد یار خال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی واضح دلیل ہے کیونکہ اس میں صراحۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بخش ومغفرت کا اسی مسلمان سے ہے جو پانچ نمازوں کو ان کے وقت مقررہ پر ادا کرتا ہے جب کہ و مابی صاحبان کا بیر حال ہے کہ تین میل کے سفر کا بہانہ ہاتھ آئے تو نمازیں جمع کر لیتے ہیں اور بے وقت پڑھتے ہیں بلکہ سفر تو در کنار گھر میں ہی دنیاوی عاجات کے لئے اور نوکری کی غرض سے اور کھیل کود کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں عاجات کے لئے اور نوکری کی غرض سے اور کھیل کود کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں عبیا کہ ان کی کتب سے حوالہ جات گر ر چکے پھر بھی و ہائی کا دعویٰ ہے کہ زیر بحث عدیث ہمارے خلاف نہیں۔ اب جاء الحق سے دلیل نمبراا پیش کرتے ہیں: تر نہ کی شریف نے حضرت علی مرتفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

تین چیزوں میں تاخیر نہ کروارشاد نبوی:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلَثْ لاَ تُؤَخِّرُهَا الصَّلُوةُ إِذَا وَجَدُتُ لَهَا الصَّلُوةُ إِذَا وَجَدُتُ لَهَا كُفُوًا"
كُفُوًا"

"ب شک نی صلی الله علیه وسلم نے فرمایا اے علی تین چیزوں میں در مت لگاؤ نماز جب آجائے اور جنازہ جب موجود ہو، ال کی جب تم اس کا کفو ماؤ''۔

ال پرغیرمقلد کے اعتراض روایت ندکوره منقطع السند ہے جیسا کہ امام ترندی نے صراحت کی ہے: "قَالَ البِّرْمِلِدِیُّ غَرِیْبٌ وَلَیْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصَلِ"۔ فصراحت کی ہے: "قَالَ البِّرْمِلِدِیُّ غَرِیْبٌ وَلَیْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصَلٍ"۔ (بحوالہ تخیص الحیر : جا،م ۱۸۷ ونصب الراید: جا،م ۲۳۳ والدراید جا،م ۱۰۵)

واللفظ له لين غريب إورسنداً مصل نهيں قُلْتُ قَالَ الْمُحَدِّنُ الْمُمَارَ عُلْقُ لَا الله عَلَيْهِ وَالْمَارَةُ اَعِنِى غَرِيْبٌ وَّلْيُسَ الله المُعَارَةُ اَعِنِى غَرِيْبٌ وَّلْيُسَ الله مُلَاوَعُةِ وَالْقَلْمِيَّةِ الْمَوْجُودُةِ الله الترمذي الْمَطْبُوعَةِ وَالْقَلْمِيَّةِ الْمَوْجُودُةِ الله الترمذي الله عَنْ مبارك يورى صاحب في شرح ترفي من كها كه يعبارت يعنى جوترفى على طرف منسوب كى فى كه يغريب جاوراس كى سند مصل نهيس ترفى كى جو نيخ مارك ياس مطبوعه اورقاميه موجود بين ان من نهيس يائى جاتى -

ثابیاً: اس میں جمع بین الصلاتین کی نفی قطعاً نہیں اور جواس بات کا مدعی ہے اس کامتن روایت میں اپنی طرف سے تصرف ہے جس پر بیدمعارضہ بھی قائم کیاجا سکتا ہے کہ اگر بالغرض آپ کی بات کوتسلیم کرلیا جائے تو اس سے بیلازم آئے گا کہ جمع صوری بھی ناجائز ہے کیونک اس میں بھی ایک نماز کواس کے آخری وقت میں ادا کیا جاتا ہے مثلاً ظہر وعصر کو جمع کیا تو نماز ظہر کواس کے آخری وقت میں پڑھا جاتا ہے کہ جونہی سلام پھیرا تو وقت ظہرختم ہو گیا اور نماز عصر کا وقت ہو گیا اس جمع کے بارے میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جمع بالکل جائز ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ ایسے ہیں جواس بات پر لالت کرتے ہیں کہ جوں ہی نماز کا وقت آیا تو اسے فی الفور ادا کر دیا جائے جیسا کہ لأتؤخر ها کے الفاظ کا مفاد ہے اور انہیں الفاظ کو لے کرمفتی صاحب اوران کے ہمنوا حضرات نے اس سے عدم جمع بین الصلو تین کا دعوی کیا ہے اور اسی حنفی مفہوم کو لے کر ہی ہم نے جمع صوری کا رد کیا ہے علاوہ ازیں اگر نماز کو وقت داخل ہوتے ہی ادا کر دینا جاہیے تو احناف نماز فجر اور ای طرح ظہر وعصر کو وقفہ کر کے کیوں ادا کرتے ہیں اس طرح نماز عشاء کی تاخیر کی تخصیص بھی بے کار ثابت ہوگئی۔

فَمَا كَانَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

ثالثًا: بالغرض بيتسليم كرليا جائے كه روايت مذكوره عدم جمع رفص بي تو حفى

عرفات ومزدلفه مین نمازیں جمع کیوں کرتے ہیں؟ (نام نهاددین الحق:ص۵۹۵ تا ۵۹۹۲۵۹۵) امام تر مذی کی طرف خود ساخته عبارت منسوب:

الجواب اولاً: اگرامام ترمذی نے فرمایا کہ بدروایت غریب اور غیر متصل ہے، تو پھر غیر مقلد صاحب کو چاہیے تھا کہ جامع ترمذی سے عبارت پیش کرتے ایسا نہ کرنا ٹابت کرتا ہے کہ اسے جامع ترمذی سے بیعبارت نہیں مل سکی۔

ٹانیا: غیر مقلد کے گھر کے امام مبار کپوری صاحب سے خود وہائی صاحب کی پیش کردہ تھنۃ الاحوذی شرح تر مذی کی عبارت میں صراحت موجود ہے کہ جس عبارت کو امام تر مذی کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ بیہ حدیث غریب اور غیر متصل ہے بیہ جامع تر مذی کے ہمارے پاس موجود مطبوعہ وقلمیہ نسخوں میں نہیں پائی جاتی مگر غیر مقلد صاحب اس کے باوجود زیر بحث روایت کوغریب ومنقطع ثابت کرنے پر بھند ہے اور اینے گھر کے بزرگ کی باتیں بھی نہیں مان رہا۔

ثالثاً: جوعبارت امام ترندی کی طرف منسوب کی گئی ہے اس میں دو جملہ آپس میں متضاد ہیں لیعنی غریب اور غیر متصل کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں غریب اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کا کسی جگہ ایک ہی راوی ہو بخلاف غیر متصل کے کہ اس کی سند میں ایک جگہ راوی بالکل ساقط ہوتا ہے۔

رابعاً: غیرمقلد کا زیر بحث روایت میں جمع بین الصلو تین کے منع سے انکار اندھا پن ہے ورنہ روایت میں واضح ذکر موجود ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے نماز کو وقت مقررہ سے مؤخر کرنے سے منع فر مایا جبکہ جمع بین الصلو تین میں صرف مؤخر ہی نہیں بلکہ نماز کو وقت سے پہلے یا وقت جانے کے بعد بھی پڑھا جاتا ہے مگروہائی کے اندھے بین اور ضد کا اندازہ لگاؤ کہ حدیث میں واضح حکم کا انکار کر رہا ہے۔

خامساً: ہم احناف بلا وجہ جمع صوری کے جواز کے قائل نہیں بلکہ بوقت ضرورت قائل ہیں جبکہ آپ کے بروس نذر حسین دہلوی اور علامہ شوکانی نے بھی اقرار کیا ہے

کہ جن روایات میں جمع بین الصلاتین کا ثبوت ہے اس سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی۔جیسا کہ اس باب میں فتاوی نذیریہ کا حوالہ گزرا جاء الحق سے دلیل نمبر ۱۲ تا ۱۸۔ احمد، ترمذی، ابوداؤ دینے حضرت ام فروہ سے روایت کی:

"قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم آَثُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلُوةُ لِلَوَّل وَقْتِهَا"

'' فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون ساعمل افضل ہے فرمایا نماز پڑھنااس کے اول وقت مستحب میں''۔

اس پر وہابی صاحب کے اعتراض لکھتے ہیں۔مفتی صاحب بددیانتی میں بھی يدطوليا ركھتے ہيں مستحب كس لفظ كامعنى ہے؟ امر واقعى بيا ہے كه روايت مذكوره ميں سے اول وقت نماز پڑھنے کی عظمت ثابت ہوتی ہے جس کا فریق ٹانی عملی طور پر منکر ہے۔ ثانیاً: اگراول وقت پرنماز ادا کرنے کی احادیث سے جمع بیں الصلوٰتیں ف السفر كنفي موتى ہے تواس ہے جمع صوري كى بالاولى موتى ہے فافهم ولا تكن من الغافلين ـ علاوه ازين نماز فجر مين اسفار اورظهر مين ابراداورعشاء مين تاخير کا افضل مونا بھی غلط ہوگا اگر علمائے بریلوی کہیں کہ عام سے خاص پر معارضہ قائم کرنا درست نہیں ہے تو یہی جواب ہارا جمع بین الصلو تین فی السفر کا ہے'' ثالثاً ''اس کی سند میں عبداللد العمری راوی ہے (تندی مع تخدجا،ص ۱۵۵ اور مندامام احدجا۱۱۱) اس کے بارے میں راج قول یہی ہے کہ ضعف ہے چنانچہ حافظ ابن جرنے اس کی تضعیف کی ہے تقریب ص۱۳۷) گوعلامہ ذہبی نے میزان میں ان کے حق میں صدوق لکھا ہے مگر صدوق سے ان کی مرادیہ ہے کہ جان بوجھ کر تو غلطی نہیں کرتا بلکہ کمزور حافظہ کی بنا پر روایت میں گڑ ہو کر جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ صدوق کے بعد میں انہوں نے لکھا ہے کہ فی حفظہ تی ء۔ (میزان ج،م،ص٣٦٥) اور اس فتم کے راویوں کی روایت متابعت کے بغیر قابل قبول نہیں ہوتی علاوہ ازیں محدثین کرام نے صراحت کی ہے کہ عبدالله العرى كى روايت مين اضطراب پاياجاتا ہے۔ (تهذيب التهذيب ٥٥،٩٥٣)
اور امام دارقطنی نے كتاب العلل مين اور امام تر مذى نے السنن مين روايت مذكوره كومضطرب قرار ديا ہے۔ (نصب الرايد ١٥،٥٠١) وتر ذى مع تحفہ ١٥٥٥) الغرض روايت مذكوره ضعيف ہونے كے باوجود مفتى صاحب كے موقف كے موافق نهيں ہے كيونكه نفس مسئلہ سے اس كا قطعاً كوئى تعلق نهيں ہے (نام نهاددين الحق ص ١٩٥٥، ٥٩٥٥)
الجواب اولاً: مفتى احمد يار خال نعيمى رحمة الله عليه كى بدديانتي نهيں بلكه نام نهاد

الجواب اولاً: مفتی احمد یار خال میمی رحمة الشعلیه کی بددیانی مهیں بلکه نام نهاد المحدیث صاحب کی حدیث سے جہالت ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں اول وقت سے مراد وقت مستحب نہ لیا جائے تو پھر یہ اس حدیث کے خلاف ہو جائے گی جے ان تمام کتب احادیث نے روایت کیا ہے جن میں اوقات نماز فدکور ہے کہ

اوقات نماز كابيان:

"عَنِ الْمُنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الشَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الشَّهُ مَ الشَّهُ الْمَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى بِى الظَّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمُسُ وَكَانَتُ قَدُرُ الشِّرَاكِ وَصَلَّى بِى الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ الشَّمُسُ وَكَانَتُ قَدُرُ الشِّرَاكِ وَصَلَّى بِى الْمَغُوبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ طِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِى الْمَغُوبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِى الْمَغُوبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِى الْفَجُو حِيْنَ عَلَى الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُّ صَلَّى بِى الطَّهُ وَصَلَّى بِى الْفَحُر حِيْنَ الْفَحُر حِيْنَ الْفَكُ وَصَلَّى بِى الْعَصُرَ حِيْنَ كَانَ ظِلَّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِى الْعَصُر حِيْنَ كَانَ ظِلَّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلَّهُ مِثْلَيْهِ وَصَلَّى بِى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلَّهُ مَثْلَهُ وَصَلَّى بِى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلَّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلَّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِى الْعَشَاءَ اللَّهُ مُ اللَّهُ مِنْ اللهُ وَصَلَّى بِى الْمَعْرِبَ حِيْنَ الْفَطْرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِى الْعِشَاءَ اللَّهُ مِنْ اللَّيْ وَصَلَّى بِى الْمَعْرِبَ حِيْنَ الْفَحُرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِى الْعِشَاءَ اللَّي اللَّهُ مِنْ اللهُ وَصَلَّى بِى الْعَمْرَ عِيْنَ الْمَعْرِبَ حِيْنَ الْفَحُرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِى الْعِشَاءَ اللَّهُ اللهُ وَصَلَّى بِى الْعَشْرَ ثُمَّ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ وَصَلَّى اللَّهُ اللَّهُ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَلَالَى اللْهُ اللهُ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَلَايَنِ اللَّهُ اللَّهُ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَا لَكُنَ الْمُعْرَ الْمُعْرِبَ عِلْكَ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَا لَكُنِ الْمُعْرِبَ عِلْمَ اللْهُ الْمَعْرِبَ عِلْمَ اللْهُ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَلَا لَا الْمُعْرِبُ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَا الْمَعْرِبَ عَلَى الْمُعْرِبَ عِلَى الْمُعْرِبُ اللّهُ الْمُعْرِبُ وَالْمُ وَالْمُ وَالْمُ وَالْمُ الْمُعْرِبُ اللّهُ الْمُعْرِبُ اللّهُ الْمُعْرِبُ اللّهُ الْمُعْرِبُ اللّهُ الْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُ اللْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُولُ الْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُ اللْمُعْرِبُ الْمُعْرِبُ الْمُعْرَالِ الْمُعْرِقُولُ الْمُعْرِبُ

"حضرت ابن عباس رضى الله تعالى عنهما سے بے كه رسول الله صلى الله عليه

وسلم نے فرمایا کہ مجھے جریل نے بیت اللہ کے پاس دو دن نماز پڑھائی
(اول دن) ظہراس دفت پڑھائی جبکہ ابھی سورج تسے کی مقدار ڈھلا
اور عصر اس دفت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سابیاس کے برابر ہو گیا اور
مغرب پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء پڑھائی جبکہ
شفق غائب ہوئی اور فجر پڑھائی جس دفت روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو
جاتا ہے اور جب دوسرا دن آیا تو مجھے ظہراس دفت پڑھائی جب ہر چیز کا
سابیاس کے قد کے برابر ہوا اور عصر اس دفت جبکہ ہر چیز کا سابیاس
سے دوگنا ہوگیا اور مغرب پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے
اور عشاء جب رات کی تہائی حصہ گزرگیا اور فجر تو اسے روثن کر کے
اور عشاء جب رات کی تہائی حصہ گزرگیا اور فجر تو اسے روثن کر کے
ان دو وقتوں کے درمیان ہے'۔

ال حدیث میں جو دوسرے دن حضرت جریل کا مغرب کے سواباتی نمازوں کو تاخیر سے پڑھانے کا ذکر ہے اس میں یہ ہے کہ وقت مستحب سے زیادہ تاخیر نہیں کی ورنہ یہ لازم آئے گا کہ دوسرے دن حضرت جریل علیہ السلام نے مکروہ وقت میں نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ وقت میں نماز ادا کی حالاتکہ جریل علیہ السلام کا امامت کرانا اور وقت بتانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اگر زیر بحث روایت پرمحمول کیا جائے کہ ہر نماز کا اول وقت مستحب ہے یعنی جو نہی وقت آئے تو نماز کوادا کرنا مستحب تو یہ فہ کورہ حدیث کے خلاف ہوگا لہذا مانا پڑے گا حدیث کا جو معنی مفتی صاحب نے کیا ہے وہ صحیح ہے اور وہائی کا اعتراض جہالت فائدہ فہ کورہ حدیث معنی مفتی صاحب نے کیا ہے وہ صحیح ہے اور وہائی کا اعتراض جہالت فائدہ فہ کورہ حدیث میں بحب سورج غروب ہوادا کرنے کا ثبوت حدیث میں نماز مغرب کوائی کی خلاف کرتے ہیں کوئکہ یہ مغرب کی اذان کے بعد فرضوں سے جبکہ وہائی اس کا خلاف کرتے ہیں بعد میں فرض پڑھتے ہیں۔

ٹانیاً: زیر بحث حدیث سے بیمرادلیا جائے کہ جب ہی نماز کا وقت آئے اس وقت پڑھ لینی چاہیے تو خود غیر مقلد وہائی اس کا خلاف کرتے ہیں کیونکہ بی بھی پچھ وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھتے ہیں۔ما کانَ جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنا۔

ثالثاً: وہابی صاحب کا بیاعتراض کہ (زیر بحث حدیث کی بنا پراحناف کا) فجر میں اسفار اور ظہر میں ابراد اور عشاء میں تا خیر کا افضل ہونا بھی غلط ہوگا۔فقیر کہتا ہے کہ پیخرا بی تب آتی ہے جبکہ محض اول وقت کو ہی وقت مستحب مراد لیا جائے۔

احناف كاعمل احاديث كے مطابق ہے:

نیز احناف فجر میں اسفار اور ظهر میں ابراد اور عشاء میں تاخیر کرنے میں بھی احادیث پڑمل کرتے ہیں جسال احادیث پڑمل کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز آیا کہ دوسرے دن حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز رشنی اور ظهر ہر چیز کا سابیاس کی مثل ہونے کے بعد اور عشاء تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھائی علاوہ ازیں مشکوۃ ص ۲۰ پر ہے:

"عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِذَا الشَّهُ لَهُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِذَا الشَّهُ لَهُ الْبَحَادِيِّ عَنْ اَبِي الشَّهُ لِللهُ خَادِيِّ عَنْ اَبِي الشَّهُ لِ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالظَّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ" . الخُ الشَّهُ لِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ" . الخُ الشَّعليه وسلم "خضرت الوهريه رضى الله عنه سے كه رسول الله عليه وسلم في الله عليه وسلم في فرمايا كه جب كرى زياده هوتو نماز كو شندًا كر كے پڑھو اور بخارى كى روايت ميں ہے كہ ظهركو شندًا كر كے پڑھو بے شك شخت كرى دوزخ كى روايت ميں ہے كہ ظهركو شندًا كر كے پڑھو بے شك شخت كرى دوزخ كى گرى سے ہے "

اور مشکوۃ کے ہی صفحہ ۲۰ پر ہے:

"وَعَنْ آبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَوُلا آشُقَ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ اللَّيْلِ لَوْلا آشُقَ عَلَى الْمَرْتُهُمُ اَنْ يُؤَخِّرُو الْعِشَاءَ اللَّي اللَّيْلِ

اَوْ نِصْفِهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتَّرْمِذِيُّ وَإِبْنُ مَاجَةً ''.

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم فی مناز نے فرمایا کہ اللہ علیہ وسلم فی مناز کہ ماز کے فرمایا کہ اللہ کا کہ ماز عشاء کو تہائی رات یا نصف تک تا خیر سے ریاضیں'۔

اسے روایت کیا امام احمداور ترفدی اور ابن ماجہ نے۔ فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں جس کا جا ہیں تھم کریں اور جس سے جا ہیں منع فرمائیں۔ آئی کے اس صفحہ پر ہے:

فجر روشنی میں پڑھنا بڑا اجر ہے:

"وَعَنُ رَافِعِ ابْنِ حُدَيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللهِ عَلَيْهِ وَالْمَالُونِ فَاللَّهُ الْمُعْلَمُ لِلَاجُوِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاللَّهُ الْمُعْلِمُ لِلْلاجُو " وَالدَّارَمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النِّسَائِيِّ فَإِنَّهُ اَعْظُمُ لِلْلاجُو" وَالدَّارَمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النِّسَائِيِّ فَإِنَّهُ اَعْظُمُ لِلْلاجُو" حضرت رافع بن خدى رضى الله عنه ہے كه رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا فجر كوروش كركے پڑھولس بے شك بياجركے لئے بہت بڑا ہے اسے ترفدى، الوداؤداودوروارى نے روایت كيا اورنبائى كى روایت ميں فائد اعظم للاجر كے الفائل نہيں آئے۔ ان احادیث مباركہ سے جہال المسنّت وجاعت احناف كاعمل سنت كے موافق ثابت ہوا وہاں بہت جہالت المحدم ہوا كه نام نهاد المحدیث كا اعتراض احادیث سے جہالت بے جہالت ہے۔

رابعاً: غیرمقلدصاحب کا تقریب اور میزان للعلامہ ذہبی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر العمری کوضعیف قرار دینا اس کے جواب میں فقیر کہتا ہے کہ وہائی صاحب نے یہاں بھی سابقہ عادت کے مطابق مقصد پور کرنے کو راوی حدیث کے ضعف پر قول لکھ لیئے اور ساتھ ہی جن محدثین نے ان کی مدح وثقابت بیان کی انہیں

نظر انداز کر دیا ورندمیزان میں ہی امام ابن معین فرماتے ہیں:

"لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ يَكْتُبُ حَدِيْتُهُ وَقَالَ الدَّارِمِيُّ قُلْتُ لِإِبْنِ مُعِيْنٍ كَيْفَ حَالُهُ؟ قَالَ فِي نَافِعِ صَالِحٌ ثِقَةٌ" - حِيلَهُ عَالُهُ؟ قَالَ فِي نَافِعِ صَالِحٌ ثِقَةٌ" -

فرمایا ان میں کوئی حرج نہیں ان سے حدیث کصی جائے۔ محدث داری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے پوچھا کہ جب (عبداللہ بن عمرالعمری) حضرت نافع سے روایت کریں تو ان کا کیا حکم ہے فرمایا وہ صلاحیت والے ثقہ ہیں۔ اسی جگہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''صالح لا باس به ''وہ صلاحیت والے ہیں ان میں کوئی خرائی نہیں اور امام ابن عدی نے فرمایا: ''مُھو فِٹی نَفْسسِ صُدُو قِ ''وہ اپنی ذات میں بہت سے ہیں اب اس غیر مقلدصا حب کا کیا اعتبار کیا جائے جو ان اقوال کو دانستہ نظر انداز کر کے مض اپنا مقصد پورا کرنے کو راوی کا ضعف ثابت کر رہا ہے۔

خامساً: اس پرشامد موجود ہے جس سے اسے مزید تقویت ملتی ہے چنانچہ اسنن الکبری للدہتی میں ہے:

"عَنْ آبِي عَمْرِ والشَّيْبَانِيِّ عَنُ عَبْدِ اللهِ بُنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَئَلْتُ رَسُولُ آبِي عَمْرِ والشَّيْبَانِيِّ عَنُ عَبْدِ اللهِ بُنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ الصَّلُوة رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم آتُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلُوة فِي اَوَّلِ وَقُتِهَا الْحَدِيْثِ" . (١٠٥،٣٣٣)

اب جاء الحق سے دلیل نمبر ۱۵: مسلم شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّم تِلُكَ صَلوةُ

الْمُنَافِقِ يَجُلِسُ وَيَرُقُّبُ الشَّمْسَ حَتَّى إِذَا اَصُفَرَّتُ وَكَانَتُ بَيْنَ قَرْنَى الشَّيْطِنَ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَآ يَذْكُرُ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلاً ".

"فرمات بين كه فرمايا نبي صلى الله عليه وسلم ني بيمنافق كى نماز ہے كه بيطا ہوا سورج كى انتظار كرتا رہے يہاں تك جب زرد ہو جائے اور سورج شيطان كے دوسنگول كے درميان بَنْ جائے تو چار چوني مارے جن ميں رب كا ذكر تھوڑا كرے "۔

دلائل کے بعد مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبھرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اس فتم کی احادیث بیثار ہیں جن میں نماز وقت پرادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور دیر سے یا وقت مکروہ میں نماز پڑھنے پر سخت عتاب فرمایا، اسے منافقوں کاعمل قرار دیا گیا، یہاں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی گئیں، افسوس ہے ان وہابی غیر مقلدوں پر جو گھرسے دور میل جا کر سفر کا بہانہ بنا کر وقت نکال کر نماز پڑھتے ہیں نہ کوئی مجبوری ہوتی ہے نہ کوئی عذر، صرف فنس امارہ کا دھوکا ہے۔ کھانا وقت پر کھا ئیں، دنیاوی تمام کام خوب سنجال کر کریں، مگر نمازیں بگاڑیں جو اسلام کا پہلا فریضہ اور اعلیٰ رکن ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہابیوں کی صحبت سے بچیں اور سفر وخصر میں تمام نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں۔ اس پر غیر مقلد کے اعتراض مفتی صاحب اس میں سفر کا ذکر تو کجا اشارہ تک بھی موجود نہیں البتہ حضر کا ذکر ضرور ہے کہ تجلس ویرقب کہ بیٹھا ہوا سورج کا انظار کرتا رہتا ہے۔

ٹانیاً: روایت مذکورہ میں نماز عصر کا ذکر ہے چنانچہ امام نووی نے اس پر باب
استحباب التکبید بالعصر کاعنوان قائم کیا ہے اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ
فیہ تصریح برغم تاخیر صلوٰۃ العصر بلا عذر لیعنی نماز عصر کو بغیر کسی شرعی عذر کے تاخیر سے
پڑھنے کی مذمت کی تصریح ہے۔ اور نماز عصر کو سفر میں بھی جمع بین الصلوٰ تین کی
صورت میں بھی لیٹ نہیں کیا جاتا بلکہ نماز عصر کو اول وقت میں اداکی جاتا ہے۔

ثالثًا: روایت مذکورہ کا عدم جمع بین الصلوتین ہے تعلق تو کجا سرے سے اس کا سفرے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے جس پر حدیث کے پیرالفاظ دلالت کرتے ہیں کہ فنقر ادبعاً وہ جلدی جلدی النی سیدھی چار رکعتیں اداکرتا ہے: مفتی صاحب عصر کی سفر میں چار رکعات نہیں ہوتیں ہیں بلکہ دو ہوتی ہیں اور چار حضر میں ہوتی ہیں۔اس اعتراض سے جان چھڑانے کے لئے فنقر ادبعًا كامعنى بى غلط كيا ہے۔ جار چونچ مارے حالانکہ ان الفاظ کامعنی حار رکعات تھا۔ چنانچہ ملاعلی قاری شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں ای لفظ اربع رکعات سریعاً۔ (مرقاۃ جہ،ص۳۱) اسے مفتی صاحب کا وہم نہیں کہا جاسکتا بلکہ جان بوجھ کرتر جمہ غلط کیا ہے تا کہ عام آ دی میمعلوم ہی نہ کریائے کہ حدیث میں حالت حضر کی بات ہے۔انا للد۔ فائدہ جلیلہ مفتی صاحب کے دلائل کو مرر ملاحظہ فرمایئے اس میں کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کی گئی اور نہ پیش کی جاسکتی ہے کہ جس میں جمع بین الصلو تین فی السفر کی نفی ہو بلکہ مفتی صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں نمازیں جمع فرمانا عذر سفر کی وجہ سے تھا ضرورت پر بہت می ممنوع چزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ اسکے بعد مفتی صاحب نے انہیں جمع صوری پرمحمول کیا ہے مگر اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی کہ جمع فی السفر جمع صوری تھی اور محض لکھودینا کوئی دلیل نہیں ہے۔ (نام نہاددین الحق ص ١٥٩٤ تا ٥٩٤)

الجواب اولاً: مفتی احمد یارخال نعیمی رحمة الله علیه نے زیر بحث فصل میں قرآن وحدیث سے وہ دلاکل دیئے ہیں جن میں وقت پر نماز پڑھنے کا حکم وتا کید ہے اور بلا عذر گزار کر پڑھنے پر عتاب و فدمت ہے اور بیسب ان وہا بیوں کے خلاف دلائل ہیں جو تین میل سفر کا بہانہ ہاتھ آنے بلکہ گھر میں ہی دنیاوی حاجت اور کھیل کوداور نوکر کی کرخ سے جیسا کہ ان کی کتب سے حوالے گزرے نمازیں جمع کر کے پڑھتے پھر اپنے کو المحدیث بھی کہلاتے ہیں مگر فریق ثانی نے شرم وحیاء کو کی طرف کر دیا ہے اور یہی رٹ لگا رکھی ہے جی یہ ہمارے خلاف دلائل نہیں جی اس میں سفر کا ذکر تک نہیں یہی رٹ لگا رکھی ہے جی یہ ہمارے خلاف دلائل نہیں جی اس میں سفر کا ذکر تک نہیں

وغيره وغيره۔ . برسر حيا

وماني كو كطلا چيلنج:

تانیا: اگروہ ہائی صاحب ان الفاظ فَنَقَر اَدْبَعًا کا جومعی مفتی صاحب رحمة الشعلیہ نے کیا (توچار چوخی مارے) اسے غلط ثابت کر دے اور اپنے خود ساخت معنی (چار رکعات) کو صحیح ثابت کر دے تو فقیر سے دل ہزار روپیہ انعام وصول کر لے 'وَادْعُوْا شُهدَآءَ کُمْ اِنْ کُنتُمْ صَادِقِیْنَ ''۔ وہائی صاحب کی بددیانتی کا حال یہ ہے کہ شرح مسلم نووی سے اپنے مطلب کے الفاظ کھ لئے مگر ساتھ ہی جو انہوں نے فَنقَر اَدْبَعًا کامعنی کیا اسے دانستہ چھوڑ دیا کیونکہ اگر اسے نقل کر دیتا تو مفتی صاحب کے معنی کی تصدیق ہو جاتی اور وہائی صاحب کے جھوٹ کا پول کھل جاتا علامہ نووی رحمة الشعلیہ کھتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالنَّقْرِ سُرَّعَةُ الْحَرَكَاتِ كَنَقْرِ الطَّائِرِ"

(مسلم مع شرح تؤوى جاءص ٢٢٥)

لینی نقر سے مرادحرکات میں جلد بازی کرنا ہے جیسے پرندے کا چونچ مارنا۔ حاشیہ مشکوۃ پراسی حدیث کی شرح میں ہے:

"فَقُولُهُ فَنَقَرَ اَرْبَعًا وَّفِى الْقَامُوسِ نَقَرَ الطَّائِرُ لَقَطَ مِنْ هَهُنَا شُبِّهَ تَخْفِيْفُ السَّجْدَةِ مِنْ عَيْرِ طَمَانِيَّةٍ وَإِطْلاَقُ الْاَرْبَعِ بِإِعْتِبَارِ جَعَلَ السَّغْدِ اَوْ السَّجْدَتَيْنِ رُكْنًا وَّاحِدًا بَارَادَةِ الْجِنْسِ اَوْ وُرُودُهُ فِى السَّفَرِ اَوْ حِيْنَ كَانَ صَلوْ ةُ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الزَّيَادَةِ اَوْلَمَّا كَانَ لَمْ عِيْنَ فَبْلَ الزَّيَادَةِ اَوْلَمَّا كَانَ لَمْ يُفَصَّلُ بَيْنَ سَجْدَتَيْنِ فَكُمَّا سَجْدَةٌ وَّاحِدَةٌ".

(ص ۲۰ ناشر مكتبه امداديد ملتان)

اور قاموں میں ہے کہ نقر الطائر کامعنی ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ادھر سے اٹھا تا ہے کوئی چیز ادھر سے اٹھا تا ہے کوئی چیز اُدھر سے اسے تشبیہ دی گئی بلا اطمینان سجدہ میں تخفیف سے اور جار پر اطلاق

باعتباراس کے ہے کہ دوسجدوں کو ایک رکن کیا ہے یا اگر ایک چونچ سے ایک سجدہ لیل تو اس کا ورودسفر کی نماز میں ہے یا زیادہ ہونے سے قبل جب عصر نماز دور کعت تھی یا اس وقت ہے جبکہ دوسجدوں میں فرق نہ کیا تو گویا وہ دونوں ایک ہی سجدہ ہیں اب اس میں مراد سجدے لیئے گئے ہیں رکعتیں نہیں لی گئیں۔مصباح اللغات میں ہے: نَسقَرَ السطَّانِ وُ الْحَبَّ ہِی رکعتیں نہیں لی گئیں۔مصباح اللغات میں ہے: نَسقَرَ السطَّائِو وُ الْحَبَّ ہِی رکعتیں نہیں الله علی کے ہیں مگر چار السطَّائِو وُ الله عنی نہیں جو کہ دہائی صاحب نے کیا۔

الله وہائی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ایسی کوئی دلیل پیش نہیں اور نہ کی جاسکتی ہے جس میں جمع بین الصلو تین کی نفی ہو۔ فقیر جواباً کہتا ہے کہ مفتی احمد یار خال نعیمی رحمة الله علیہ نے اسی باب کی دوسری فصل میں بخاری، طبرانی ، نسائی سے احادیث پیش کی بیں جن میں جمع صوری متعین ہوئی تو جمع حقیق کی بیں جن میں جمع صوری متعین ہوئی تو جمع حقیق کی خود بخو دفعی ہوگئ ۔ نیز غیر مقلد صاحب کے بروں نذیر حسین دہلوی اور علامہ شوکانی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ جن روایات میں جمع بین الصلو تین کا ذکر ہے اس سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ حقیق عبیا کہ فتاویٰ نذیریہ کا حوالہ گذرا۔

رابعاً غیر مقلد صاحب کا بیہ بھی وعولی محض گپ کی حد تک ہے کہ جمع بین الصلو تین کی نفی پرکوئی دلیل نہیں دی جاسکتی۔ جبکہ ہم بفضلہ تعالیٰ اسی زیر بحث فصل میں سفر میں جمع بین الصلو تین کے عدم جوز پر دلائل پیش کر آئے ہیں۔ اب جاء الحق سے سفر میں عدم جواز جمع بین الصلو تین پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقلی دلائل ملاحظہ فرما ئیں لکھتے ہیں عقل کا تقاضاء یہ بھی ہے کہ سفر میں ہر نماز اپ وقت پر پڑھی جائے ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں نہ پڑھے کیونکہ شریعت نے پانچوں نمازیں اور نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز تہجد، نماز اشراق، نماز چوشت میں سے کسی نماز کو دوسری عیاشت سب کے اوقات علیحہ و علیحہ و مقرر فرمائے کہ ان میں سے کسی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا نہیں کیا جاتا مسافر بحالت سفر نماز فجر، نماز عهر، نماز عشاء

چاشت،نماز اشراق،نماز جمعہ پڑھے تو ان کےمقررہ وقتوں ہی میں پڑھے گا پہنیں کر سکتا کہ نماز تہجد سورج نکلنے کے بعد یا نماز جمعہ عصر کے وقت میں یا نماز فجر سورج نکلنے ما نمازعشاء مبح صادق ہو جانے پر پڑھے تو ظہرادرمغرب نے یا تصور کیا ہے کہ مسافر صاحب ظہرتو عصر کے وقت میں پڑھیں اور مغرب عشاء کے وقت میں حالانکہ سفر میں ان دونوں نمازوں کے وہی وقت ہیں جو حضر میں ہیں۔ دوسرے بیا کہ وہائی صاحبان بتا تیں کہ وہی وقت ہیں جوسفر میں ظہر کوعصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت پڑھتے ہیں تو یہ ظہر اور مغرب ادا ہوتی ہے اگر قضاء ہوتی ہے تو دیدہ ودانستہ نماز قضاء کرنا سخت گناہ ہے۔ اور اگر ادا ہوتی ہے تو کیوں حضرت جریل امین نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو نمازوں کے اوقات عرض کے تو بین فرمایا کہ مسافر کے لئے ظہر کا وقت آ فقاب ڈوسے تک اور مغرب کا وقت صبح صادق تک ہوگا۔ بلکہ ہرمسلمان کے لئے وقت ظہرعصر سے پہلے ختم ہونے اور وقت مغرب عشاء سے پہلے ختم ہونے کا حکم دیا تھا پھرتم نے مسافر کے لئے ان دو نمازوں میں یہ وقت کی گنجائش کہاں سے نکالی اور مسلمانوں کی نمازیں کیوں خراب کیں بہر حال یا نچوں نمازوں کے اوقات مسافر ومقیم ہرایک کے لئے یکیاں ہیں ہرمسلمان پرفرض ہے کہ ہرحال میں ہرنماز اس کے وقت میں

وہائی کامفتی صاحب کے عقلی دلائل کے جواب سے فرار:

واضح رہے کہ وہائی صاحب راہ فرار اختیار کرتے ہوئے مفتی احمد یارخال تعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ان عقلی دلائل کا کوئی جواب نہیں دیا جس سے معلوم ہوا کہ وہائی حضرات نقل کے علاوہ عقل کے بھی خلاف چلتے ہیں۔

جمع نمازوں کے عدم جواز پروہابیوں کے اعتراضوں کے جواب

جاء الحق سے اس باب کی دوسری فصل اس مسلہ پر غیر مقلدوں کے

اعتراضات اور ان کے جوابات میں: اس کے آغاز میں مفتی صاحب رحمة الشعلیہ فرماتے ہیں: غیر مقلد وہابی اب تک اس مسلہ کے متعلق جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں ہم وہ تمام نقل کر کے ہرایک کے جوابات عرض کرتے ہیں، آئندہ اگر کوئی اور اعتراض ہمارے علم میں آیا انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس کا جواب بھی عرض کر دیا جائے گا۔

اعتراض نمبراً: بخاری شریف میں حضرت عبد الله ابن عباس رضی الله عنهما سے رویت کی:

"قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَجُمَعُ بَينَ صَلوةِ الشَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَجُمَعُ بَيْنَ الْمَغُرِبِ الشَّهُ مِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغُرِبِ وَالْعِشَآءِ".

'' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو نماز ظہر وعصر جمع فرمالیتے تھے اور مغرب وعشاء بھی جمع فرماتے تھے''۔

یہ حدیث تر فدی، ابوداؤر، موطا امام مالک، موطا امام محر، طحاوی شریف وغیرہ نے بہت محدثین نے مختلف راویوں سے پچھ فرق سے بیان فرمائی ہے۔ یہی حدیث وہابیوں کی انتہائی دلیل ہے جسے وہ بہت قوی دلیل سجھتے ہیں۔

ال مسئله پر پہلے اعتراض کا جواب:

جواب: اس کے چند جواب ہیں بغور ملاحظہ فرماؤ:

ایک بیر کہ ابوداؤ دشریف اور طحاوی شریف وغیر ہم نے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللّه عنہما سے بھی روایت کی کہ حضور صلی اللّه علیہ وسلم بغیر سفر بغیر خوف کے مدینہ منورہ میں بھی ظہر وعصر ایسے ہی مغرب وعشاء جمع فر مالیتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤ دشریف کے الفاظ یہ بیں:

"قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بَيْنَ الظُّهُرِ

وَالْعَصْرِ وَالْمَغُرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرِ حَوْفٍ وَّلاَ مَطَرِ"

"ابن عباس رضى الله عنها نے فرمایا که نبی صلی الله علیه وسلم ظهر وعصر اور
مغرب وعشاء مدینه منوره میں بغیر خوف اور بغیر بارش کے جمع فرما لیتے
تھے"۔

بلکہ اس ابوداؤر وطحاوی شریف نے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنها سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں سات بلکہ آٹھ نمازیں جمع فرما لیتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤ دشریف کے الفاظ بیہ ہیں:

"قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِالْمَدِيْنِةِ ثَمَانِيًا وَسَبْعًا اَلظُّهُ وَالْعَصُرَ وَالْمَغُرِبَ وَالْعِشَآءَ".

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہانے فرماً یا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات نمازیں آٹھ نمازیں جمع کر کے ہم کو پڑھائیں ظہر، عصر، مغرب وعشاء۔

تو اے وہابیوتم صرف سفر میں ظہر وعصر یا مغرب وعشاء پر ہی مہر بانی کیوں کرتے ہو؟ تہمیں چاہیے کہ روافض کی طرح سات سات آٹھ آٹھ نمازیں ایک دم پڑھ کر آ رام کیا کروسفر میں بھی اور گھر میں بھی کیا بعض احادیث کو مانتے ہواور بعض کے انکاری ہو۔

دوسرے بیک تمہاری پیش کردہ بخاری کی حدیث میں بیتو مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر جمع فر مائی، مگر بیتفصیل نہیں کہ کیسے جمع فر مائی، آیا عصر جمع فر مائی، مگر بیتفصیل نہیں کہ کیسے جمع فر مائیں، آیا عصر کو فر ہر کے وقت میں پڑھایا ظہر کو عصر کے وقت میں ایسے ہی مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی یا عشاء مغرب کے وقت میں ہڑھی یا عشاء مغرب کے وقت میں، لہذا بیہ حدیث مجمل ہے او رمجمل حدیث بغیر تفصیل کے قابل عمل نہیں ہوتی۔ میں، لہذا بیہ حدیث مجمل ہے او رمجمل حدیث بغیر تفصیل کے قابل عمل نہیں ہوتی۔ میں، لہذا بیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں ان نمازوں کو جمع فر مانا عذر سفر کی وجہ

سے تھا، ضرورت پر بہت سی ممنوع چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اور جمع بھی صرف صورة تھا حقیقة نه تھا لیعنی حضور صلی الله علیه وسلم نے ظہر عصر کے وقت میں نه پر بھی بلکه سفر كرتے كرتے ظہر كے آخر وقت ميں قيام فرمايا،ظهر آخر وقت ميں ادا فرمائي اور عصر اول وقت میں، بظاہر معلوم بیہ ہوا کہ حضور صلی الله علیہ وسلم نے دونمازیں ایک وقت میں ادا فرمائیں لیکن حقیقة برنماز اینے وقت میں ہوئی ظہریا مغرب آپ نے آخر وقت میں پڑھی،عصر یا عشاءاول وقت میں اس صورت میں بید حدیث ندقر آن کے خلاف ہوئی نہ دوسری احادیث کے جوہم نے پہلی فصل میں پیش کیں۔ یہ جمع بالکل جائز ہے یہی جارا مذہب ہے حضرت عبدالله ابن عباس رضی الله عنهما کی وہ حدیث جو طحاوی وابوداؤ د نے روایت کی جس میں فرمایا گیا کہ حضور صلی الله علیه وسلم مدینه منوره میں بغیرخوف بغیر بارش ساتھ آٹھ نمازیں جمع فرما لیتے تھے وہاں سات آٹھ نمازیں مرادنہیں، بلکہ ساتھ آٹھ رکعتیں مراد ہیں کہ اگر مغرب وعشاءصورۃ جمع فرما کیں تو فرض کی ساتھ رکعتیں جمع ہو گئیں تین مغرب کی چارعشاء کی اور اگر ظہر وعصر جمع فر مائيں تو آٹھ رکعتيں جمع ہو گئيں چارظہر کی اور چارعصر کی ، چونکہ پیرجمع صورةُ تھی نہ كه حقيقة البذا سفر ميں بھي جائز بھي اور حضر ميں بھي بيان جواز كے لئے حديث بجھنے کے لئے شرعی عقل اور حدیث والے محبوب صلی الله علیه وسلم سے رشتہ غلامی حاہیے جس سے وہانی بے بہرہ ہیں۔

اس پرغیر مقلد کے اعتراض مفتی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی الله عنهما کی روایت درج کر کے نتیجہ تکالا ہے کہ یہ جمع صوری تھی اور دلیل دیتے ہوئے حسب ذیل روایت کی ہے کہ طرانی نے حضرت عبدالله بن مسعود سے روایت کی ہے کہ ذیل روایت کی ہے کہ ''انَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ الْمَغُوبَ وَالْعِشَاءَ لُو عَنْ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ الْمَغُوبَ وَالْعِشَاءَ لُو عَنْ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ الْمَغُوبَ وَالْعِشَاءَ لُو عَنْ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ الْمَغُوبَ وَالْعِشَاءَ لُو عَنْ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَّیْ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلّٰمَ مَعْرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے دو اللہ علیہ وسلم علیہ

کہ مغرب اس کے آخر وقت میں ادا فرماتے تھے اور عشا اس کے اول وقت میں''۔

اولاً: حضرت ابن عباس رضی الله عنهما کی مردی روایت حالت قیام کی ہے جسیا کہ سی میں سعید بن جبیرا اور جابر بن زید کے طریق سے مردی حدیث ابن عباس رضی الله عنهما میں اس کی صراحت ہے کہ بید واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا تھا۔ (میچ سلم جا، ۱۳۳۷) مقیم کی نماز کو مسافر کی نماز پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ہمیں ڈر ہے کہ بین علاء بریلی مقیم پر مسافر کو قیاس کر کے نماز میں قصر کو ہی نا جائز قرار نہ دے دیں۔

ٹانیاً: ابن عباس رضی الله عنہما کی روایت کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جن کی ضروری تفصیل نیل الا وطار تحفۃ الاحوذی اور معیار الحق میں دیکھی جاسکتی ہے مگر ابن مسعود کی روایت ہے اس کا تعین کرنا کہ رہے جمع صوری تھی قطعاً غلط ہے۔

ثالاً: ابن مسعود سے مروی روایت نہایت درجہ کی ضعیف ہے۔ چنا نچہ علامہ بیثی نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ فیسہ ابو مالك المنت معی و هو ضعیف (مجمع الزوائد: جم ۱۹۲۰) یعنی اس کی سند میں ابو مالک نخعی ہے اور وہ ضعیف ہونے کے علاوہ محکر اسے لیس بشکی کہتے ہیں۔ امام ابن علی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہونے کے علاوہ محکر الحدیث ہے۔ امام ابوزر عد ابوحاتم اس کوضعیف الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی کا الحدیث ہے۔ امام ابوزر عد ابوحاتم اس کوضعیف الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی کا کہنا ہے کہ اس کی روایت کھی ہی نہ جائے۔ امام از دی ، امام جورجانی اور حافظ ابن ججرعسقلانی اسے متروک الحدیث قرا دیتے ہیں۔ (تہذیب: جمائی منہاددین الحق ص ۸۸۳ واحوال الرجال: ص ۲۰۰ وقریب تا ۱۳۰ واحوال الرجال:

ومانی کی غلط بیانی اور حقیقت:

الجواب اولاً: یہ وہابی صاحب کی غلط بیانی ہے کہ مفتی صاحب نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی ہے حالت قیام کے متعلق ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ واضح ہیں کہ اس کا تعلق سفر سے ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی الله عنهما فرماتے ہیں:

رَى الله جَارِهَ هِ إِنْ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَجْمَعُ بَيْنَ صَلُوقِ "كَانَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغُوبِ الظّهُ رِ وَالْعَصْوِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْر سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغُوبِ وَالْعِشَآءِ" . (جَارِئ جَارِئ المُهُمِ)

"رسول الله صلى الله عليه وسلم جب سفر پر ہوتے تو نماز ظهر وعصر جمع فرما ليتے اور مغرب وعشاء جمع كر ليتے تھے"۔

اس میں (عدلی ظَهْرِ سَیْرِ) الفاظ واضح ہیں کہ حضور صلی الله علیہ وسلم سفر میں ایسا کرتے۔ مگر وہابی صاحب کواس کے انکار میں نہ جانے کیا حاصل ہے نیز سی حمسلم کی جس روایت کی وہابی صاحب بات کرتے ہیں کہ اس میں مدینہ منورہ میں بحالت قیام کا واقعہ ہے وہ روایت ہی دوسری ہے مگر وہابی صاحب کم عقلی سے ان دو کو ایک ہی روایت سمجھے ہیں۔

ٹانیاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو اس جگہ اصل اعتراض ہے اس کا وہائی صاحب جواب ہی نہیں دے سکا وہ یہ کہ مفتی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنها کی مذکورہ روایت کے متعلق کہا کہ یہ مجمل ہے اور مجمل حدیث بغیر تفصیل قابل دلیل نہیں ہوتی ۔ اس کا جواب چھوڑ کر وہائی صاحب نے اور ہی اوٹ پٹانگ شروع کی دیئر تارہ ہی ہوئی ہے۔ کر دیئر بارہ ہی ہوئی ہے۔

ثالثاً: غیر مقلد کا یہ کہنا کہ ابن مسعود کی روایت سے اس کا تعین کرنا کہ یہ جمع صوری تقی قطعی طور پر غلط ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ وہابی صاحب جیبا ڈھیٹ وضدی دھونڈ نے سے نہیں ملے گا حالانکہ جسے ادنی تعلق عربی زبان سے ہے وہ مجھ جائے گا کہ اس سے جمع صوری کا تعین ہوتا ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

دائ النّبی صَلّی اللّهُ عَلَیْهِ وَسَلّمَ کَانَ یَجْمَعُ الْمَغُوبَ وَالْعِشَاءَ

يُوَّ خِبِّوُ هاذِه فِي آخِرِ وَقُتِهَا وَيُعَجِّلُ هاذِه فِي اَوَّلِ وَقُتِهَا". " ب شك نبي صلى الله عليه وسلم مغرب وعشاءاس طرح جمع فرماتے كه

سے بتک بی ملی اللہ علیہ وہم مغرب وعشاء اس طرح بیع فرماتے کہ اب یعنی مغرب کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کر کے ادا فرماتے اور

اسے بعنی عشاء کواس کے اول وقت میں جلدی ادا فر ماتے''۔

اب اس میں واضح ہے کہ دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا ہو کیں مغرب اپنے آخر وقت اور عشاء اپنے اول وقت میں تو اسی کا نام جمع صوری ہے:

وَلَكِنَّ الْوَهَّابِي قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ـ

رابعاً: وہائی صاحب کا زیر بحث روایت کی صحت پر اعتراض فقیر کہتا ہے کہ اس روایت کوقوت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے فعل سے بھی حاصل ہوتی ہے جسے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیان کیا ہے:

"حَدَّثَنَا فَهُدُ بُنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبُدُ اللهِ بُنِ مُحَمَّدِ النَّفَيْلِيُّ قَالَ ثَنَا ابُو السُحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبُدَ اللهِ بُنَ مَسْعُوْدٍ فِي عَبْدَ اللهِ بُنَ مَسْعُوْدٍ فِي حَجِهِ البَّرَّحُمٰنِ بُنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَحَبْتُ عَبْدَ اللهِ بُنَ مَسْعُوْدٍ فِي حَجِهِ البَّرَّحُمٰنِ بُنَ يَوْبُدُ وَيُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَيُوَجِّدُ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ وَكَانَ يُوجِّدُ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ المَعْمِلُ الْعَصْرَ وَيُوجِّدُ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ الْعَصْرَ وَيُوجِّدُ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فَي مَعِيدًا اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي مَعْدِلُ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي مَعْدِلُ اللهِ بُنَ مَا اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي حَجِهِ اللهِ اللهِ مُن يَوْمِنُ إِلَّهُ اللهُ اللهِ بُنَ مَسْعُودٍ فِي اللهُ الله

"دحضرت ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن برنید کو بیان کرتے سنا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ان کے حج میں صحبت اختیار کی آپ ظہر میں تا خیر کرتے اور عصر کو جلدی پڑھتے اور مغرب میں تا خیر کرتے اور عشاء کو جلدی پڑھتے اور نماز نجر کو روشی میں پڑھتے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونمازوں کو جمع کرنااس صورت پرتھا کہ ایک نماز کومؤخر کر کے اس کے آخر دفت میں ادا کیا جاتا اور ساتھ والی میں جلدی کر کے اس کے اول وقت میں اداکیا جاتا ہے اور یہ جمع صوری ہے جس کے جواز کے ہم قائل ہیں اگر جمع حقیقی جائز ہوتی یعنی سفر میں ایک نماز ودوسری کے وقت میں پڑھنا جائز ہوتا تو پھر عصر وعشاء میں جلدی کی کیا حاجت تھی پہلی کا وقت تو گذر چکا تھا اب عصر وعشاء کو ان کے مستحب وقت میں اداکر لیا جاتا جب کہ عصر میں ہمیشہ درمیا نہ وقت مستحب ہے اور عشاء میں ایک تہائی رات گزرنا۔

مفتی احمد یار خال نعیمی رحمة الله علیه نے سابقه حدیث ابن عباس رضی الله عنهما کے شمن میں فرمایا کہ اس سے مراد جمع صوری ہے جو ہر لحاظ سے جائز ہے اس کی تائید میں مندرجہ ذیل مضمون قائم کیا فرماتے ہیں۔ نمازیں جمع کرنے کے جومعنے ہم نے میان کیئے اس معنی کی تائید بہت می احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض بیان کیئے اس معنی کی تائید بہت می احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض بیات کی تائید بہت میں احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض بیات کی تائید بہت میں احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض بیات کی تائید بہت ہیں۔

احادیث نقل کی جاتی ہیں۔سنواور عبرت پکڑو:

حديث نمبرا: طبراني حفزت عبدالله ابن مسعود رضى الله عنه سے روايت كى: "اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ يُؤَيِّرُ هالِهِ فِي آخِرِ وَقْتِهَا وَيُعَجِّلُ هالِهِ فِي اَوَّلِ وَقْتِهَا" -

'' بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع فرماتے تھے کے مغرب اس کے آخر وقت میں ادا فرماتے تھے اور عشاء اس کے اول مقت میں''

اس پر غیر مقلد کے اعتراض اور ان کے جواب گزر گئے۔ جاءالحق سے حدیث نمبر ۲: بخاری شریف میں حضرت سالم سے ایک طویل حدیث روایت کی۔جس کے کچھالفاظ یہ ہیں:

"وَكَانَ عَبُدُ اللَّهِ ابُنَ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرَ يُقِيْمُ الْمَعْدُ السَّيْرَ يُقِيْمُ الْمَعْدِبَ فَيُصَلِّمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عُمَّ يَسَلِّمُ ثُمَّ قَلْمَا يَلُبِثُ حَتَّى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيُهَا رَكُعَتَيْنِ" - الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيُهَا رَكُعَتَيْنِ" -

"عبداللدابن عمر رضی الله عنهما بھی حضور صلی الله علیه وسلم کا ساعمل کرتے تھے کہ جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب کی تکبیر کہتے اور تین رکعت پڑھے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر تھبرتے پھر عشاء کی تکبیر فرماتے اور دورکعت عشاء پڑھے"۔

اس پرغیرمقلد کے اعتراض: بخاری کی جس روایت سے مفتی صاحب نے جمع صوری مراد کی ہے اس میں جمع صوری کا قطعا کوئی اشارہ نہیں ہے بلکہ یہاں تک کہ اس روایت سے سرے سے بہی معلوم نہیں ہوتا کہ نماز مغرب کو کتنی دیر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے لیٹ کیا چنا نچے ابن مجر فذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: لم یعین غاید التا حیو (فخ الباری ج، م، ۴۵ میں اس روایت میں انتہائے تاخیر کی حد کا تعین نہیں ۔گر کمال ہے کہ مفتی صاحب اس روایت سے نماز مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء اول وقت پر ادا کرنے پر استدلال ہی نہیں بلکہ مخالف پہ ججت قائم کر رہے ہیں۔ ٹائیا مفتی صاحب کے ذکورہ شگونے کو بخاری شریف کی وہ روایت روکر رہی ہے جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے باب السرعة فی السیر میں روایت کیا ہے۔

"حَتَّى إِذَا كَانَ بَعُدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغُرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا" _ (حَجَ بِحَارِي: جَامِنِ ٢٢١)

''لیعنی یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی تو پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اترے اور نماز مغرب وعشاء کو جمع کر کے ریڑھا''۔

ان حقائق کے ہوتے ہوئے مفتی صاحب کا اسے جمع صوری قرار دینا تعصب مذہبی ہے امر واقعہ اور حقیقت میہ ہے کہ مفتی صاحب کی پیش کردہ روایت کی تفسیر بخاری کی دوسری روایت بعد غروب الشفق کرتی ہے اور اس کے یہی معنی درست ہیں چنانچہ حافظ الدنیا علامہ ابن حجر فرمائے ہیں کہ:

"لَمْ يُعَيَّنُ غَايَةُ التَّاجِيْرِ وَبَيَّنَةُ مُسُلِمٌ مِنْ طَرِيْقِ عُبَيْدِ اللَّهِ بُنِ عُ مَرَ عَنْ نَّافِعِ عَنْ إِبْنِ عُمَرَ بِإِنَّهُ بَعْدَ أَنْ يُعْيِبَ الشَّفَقُ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعَمرِ عَنْ آيُّونَ وَمُوْسَى بُن عُقْبَةَ عَنْ نَّافِع فَاخَّرَ الْمَغُرِبَ بَعْدَ ذَهَابِ الشَّفَقِ حَتَّى ذَهَبَ هِوَى اللَّيْلِ وَلِلْمُصَنَّفِ فِي الْجِهَادِ مِنْ طَرِيْقِ اَسْلَمَ مَوْلَىٰ عُمَرَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ فِي هَاذَا الْقِصَّةِ حَتَّى كَانَ بَعُدُ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغُرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمْعًا بَيْنَهُمَا وَلَابِي دَاؤَدَ مِنْ طَرِيْقِ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارِ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ فِي هَٰذَا الْقِصَّةَ فَصَارِ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ وَتَصُوَّبُتَ (صحيح تصوبت از قادرى) اَلنَّجُوُمُ فَنَزَلَ فَصَلَّى الصَّالاتَّيِّنِ جَمْعًا" . (تُحْ البارى: ٢٥،٥٥٥) "لعنی اس روایت (بخاری کی جے مفتی صاحب نے دلیل بنایا ہے) میں نماز مغرب میں تاخیر کرنے کی حد متعین نہیں ہوتی جبکہ امام مسلم نے طریق نافع سے صراحت کی ہے کہ نماز مغرب کوغروب شفق کے بعد ادا کیا اور اس طرح امام عبد الرزاق نے نافع کے طریق سے وضاحت کی ہے کہ حضرت عبد الله بن عمر رضی الله عنهمانے نماز مغرب کوشفق غروب ہونے تک مؤخر کیا یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور خود امام بخاری نے کتاب الجہاد میں اسلم مولی عمر کے طریق سے روایت کی ہے کہ آپ غروب شفق کے بعد اترے اور مغرب وعشاء کو جمع کیا اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں عبد اللہ بن دینار کے طریق سے وضاحت کی ہے کہ شفق غروب ہوگئ اور تارے نمایاں ہو گئے تو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہمااتر ہےاورمغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں''۔ (انتھی) ثالثًا: جس روایت بخاری سے مفتی صاحب نے جمع صوری پر استدلال کیا ہے

اس میں تقلیدی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے اور پورے الفاظ درج نہیں کئے آخری الفاظ یہ بین ولا یسبح بینھما بر کعن ولا بعد العشاء بسجدۃ الحدیث (بخاری جا،ص۱۲۹) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنها ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی رکعت (سنت) وغیرہ نہ پڑھتے اور نہ بی عشاء کے بعد کوئی رکعت (نفل) ادا فرماتے۔ان الفاظ کا یہ مفادتھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سفر وغیرہ میں نفل روا تب کا التزام نہ فرماتے تھے اور اس اپ عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے ایک مفتی صاحب نے آگے چل کریہ بحث کرنی تھی کہ نفل روا تب سفر میں پڑھنے تھے لیکن مفتی صاحب نے آگے چل کریہ بحث کرنی تھی کہ نفل روا تب سفر میں پڑھنے لازم اور ضروری ہیں۔ اور فہ کورہ روایت میں اس کی نفی ہے جس کا تو زمفتی صاحب کے پاس نہ تھا الہٰ ذامفتی صاحب نے اسے خذف کرنا ہی نسخہ شفاء جانا۔

(نام نهادوين الحق:ص٥٥٥ اور٢٥٥)

الجواب اولا: چاہیے تو بہ تھا کہ وہائی صاحب صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کو صدق دل ہے۔ سالم کر لیتا مگر بیرصاحب ضد وعناد کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہے جو کہ اسے تسلیم حق سے مانع ہے ورنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جمع صوری کے ثبوت پر واضح ہے کیونکہ اس میں راوی حضرت سالم کا مقصد ہی جمع صوری کی صراحت کرنا ہے۔ چنانچے فرماتے ہیں کہ:

﴿ "فَلَّمَا يَلُبِتُ حَتَّى يُقِيْمَ الْعِشَّاءَ " _

''لیعنی مغرب کی نماز کے بعد تھوڑی دریکھبرتے پھر عشاء کی نماز قائم فرماتے''۔

تھوڑے وقت کی قید سے ظاہر ہے کہ آپ مغرب آخر وقت میں ادا فر ماتے اور عشاء اول وقت میں ادا فر ماتے اور عشاء اول وقت میں اور یہ جمع صوری ہے۔ نیز اس حدیث کے بیالفاظ'' اِذَا اعتجله السیسر ''جب آپ کوسفر میں جلدی ہوتی بھی دلالت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنها نماز عشاء کے دخول وقت کے انتظار میں تھوڑی دیر رُکتے کیونکہ سفر کی جلدی

بتانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ قلیل وقت کھمرتے۔

ورجہ کی حدیث سے ثابت کرے ایک عرمقلد صاحب سے سوال یہ ہے کہ کسی درجہ کی حدیث سے ثابت کرے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مسافر کو وقت سے نکال کرنماز پڑھنا جائز ہے یا قرآن وحدیث میں عداً قضاء نماز پر جوعتاب وسزا فدکور ہے مسافر اس سے مستشکی ہے اگر ایسا ثابت ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے مغرب کو وقت ہے نکال کرعشاء کے وقت میں پڑھنا کیسے جائز ہوا۔

"وَادْعُوا شُهَدَآءَ كُمْ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ"-

ابن عرضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مغرب کا آخر وقت بیاض یعنی سرخی کے بعد ابن عمرضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مغرب کا آخر وقت بیاض یعنی سرخی کے بعد سفیدی غائب ہونے تک ہوتو آپ نے مغرب کو اس کے آخر وقت میں ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں اور یہ جمع صوری ہے نیز اس صورت میں امام ابوضیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک شفق سے مراد لالی کے بعد سفیدی غائب ہونے تک مغرب کا وقت ہے۔ رابعاً غیر مقلد صاحب اگر تقلید کے بجائے تلاش و حقیق کا راستہ اختیار کرتا تو اسے حضرت ابن عمرضی اللہ عنہما کی روایت میں بیصراحت مل جاتی کہ آپ نے جمع صوری فرمائی یعنی مغرب کو اس کے آخر وقت میں ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں ۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں۔ چنا نچ امام بیہی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں میں درائی تو نور ماتے ہیں:

جع صوری کی صراحت:

 یمی روایت سنن الدارقطنی میں بھی موجود ہے۔ (جاباب الجمع بین الصلا مین فی السر)

دولیعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنهما جلدی سے سفر میں نکلے
اور ان کے ہمراہ قریش سے ایک شخص تھا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ
سورج غروب ہوگیا اور آپ نے مجھے نماز (مغرب) کا نہ کہا اور ان
دنوں میراایک ساتھی پابند نماز تھا تو جب (حضرت عبداللہ) نے دیر کی تو
میں نے ان سے نماز کا کہا آپ نے میری بات پہتو جہند دی اس طرح
عیل سے یہاں تک کہ جب شفق غروب کا آخر وقت ہوا تو آپ اتر ہے
تو نماز مغرب اداکی پھر نماز عشاء کی تکبیر کہی اور اس وقت شفق غروب ہو
چکی تھی تو آپ نے ہمیں نماز عشاء کی تعبیر کہی اور اس وقت شفق غروب ہو
چکی تھی تو آپ نے ہمیں نماز عشاء کی تعبیر کہی اور اس وقت شفق غروب ہو
خرایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب کوئی جلدی کا کام در پیش ہوتا
تو ایسا ہی کرتے''۔

اس کا ہم معنی ہی اسے فضل بن غزوان اور عطاف بن خالدنے حضرت نافع سے روایت کیا۔

نوٹ: فضیل بن غزوان اورعطاف بن خالد کی اسناد جن کا امام بیہی نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں سندول سے ابن عمررضی اللہ تعالی عنهما کی نافع سے بیروایت سنن الدار قطنی کے ذکورہ باب میں موجود ہیں ان میں حَشّی اِذَا کَانَ مِنْ آخِرِ الشفق کی جگہ حتی اذا کادیغیب الشفق آیا ہے۔

اب بیروایت تینوں اسناد سے ثابت کرتی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے مغرب کو اس کے آخر وقت میں غروب شفق سے قبل ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں غروب شفق کے بعد پڑھا۔اور اسی طریق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ تو یہ جمع صوری ہے نہ کہ حقیقی

"و لَوْ كَرِهَ الْوَهَابِيُّونَ"

خامساً وہا بی صاحب کا بید کہنا بھی خالص جہالت ہے کہ مفتی صاحب کی پیش کردہ روایت کی تفسیر بخاری کی دوسری روایت کرتی ہے جس میں ہے کہ بعد غروب الشفة

کیونکہ مُفیّر (تفییر کرنے والی) وہ ہے جوابہام (پوشیدی کو) دور کرے تو بقول وہابی مالی کے کہ مفتی صاحب کی پیش کردہ روایت میں جملہ (قلمایلبٹ) میں ابہام تھا کہ اس میں تھہرنے کی حداور وقت معلوم نہیں جبہ جس روایت کو بیصاحب تفییر کہہ رہے ہے اس میں تھہرنے کا ذکر ہی نہیں تفییر تو تب تھی جب اس میں بیان ہوتا کہ اتنی مقدار تھہرے۔

حقیقت سے کہ اس میں ابہام ہے ہی نہیں کیونکہ قبلما یلبث یقیم العشاء کے الفاظ ولالت کرتے ہیں۔ تھوڑی در حضرت ابن عمرضی اللہ تعالی عنہمانے وقت عشاء کے دخول کا انتظار کیا جس کی صراحت ان روایتوں سے ہوتی ہے جو ہم نے اور بیہ قی اور سنن دارقطنی سے پیش کیس۔

ثالثاً: وہابی صاحب کا کہنا کہ ان الفاظ کا بیہ مفادتھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سفر وغیرہ میں نفل رواتب کا التزام نہ فرماتے تھے اور اس اپنے عمل کورسول اللہ صلی عنہ سفر وغیرہ میں نفل رواتب کا التزام نہ فرماتے تھے لیکن مفتی صاحب نے آگے چل کر سے بحث اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن مفتی صاحب نے آگے چل کر سے بحث کرنی تھی کہفل رواتب سفر میں پڑھنے لازمی اور ضروری ہیں۔

(ديكھيئے جاءالباطل صحيح جاءالحق: ج ٢ص ١٥١)

اور مذکورہ روایت میں اس کی نفی تھی جس کا تو ڑمفتی صاحب کے پاس نہ تھا لہذا مفتی صاحب نے اسے حذف کرنا ہی نسخہ شفاء جانا۔

فقیر جواباً کہتا ہے کہ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سفر میں سقت ونفل کو پڑھنا لازمی وضروری نہیں فرمایا لازمی وضروری فرض واجب کے لئے ہوتا ہے البتہ مفتی صاحب نے بیفرمایا ہے:

غیر مقلد کا کہنا کہ مفتی صاحب نے روایت کے پورے الفاظ نہیں کھے کیونکہ آخری حسّہ ان کے خلاف ہے فقیر کہنا ہے کہ وہائی صاحب روایت کے آخری الفاظ ہم المسنّت احناف کے خلاف نہیں ہیں اور جن کو آپ نے آخری الفاظ کہا ہے یہی آخری الفاظ نہیں بلکہ اس سے آگے اس روایت کا حسّہ اور بھی ہے چنانچے سنن الدار قطنی میں اس طرح ہے:

"وَكَانَ يُصَلِّى عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ اَيْنَ تَوَجَّهَتُ بِهِ السَّبَّحَةُ فِى السَّبَحَةُ فِى السَّخَرِرُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ السَّفَرِ وَيُحْرِرُ هُمْ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصْنَعُ ذَٰلِكَ وَبُرَءَ وَلَا بِالْجَعِينِ السَالِيِّينِ فَالسَرِ)

''لیعنی حضرت ابن عمر رضی الله عنها دوران سفر اپنی سواری پر جس طرف رخ ہوتا سنن ونوافل پڑھ لیتے تھے اور انہیں کہتے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم ابھی اسی طرح کرتے تھے''۔

اس سے معلوم موا کہ حضرت عبدالله بن عمر رضی الله عنهما رسول الله صلى الله عليه

وسلم کی سنت کے موافق سفر میں سنّت ونوافل پڑھتے تھے تو ہم احناف بھی کہتے ہیں۔ کہ فرائض وواجب کے علاوہ سفر میں سنت ونوافل سواری پر پڑھ سکتا ہے اور حضرت کی طرح سفر میں بھی بلا عذر سنت ونفل نہیں چھوڑنے چاہئے تو یہ حدیث ہمارے خلاف نہ ہوئی بلکہ وہا ہیوں کے خلاف ہوئی جو سفر میں خود بھی سنت ونوافل سے باغی اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔

ابن عررض الله تعالى عنها كمل اور حديث فدموع سے جمع صورى كا ثبوت اب جاءالحق سے حدیث نبر الله الله شریف نے حضرت نافع سے روایت كى:

''قَالَ اقْبَلَهَا مَعَ إِبْنِ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ تِلْكَ اللَّيلَةُ سارَبِناً حَتْ اللَّه عَلَيْه وَسَالَ عَلَيْنا فَقَالَ هاكذَا كُنَّا نَصْنَعُ مَعَ رَسُولِ فَصَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّم إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيرُ'' وَاللَّه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيرُ'' وَاللَّه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيرُ'' وَاللَّه صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّم إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيرُ''

فرماتے ہیں کہ ہم مکہ معظمہ سے حضرت ابن عمرضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ آئے جب بدرات ہوئی تو آپ چلتے رہے بہاں تک کہ شام ہوگئ ہم سمجھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز بعول گئے ہم نے ان سے کہا کہ نماز پڑھ لیجئے مگر آپ چلتے ہی رہے بہاں تک کہ شفق ڈو بنے کے قریب ہوگئ تو انزے اور نماز مغرب پڑھی پھر شفق غائب ہوگئ تو نماز عشاء پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ:

حضور کے ساتھ بھی اییا ہی کرتے تھے جب سفر میں جلدی ہوتی۔ اس قسم کی بے شارحدیثیں ہیں جن میں صراحة ارشاد ہوا ہے کہ سفر میں ظہر وعصر یا مغرب وعشاء صرف صورة جمع کی جائیں گی کہ مغرب اپنے آخر وقت میں پڑھی جائے عشاء اپنے اول وقت میں نہ تو ظہر عصر کے وقت پڑھی جائے نہ مغرب عشاء کے وقت میں۔ اگر ان احادیث کی تفصیل دیکھنی ہوتو طحاوی شریف اور صحیح البھاری وغیرہ کا مطالعہ فرماؤ

ہم نے صرف تین حدیثوں پراکتفا کی لہذا حنفوں کی توجید بالکل درست ہے اس کی تائید قرآن کریم بھی کر رہا ہے اور دیگر احادیث بھی وہا بیوں کی توجید محض باطل ہے قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور احادیث کے بھی۔ اے وہا بیوا گرتم ان احادیث کی وجہ حجہ ضفی مانتے ہوتو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وجہ سے بحالت اقامت سات بلکہ آٹھ نمازیں ایک دم پڑھ لیا کرویہ حدیث ہم پہلی فصل سے بحالت اقامت سات بلکہ آٹھ نمازیں ایک دم پڑھ لیا کرویہ حدیث ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے ہیں جب تم اس حدیث میں جمع صوری مراد لیتے ہوتو یہاں جمع حقیق کیوں مراد لیتے ہوتو یہاں جمع حقیق کیوں مراد لیتے ہوتو یہاں جمع حقیق کیوں مراد لیتے ہوتو کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے بعض کا انکار۔ غیر مقلد کا اس پر کیوں مراد لیتے ہوتا کیا اس پہلا اعتراض۔

- ا) اسلم مولی عمر (بخاری جام ۲۲۱)
- ٢) عبداللدين وينار (ابوداؤدجاص١٤١)
- س) اساعیل بن ذویب (نبائی ج اص ۱۹) ومسند حمیدگی (ج ۲ ص ۲۹۹) وابوداؤد (جاص ۱۷۹)
 - m) آپ کے بیٹے نافع ملم (جرب ۲۲۵)
 - ۵) اورآپ کے بیٹے سالم ابوداؤد (جاس١٤١)

امام نافع کی روایت میں اضطراب ہے جبکہ بقایا چارشا گردوں نے متفق ہو کر بعد غروب الشفق کے الفاظ روایت کے لئے ہیں۔(نام نہاددین الحق ص ۵۷۵) وہائی صاحب نے بلا تحقیق حصر کا دعو کی کردیا۔

الجواب اولاً غیرمقلد کا یہ حصر بھی بلا تحقیق ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرنے والے اس کے پانچ شاگرد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیر بحث روایت کرنے والے چو(۲) اشخاص ہیں

پانچ تو یہی جن کا ذکر وہائی صاحب نے کیا اور چھٹے امام عبد اللہ بن واقد ہیں۔ (ابوداؤد عاباب الجمع بین الصلوتین دالدار قطنی جا باب الجمع بین الصلوتین فی السر)

ان کے حضرے ابن عمر رضی اللہ عنہماہے روایت کرنے کا ذکر علاوہ ابن تر کمانی الجواہرائقی میں ان الفاظ سے کیا:

" قُلُتُ وَرَوَاهُ عَنُ إِبْنِ عُمَرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَاقِدٍ " - (مَ البَهْ مَى جَسُ ١٢١)

"حدثنا محمد بن عبيد المحاربي نا محمد بن فضيل عن ابيه عن نافع وعبد الله بن واقد أنَّ مُوَّذِنَ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ اَلصَّلُوةُ قَالَ عن نافع وعبد الله بن واقد أنَّ مُوَّذِنَ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ اَلصَّلُوةُ قَالَ سِرَّ حَتَّى إِذَا كَانَ قَبُلُ غُيُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغُوبِ ثُمَّ اللهِ سِرَّ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَآءَ ثُمَّ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَلَ بِهِ آمُرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَلَ بِهِ آمُرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ فَسَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَلَ بِهِ آمُرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ فَسَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَلَ بِهِ آمُرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ فَسَارَ فِي ذَلِكَ الْهُودَاوُدَ رَوَاهُ فَسَارَ فِي ذَلِكَ الْهُودَاوُدَ رَوَاهُ إِبْنَ جَابِرٍ هَنُ نَافِعٍ نَحُو هَذَا بِإِسْنَادِهِ"

 نے ابن عمر بضی اللہ عنہماہے نماز کا کہا مگر انہوں نے سفر جاری رکھاحتی کہ غروب شفق سے پہلے اترے تو نماز مغرب اداکی پھر انتظار میں رہے جب شفق غروب ہوئی عشاء کو پڑھا پھر فرمایا کہ:

رسول الله صلی الله علیه وسلم کوبھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو آپ بھی اس طرح کرتے جیسے میں نے کیا پھر اس دن اور رات میں تین منزل تک چلتے رہے۔ امام ابوداؤد نے کہا کہ اسے ابن جابر نے بھی حضرت نافع سے اپنی سند سے اس طرح روایت کیا اس سے معلوم ہوا کہ فضیل بن غزوان کا متابع اس روایت میں ابن جابر بھی ہے اور اس روایت میں ابن جابر بھی ہے اور اس روایت کے متعلق علامہ نیموی فرماتے ہیں:

"رواه ابوداؤد والدار قطني واسناده صحيح"_ (١٥/النن ٥٢٥) اسے ابوداؤر اور دارقطنی نے روایت کیا اور اسناداس حدیث کی سیجے ہے۔ ثالثاً غير مقلد صاحب كابيكهنا كه امام نافع كى روايت مين اضطراب ہے جبكه بقایا چارشا گردوں نے متفق ہو کر بعد غروب الشفق کے الفاظ روایت کئے ہیں۔غیر مقلد کا حافظ خراب ہے۔غیر مقلد صاحب کا حافظ اس قدر خراب ہے کہ اس سے اگلے اعتراض کے تحت لکھ رہا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حیار شاگر د امام اسلم مولی ابن عمر رضی الله عنهمااور امام عبدالله بن دینار اور امام اساعیل بن ذویب (صحیح اساعیل بن عبدالرحن بن ذویب یا این ذویب سنن الکبری للبیقی جاص ۱۶۱ ہے فقیر قادری) **اور اما**م سالم متفق ہو کرحتی غاب الشفق بیان کرتے ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ص۵۸۰) (پہلے بعد * غروب الشفق پرشفق کهه دیا اورآ گے حتی غاب الشفق پر) جب که حقیقت پیرے کہ بیہ چاروحضرات بھی اس جگہ کسی ایک لفظ پر متفق نہیں ہیں بلکہ روایت میں اضطراب ہے چنانچەحفرت سالم سے بخارى جاص ١٣٩ پريدالفاظ منقول بين كه: "ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبِتُ حتَّى يُقِيْمَ الْعِشَاء فَيُصَلِّيْهَارَ كُعَتَيْن" _

' ویعنی مغرب کے بعد تھوڑی در کھہرے یہاں تک کرعشاء کی تکبیر ہوئی تو

دور کعت عشاءادا کی'۔

اور یمی لفظ حدیث مرفوع کے حضرت سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنما سے ال

"بَعْدَانُ غَابَ الشَّفَقُ"۔

کے الفاظ بھی آئے ہیں (الدارقطنی جا باب الجمع بین الصلو تین فی السفر _دارلدارقطنی جا باب الجمع بین الصلو تین فی السفر)

اورحضرت عبداللد بن دينار كي روايت كالفاظ:

"حَتَّى غَابَ الشَّفَقَ وَ تَصَوَّبَتِ النُّجُومُ" (ابوداود: ١٥٩٥١)

اوراساعیل بن عبدالرحلن بن ذویب سے مندرجہ ذیل مختلف الفاظ منقول ہیں:

" بُعُدَ غَيُوبِ الشَّفَقِ" - (الوداود: ١٥٩٥)

" فَلَمَّا ذَهَبَ بِيَاضُ الْأُفْقِ وَفَحْمَةُ الْعِشَاء " - (سن البيتى ٣٥ ١١١)

"حَتَّى ذَهَبَتُ كَحْمَةُ الْعِشَاءِ وَرَءَ يُنَابِيَاضَ الْأَفْقِ"-(طاوى جاص ١١١)

اور حضرت اسلم مولی عمرے بدالفاظ مروی میں:

"حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غَرُونِ الشَّفَقِ" - (بَارَى البالسرعة في السر) ان روايتول ميل سے ہرايك كالفاظ بغورد كي ليس مختلف ہيں -

غيرمقلد كا دوسرااعتراض:

ثانیاً: امام نافع سے روایت کرنے والے جلیل القدر امام عبیداللد بن عمر جو کہ فقہاء سبعہ مدینہ میں شار ہوتے ہیں نے

"بعد يغيب الشفق"

كالفاظ بيان كئے بيں - (ملم: جا،ص ٢٣٥)

دوسرے راوی حضرت نافع سے روایت کرنے والے امام ایوب بن ابی تمیمہ ہیں جس کے حق میں حافظ ابن حجرنے تقریب میں لکھا ہے:

"ثقه ثبت حجة من كبار الفقهاء"_

انہوں نے بھی

''فسار حتى غاب الشفق ثم نزل فجمع بينهما''ـ

کے الفاظ روایت کئے ہیں (طحادی جام ۱۱۱)

تیسرے راوی (حضرت نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پوتے) امام عمر بن محمد بن زید (جو کہ بخاری ومسلم کے راوی ہیں جن کے حق میں حافظ ابن حجرنے ثقہ کا لفظ لکھ رکھا ہے) ہیں۔انہوں نے بھی

"بعد ماغاب الشفق".

کے الفاظ روایت کئے ہیں (الدارتطنی جاس ۲۹۱)

چوتھے راوی امام مویٰ بن عقبہ ہیں جو کہ بخاری وسلم کے راوی ہیں جن کے حق میں حافظ ابن حجرنے

"ثقه فقيه امام المغازى"

کے الفاظ لکھے ہیں اور پانچویں راوی بحی بن سعید ہیں یہ بھی ثقہ اور بخاری وسلم کے راوی ہیں ان دونوں مؤ حو الذکو نے ربع اللیل کے الفاظ بیان کے ہیں (دار قطنی جاص ۳۹۳) یعنی جب رات کا ایک چوتھائی حصہ گزرگیا تو تب عبداللہ بن عمرضی اللہ عنمااترے اور نمازوں کو جَمع گیا۔

اس کے بالمقابل حضرت نافع سے روایت کرنے والے لیٹ بن سعد، فضیل بن غزوان، ابن جابر، عبداللہ بن علا، عطاف بن خالد اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنها ہیں جنہوں نے حتی کا دغروب الشفق یا اس کے ہم معنی الفاظ بیان کئے ہیں اب ترتیب وار ان کی کھوٹ سنتے جائے۔ اور پہلی روایت بطریق لیٹ میں عبداللہ بن صالح کا تب اللیث ہیں (طاوی جامیات) اور یہ متعلم میں ہیں چنا نچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

''کثیر الغلط ثبت فی کتابہ و کانت فیہ غفلہ''۔(تقریب ۱۳۲۳) لیمنی سپا تو ہے مگر کثرت سے غلطیاں کرتا ہے اپنی کتاب میں ثبت ہے مگر اس میں بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں امام نسائی نے انہیں لیس بثقة کہا ہے۔ امام احمد نے اسے لیس بشیء (بیچ محض) قرار دیا ہے۔ امام علی بن مدینی نے

"ضربت على حديثه وما اروى عنه"-

یعنی میں نے اس کی احادیث قلم زدر دیں ہیں اور اس سے روایت نہیں کروں گا۔ امام صالح فرماتے ہیں:

"تكذب في الحديث"

کہ وہ حدیث میں جھوٹا ہے امام احمد بن صالح کا کہنا ہے کہ:

· 'مهتم ليس بشيء' ·

لعنى وهمهتم بالكذب باورمحض هيج تهذيب لتهذيب

(جهم ۲۵۸) دميزاب (جمع ۲۵۸)

علامہ ماردینی حنی نے اس پرجرح کی ہے (الجوہر لتی جام ۴۹۹)۔ ٹانیآ امام اللیث کی روایت کو امام ابوداؤ دیے ابن وهب کے طریق سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ ہیں کہ:

"فساء حتى غاب الشفق وتصوبت النجوم ثم انه نزل فصلى الصلوتين" - (ابوداور جام ١٤١)

یعنی آپ چلتے رہے یہاں تک کشفق غروب ہوگئ اور تارے نمایاں ہو گئے تو پھر آپ اترے اور دونوں نمازیں پڑھیں (انتھی) اس سے واضح ہوا کہ طحاوی کی روایت ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح کے نمالف بھی ہے دوہری روایت جو کہ فضیل بن غزوان کے طریق سے مروی ہے اس کی سند میں محمد بن عبید المحاربی ہے (ایمناج اساد) جو کہ صدوق قتم کا راوی ہے۔ تیسری روایت جو کہ ابن جابر عبدالرحمٰن بن برید سے مروی ہے (ابوداؤد جاس الماوطاوی جاس ۱۱۱) بلاشبہ بی تقداور سے جابرعبداللہ بن علاء سے مروی ہے (ابوداؤد جاس ۱۱۱) ۔ یہ بھی بلاشبہ تقد روایت جو عبداللہ بن علاء سے مروی ہے (ابوداؤد جاس ۱۱۱) ۔ یہ بھی بلاشبہ تقد راوی ہیں ۔ یا نچویں راویت جو کہ عطاف بن خالد سے مروی ہے (نائی جاس د) یہ صدوق قتم کا راوی ہے۔ چھٹی روایت جو کہ اسامہ بن زید العدوی ہے نوید ضعیف ہے صدوق قتم کا راوی ہے۔ چھٹی روایت جو کہ اسامہ بن زید العدوی ہے نوید ضعیف ہے جیسا کہ ابن حجر نے اسامہ بن زید اللیش ہے تو تب بھی حجت نہیں کیونکہ یہ نافع کی روایات میں منکر روایات بیان کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام ہیر کہ امام نافع سے روایت کرنے والے حفاظ شاگردوں نے حتی عاب الشفق کے الفاظ ہی روایت کئے ہیں بات کو آسان کرنے کے لئے ہم یہاں مررجدول کی صورت میں تقابل رجال پیش کرتے ہیں۔

امام نافع کی روایت میں تقابل رجال

حتى كادالشفق	حتى غاب الشفق
روایت کرنے والے	روایت کرنے والے
۱)فصيل بن غزوان بن حرير	ا)عبيد الله بن عمر بن حفض بن
الضبى مولاهم ابوالفضل الكوفي	عاصم بن عمر بن الخطاب
ثقة من كبار السابعة .	العمرى المدنى ابوعثمان ثقه ثبت
	قدمه احمد بن صالح على مالك
	في نافع وقدمه ابن معين في القاسم
	عن عائشة على الزهرى عن عروة
	عنها من الخامسة .

٢)عبدالرحمن بن يزيد بن جابر	۲)ايوب بن ابى تىمىمة ابوبكر
الازدى ابوعتبته الشامى الداراني	البصرى ثقة ثبت حجة من
ثقة من السابعة _	كبار الفقها العباد من الحامسة .
٣)عبدالله بن العلاء ثقة من	٣)عمربن محمدبن زيدبن
السابعة .	عبدالله بن عمر بن خطاب المدنى
	نزيل عسقلان ثقة من السادسة
٣)عطاف بن خالد بن عبدالله بن	٣) موسى بن عقبةبن ابى عياش
العاص المخزولي ابوصغوان	الاسدى مولئ ال الذبير ثقة فقيه
المدنى صدوق يهم من السابعة .	امام في المغازى من الخامسة
۵)اسامه بن زید بن اسلم العدوی	۵) يــحيـٰى بـن سعيــد بـن قيــس
مولاهم المدنى ضعيف من قبل	الانصارى المدنى ابوسعيد
حفظه ـ	القاضى ثقة ثبت من الخامسة .

قارئين كرام:

یہ تقابل رجال مرر ملاحظہ سیجے جے ہم نے حافظ ابن جحرکی تالیف تقریب التہذیب سے پیش کیا ہے کہ حق غاب الشفق روایت کرنے والے امام نافع کے حفاظ شاگر د ہیں جبکہ حتی کا دالشفق بیان کرنے والوں میں سے کوئی بھی عبیداللہ اور ایوب کے پائے کا راوی نہیں ہے۔ ہماری ان گز ارشات سے تین با تیں کھل کے سامنے آتی ہیں۔

یہ اولاً: حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما کے جارشا گردامام اسلم مولی ابن عمراور امام عبداللہ بن دینار اور امام اساعیل بن ذویب اور امام سالم منفق ہو کرحتی غاب الشفق بیان کرتے ہیں۔

اللہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہاہے روایت کرنے والے امام نافع کے حفاظ شاگر دہمی حتی غاب الشفق کے الفاظ بیان کرتے ہیں اور امام بیہ ق کا کہنا ہے کہ یہی درست ہونے میں اولی ہے (اسن الكبرى للبقى ص١٦٠ جس)

ثالثًا: امام نافع کے جن شاگردوں نے حتی کادان یغیب الشفق کے الفاظ بیان کے بین انہوں نے اپنے سے اوثق رجال کی مخالفت کی ہے اور یہ سلمہ اصول ہے کہ جب ثقہ راوی اپنے سے اوثق کی مخالفت کر ہے تو اس کی روایت شاذ ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام میر کہ نافع کی روایت شاذ ہے (جو کہ ضیعف کی ایک قتم ہے) اور صحیحین کی روایت کے خالف ومعارض بھی للبذا مردود ہے۔

نام نهاد دین الحق صفحه ۵۷۷ تا ۵۸۱

الجواب اولاً: وہابی کوراوی پرجرح نظر آئی توثیق نظر نہ آئی۔غیر مقلد کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں محدث نے عبداللہ بن صالح کا تب اللیث پرجرح کی ہے فقیر کہنا ہے کہ عبداللہ بن صالح کا تب اللیث کی توثیق کرنے والے بھی موجود ہیں مگر غیر مقلد صاحب کوان پرجرح نظر آئی توثیق نظر نہ آئی:

"في الأسلام الحافظ الامام الى محمد عبد الرحمن بن ابى حاتم محمد بن ادريس بن المنذر التميمي الحظلي الرازي المتوفى ١٣٢٥ هدرهمة الله عليه لكصة بين

عبدالله بن صالح كاتب الليث مصرى روى عن موسى ابن على ومعاوية بن صالح والليث بن سعد ويحيى بن ايوب وبكر بن مضر والمفضل بن فضالة وحرملة بن عمر ان وقباث بن رزين، روى عنه الليث بن سعد وعبدالله بن وهب ورحيم والربيع بن سليمان ومحمد بن يحيى النيسابورى واحمد بن الفرات ابومسعود الرازى، ناعبد الرحمن سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ ذَٰلِكَ وَيَقُولُ كَتَبُنَا عَنْهُ نَا عَبْدِالرَّحُمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ

اَبِى يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَالُمَلُكِ بْنِ شُعَيْبِ اِبْنَ اللَّيْثِ يَقُولُ اَبُوُ صَالِحٍ كَاتِبُ اللَّيْثِ عَبْدَالُمَلُكِ بْنِ شُعَيْبِ اِبْنَ اللَّيْثِ يَقُولُ اَبُوُ صَالِحٍ كَاتِبُ اللَّيْثِ ثِقَةٌ مَّامُونٌ قَدْ سَمِعَ عَنْ جَدِّي حَدِيْثَهُ وَكَانَ يُحَدِّثُ مُعَلَى التَّحُدِيثِ " - وَكَانَ يُحَدِّثُ مُعَلَى التَّحُدِيثِ " -

(كتاب الجرح والتعديل: جعص ٨١)

"عبدالله بن صالح ابوصالح كاتب الليث مصرى بيل- انهول في روايت كى مولى بن على اور معاويد بن صالح اور الليث بن سعد اور يحيى بن ايوب اور بكر ابن مصر اور المفصل بن فضاله اور حرمله بن عمران اور قباث بن رزين "-

ے اور ان سے روایت کی:

اللیث بن سعد اور عبدالله بن وهب اور رحیم اور دبیع بن سلیمان اور محمد بن یحیی نیشا پوری اور احمد بن فرات ابومسعود دازی نے عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے بینا اور وہ کہتے کہ ہم نے ان سے (احادیث) لکھی ہیں عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے میں نے عبدال ملك بن شعیب کو ابن اللیث کو فرماتے ساکہ ابوصالح کا تب اللیث ثقه مامون ہے تحقیق اس نے میرے دادا سے حدیث ساعت کی اور وہ میرے باپ کے سامنے حدیث بیان کرتے اور میرا باپ انہیں حدیث بیان کرنے وہ میرے باپ کے سامنے حدیث بیان کرتے اور میرا باپ انہیں حدیث بیان کرنے پرغبت ویتا۔ اس کے اس صفح پر ہے کہ عبدالرحمٰن نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کہتے میں نے ابوالاسود نظر بن عبدالرجمٰن نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کہتے میں نے ابوالاسود نظر بن عبدالرجمٰن اور سعید بن عفیر کوعبداللہ بن صالح کاتب اللیث کی خوبیاں بیان کرتے سا۔

الكامل ابن عدى كے حاشيہ برہے:

"ابوصالح المصرى كاتب الليث وثقه ابن معين وَقَالَ ابوزرعة حسن الحديث"-

'دلینی ابوصالح کاتب اللیث کو امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور امام ابوزرعہ نے فرمایا کہان کی حدیث حسن ہے'۔

النازیر بحث روایت کے ایک اور راوی اسامہ بن زیداللیثی کو بھی غیر مقلد صاحب نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اب ان کے متعلق محدثین کرام کے اقوال ملاحظہ کریں ۔غیر مقلد صاحب نے بیعلم نہ ہونے کے باوجود کہ کونیا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما راوی ہے اپنی عادت پوری کی کہ زیر بحث روایت میں جو بھی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہے خواہ وہ العدوی ہے یا اللیثی ضعیف و مجروح ہے حالانکہ ان دونوں کی توثیق و تعدیل میں محدثین کے ارشادات موجود ہیں۔ (راوی پرضعف کے دعوی کارڈ) چنانچہ الامام الحافظ ابوا حمد عبداللہ بن عدی الجرجانی کھتے ہیں:

"سَمِعْتُ اَبَا يَعْلَىٰ يَقُولُ سَمِعْتُ يَحْنَى بْنَ مُعِيْنٍ يَقُولُ: -اُسَامَةُ بُنُ زَيْدِ اللَّيْشِيُّ ثِقَةٌ صَالِحٌ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ بْنُ اَحْمَدُ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اَحُمَدُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِى مَرْيَمَ قَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ اُسَامَةُ بُنُ زَيْدِ اللَّيْشِيُّ ثِقَةٌ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيّ الْمُرُوزِيُّ حَدَّثَنَا عُشْمَانُ بْنُ سَعِيْدِ سَالَتُ يَحْيَى بْنَ مُعِيْنٍ عَنْ السَامَةَ بْنِ زَيْدِ اللَّيْشِيِّ قَالَ لَيْسَ بِهِ بَاسٌ (اَلكامل في ضعفاء الرجال" .

(جاص ۱۹۵۵)

میں نے ابویعلی سے سنا اس نے کہا کہ میں نے امام کیجیٰ بن معین کو فرماتے سنا کہ اسامہ بن زیداللیثی ثقہ صالح ہیں۔

ہمیں علی بن احرسلیمان نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں احد بن سعد بن مریم نے بیان کیا کہ امام بحی بن معین نے فرمایا اسامہ بن زیداللیثی تقدراوی ہیں ہمیں محر بن علی المروزی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عثان بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے امام کیلی بن معین سے حضرت اسامہ بن زیداللیثی کے متعلق پوچھا فرمایا اس کی روايت مين كوئى حرج نہيں ـعلامه حافظ ابن حجرعسقلانى دحمة الشعليہ لكھتے ہيں -"وَقَالَ اَبُوْ يَعُلَى الْـمُوصَلِى عَنْهُ ثِقَةٌ صَالِحٌ وَّقَالَ عُثْمَانُ السَّدَّارِمِـى عَنْهُ لَيْسَ بِهِ بَاسٌ وَّقَالَ الدَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْهُ ثِقَةٌ زَادَ غَيْرُهُ حُجَّةٌ" ـ (تهذیب التهذیب: ١٨٣٠)

یعنی ابویعلی الموسلی نے (امام ابن معین) سے نقل کیا کہ (حضرت اسامہ بن زید اللیقی) تقد صالح راوی ہیں اور امام داری نے انہیں سے بیان کیا کہ ان کی روایات میں کوئی حرج نہیں اور امام الدوری وغیرہ نے ان سے تقدروایت کیا جبکہ ان سے علاوہ نے یہ زیادہ کیا کہ جت ہیں۔ اس سے کچھ آگے اس کے اسی صفحہ پر ہے کہ وقال ابنی نُمَیْرٍ مَدَنِیٌّ مَشْھُورٌ وَقَالَ الْعِجْلِیُّ ثِقَةٌ

وقال آبن ممیر مدیبی مسهور وق موسی اور امام العجلی نے فرمایا کہ تقد ہے اس

كآ گے صفحہ برے:

رَولى لَهُ مُسْلِمٌ وَاسْتَهَ لللَّتْ بِكَثْرَةِ رَوَايَتُهُ لَهُ عَلَى اللَّهُ عِنْدَهُ صَحِيْحُ الْكِتَابُ عَلَى اَنَّ اكْثَرَ تِلْكَ الْاَحَادِيْثُ مُسْتَشْهَدٌ بِهَا اَوْ مَقُرُونٌ فِي الْاَسْنَادِ

اس سے امام مسلم نے روایت کی اور اس کی روایات اس پر بکثرت ولالت کرتی اس سے امام مسلم نے روایت کی اور اس کی روایات اس پر بکش در اس سے بیاں سے کے پاس سے کتاب تھی اور اس پر بھی کہ ان احادیث پر شوّا ہدموجود ہیں یا اساد میں مقرون ہیں اور تھا ذیب الکے مال فی اسماء الر جال میں الحافظ کمال الدین فرماتے ہیں:

"إِسْتَشْهَدَ بِدِهِ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيْحِ وَرَوْى لَـهُ فِي الصَّحِيْحِ وَرَوْى لَـهُ فِي الصَّحِيْحِه". (٢٥٠٣/٣٥٠)

امام بخاری نے اسے قبول کیا اور اس کی روایت اپنی سیح میں نقل کی محدثین کرام کی اسامہ بن زید اللیثی کی توثیق پر مذکورہ شہادت کے علاوہ پیر بھی معلوم ہوا کہ شخین (بخاری وسلم) نے ان کی روایت کو قبول کیا اور صحیحین میں روایت کیا (غیر مقلد کی دورنگی چال) جبکہ وہائی صاحب کو اقرار ہے کہ اس پر (اجماع امت ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں) نام نہاد دین الحق ۵۲۵ جبکہ وہائی صاحب دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ ضعیف راوی کی روایت کی امام ومحدث کے قبول کرنے سے صحیح نہیں ہوتی تو بخاری کی تمام روایات تبھی صحیح ہوئی جب کہ حضرت اسامہ بن زید اللیش کی روایت کو بھی صحیح مانا جائے کیونکہ بیتمام کے اطلاق سے خارج نہیں اب اسامہ بن زید بن اسلم القرشی العدوی کے متعلق محدثین کرام کی رائے دیکھیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ بُنُ اَحْمَدُ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بُنُ سَعْدِ بُنِ اَبِي مَرْيَمَ سَمِعْتُ يَحْيَى بُنَ مُعِيْنِ يَقُولُ: اُسَامَةُ بُنُ زَيْدِ بُنِ اَسْلَمَ ضَعِيْفٌ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ .

الکامل فی ضعفاء الرجال (جاس ۳۹۱) احمد بن سعد بن ابی مریم نے بیان کیا کہ میں نے ابن معین سے ساکہ اسامہ بن زیدبن اسلم ضعف ہے مگران کی حدیث کھی جائے گی اس کے ای صفحہ پر ہے:

حَدَّثَنَا الْجُنَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْبُخَارِيُّ قَالَ ضَعَفَ عَلَى عَبْدِ الرَّحُمٰنِ بُنِ زَيْدِ بُنِ السَّلَمَ وَاَمَّا اَخُوَاهُ اُسَامَةُ وَعَبُدُ اللهِ فَذَكَرَ عَنْهُمَا صَحَةً .

امام بخاری نے عبدالرحلٰ بن زید بن اسلم کوضعیف کہا بہر حال اس کے دونوں بھائیوں اسامہ بن زید بن اسلم اور عبداللہ کی صحت بیان کی

اس كي آ كي صفحه برب

"قَالَ الشَّيْخُ وَلَمْ آجِدُ لِاسَامَةَ بُنِ زَيْدٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا جِدًّا لَا الشَّيْخُ وَلَمْ آجُو أَنَّهُ صَالِحٌ".

شیخ نے فرمایا کہ میں نے اسامہ بن زید کی کوئی حدیث منکر نہ پائی نہ اسناداً ورنہ

متناً۔اورامید ہے کہ وہ حدیث میں صلاحیت والے ہیں واضح رہے کہ اس بیان کا یہ مقصد ہر گرنہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن اسلم قرشی عدوی پر کسی محدث نے جرح نہیں کی مقصد ہیہ ہے کہ غیر مقلدصا حب نے خیابتہ ان حضرات کی جرح پرعبارتیں نقل کرلیں مگر ساتھ ہی محدثین کرام کے وہ اقوال جن میں حضرات کی جرح پرعبارتین نقل کرلیں مگر ساتھ ہی محدثین کرام کے وہ اقوال جن میں ان کی تعدیل وتوثیق ثابت ہے چھوڑ دیئے اب سوال ہیہ ہے کہ زیر بحث دونوں راوی منظم فیہ ہوئے تو منظم فیہ ہوئے تو منظم فیہ کو منظم فیہ ہوئے وہ قاعدہ ہے منظم فیہ راوی کی روایت ورجہ حسن سے کم نہیں ہوتی اس پر محدثین جس میں ہے کہ شکلم فیہ راوی کی روایت ورجہ حسن سے کم نہیں ہوتی اس پر محدثین کرام کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ شکلم فیہ راوی کی روایت کا تھم محدثین کے نز دیک کرام کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ شکلم فیہ راوی کی روایت کا تھم محدثین کے نزدیک دولی الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی 104 ہوئی میں عبدالقوی المنذری المتوفی 104 ہوئی دولیت کا تعربی المنام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی 104 ہوئی دولیت کا تعربی المتوفی المنذری المتوفی المندری المتوفی المنذری المتوفی المنذری المتوفی المندری المتوفی الم

- يَنَ فَاقُولُ إِذَا كَانَ رَوَا قُ اِسْنَادِ الْحَدِيْثِ ثِقَاتٌ وَفِيهِمْ مَنْ أُخْتُلِفَ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ آوْ مُسْتَقِيْمٌ آوُلا بَأْسَ بِهِ -

پس میں کہتا ہوں کہ جب سند حدیث میں تقدراوی ہوں اور ایسے راوی ہوں
جن کی توثیق وتضعیف میں اختلاف ہوتو ایسے رابوں کی روایت کی سند ورجة حسن یا
متقیم یااس میں کوئی حرج نہیں ہوتا التو غیب والتو هیب من الحدیث
الشریف للمنذری ج اص ۱۰ مقدمة المؤلف طبع دار احیاء التراث
العربی بیروت لبنان-

ى بيرر - من المام ابن دقيق العيد كافر مان الكه صديث پاك كم متعلق - (دوم) امام ابن دقيق العيد كافر مان الكه حديث پاك كم متعلق - "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّا فَمَسَحَ الْذُنْيَةِ مَعَ الرَّءُ سِ
وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّءُ سِ" -

کے بارے امام زیلعی حنفی امام ابن دقیق العید کا فرمان پیش کرتے

"قَالَ إِبُن دَقِيْقِ الْعِيْدِ فِي الْإِمَامِ وَهَاذَا حَدِيثٌ مَعْلُولٌ بِوَجُهَيْنِ السَّكُ فِي رَفْعِهِ الْحَدُهُ مَا الْكَلاَمُ فِي شَهْرِ بُنِ حَوْشَبٍ وَّالثَّانِيُّ الشَّكُ فِي رَفْعِهِ وَلَلَّانِيُّ الشَّكُ فِي رَفْعِهِ وَللَّحِدَ اللَّهُ الْبُخَارِيُّ وَهُوَ وَللَّحِدَ اللَّهُ الْبُخَارِيُّ وَهُو كَاللَّكَ اللَّهُ الْبُخَارِيُّ وَهُو كَانَ قَدُلَيَّنَ فَقَالَ اِبْنُ عَدِي ارْجُو آنَّهُ لَا بَاسَ بِهِ وَقَالَ اِبْنُ مُعِيْنٍ لَكَانَ قَدُلِيَّنَ فَقَالَ اِبْنُ عَدِي ارْجُو آنَّهُ لَا بَاسَ بِهِ وَقَالَ اِبْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فَالْحَدِيثُ عِنْدَنَا حَسَنٌ "

امام دقیق العید نے اپنی کتاب الامام میں فرمایا کہ بید حدیث دو وجہ سے معلول ہے ایک وجہ بید کہ اس کے راوی شہر بن حوشب میں کلام ہے دوسری وجہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے لیکن شہر بن حوشب کوامام احمد بن خنبل، امام یحیٰ، امام بخاری نے علی، امام یحفوب بن شیبہ اور امام سنان بن رہیج نے ثقہ کیا ہے اور امام بخاری نے بخاری شریف میں شہر بن حوشب کی روایت نقل کی ہے۔ اگر بیدراوی کمزور بھی ہوتو بخاری شریف میں شہر بن حوشب کی روایت نقل کی ہے۔ اگر بیدراوی کمزور بھی ہوتو امام ابن عدی نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اس راوی سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں امام ابن معین نے فرمایا کہ اس راوی میں ضعف ہے تو ہمارے نزد یک حدیث سے دو ہمارے نزد کیک حدیث سے دو ہمارے نزد کیٹ میں ضعف سے دو ہمارے نزد کیک حدیث سے دو ہمارے نزد کیک میں شعف سے دو ہمارے نزد کیک حدیث سے دو ہمارے نزد کیک میں شعف سے دو ہمارے نزد کیک میں شعف سے دو ہمارے نزد کیک میں شعف سے دو ہمارے نزد کو نزد کی سے دو ہمارے نزد کر سے دو ہمارے نزد کی سے

نصب الرايه للزيلعي (١٥٥٥)_

(سوم) امام ترمذي كا فرمان _ امام زيلعي لكصة بين:

' قُلْتُ وَقَدُ صَحَّحَ التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِهِ حَدِيْتَ شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفَّ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَقَاطِمَةَ كَسَاهُ وَقَالَ هَلُولَآءِ اَهُلُ بَيْتِي ثُمَّ قَالَ هَذَا حَدِيْتُ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ''۔ هذا حَدِيْتُ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ''۔

میں (امام زیلعی) کہنا ہوں کہ امام ترمذی نے شہر بن حوشب کی حضرت ام سلمہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین اور حضرت علی وفاطمہ کو اپنی جا در مبارکہ میں لے لیا اور فرمایا یہ میرے اہل بیت بیں امام ترندی نے کہا کہ بیرحدیث حسن سیح ہے۔

(نصب الرابية: جهام ١٩)

ثالثاً: جس روایت میں جمع صوری لعنی مغرب کو اس کے آخر وقت اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ابت ہے متعدد طرق مل کر روایت کو قوی بنادیتے ہیں۔ پیرطرق کثیرہ سے آئی ہے اگر پیرسب ضعیف بھی ہوں تو پھر بھی مل کر ایک دوسرے کو قوی وقابل جحت بنا دیتے ہیں جبکہ صورت یہ ہے کہ خود غیر مقلد صاحب نے اس روایت کے طرق شار کیئے ہیں ج<mark>ن میں</mark> صرف دوطرق کے صرف دوراویوں پر اعتراض کیا ہے جبکہ جارطرق کے راویوں کی توثیق کا اقرار کیا ہے تو پھر بیرروایت صیح کیوں نہیں؟ ہارے موقف کی روایت پر شاہد موجود ہے جو اسے قوی بنا تا ہے۔رابعاً زیر بحث روایت پر شاہر موجود ہیں جو اس میں مزید قوت کا سبب ين چنانچ الحافظ نورالدين الهيشمي رحمة الله عليه بان كرت ين "حدثنا محمد بن عبدالله بن عبدالسلام البيروتي حدثنا محمد بن غالب ثنا غصن بن اسمعيل عن معاذ بن جبل قال خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ فِي غَزُوَةٍ تَبُوْكٍ فَجَعَلَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ يُصَلِّي الظُّهْرَ فِي آخِر وَقُتِهَا وَيُصَلِّى الْعَصْرِ فِي آوَّلِ وَقُتِهَا ثُمَّ يَسِيرُ وَيُصَلِّى الْمَغُرِبَ فِيْ آخِرِ وَقُتِهَا مَالَمْ يَغِبِّ الشَّفَقُ وَيُصَلِّى الْعِشَآءَ فِي أَوَّلِ وَقُتِهَا حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ الْحَدِيثَ"

(مجمع البحرين في زوائد المعجمين ج٢ باب الجمع في السفر)

حضرت معاذین جبل رضی الله عنه بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول الله صلی الله علیہ وسلی الله علیہ وسلی الله علیہ وسلی کے ساتھ غزوہ تبوک کو نکلے تو آپ ظہر وعصر کواس طرح جمع فرمانے لگے کہ ظہر کواس کے آخر وقت میں پڑھا اور عصر کواس کے اول وقت میں پھرآپ سفر کرتے

رہے اور مغرب کواس کے آخر وقت میں پڑھا جب کہ شفق غائب نہ ہوئی تھی اور عشاء کواس کے اول وقت میں ادا کیا۔ جب شفق غروب ہوئی (علامہ طبرانی کا اعتراض اور اس کا جواب) اس جگہ عبلامیہ المهیشمی نے امام طبرانی کا کلام طبرانی صغیر سے مذکورہ روایت کے متعلق یوں نقل کیا ہے:

''لم يروہ عن ابن ثوبان إلا عُصَنُ تَفَرَّدَ بِهِ مُحَمَّدُ بُنُ عَالِبٍ ''۔
ليم يروه عن ابن ثوبان سے عصن كي سواكى نے روايت نہ كيا اور اس
ميں محمد بن عالب نے تفرد كيا ہے اس كے ذيل ميں اس كے حشى اس كے جواب
ميں لكھتے ہيں:

قُلْتُ قَدُ ذَكَرَهُ إِبْنُ حَبَّانِ فِي الثِّقَاتِ كَمَا تَقَدَّمَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ إِنْشَآءَ الله .

میں کہتا ہوں کہ اس کا لیعن عصن کا شار ابن حبان نے نقات میں کیا ہے اور انشاء اللہ (اس روایت) کی سند حسن ہے۔اور حدیث حسن قابل جحت ہے اسی جگہ ہے کہ محمد بن غالب انطاکی کا شار بھی ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے دوم علامہ پیٹی آ نے مجمع الزوائد میں ایک روایت اس طرح بیان کی۔

حضرت انس رضی الله عنه عمل سے جمع صوری کا ثبوت:

"وَعَنْ أَنَسِ إِنَّهُ كَانَ إِذَا آرَادَ أَنُ يَّجُمعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ فِي السَّفَرِ أَخْرَ الظَّهُرَ اللَّي آخِرِ وَقُتِهَا وَصَلَّاهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ فِي السَّفَرِ بَ فِي آخِرِ وَقُتِهَا وَيُصَلِّى الْعَصْرَ فِي أَخِرِ وَقُتِهَا وَيُصَلِّى الْعَصْرَ فِي الْمَعْرِبَ فِي آخِرِ وَقُتِهَا وَيُصَلِّى الْعِصَاءَ فِي الْوَلْ وَقُتِهَا وَيُصَلِّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمَعُ بَيْنَ الصَّلُوتَيْنِ فِي السَّفَرِ" (جُمَّ الروائدة ٢٠٠١) عَرْمَ الله عنه عنه عهم على دو نماذي جَمَّ حضرت السَّ ضِي الله عنه عنه عهم كه جب وه سفر على دو نماذي جَمَّ حضرت السَّ ضَى الله عنه عنه عنه عنه عنه عنه عنه عنه عنها وقائد عنها برقي الله عنه عنها وقائد عنها الله عنها وقائد عنها الله عنها الله عنها الله عنها الله عنها وقائد عنها الله عنها الله عنها وقائد عنها الله عنها وقائد عنها الله عنها الله عنها وقائد عنها الله عنها وقائد عنها الله الله عنها وقائد عنها الله وقائد عنها الله وقائد عنها الله وقائد عنها الله وقائد عنها وقائد عنها الله وقائد عنها الله وقائد وقائد الله وقائد الله وقائد الله وقائد الله وقائد الله وقائد الله وقائد وقائد الله وقائد الله وقائد وقائد الله وقائد وقائد الله وقائد وقائد الله وقائد الله وقائد وقائد الله وقائد وقا

اورعصر کواس کے اول وقت میں ادا کرتے اور مغرب اس کے آخر وقت پر پڑھتے اور عشاء کواس کے اول وقت میں اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی الله عليه وسلم بھی سفر میں اسی طریقہ سے دونمازیں جمع فرماتے تھے۔اب اس سے جمع صوری ثابت ہوئی۔

احاديث مين موافقت:

ر ہاسوال کہ جن روایتوں میں نماز مغرب کوغروب شفق کے بعد پڑھنا معلوم ہوتا ہے ان میں اور ان میں کیا مطابقت ہے؟ عرض کرتا ہوں کہ جن روایتوں میں مغرب غروب شفق کے بعد پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس سے مراد شفق احر ہے نہ کہ شفق بیاض چنانچه علامه نيموي فرماتے ہيں:

قَـلُـتُ قَوْلُهُ بَعُدَ اَنْ يَعِيْبَ الشَّفَقُ اَرَادَ بِهِ غِيَابَ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ وَقُتُ الْمَغُرِبِ إِلَى الشَّفَقِ الْآبُيَضِ عَلَى قُولِ آبِي حَنِيْفَة . (العليق الحن على آثار السنن ص ٢١٩)

میں کہتا ہوں کہ بعد غروب شفق کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد شفق احمر ہے اور وہ مغرب کا ہی وقت ہے شفق ابیض غروب تک امام ابوحنیفہ رضی الله عنه کے قول پرغیر مقلد امام طحاوی رحمة الله علیه پر تنقیدی روش میں

لطيفه اول:

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ

إِنَّ حَدِيْتَ آيُّوْبَ الَّذِي قَالَ فِيْهِ فَسَارَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَـزَلَ كُـلُّ اَصِحَابِ نَافِعِ لَمْ يَذُكُرُوا ذِلِكَ لَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْهُ وَلاَ مَالِكٌ وَّلاَ اللَّيْتُ وَلاَ مَنْ رَوَيْنَا حَدِيْتَ ابْنِ عُمَرَ فِي هٰذَا الكياب . (شرح معانى الآثارج اس ١١١)

یعنی ایوب کی روایت میں جو الفاظ آئے ہیں کہ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی تو پھر ازے امام نافع کے تمام شاگر دیے زیادتی بیان نہیں کرتے مثلاً عبیداللہ، امام مالک، امام لیث اور نہ ہی کسی اور کی روایت میں بیدالفاظ آتے ہیں جو اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں (انتھی)

اولاً: امام طحاوی جو کہ بلاشہ ایک بلند پایا محدث ہیں گر ان کے تعصب کی دادد یجئے کہ عبیداللہ بن عمر کی روایت توضیح مسلم میں مروی ہے بلکہ فدکورہ عبارت سے ایک سطر قبل خود امام طحاوی نے امام عبیداللہ کی روایت نقل کی ہے جس میں بَعْدَ مَا یَخْیْتُ الشَّفَقُ کے الفاظ مروی نہیں اور امام لیٹ بن سعد کی روایت سنن ابوداؤد میں مروی ہے اور امام مالک کی روایت میں اختصار ہے اور عدم ذکر سے عدم ثیء لازم مروی ہے اور امام مالک کی روایت میں اختصار ہے اور عدم ذکر سے عدم ثیء لازم نہیں آتی۔ (نام نہاددین الق ص ۵۸۰)

غيرمقلد كااندهااعتراض:

د الجواب اصل میں وہائی صاحب امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ نقدیر کو سمجھ نہیں سکے الٹا اپنے پر قیاس کرتے ہوئے انہیں متعصب کہد دیا وہائی صاحب امام طحاوی کا مقصد پہنیں کہ:

'بُعُدَ مَا يَغِينُ الشَّفَقُ

کے الفاظ ابوب کے سوا امام نافع کے کسی شاگر د سے منقول نہیں امام طحاوی رحمة اللّه علیہ کی مراد ہے کہ ابوب کی روایت میں جوآیا ہے کہ:

حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا .

بیالفاظ ابوب کے سوا امام نافع سے کسی اور نے بیان نہیں گئے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی الله عنهما نے شفق غروب کے بعد مغرب وعشاء کو جمع فرمایا۔ جبکہ مبید اللہ بی امام نافع سے روایت میں ہے :

" جَمَعَ بَيْنَ الْمَغُولِ وَالْعِشَآءِ بَعْدَ مَا يَغِيْبُ الشَّفَقُ" .

لعنی ابن عمر رضی الله عنهمانے مغرب وعشاء کوغروب شفق کے بعد جمع فرمایا۔اس میں توجیہ ممکن ہے کہ آپ نے مغرب غروب شفق سے قبل اینے وقت میں ادا فرمائی ہو۔اور بعدغروب شفق عشاء کواپنے وقت میں پڑھ کر دونوں کو جمع فرمایا کیونکہ لفظ جمع کا اطلاق تب درست ہے جب کہ دوسری نماز ساتھ ملائی جائے نہ کہ جب پہلی شروع کی جائے اس سے معلوم ہوا کہ ابوب اور عبیداللہ کی روایتوں کا مفہوم مذکورہ اعتبار سے مخلف ہے مگر و ہابی صاحب کم عقلی سے بیہ بات نہیں سمجھا لہذا خواہ مخواہ امام طحاوی پراعتراض کر دیا جو کہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔غیر مقلد لطیفہ ثانیہ کا عنوان و _ كرامام السنت مجدد دين وملت حامى السنة قاطع البدعة امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی الله تعالیٰ عنه کے متعلق یول زبان درازی کرتا ہے۔ ویمن توحید وسنت مجدد بدعات ملا بریلوی میال نذر حسین صاحب محدث وہلوی رحمۃ الله علیه کا نہایت برتہذی سے ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ بالفرض بيسب رواة مطعون عي سهي مگر جب باليقين ان مين كوئي بهي درجه سقوط مين نہیں تو تعدوطرق سے پھر حدیث حجت تامه و لکن الوهابیة قوم یجهلون۔ (فآوی رضویه جهم ۲۳۸)

اولاً: اگر ملا بریلوی نے کثرت طرق سے ہی فیصلہ کرنا تھا تو پہلے بیرتو غور کیا ہوتا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ان کے چار حفاظ شاگردوں نے حتی ان یغیب الشفق کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

ٹانیاً ملا جی محض راویوں کو ہی نہیں ڈیکھا جاتا بلکہ درجہ ومقام کا لحاظ بھی کیا جاتا ہے اور یہاں ثقہ نے اوثق کی مخالفت کی ہے لہذا نافع کی وہ روایات جن میں حتی کا دان یغیب الشفق کے الفاظ مروی ہیں۔

اصول حدیث کی رو سے شاذ کھہری تو پھریہ ججت تام کیے ہوئی؟

"ولكن البريلويت قوم يجهلون"-

(نام نهادوین الحق ص ۵۸۲ ۵۸۱)

وہابی کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ الله علیہ کے متعلق زبان درازی

كاجواب:

الجواب اولاً طائفه وهابيه نجديه نے بميشة شخصيات يرتى ومذهب يرتى كو اپناوطورہ بنایا جس نے ان کے مذہبی پیشواؤں کے کرتو توں اور ان کی کج روش کا ذکر کیا اور ان کے مذہب نامہذب کے نقائص ظاہر کئے۔ بیفرقہ پرست لوگ بغیر دیکھے کہ بی شخص حق صحیح تو نہیں کہہ رہا۔اس کے دشمن ہو گئے اور اپنی بدز بانیوں بد کلامیوں كا اسے نشانه بنا ديا اب امام المسنّت اعلى حضرت الشاه احد رضا خان فاضل بريلوى رضی الله عنه کا قصور بد ہے کہ اس نے طا کفہ غیر مقلدہ نجدید کے نام نہاد محدث نذیر حمین وہلوی صاحب کے کفب و حیانت اور تحریفات فی الدین اور رواة احادیث پرافتر اءکو بے نقاب کیااوران کے دعوؤں کو بے بنیاداور جسمسع بیسن الصلاتين في السفر كجواز يردلاكل كوبيت عنكبوت ثابت كياجس في حقائق پر مطلع هو نا هو فقاوی رضویه شریف مطبع المجد د احمد رضا اکیڈی کراچی ج۲ ص ۲۳۸ تا آخر مضمون مطالعه كرے انشاء الله امام احمد رضا خان فاضل بريلوي رحمة الله عليه كى فاصلان ومحدثانه بحث سے حق اظهر من الشمس يائے گا۔ مگر وہائي قوم كوحق تشلیم کرنے کے بچائے اینے بڑؤل مذہبی پیشواؤل کی حمایت اور مذہب کی دفاع کی فكر ہوتى ہے اس لئے وہائي جي اينے بوے مياں نذير حسين دہلوي صاحب كا رونا رونے کی بجائے امام اہلسنّت مجدودین وملت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کواپنی بدزبانی وبد کلامی کا نشانہ بنا رہا ہے۔

ٹانیاً۔غیرمقلدصاحب بیدوعوی اس سے پچھ پہلے اپنی نام نہاد دین الحق کے صدرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے

والے پانچ شاگردوں میں امام نافع کے علاوہ باقی سب شاگردوں نے متفق ہو کر بعد غروب الشفق کے الفاظ روایت کئے ہیں۔جب کہ فقیر نے غیر مقلد کے مذکورہ دعوی كوغلط ثابت كرديا ہے كه بيرچاروں بعدغروب الشفق يااس كے ہم معنى كسى لفظ پرمتفق نہیں مگر وہانی جی بلا تحقیق اس دعوی کو دُہرا رہا ہے۔اب جاءالحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبرا اورمفتی احمد بارخان تعیمی رحمة الله علیه کی طرف سے جواب لکھا جاتا ہے

اعتراض

بخاری شریف میں حضرت انس سے روایت ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں: ''فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبُلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ آخَّرَ الظُّهْرَ إلى وَقُتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا "-فرمات بین که اگر حضور صلی الله علیه واله وسلم سورج و هلنے سے پہلے سفر کتے تو ظہر کوعصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر دونوں نمازیں جمع

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر کے وقت پڑھتے تھے جیسا کہ اِلَی الْعَصْوے خاہرہے۔

و پاہیوں کا اعتراض اور مفتی صاحب کے جواب

آپ نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا الی سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کے وقت سے پہلے نزول فرماتے تھے غایت مغیّا سے خارج ہے نہ کہ داخل عصر تک مؤخر فرمانے کے معنے یہ ہیں کہ عصر کے قریب تک مؤخر فرماتے تھے جیسا کہ اعتراض نمبرا کے جواب کی حدیث سے معلوم ہوا۔ لہذا جع صوری مراد ہے نہ کہ جع حقیقی۔اس پر غیرمقلد کے اعتراض۔

اولاً حقیقت بیرے کہ جس فعل شنع کامفتی صاحب نے ہمیں طعنہ دیا ہے اس کا

خود مرتکب ہوا ہے چنانچہ اس کامعنی کرتے ہوئے حافظ ابن تجر مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ''ای فی وقت العصر'' (فخ الباری ۲۶ص ۳۲۲) بیعنی وقت عصر میں نمازیں جمع کیں۔

ٹانیاً اس معنی کی تائید دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

' أَخَّرَ الظُّهُرَ حَتَّى يَدُخُلَ اَوَّلُ وَقُتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا '' ـ (صحِملم مَاص ٢٣٥)

لیعن نماز ظہر کو اتنالیٹ کرتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت آجاتا تو پھر دونوں نمازیں جمع کرتے۔مفتی جی اس حدیث میں حتی جمعنی المی آیا ہے کیونکہ بید داخل ہے فعل ید خل پر توحتی انتہاء فعل کے لئے ہوگانہ کہ انتہاء معمول متعلق اپنے چنانچہ جامی میں ہے میں ہے میں ہے

' و كَتَّى كَــــــ لِلكَ اَى عَــــــ الْاَفْعَالِ فَتَنْصِبُهَا بِتَفْرِيْدِ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَايَةِ '' ـ (صحيح للغاية ہے۔ قادری)

(شرح جاي ص٠٥٥، طبعه د الى ١٧١١ه)

چنانچه حديث

''اُمِوْتُ اَنْ اُفَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوْ الآيالَ اللَّهُ''(صح ملم جاس ٢٥) میں حتی انتهاء اقاتل کے ہے نہ کہ انتهاء الناس کے جومفعول ہے اقاتل کا اور اس طرح آیت قرآنی

"لايَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ" - (پ٨١١٩اف،

میں حتی انتہاء ہے لایک ڈٹ کُونَ کے لئے نہ کہ انتہاء جنت کے جومفعول ہے لایک ڈٹکلون کا اور مذکورہ حدیث میں بھی حتی انتہاء اخر کے لئے ہے نہ کہ انتہاء ظہر کے جومفعول اخر کا لیں معنی اس حدیث کا بیہ ہوا کہ نماز ظہر میں تاخیر کرتے یہاں تک کہ

منتهی تاخیر نمازعصر کا اول وقت ہوتا تو نمازیں جمع کرکے پڑھتے۔ ہمارے اس معنی کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث بھی کرتی

به كه: "يُوَّخِّرُ النَّهُورَ إلى اَوَّلِ وَقُتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُوَّخُّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَيَبْنَ الْعِشَآءِ حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ"-

(صحیحمسلمجاص ۲۲۵)

یعنی نبی سلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کومؤخر کرتے نماز عصر کے اول وقت تک تو پھر جمع کرتے اور نماز مغرب کومؤخر کرتے اور نماز عشاء سے ملا کر پڑھتے جب شفق غروب ہو جاتی۔ (انتبی) اگر اب بھی کوئی بر بلوی ملانہیں مانتا تو پھر ہمارے پاس لانسلم کا کوئی علاج نہیں ہے البتہ احقاق حق کے لئے ہم اس جگہ پہ بر بلوی علماء پر حجت قائم کرنے کے لئے مولانا عبدالحی کلھنؤی کا اعتراف درج کرتے ہیں (جن حجت قائم کرنے کے لئے مولانا عبدالحی کلھنؤی کا اعتراف درج کرتے ہیں (جن کے حق میں ملا بر بلی نے خود اپنے فتوی میں رضی اللہ تعالی عنہ لکھ کر اللہ تعالی کی رضا ان کے حق میں طلب کی ہے (رضوبہ جم ہیں کہ اور رضا خانی ملاعبدالمنان اعظمی نے انہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر مغفرت کی دعا کی ہے (مقدمہ فادی رضوبہ جم ۲۰۰۷) چنانچہ آپ انہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر مغفرت کی دعا کی ہے (مقدمہ فادی رضوبہ جم ۲۰۰۷) چنانچہ آپ کھتے ہیں کہ:

ين من الله المسلمة المسلمة المسلمة الله المسلمة المسل

یہ جمع صوری تھی جیسا کہ ہمارے اصحاب (احناف) نے جمع بین الصلاتین میں وارد احادیث کومعمول (صحیح محمول ہے قادری) کیا ہے جمع صوری پراوراس پر تفصیل سے کلام کیا ہے طحاوی نے اپنی تالیف معانی الاثار میں لیکن میں نہیں جانتا کہ انہوں نے ان روایات کا کیا کیا ہے؟ جن میں صریحاً آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں جمع کیں وقت گزر جانے کے بعد اور یہ احادیث مروی ہیں بخاری وسلم اور ابوداؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں جس نے مطالعہ کیا ہے۔ وسلم اور ابوداؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں جس نے مطالعہ کیا ہے۔ (انتھی) (نام نہاددین الحق ص۵۸۲ میں جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں جس نے مطالعہ کیا ہے۔

"الحواب بعون السله الوهاب وهو الكافى للهداية الى الصراط السوى والصواب"-

مفتی صاحب کے ایک حدیث کے ترجمہ پر اعتراض کے جواب:

اولاً: وہائی صاحب نے مفتی احمد یارخان تعیمی رحمۃ الله علیہ کے ترجمہ وحدیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ الله علیہ کا قول پیش کیا جس کا ترجمہ خود وہائی صاحب نے یہ کیا ہے کہ:

''وقت عصر میں نمازیں جمع کیں''

یہ مفتی صاحب کے مذکورہ ترجمہ کے خلاف ومتضاد نہیں کیونکہ وقت عصر میں نمازیں جمع کیں کے اطلاق سے بیلازم ہرگر نہیں کہ ظہر کو بھی عصر کے وقت میں پڑھا اس لئے کہ جمع کا اطلاق اس وقت درست ہے جب دوسری نماز کوساتھ پڑھا جائے جب ایک نماز مثلاً ظہر پڑھی توجمع بین الصلاتین کا لفظ درست نہیں جب تک کہ ساتھ عصر نہ پڑھی جائے مگر لفظ جمع بین الصلاتین کے اطلاق کے لئے بیضروری ساتھ میں نہیں کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں ہول ہاں بیضروری ہے کہ دو نمازیں ساتھ ساتھ ہول اگر چہ اپنے وقت میں نیز جمع کا لفظ اس وقت بولا جائے گا جب ساتھ کی نماز پڑھی جائے اگر چہ پہلی اپنے وقت میں ادا ہو چکی لہذا حافظ ابن

جركيك يكني

"اي في وقت العصر"-

مرادیکی ہے کہ جمع عصر کے وقت میں کیں جو کہ ظہر کواپنے آخر وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں تو پھر یہ فتی صاحب رحمۃ الله علیہ کے ترجمہ کے خلاف کیونکر ہوا؟

عسر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ تو ہمارے عرف میں بھی کہاجاتا ہے کہ سلام پھیرتے ہی عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ تو ہمارے عرف میں بھی کہاجاتا ہے کہ فلال نے ظہر کو وقت عصر تک مؤخر کیا اس سے یہ لازم نہیں کہ ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھا اس طرح مدیث میں ندکورا حسو المظھر المی وقت العصر سے بھی یہ لازم نہیں کہ ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھا۔ عصر کے وقت میں پڑھا۔

الله مفتى صاحب فرماياكه:

غایت مغیّا ے فارج ہےنہ کہ داخل۔

اصل مرادیہ کہ الی چزکی غایت (حدانتہاء) کو بیان کرتا ہے اور غایت (حدانتہاء) مغیا (منتهی علیه) یعنی جس تک غاید له کا اختیام ہوا اور الی کے بعد فرکور ہوا اس میں داخل نہیں بلکہ خارج ہے اب اس موقعہ پر یول سمجھیں کہ وقت ظہر کا آخر حقہ جو وقت عصر کے اول سے متصل ہے غایت ہے وقت ظہر کے لئے اور وقت عصر جو کہ الی کے بعد فذکور ہوا مغیا ہے تو اہل علم سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہوا کہ ظہر کا آخر حقہ (غایت) مغیا (وقت عصر) میں داخل ہے تو یہی مفتی احمد یا دخان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

غايت مغيا مين داخل نهين جس برغير مقلد بلاوجه اندها دهند اعتراضات كرر ما

، غایه مغیّا میں ایک صورت میں داخل ہے اور ایک میں خارج: واضح رہے کہ فتی صاحب رحمۃ الله علیہ نے جو قاعدہ ذکر فر مایا کہ غایت مغیا سے خارج ہے نہ کہ داخل بیاس محل کے موافق ومناسب ہے ورنہ بیر قاعدہ دوطرح پر منقسم ہے کہ اگر غایت مغیّا کی جنس سے نہ ہوتو مبغیّا میں داخل نہیں ہوتا جس کی مثال اس آیت میں ہے۔

' ثُمَّ آتِمُّواالصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ "_

پھر رات آنے تک روزہ پورہ کرواس میں لیل مغیا ہے جو کہ غایت لد (دن)
کی جنس سے نہیں لہذا غاید مغیّا میں داخل نہیں سورج غروب ہوتے ہی روزہ پورا ہو
جاتا ہے اور غایت مغیّا کی ہم جنس ہوتو مغیا میں داخل ہوتا ہے مشرح مائد عامل
اس کی مثال ہے آیت ہے۔

'يُسَايَّهَا الَّذِيْنَ المَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلْوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

وَايُدِيَكُمُ إِلَى الْمَرَافِقِ "-الخ

''لعنی اے ایمان والو جب تم نماز کا قصد کرو''۔

(لیعنی جب وضونہ ہوتو اپنے منہ اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھوؤ) اس میں مرافق (کہنیاں) مفت اپنے ماقبل غایت کی جنس ہے ہے بعنی بغلوں تک سب پر بازو کا اطلاق ہوتا لہذا غایت منتخیا میں داخل ہے کہ کہنیوں سمیت ہاتھوں کا دھونا فرض

-4

رابعاً: زیر بحث حدیث۔

''ٱخَّرَ الظُّهُرَ اللَّهُ وَقُتِ الْعَصْرِ''۔

میں الی اسم زمان پر داخل ہے اور نحو کا اٹل اصول ہے کہ جب الی اسم زمان پر آئے تو انتہاء غایت کے بیان کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مغیّا کے لئے اور غایت ظہر کا آخر حسّہ ہے (شرح جامی) میں ہے۔

' وَ اللَّى لِانْتِهَاءِ آئ لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ فَهِيَ بِهِلْذَا الْمَعْنَى مَقَابِلَةٌ لِّمَنُ سِوَاءٌ كَانَ فَى السَّمُ قِ الرَّمَانِ نَحُو حَرَجْتُ الْى السُّوْقِ آوِ الزَّمَانِ

نَحُو اَتِمُّو الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ" (٣١٧)-اورالی انتهاء کے لئے ہے لینی انتہاء غایت کے لئے ہے توبیاس معنی میں بامقابلمن ہوتی ہے عام ازیں کدمکان کے لئے ہومثلاً میں بازارتک لكلا يا زمان كے لئے ہو جيسے (الله كا ارشاد ہے) رات تك روزہ بورا كرو_اورحتى بهى الى كى طرح انتهاء غايت كے لئے ہے شرح جاى ميں

"و كتلى لَكَ أَيْ مِثْل الى في كونها النتهاء الغاية" (٣١٨)-اورحتی بھی اس طرح ہے لیعنی مثل السی انتھاء غایت میں _اور مسرح مائة

. "وُحَتَّى لِإِنْتِهَاءِ الْغَايَةِ فِي الزَّمَانِ نَحُو نِمْتُ الْبَارِحَةُ حَتَّى الصَّبَاحِ وَفِي الْمَكَّانِ نَحُو سِرْتُ الْبَلَدَ حَتَّى السُّوقِ"-(٥٨٨) اورحتی انتهاء غایت کے لئے زمان میں مثل میں گذشتہ شب سویا صبح تک اور مکان میں بھی (انتہاء غایت کے لئے ہے)۔جس طرح کہ میں نے شہر کی بازار تک سیر کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ الی ہو یا حتی دونوں زمان ومکان میں انتہاء غایت کو بیان کرتے ہیں تو مذکورہ حدیث میں انہوں نے ظہر کواس کے غایر آخر میں پڑھنے کو بیان کیا ہے نہ کہ ظہر کوعصر کے وقت میں مگر وہائی صاحب اپنا مذہب ثابت کرنے کو حدیث کی بھی من گورت تشریحسیں کر رہا ہے صدافسوس اس کے کرتو توں پر۔

خاساً جوالفاظ غیر مقلد صاحب نے شرح جامی کی طرف منسوب کئے ہیں ہمیں تلاش کے باوجود نہیں مل سکے البتہ شرح جامی میں حتی کے متعلق پی عبارت ہے۔ "و حتى كك اي مثل الى في كونها لانتهاء الغاية".

(جای ص ۱۳۹ طبع د بلی بحث حرف)

اورحتی بھی اس کی مثل ہے یعنی الی کی مثل انتہاء غایت کے بیان میں۔

غیرمقلد کے خودساختہ کلیہ کارد:

اگر غیر مقلد کی جامی کی طرف منسوب کردہ عبارت سیح بھی مان لیں تو بھی غیر مقلد کا مدغی اس سے ثابت نہیں کیونکہ ان کا مدغی ہے کہ حتی انتہاء فعل کے لئے ہے انتہاء مفعول کے لئے نہیں جب کہ جامی کی عبارت ہم نے لکھ دی ہے اس میں بید ذکر نہیں کہ حتی انتہاء مفعول کے لئے نہیں آتا معلوم ہوا کہ حتی انتہاء مفعول کے لئے نہیں آتا معلوم ہوا کہ حتی انتہاء مفعول کے لئے نہیں آتا کا کلیہ وہائی جی نے اپنے پاس سے گھڑا ہے جو کہ حقیقت کے خلاف ہے حقیقت بیان کرتا ہے بیان کرتا ہے بیان کرتا ہے جب کہ بھی حتی فعل ومفعول دونوں کی انتہاء بیان کرتا ہے

مثال اول:

"اكلت السمك حتى رءسها"_

یہاں حتمہ اکلت فعل اور السمك مفعول بددونوں كى انتهاء بيان كررہا ہے۔ بعنى ميرے كھانے كى انتهاء مچھلى كے ختم ہونے پر ہوئى۔

مثال دوم:

''سوت البارحة حتى الصباحها ''ميں نے گذشة شب صبح تک سرک اس ميں حتى سرت فعل اور البارحة مفعول فيد دونوں كى انتهاء بيان كررہا ہے۔ يعنى ميرے چلنے كى انتهاء رات ختم ہونے پر ہوئى۔ اور اخو المظهر بھى اسى قبيل سے ہے يعنى اس ميں بھى حتى فعل ومفعول دونوں كى انتهاء كو بيان كررہا مطلب بيك ظهر كواس كے آخر وقت ميں پڑھا توجمع صورى ہوئى نہ كہ جمع حقيقى۔ گر وہائى اپنا فدہب بچانے كو بے جوڑ كليے گھڑرہا ہے۔ واضح رہے كہ اس كے بعد مفتى احمد يار خان نعيمى رحمة الله عليه نے زير بحث باب كے آخر تك غير مقلدوں كے اعتراضوں كے محققانہ جوابات ديئے ہيں اس پروہائى صاحب نے بچھ نيں كھا جو كہ اس كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ اس كے جواب سے عاجزى اور شكست كى دليل ہے۔ بہر حال ہم قارئين كے استفادہ

کو جاء الحق سے اس باب کی بقیہ عبارت بھی لکھ رہے ہیں۔

اعتراض تمبرس

طحاوی شریف میں حضرت نافع سے روایت کی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں: "حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ غُيُوْبِهِ الشَّفَقِ نَزَلَ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا اَجَدَّ بِهِ

'' حضرت ابن عمر رضی الله عنهما چلتے رہے یہاں تک کشفق غائب ہونے کا وقت آگیا تو اترے پس مغرب وعشاء جمع فرمائیں اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھاجب سفر میں جلدی

اس حدیث میں صراحت مذکور ہے حضرت عبدالله ابن عمر رضی الله عنهماشفق غائب ہونے کے وقت یقیناً آپ کے مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی۔

می ہے گا خلط فہی پر مبنی ہے اس کے مطلب بیکب ہے کہ شفق غائب کے بعد اترے معنی بالکل ظاہر ہے جب شفق غائب ہونے لگی لیعنی غائب ہونے کے قریب ہوئی تب ازے نماز مغرب پڑھتے ہی غائب ہوگئ اور وقت عشاء آگیا۔ عشاء پڑھ لی۔ہم پہلے اعتراض کے جواب میں ان ہی حضرت ابن عمرضی الله تعالی عنها كاعمل شريف بيان كر چكے ہيں جس ميں تصريح ہے كه آپ نے مغرب آخروقت میں پڑھی اورعشاءاول وقت میں پڑھی۔وہ حدیث تمہاری اسی حدیث کی تغییر ہے۔

اعتراض تمبرهم:

اگر ہر نماز اپنے وقت میں ہی پڑھنی چاہئے اور سفر وغیرہ عذر کی حالت میں بھی ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا گناہ ہے تو وہابی لوگ نویں ذی الحج عرفات میں ظہروعصر ملاکر کیوں پڑھتے ہیں ظہر کے وقت میں عصر اور دسویں ذی الحجہ کی شب
کومز دلفہ میں مغرب وعشاء ملاکر عشاء کے وقت میں کیوں پڑھتے ہیں حنی بھی وہاں
نمازوں کا جمع کرنا جائز کہتے ہیں۔ جب ج کے موقع پرنماز ظہروعصر ایسے ہے مغرب
وعشاء حقیقی طور پرایک ہی وقت میں جمع ہو گئیں تو اگر سفر میں جمع ہو جاویں تو کیا حرج
ہے اے حفیو! تم یہ قرآن اور حدیث ج میں کیوں بھول جائے ہو؟ (یہ وہا بیوں کا
انتہائی اعتراض ہے)

الجواب:

جناب نہ تو عرفہ میں عصر، ظہر کے وقت میں ادا ہوتی ہے نہ مز دلفہ میں مغرب عشاء کے وقت میں بلکہ وہاں حجاج کے لئے عصر کا وقت ظہر کی طرف اور مغرب کا وقت عشاء کی طرف منتقل ہو گیا ہے تعنی وہاں مغرب کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور عصر کا وقت ظہر پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے جیسے وتر کا وقت عشاء کے فرض پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔لہذا وہاں نمازیں اپنے وقت سے نہ ہٹیں بلکہ نمازوں کے اوقات ہٹ گئے۔ نمازیں اپنے وقت ہی میں ہوئی اور تم نمازوں کو اپنے وقت سے ہٹاتے ہو۔ وقت ہٹ جانے اور نماز ہٹ جانے میں بروا فرق ہے اس کی تھلی دلیل یہ ہے کہ اگر امام عرفہ ظہر اپنے ہمیشہ کے وقت میں پڑھے اورعصر ہمیشہ کے وقت تو سخت گنهگار ہوگا گویا اس نے عصر قضاء کر دی اور اگر اس دن مغرب کی نمازا پنے ہمیشہ کے وقت میں پڑھی اور عشاء اپنے معمول کے وقت میں تو نماز مغرب ہو گی نہیں اور ایسا کرنے والاسخت گنہگار ہو گااس نے مغرب کی نماز وقت سے پہلے پڑھ لی معلوم ہوا کہ آج ان نمازوں کے وقت ہی بدل دیے گئے ہیں لیکن اگرمسافرظهر وعصر جمع نه کریں ظہراپنے وقت میں پڑھے اورعصراپنے وقت میں ایسے ہی مغرب اپنے وقت میں اور عشاء اپنے وقت میں پڑھے اسے گنہگار نہیں مانتے ملکہ بلا کراہت جائز کہتے ہو۔معلوم ہوا کہتمہارے نز دیک بھی سفر میں وقت نمازنہیں بدلتا بلکہ نماز دوسرے وقت میں اداکی جاتی ہے۔ لبذا حاجیوں کی عرفہ اور مزدلفہ والی نماز اسپے وقت میں ادا ہوتی ہے اور مسافر کا سفر میں نمازیں جمع کرنا بھی قرآن مجید کے خلاف ہے احادیث کے بھی حج میں اوقات نماز میں تبدیلی حدیث مشہور بلکہ صحیح متواتر معنوی سے ثابت ہے۔ اس پر اس طرح عمل واجب ہے جیسے آیات قرآنیہ پر عمل واجب ہے جیسے آیات قرآنیہ پر عمل واجب ہے ہمے نے یہاں جمع نماز کا مسئلہ مختصر طور پر ذکر کر دیا ہے اگر تفصیل سے دکھنا ہوتو حاشیہ بخاری قیم الباری ہے ہی بحث ملاحظہ کروانشاء اللہ لطف آجائے گا۔

ناظرین کوان بحثول سے پیتہ چل گیا ہوگا کہ مذہب حنی نہایت مضبوط، ملل اور بہت ہی قوی اور قرآن وحدیث کے بالکل مطابق ہے۔ وہابی غلط بنی میں مبتلا ہیں ان کے مذہب کی بنیاد غلطی پر قائم ہے رب تعالی ہم کواس مذہب حنی پر قائم رکھے ہمارادین حنی ہے مذہب خنی لیعنی ملت ابراہیمی اور مذہب نعمانی۔

اب ہم اینے موقف پر کہ سفر میں جج کے مخصوص دن واوقات اور مخصوص نمازوں کے سوانمازیں جمع کرنا جائز نہیں دلاکل پیش کرتے ہیں۔

"وَمَا تَوُفِيْقِي إِلَّا بِاللَّهِ"-

موقف احناف كى ترجيح پردلائل:

دليل نمبرا:

' إِنَّ الصَّلُوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا '۔ '' بِشَك نماز مؤمنوں پر فرض ہے مقررہ وقتوں میں''۔

جبکہ فریق ٹانی کے موقف کی روایات اس آیت کے بھی خلاف اور ان احادیث کے بھی خلاف اور ان احادیث کے بھی خلاف جن میں نماز مطلقا وقت میں پڑھنے کی تاکید اور وقت گزار کر پڑھنے سے منع اور وعید ہے۔

وليل نمبرا

جن احادیث میں نماز وقت پر پڑھنے کی تاکید اور وقت گزار کر پڑھنے پر منع وعید آئی وہ سب قولی ہیں اور جن روایات سے فریق ٹائی جمع بین الصلو تین پر استدلال کرتا ہے فعلی ہیں اور بیاصول ہے کہ جب قول وفعل میں تعارض آئے تو ترجیح قول کو خدکورہ آیت کی تائید بھی حاصل ہے۔ قول کو ہے مالمہ نووی لکھتے ہیں:

"إنَّاهُ تَعَارُضُ الْقَوْلِ وَالْفَعْلِ وَالصَّحِيْحُ حِيْنَوْلِ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ تَرْجِيْحُ الْقَوْلِ"تَ

'' بے شک وہ قول و فعل میں تعارض ہے اور سیح ہے کہ دریں صورت اہل اصول کے نزدیک ترجیح قول کو ہے''۔

(شرح صحيح مسلم للووى ج اكتاب الكاح تحريم النكاح المحرم)

اس طرح عمدة الاصول في حديث الرسول ٣٢٠ پر ہے۔ "وَالشَّانِيُّ تَرْجِيُهُ الْفَوْلِيِّ عَلَى الْفِعْلِيِّ إِذَا كَانَ حُكُمًا عَامًا وَّالْفِعْلُ فِي حَيَّزِ الْإِحْتِمَالِ مِنَ الْخُصُوصِ وَالْعُذُرِ"۔ دوسرا اصول يه كه تولى كوفعلى پرترج ہے۔جب كه تولى ميں حكم عام مواور فعل

تخصیص اور عذر کے کل میں ہو۔

دليل نمبره:

جن روایات سے مخالف کا استدلال ہے وہ ان سے جمع بین الصلوتین کی رخصت کا دعوی کرتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث اس پر ناطق اور اجماع امت فابت ہے کہ وقت نماز کے لئے شرط ہے اور یہی اصول مسلمہ ہے کہ جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جاتا لہذا اگر امر واقع میں رخصت فابت نہ ہوتو یہ حضرات جمع تقدیم کی صورت میں وقت سے پہلے پڑھی گئی نماز سے ہی محروم ہوئے اور گناہ سر

پرآیا اور جمع تاخیر کی صورت میں عمد اوقت گزار کر پڑھنے کا گناہ سر پرآیا جبکہ اگر امر واقع میں رخصت جمع بین الصلاتین ثابت ہوتو ہم محض رخصت سے محروم ہوئے وہ بھی اجتہاذانہ کہ مکابرةً تواس میں شرعاً گرفت نہیں لہذا صاحب عقل سلیم جان جائے كاكه ندب احناف كوبى ترجيح بوني حإي-

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ جمع بین الصلاتین جائز نہ ہو کیونکہ سفر سے بردا عذر مرض ہے تو بحالت مرض نمازیں جع کر کے پڑھنے کی اجازت نہیں آئی بلکہ بیرآیا ہے كەمريى سے جيسے ہوسكے نماز اداكر،

معذور کی نماز کا حکم:

حضرت عمران بن حصین رضی الله عنه بیان فرماتے ہیں کہ: "كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَالَتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَن الصَّـلُوةِ قَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعُ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعُ فَعَلَى جَنْبٍ قَالَ فِي الْفَتْحِ الْقَدِيْرِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا مُسْلِمٌ وَزَادَ النِّسَائِيُّ فَإِنْ لَّهُ تَسْتَطِعُ فَهُسُتَلْقِيًّا لَا يُكِّلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إلَّا

(رسائل الاركان للابي العياش عبدالعلى محمد) _(ص٨٣)_

مجھے بواسیر کا مرض تھا تو میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے اس صورت میں نماز کا حکم بوچھا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہوکر پڑھو پس اگر اس کی طاقت نہ پاؤ تو بیٹھ کر پڑھولیں اگراپیا بھی نہ کرسکوتو پہلو کے بل ردهو فتح القدريمين كهاكه العصلم كرسوا ايك جماعت محدثين في روایت کیا اورنسائی نے بیزیادہ کہا کہ اگر ایبا بھی نہ کرسکو پیھے کے بل ہو كر پڑھو كيونكہ الله كسى جان براس كى وسعت كے سوابو جھنہيں ڈالٽا۔

دوم دیمن کاخوف بھی سفر سے براعذر ہے اس صورت میں بھی نمازیں جمع کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ قرآن میں نمازخوف پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا اور حضور علیہ الصلو ، والسلام نے نمازخوف پڑھ کر دکھائی تو اگر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی رخصت ہوتی تو ان مذکورہ صورتوں میں بھی ہونی چاہیے تھی کیونکہ بیسفر سے بڑھ کرعذر ہیں۔

وليل نمبره:

تم جن روایوں سے جمع بین الصلاتین پراستدلال کرتے ہووہ اخبار احاد ہیں تو خبر واحد سے قرآن کی نفس قطعی پر زیادتی جائز نہیں۔ رسائل الارکان کے عہما پر صاحب کتاب ابوالعیاش عبدالعلی محد لکھتے ہیں۔

نص قطعی کا ابطال خبر واحد سے جائز نہیں:

''إِذَا كَانَ الصَّلَوْ أَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا بِالنَّصِّ الْقَاطِع فَلا يَجُوزُ اَبُطَالُهَا بِحَبْرِ الْوَاحِدِ فَيَجِبُ رَدُّ تِلْكَ الْاَخْبَارُ اَوْ تَاْوِيلُهَا''۔ جَكِه نماز كا وقت مقرره پرفرض مونانص قطعى سے ثابت ہے تو پھر خبر واحد سے (اس نص) كا ابطال جائز نہيں تو واجب ہے ان اخبار كا رديا تاويل۔

> جب دلیل میں احمال آئے تو استدلال باطل ہوجا تا ہے: دلیل نمبر ۲:

جن روایات سے فریق ٹانی نمازیں جمع کرنے پر استدلال کرتا ہے ان میں احتال ہوجاتا ہے۔ احتال ہے اور میداصول ہے کہ جب احتال آئے استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ احتمال کی مثالیں:

بخاری کی روایت حضرت ابن عباس رضی الله عنهما سے ہے کہ:

"قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلُوةِ الشَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغُرِبِ الشَّهُ رِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغُرِبِ وَالْعِشَآءِ".

فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم سفر پر ہوتے تو ظہر وعصر کو جمع کرتے اور مغرب وعشاء کو۔

اس میں دواحمال ہیں ایک ہے کہ دونمازیں ایک وقت میں پڑھتے ہے جمع حقیقی ہے جس کا فریق ٹائی قائل وفاعل ہے دوسرااحمال ہے کہ ایک نماز کواس کے آخروفت میں اور دوسری کواس کے اقل وقت میں ادا فرماتے ہر نماز اپنے وقت میں ہوتی ہے جمع صوری ہے جس کے جواز کے ہم احناف قائل ہیں پہلا احمال نص قر آئی اور ان متعدد احادیث کے خلاف ہے جن میں ہر نماز اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے لہذا اس روایت کی ہے تاویل کرنا لازم ہے کہ اس سے مراد جمع صوری ہے۔دوسری روایت ابوداؤد شریف نے نافع سے روایت کی:

'إِنَّ البُنَ عُمَرَ أُستُصْرِخَ عَلَى صَفْةَ وَهُوَ بِمَكَّةَ فَسَارَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُومُ فَقَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَجَّلَ بِهِ أَمْرٌ فِي سَفَرٍ جَمَعَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلُوتَيْنِ فَسَارَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ فَنَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ''۔ الصَّلُوتَيْنِ فَسَارَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ فَنَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا ''۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی الله عنهما کو ان کی بیوی صفیه کی موت کی خبر دی گئی تو آپ وہاں جانے کے لئے چلے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے پس آپ نے فرمایا کہ بے شک نبی کریم صلی الله علیه وسلم کو جب سفر میں کوئی جلدی کا امر پیش ہوتا تو آپ ان دونمازوں کو جع فرما لیتے پھروہ چلتے رہے یہاں تک کشفق غائب ہوگئ پس آپ انزے تو ان دونمازوں (مغرب وعشاء) کو جمع کر کے کشفق غائب ہوگئ پس آپ انزے تو ان دونمازوں (مغرب وعشاء) کو جمع کر کے پڑھا۔ اس میں ایک احتمال میہ ہے کہ شفق غروب کے قریب ہوگئ دوسرا احتمال میہ ہے

کہ شفق احر غروب ہوئی نہ کہ شفق ابیض جب کہ احناف کے نزدیک شفق احر کے بعد شفق احر کے بعد شفق احر کے بعد شفق ابیض کے غروب بعنی آسان کے کناروں کی لالی کے بعد سفیدی کے غروب تک مغرب کا وقت رہتا ہے تو دریں صورت مغرب کو اپنے آخر وقت میں پڑھا۔ تیسرا احتال یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا نے نماز مغرب تو غروب شفق سے قبل پڑھ کی چکے تھے مگر ان دو نمازوں کو عشاء پڑھ کر جمع غروب شفق کے بعد کیا کیوں کہ جمع کا اطلاق دوسری نماز پڑھنے کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں تصریح ہے کہ آپ مغرب پڑھنے کے بعد عشاء کے وقت کا انظار فرماتے رہے دوست عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

'إِنَّ مُؤَذِّنَ إِبْنِ عُمَرَ قَالَ الصَّلَوْةُ قَالَ سِرُ سِرُ حَتَّى إِذَا كَانَ قَبُلُ عَبُوبِ الشَّفَقُ عَبُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الشَّفَقُ الْمَعْرِبَ ثُمَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَجَّلَ بِهِ اَمُرُّ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ فَسَارَ فِي ذَلِكَ كَانَ إِذَا عَجَّلَ بِهِ اَمُرُّ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ فَسَارَ فِي ذَلِكَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ مَا اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ مَا اللهِ مَا اللهُ عَلَيْهِ وَاللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ مَا اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهِ مَا اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَاللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَلَى اللهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ مَسِيْرَةً ثَلَاثٍ قَالَ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ لَهُ اللّهُ عَلَيْهُ وَاللّهُ عَلَيْهُ وَلَهُ عَلَى الْعَلْمُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهِ الْمُؤْمِ وَاللّهُ عَلَيْهِ وَاللّهُ عَلَيْهُ وَلَوْ اللّهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَيْهِ اللهُ اللّهُ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ الْعَلَيْهِ الْمُؤْمِ وَاللّهُ الْعَلَاقِ عَلَى الْعَلْمُ اللّهُ اللّهُ عَلَى السَلّامِ الللهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ المَالِمُ الللهُ المُعْلِمُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ المُعْلِي السَلّامِ اللّهُ اللّهُ اللّهُ المَالِمُ المَالِمُ المُعْلِمُ المُعْلَمُ المُعْلَمُ اللّهُ المُعْلِمُ المُعْلِمُ المُعْلِمُ المُعْلِمُ المُعْلَمُ المُعْلَمُ المُعْلِمُ المُعْلَمُ المُعْلَمُ المُعْلِمُ المُعْلِمُ المُعْلِمُ المُعْلَمُ اللّهُ المُعْلِمُ المُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کے مؤذن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کوعرض کی کہ مفاز پڑھ لیں آپ نے فرمایا چلیں چلیں یہاں تک کہ جب شفق غائب ہونے سے قبل کا وقت آیا تو امرے تو نماز مغرب اداکی پھر منتظر رہے جب شفق غروب ہوئی تو نماز عشاء ادا فرمائی پھر فرمایا کہ:

رسول الله صلّی الله علیه وسلم کو جب سفر میں کوئی جلدی کا امر در پیش ہوتا تو آپ اسی طرح کرتے جس طرح میں نے کیا۔ پھر آپ نے اس دن اور رات کو تین منزلیس سفر کیا ابوداؤ د نے کہا کہ اسی کی مثل ابن جابر نے اس کو اپنی سند سے بیان کیا۔ غیر مقلدوں کی پیش کردہ تیسری روایت۔ابوداؤ دشریف نے حضرت انس بن مالک رضی

الله عنه سے روایت کی:

"قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا إِرْتَحَلَ قَبُلَ اَنْ تَعَزِيْعَ الشَّمْ اِذَا إِرْتَحَلَ قَبُلَ اَنْ تَعَزِيْعَ الشَّمْ مُسُ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُ مَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّهْرَ الشَّهْرَ وَسَلَّى الشَّهُرَ وَالْعَصْرَ ثُمَّ رَكَبَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "-

(جاباب الجعين الصلوتين)

بیان کیا کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے قبل سفر کے لئے چلنے کا قصد کرتے تو ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرماتے پھران دونوں کو جمع کرتے اور اگر قبل از کوچ سورج ڈھل چکا ہوتا تو ظہر وعصر پڑھتے پھر سفر کرتے۔

واضح رے کہاس سے بیالازم نہیں کہ

آپ سلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے فوراً بعد ظہر وعصر پڑھ لیتے بلکہ اس کا یہ معنی کرنا قرآن کی نص قطعی اور ان متعدد احادیث کے خلاف ہے جن میں نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے لہذا اس کی بہی مراد ہے کہ جب آپ سلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد سفر کا قصد فرماتے تو ظہر وعصر کو اپنے اپنے وقت میں ادا فرما کر چلتے ۔ غیر مقلدوں کو پیش کردہ چوتھی روایت ابو فیل عامر نے حضرت معاذبن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

"قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى غَزُوةِ تَبُولٍ فَكَانَ يُصَلِّى الظُّهُ رَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَّالْمَغُرِبَ وَالْعِشَآءَ"-

(مسلم ج اباب جواز الجمع بین السلو تین فی السفر دابوداؤدج اباب الجمع بین السلوتین) جنگ تبوک کے موقعہ پر ہزاروں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم موجود تھے جو کہ

سب رسول الله صلی الله علیه وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہے گر جمع بین الصلو تین کی روایت ایک یا دوصحابہ نے کی بلکہ بعض حاضرین سے اس کا انکار بھی منقول ہے جیہا کہ دھنرت عبدالله بن مسعود رضی الله عنہ کی روایت میں ہے کہ میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو بلا وقت نماز پڑھتے نہ دیکھا مگر دونمازیں جمع کیس مغرب وعشاء یعنی جج کے دن مزدلفہ میں اور اس دن فجر معتاد وقت سے قبل ادافر مائی اسے شید حیس کے علاوہ ابوداؤد ونسائی نے بھی روایت کیا اور امیر المونین حضرت عمر فاروق رضی الله عنہ کا حکم نامہ بھی جمع بین الصلو تین کے جوازگی نفی کرتا ہے۔

دونمازي ايك وقت مين نه كروحضرت عمر كا فرمان.

امام محمد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جمیں ثقات رواۃ سے پہنچا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آفاق سلطنت میں حکم نامہ جاری فرمایا کہ دونمازیں ایک وقت میں جمع نہ کرو اور انہیں خبر دی کہ دونمازیں جمع کرنا کبائز میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ (رسائل الارکان ص ۱۲۲)۔

جع حقیقی کے قائلین کے موقف کا ضعف:

فریق ٹانی کے موقف کے ضعف پر دلیل نمر کے جمع بین الصلو تین کے قائلین میں جمع کی صورت و کیفیت میں اختلاف ان روایات کے اختلاف واضطراب پر دلالت کرتا ہے جن سے فریق ٹانی کا جمع بین الصلو تین پر استدلال ہے تو ان روایات میں اختلاف واضطراب ان کے فد بہ وموقف کے ضعف پر واضح دلیل ہے۔ جمع بین الصلو تین کے جواز کے قائلین کا اختلاف:

علام نووى المام شافى رضى الدعنه كاندب جمع بين الصلاتين كم تعلق لكهة: " قَالَ الشَّافِ عِنَّ وَالْاكْتُرُونَ يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الظُّهُر وَالْعَصْرِ فِى وَقُتِ ٱيَّتِهِ مَاشَاءَ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فِى وَقْتِ آيَّتِهِ مَا شَاءَ فِي السَّفَرِ الطَّوِيُلِ وَفِي جَوَازِهِ فِي السَّفَرِ الْقَصِيْرِ قَوْلاَنِ لِسَّفَرِ الْقَصِيْرِ قَوْلاَنِ لِلشَّافِعِيِّ اَصَحَّهُمَا لَا يَجُوزُ فِيهِ الْقَصْرُ"-

(شرح صحیح مسلم للنو وي جاص ۲۲۵)

امام شافعی اور اکثر نے کہا کہ جائز ہے جمع ظہر وعصر میں ان دونوں کے جس وقت جس وقت میں چاہے اور مغرب وعشاء میں ان دونوں کے جس وقت میں چاہے طویل سفر میں اور چھوٹے سفر میں اس کے جواز وعدم جواز میں حال میں جائے ہیں امام شافعی کے دوقول ہیں ان دونوں میں زیادہ صحیح سے ہے کہ اس میں نماز قصر (اور جمع) جائز نہیں۔

عافظ ابن جرعسقلانى رحمة الشعليه السافتلاف كويول بيان كرتے بيل. 'وقِيْل يُخْتَضُّ الْجَمْعُ بِمَنْ يَجِدُّ فِي السَّيْرِ قَالَهُ اللَّيْتُ وَهُوَ الْقَوْلُ الْمَشَهُورُ عَنْ مَّالِكٍ وَقِيْلَ يُخْتَصُّ بِالْمُسَافِرِ دُوْنَ النَّازِلِ وَهُو الْقَوْلُ الْمَشَافِرِ دُوْنَ النَّازِلِ وَهُو الْمَعَنَّ بِمَنْ لَلَهُ عُذُرٌ حُكِى عَنِ وَهُو الْقَوْلُ الْمَعَنِ وَقِيْلَ يُخْتَصُّ بِمَنْ لَلَهُ عُذُرٌ حُكِى عَنِ الْاوْزَاعِي وَقِيْلَ يَجُورُ جُمْعُ التَّاتِي دُوْنَ التَّقْدِيمِ وَهُومَرُويٌ الْاوْزَاعِي وَقِيْلَ يَجُورُ جَمْعُ التَّاتِي دُوْنَ التَّقْدِيمِ وَهُومَرُويٌ عَنْ مَالِكِ وَآخُمَدُ وَإِخْتَارَهُ إِبْنُ حَزْمٍ ''-

(فتح البارى شرح صحيح البخارى للحافظ ابن تجرج مس ٥٠٣)

کہا گیا ہے کہ جمع (کا جواز) اس سے خاص ہے جسے سفر میں جلدی ہو
اس کے قائل لیث ہیں اور امام مالک کامشہور قول بھی یہی ہے اور کہا گیا
کہ یمخصوص ہے سفر کرنے والے کے ساتھ منزل پر کھہرنے والے کے
لئے نہیں یہ قول ابن حبیب کا ہے اور کہا گیا یہ اس سے مخصوص ہے جس
کے لئے عذر ثابت ہو یہ امام اوز اعی سے حکایت کیا گیا ہے اور کہا گیا
کہ جمع تا خیر جائز ہے جمع تقدیم جائز نہیں۔

بیامام مالک وامام احمد سے مروی ہے اور اسی کو ہی ابن حزم نے اختیار کیا ہے

علامة تسطلاني لكھتے ہيں:

'وَمَنَعَهُ قَوْمٌ إِلَّا بِعَرُفَةِ فَيُجْمَعُ بَيْنَ الظُّهُ وِ وَالْعَصْوِ وَمُزُدَلُفَةِ فَيُجْمَعُ بَيْنَ الظُّهُ وِ وَالْعَصْوِ وَمُزُدَلُفَةِ فَيُ حَمِّعُ بَيْنَ الطُّهُ وَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَالنَّخُعِيِّ وَاَبِى حَنِيْفَةَ وَصَاحَبَيْهِ وَقَالَ الْمَالِكِيَّةُ يُخْتَصُّ بِمَنْ يَجِدُّ فِي وَالسَّيْرِ وَبِهِ قَالَ اللَّيْثُ وَقِيلَ يُخْتَصُّ بِالسَّائِودُونَ النَّازِلِ وَهُو السَّيْرِ وَبِهِ قَالَ اللَّيْثُ وَقِيلَ يُخْتَصُّ بِالسَّائِودُونَ النَّازِلِ وَهُو قَوْلُ اَبِى حَبِيْبِ وَقِيلُ يُخْتَصُّ بِمَنْ لَهُ عُذُرٌ حَكِى عَنِ الْآوُزَاعِيِّ قَوْلُ اَبِى حَبِيبٍ وَقِيلُ يُخْتَصُّ بِمَنْ لَهُ عُذُرٌ حَكِى عَنِ الْآوُزَاعِيِّ وَقِيلً يَحْتَصُ بِمَنْ لَهُ عُذُرٌ حَكِى عَنِ الْآوُزَاعِيِّ وَقِيلً يَحْتَصُ بِمَنْ لَهُ عُذُرٌ حَكِى عَنِ الْآوُزَاعِيِّ وَقِيلً يَحْتَصُ بِمَنْ لَهُ عُذُرٌ حَكِى عَنِ الْآوُزَاعِيِّ وَقِيلً يَحْوَى التَّقُدِيمِ وَهُو مَرُويٌ عَنْ مَا لِللَّا الْعَلْلِي وَقَيْلُ يَحْرُمُ 'وَقَى التَّقُدِيمِ وَهُو مَرُويٌ عَنْ مَاللِكِ وَالْحَمْدَ وَاخْتَارَهُ إِبْنُ حَزْمٍ ''۔

(ارشاد السارى شرح البخارى للعلامه احد بن محد قسطلانى ج٢ص٠٠٠)

ادرایک جماعت نے جمع سے منع کیا ہے۔ گران کے نزدیک عرفات میں ج کے دن ظہر وعصر کو جمع کیا جائے اور مز دلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا جائے۔اور بیہ قول امام حسن بصری اور امام اوزاعی اور امام ابوحنیفه اورآپ کے دو شاگر دوں (امام محد وامام ابو یوسف) کا ہے اور مالکیہ نے کہا کہ جمع کا جواز مخصوص ہے اس سے جسے سفر میں جلدی ہواور یہی امام لیث نے کہا اور کہا گیا کہ بیخصوص ہے جوسفر کررہا ہوسوا مھرے ہوئے کے اور بدابوحبیب کا قول ہے اور کہا گیا کہ بیمخصوص ہے اس سے جس کا عذر ہو یہ امام اوز اعی ہے حکایت ہوا اور کہا گیا جمع تاخیر جائز ہے نہ کہ جمع تقدیم اور بیمروی ہے امام مالک اور امام احمہ سے اور اسے اختیار کہا ابن حزم نے۔ علامه بدرالدین عینی رحمة الله علیه نے شیخ زین الدین سے مسله جمع مین الصلو تین پر چھ(۲) اقوال نقل کئے ہیں جن میں ہے ایک قول نج کے دن عرفات ومز دلفہ کے سوا مطلقاً اس کے عدم جواز پر ہے جس کے قائل احناف اور امام حسن بھری، ابن سیرین، ابراہیم کخی رضی اللہ عنہ ہیں اور باقی پانچ اقوال مختلف جمع بین الصلوتین کے مجوزین کے بیں۔ (عمدۃ القاری شرح صحح البخاری جءم ۲۱۷ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت) جمع بین الصلوتین میں اختلاف اور اس کے عدم جواز پر ایک محققانہ تبصرہ علی میں اختلاف اور اس کے عدم جواز پر ایک محققانہ تبصرہ علی میں اس علامہ ابوالعیاش عبدالعلی محمد الانصاری نے اپنی تصنیف رسائل الارکان میں اس اختلاف کو یوں بیان کیا ہے:

"قَالَ الْإِمَامُ الشَّافَعِيُّ مَنْ رَّجَّصَ الْمُسَافِرَ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلُوتَى الظُّهُرِ وَالْعَصْرِ وَكَذَا بَيْنَ صَلُوتِي الْمَغُرِبِ وَالْعِشَاءِ وَاسْتَدُلَّ بِمَا عَنُ آنَسِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَّلَ عَلَيْهِ السَّيْرُ يُؤِّجُّو الظُّهُرَ إِلَى آوَّلِ وَقُتِ الُعَصُرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَآءِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزُوَةٍ تَبُولٍ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ آنُ يَّـُوتَحِـلَ جَـمَعَ بَيْنَ الظُّهُرِ وَالْعَصُرِ فَإِنْ رَحِلَ قَبُلَ آنُ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهُرَ حَتَّى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذَٰلِكَ وَإِنْ اَرْتَحِلَ قَبْلَ اَنْ يَعِيْبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَنْزِلَ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ أَبُودَاؤدَ . وَصُوْرَةُ الْجَمْعِ صُوْرَتَانِ جَمْعٌ لِلتَّأْخِيْرِ بِأَنْ يُوَّخِّرَ الصَّلُوةَ الْأُولَى عَنْ وَقْتِهَا وَيَجْمَعُ فِي وَقْتِ الْـمُتَاخِرِ وَجَمْعُ التَّقُدِيْمِ بِآنُ يُّقَدِّمَ الثَّانِيَةَ عَنْ وَّقْتِهَا وَيُؤَدِّيُ فِي وَقُتِ الْاُولِلٰي وَالشَّافَعِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ يُجَوِّزُ كَلاَ الْجَمْعَيْنِ لِحَدِيْثِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يُصَحُّ جَمْعُ التَّقْدِيْم وَيُصَحُّ جَمْعُ التَّاْخِيْرِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنِ الْإِمَامِ آحُمَدَ وَفِي الْمَشْهُ وُرِ عَنْ مَّ اللِّ إِنَّهُ لَا يَجْمَعُ إِلَّا عِنْدَ الْجِدِّ فِي السَّيْرِ وَعِنْدَنَا وَعِنْدَالُامَامِ اَحْمَدُ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ لِلْمُسَافِرِ اَصْلاً لَاعِنْكَ النَّنْزُولِ وَلاَ فِي الْحِدِّ فِي السَّيْرِ لَا جَمْعُ التَّقْدِيْمِ وَلاَ

جَـمْعُ التَّانِحِيْرِ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّيْخُ الْأَكْبَرُ صَاحِبُ الْفُتُوْحَاتِ قُلِدِسَ سِرُّهُ وَحُجَّتُنَاإِنَّ تَعِيْيَنِ إِلَّاوْقَاتِ مَطْقُوْعٌ لَاشُبْهَةَ فِيْهِ قَالَ اللُّهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّلَوْةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا فَدُلَّ الْآيَةُ عَـلَى إِنَّ الصَّلَوةَ مُوَقَّتَةٌ بِوَقُتٍ فَلاَ يَجُوزُ التَّقُدِيْمُ عَلَيْهِ وَلاَ التَّانِحِيْرُ فَلاَ يُصِحُّ الْجَمْعِ قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ قَدْ بَلَغْنَا عَنْ عُمَرَ بُن الْحَطَّابِ آنَّهُ كَتَبَ إلى حُكَّامِهِ فِي ٱلْآفَاقِ وَنَهَاهُمُ أَنْ يُّجُمَعُوا بَيْنَ الصَّلُوتَيْنِ فِي وَقْتٍ وَّاحِدٍ وَأَخْبَرَهُمْ بِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلْوتَيْنِ كَبِيْرَةٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا بِ ذَٰلِكَ الشِّقَاتُ مِنَ الْعُلَمَآءِ وَإِذَاكَانَ الصَّلُوةُ كِتَابًا مَّوْقُوتًا بِالنَّصِّ الْقَاطِع فَلَا يَجُوزُ إِبْطَالُهَا بِخَبْرِ الْوَاحِدِ فَيَحِبُ رَدُّ تِلْكَ الْآخْبَارِ اَوْتَاوِيُلُهَا إِنْ قُبِلَلَهُ وَايَضًا خَبْرُ الْجَمْعِ إِنَّمَا نَقَلُوا فِي غَزُوَةِ تَبُوْكِ وَكَانَ فِي تِلْكَ الْغَزُوَةِ آلَافٌ مِّنَ الرِّجَالِ وَكَانَ كُلُّ صَلُّوْا خَلُفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُخْبِرُ مِنْهُمْ إِلَّا وَاحِدٌ أَوِاثُنَانٌ وَلَمْ يَشْتَهِرْ وَلَمْ يَرُوغَيْرُهُ بَلُ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ ٱنْكُرُوْ اذْلِكَ حَتَّى قَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ مَا رَءَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلُوةً لِّغَيْرِ مِيْقَاتِهَا إلَّا صَلَّى الُفَجُ رَيَوْمَئِذٍ قَبُلَ مِيْقَ اتِهَا رَوَاهُ الشَّيْحَان وَٱبُوْدَاؤُدَ وَالنِّسَائِيُّ".

(رسائل الاركان شيخ الي العياش عبد العلى محمد انصاري ص ١٣٦ تا ١٩٧٧)

امام شافعی رجملہ اللہ علیہ نے کہا کہ مسافر کو رخصت دی گئی ہے ظہر وعصر کو جمع کرنے میں اور استدلال جمع کرنے میں اور استدلال کیا اس سے جمع کرنے میں اور استدلال کیا اس سے جمع بیان کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم جب جلدي كے سفرير ہوتے تو ظهر كوعصر كے اول وقت تك مؤخر فرماتے تو ان دونوں کو جمع فرماتے اور مغرب کومؤخر فرماتے یہاں تک کہاسے اورعشاء کو جمع فرماتے اسے شیسے ن (امام بخاری وامام مسلم) نے روایت کیا۔اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں تھے جب چلنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر وعصر کو جمع فرماتے اور جب سورج ڈھلنے سے قبل سفر کرتے تو ظہر کومؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر بڑھنے کو اترتے اور مغرب میں بھی اس کی مثل کرتے کہ اگر آپ صلی الله علیه وسلم غروب سورج سے قبل سفر کو نکلتے تو مغرب مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عشاء پڑھنے کو اترتے پھر ان دونوں کو جمع فرماتے اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور جمع دوصورتوں پر ہے ایک میر کہالی نماز کواس کے وقت سے مؤخر کرے اور پچیلی کے وقت میں جمع کرے اور دوسری جع تقدیم ہے وہ یہ کہ بچھلی کو مقدم کر کے پہلی کے وقت میں پڑھے امام شافعی رحمة الله علیه جمع کی ان دونوں صورتوں کو جائز کہتے ہیں حضرت معاذین جبل رضی الله عنه کی مذکورہ حدیث کی بنا پر اور بعض کے نزویک جع تقدیم صحیح نہیں لیکن جمع تاخیر صحیح ہے اور بدروایت امام احد سے ہے اورامام مالک سے مشہور روایت میں بیہے کہ جمع ندی جائے مگر جب کہ سفر میں جلدی ہو اور جمارے نزدیک اور (ایک روایت میں) امام احمد کے نزدیک مسافر کوجع اصلاً جائز نہیں نہ نزول کے وقت اور نہ جلدی کے سفر میں اور نہ جمع تقدیم اور نہ ہی جمع تاخیر اس طرف گئے ہیں شخ اکبر صاحب فتوحات قدس سرہ اور ہماری دلیل ہے کہ تعین اوقات نماز قطعی ہے بلاشبہ الله تعالی نے فرمایا بے شک نماز ایمان والوں پرمقررہ اوقات

میں فرض ہے پس آیت قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ نماز موقت ہے معین وقت کے ساتھ جس پر نہ تقدیم جائز اور نہ اس سے تاخیر پس جمع جائز نہیں امام محد نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کینچی کہ آپ نے اپنے حکام کی طرف اطراف میں حکم لکھ بھیجا جس میں انہیں دونمازیں جمع کرنے ہے منع فرمایا اور انہیں خر دی کہ دو نمازیں جع کرنا کبائر میں سے کبیرہ گناہ ہے۔ امام محد نے کہا کہ یہ روایت ہم کو ثقات علاء سے پینی اور جب نماز کا مقرر وقت نص قطعی ہے ثابت ہے تو اس کا ابطال خبر واحدے جائز نہیں پس ان اخبار (جن میں نمازوں کے جمع کا ظاہراً ثبوت ہے) کا رد کرنا یا تاویل کرنا واجب ہے نیز جمع کی روایت جسے انہوں نے غزوہ تبوک میں نقل کیا حالانکہ اس غزوه میں ہزاروں صحابہ موجود تھے اور ان کی ہر نماز رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے پیچھے ہوتی تھی تو ان میں سے اس روایت کو ایک یا دو کے سوا سن نے بیان نہ کیا اور نہ بیمشہور ہوئی بلکہ بعض حاضرین نے اس کا ا نکار کیا یہاں تک کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول الله صلى الله عليه وسلم كوكوئي نماز اس كے وقت كے علاوہ يڑھتے نہ ذیکھا مگر مزدلفہ آپ نے دونمازیں جمع کر کے پڑھیں مغرب وعشاءاور فجر کوآپ نے اس دن اس کے معاد وقت سے پہلے پڑھا اسے شیخین نے روایت کیا اور ابوداؤر ونسائی نے اس بیان سے معلوم ہوا کہ دو نمازیں جمع کرنے میں غیرمقلدوہا بیوں کا مذہب نہایت ضعیف ہے بلکہ پنص قطعی قرآنی کے خلاف۔

مذہب احناف قرآن واحادیث کے مطابق ہے:

اور بحدالله تعالی مذہب احناف اجادیث واضحہ صریحہ اور قرآن کے مطابق

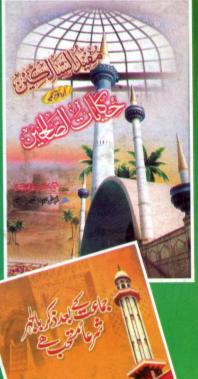
الله تعالى عليه وعلى آله وعلى آله وعلى آله وعلى آله وصحبه وبارك وسلم برملمان كواس پر چلنے كى توفق عطا فرمائد۔
وصحبه وبارك وسلم برملمان كواس پر چلنے كى توفق عطا فرمائد۔
اس برى نفرت الحق حصد دوم اختام كو پہنچا۔

اس کے بعد انشاء اللہ حصہ سوم کا آغاز ہوگا اللہ تعالی اسے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انشاء اللہ حصہ سوم کا آغاز ہوگا اللہ تعالی اسے الحد اور راقم ناچیز اور اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے اہل ایمان کے لئے ذریعہ نجات۔ اس کے والدین اور متوفی بیٹے محمد ارشد کے لئے ذریعہ نجات۔ وریمہ نگھ الْعَلِیمُ "

آمین شم آمین بارب العلمین بجاد رسوله الکریم الامین-فقیر محرت علی قادری غفر الله تعالی لهٔ ۱۵ شعبان المعظم ۲۸ اله برطابق ۲۹ اگست کندوی Colif Care To the Coline

كىيادگارتصائيث







مركا المحتاف ا

ملتحليته